قیمت سالانہ عوام سے عہ طلباء سے عہ اور غیر ممالک والوں سے

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

نمبر ۱ | بابت ماہ جنوری ۱۹۱۱ء | جلد ۶

فہرست مضامین

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی آخری تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے

باہتمام مولوی عبدالسلام صاحب منیجر قادیان سے شائع ہوا - اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپا

اصلی ممیرا اور ممیرے کا سُرمہ و ست سلاجیت

اصلی ممیرے اور ممیرے کے سرمہ کا اعلان عرصہ سے شائع ہو رہا ہے اس اثنا میں بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نور الدین صاحب مدظلہ العالی کے مجوزہ نسخہ کے موافق طیار کیا جاتا ہے اور اصلی ممیرا جسکو خود حضرت نے اس سرمہ کے متعلق تصدیق کی اس میں ڈالا جاتا ہے حضرت نے اس سرمہ کے متعلق خود فرمایا "کہ برائے امراض چشم بسیار مفید است" اس شہادت کے بعد مجھ کو کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں کیونکہ کسی [illegible] افراد کا امام جو ملتی حیثیت اور تجربہ سے بھی طبی امام کہلانیکا حقدار ہے اسکے مفید ہونیکی شہادت دیتا ہے یہ سرمہ دھند جالا پھولا پڑوال تبل اور سرخی ابتدائی موتیا بند وغیرہ امراض چشم کے لیے بہت مفید ہے قیمت سرمہ قسم اول [illegible] قسم دوم [illegible] قسم سوم [illegible] اصلی ممیرا قسم اول [illegible] ترکیب استعمال یہ ممیرا چند [illegible] اگر [illegible] یہ سرمہ لگا کر اس گرمی وغیرہ کے موسم میں جو بیمار ہوتے ہیں بہت کم ہوتے ہیں

ست سلاجیت

[illegible]

مقوی جمیع اعضا انفع و صحیح مشتہی الطعام قاطع بلغم ریاح و دافع بواسیر و جذام و استسقا و ردی رنگ زنگی نقرس وجع شیخوخیت و فساد بلغم و ریاح و قاتل کرم شکم [illegible] سنگ گردہ و مثانہ و سلسل البول و سیلان منی و ریوست اور [illegible] وغیرہ وغیرہ بہت مفید ہے [illegible] کیساتھ استعمال فرماویں قیمت فی تولہ [illegible]

لنگیاں اور کلاہ

ہر قسم کی لنگیاں مشہدی اور پشاوری [illegible] سیاہ اور سفید [illegible] ریشمی اور سوتی [illegible] سفید اور [illegible] اور پشاوری ٹوپیاں اور زری کی پشاوری جوتیاں ہر قسم کی اور ہر قیمت کی مل سکتی ہیں

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فرعون موسیٰ

فرعون کا حال قرآن شریف میں پڑھکر اکثر عوام لوگ تو یہی سمجھتے ہیں کہ یہ بھی کسی خاص بادشاہ کا نام تھا۔ مگر اصل یہ ہے کہ جیسے چین کے بادشاہ فغفور ایران کے کسریٰ روم کے قیصر۔ جاپان کے میکاڈو اور روس کے زار کہلاتے ہیں۔ اسی طرح مصر کے بادشاہ اور صاحب تخت کو فرعون کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اسلیئے جیسے حضرت یوسف کے وقت میں فرعون حکمران تھا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ کے زمانہ میں بھی اُسی کی حکومت تھی لیکن یہ فرق ضرور ہے کہ وہ فرعون یوسف تھا اور یہ فرعون موسیٰ۔ اس نے تو ایک نبی کی عزت و اکرام کرکے اپنے ملک کو قحط کی مصیبت سے بچا لیا۔ اور اس نے ایک نبی کی جنگ کرکے اپنا ملک اور دولت دونوں کو ویران و برباد کر دیا اسنے تو حضرت یوسف اور انکے بھائیوں کو بلا کر بڑے آرام سے رکھا۔ اور اسنے اس مہمان کے بیٹے بڑی بیدردی سے قتل کروا ئے پس فرعون یوسف اور فرعون موسیٰ میں زمین و آسمان کا فرق ہے یہ بالا بخت تھا یہ کمبخت۔

یہ یقینی طور سے تو نہیں بتایا جا سکتا کہ فرعون یوسف اور فرعون موسیٰ میں کتنے بادشاہ گزرے ہیں مگر پھر بھی اندازاً کہا جا سکتا ہے کہ چودہ پندرہ تو گزرے ہی ہونگے۔ کیونکہ بنی اسرائیل نے مصر کی سرزمین میں قریباً دو صدیاں گزار دی تھیں اس عرصہ میں بنی اسرائیل نے خوب ترقی کی اور حد سے چند انفاس

سے ہزاروں کی تعداد کو ہو پہنچے۔ اسلئے فراعنہ ان سے کسی قدر خائف رہنے لگے جسکا نتیجہ ہؤا کہ انپر طرح طرح کے ظلم ہونے شروع ہو گئے۔

فراعنہ (فرعون کی جمع) کے ان سے ڈرنے کی ایک یہ وجہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ خود فراعنہ بھی مصر کے اصلی باشندے نہ تھے۔ بلکہ مشرق سے آکر اس ملک پر قابض ہو گئے تھے اور یہ بنی اسرائیل اہل عرب کی طرح سامی النسل تھے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کے خاندان کا اس ملک سے خاص تعلق بھی اس خیال پر کچھ روشنی ڈالتا ہے۔ پس ان کو ہر وقت خیال رہتا تھا کہ ایسا نہ ہو کوئی قوم زبردست ہو کر اصل باشندوں سے یا کسی اور قوم سے ملکر ہمکو اس ملک سے نکال دے۔ پس جب بنی اسرائیل کی بڑھتی ہوئی طاقت انہوں نے دیکھی تو ارادہ کیا کہ کسی طرح انکو روکا جائے چنانچہ انہوں نے بنی اسرائیل کو طرح طرح کے دکھ دینے شروع

ا؎ چنانچہ مصری زبان میں فراعنہ کے خاندان کو ہکسوز کہتے تھے جس کے معنے ہیں اجنبی۔ چونکہ یہ لوگ مشرق سے گئے تھے۔ اس لئے انکا نام بھی اجنبی پڑ گیا تھا۔ بائبل سے بھی انکا کچھ پتہ چلتا ہے اور وہ یہ کہ خروج باب ۱ آیت ۹و۱۰ میں ہے "اور اس نے (فرعون نے) اپنے لوگوں کو کہا دیکھو کہ بنی اسرائیل کے لوگ ہم سے زیادہ اور قوی تر ہیں۔ آؤ ہم ان سے دانشمندانہ معاملہ کریں تا نہ ہو کہ جب وے اور زیادہ ہوں اور جنگ پڑے تو وہ ہمارے دشمنوں سے مل جاویں اور ہم سے لڑیں اور ملک سے نکل جاویں" اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فراعنہ اجنبی تھے کیونکہ ڈیڑھ سو سال میں دس بارہ آدمیوں کی نسل اسقدر کب بڑھ سکتی ہے کہ ملک کے اصل باشندوں سے بھی زیادہ ہو جائے پس معلوم ہوتا ہے کہ وہ باہر سے آئے ہوئے تھے اور تعداد میں تھوڑے ہی تھے۔ باقی ان دونوں خاندانوں کے سوا اور قومیں بستی ہونگی۔

کیئے۔ اور علاوہ ان کے بچے قتل کر نیکے کل کی کل قوم سے زمینیں پاتھنے کا کام لینا
شروع کیا اور انکے مشغول رکھنے کے لیئے دو شہر فیتوم اور رعمسیس تیار کروانے
شروع کر دیئے۔ جن میں سے مؤخر الذکر شہر اسوقت کے فرعون کے نام پر تھا
اس شخص کا بیٹا منفتاح وہ مشہور شخص ہے جس نے ایک نبی کی مخالفت ہی کے
اپنا ہی نہیں بلکہ اپنے باپ دادو نکا نام بھی بدنام کر دیا کیونکہ بات بڑھتے بڑھتے
یہانتک بڑھی کہ ہر ایک فرعونِ موسیٰ کی شکل نے تو گویا ہر ایک فرعون ظالم و
خود سری قرار دیدیا۔ یہ شخص بڑا متکبر تھا اور اسے بھی اپنے باپ کی طرح عمارتیں
بنانیکا بہت شوق تھا۔ جسکا ایک باعث تو یہ تھا کہ بنی اسرائیل کام میں لگے رہیں
دوسرے اسوقت ارد گرد کے بادشاہوں سے صلح ہونیکی وجہ سے اسے فرصت
بھی بہت تھی اور تیسرے اس خاندان میں عمارتیں بنوانیکا شوق مدتوں سے چلا
آیا تھا۔ چنانچہ لفظ فرعون بھی اصل میں آر اور اَو سے مرکب ہے جس کے معنے
ہیں بڑا مکان۔ اوّل تو یہ لفظ صرف مکانوں پر ہی بولا جاتا تھا لیکن غالباً آخر
میں شاہی قلعہ کی عظمت کو دیکھکر اُسی کے لیئے یہ لفظ مخصوص ہو گیا اور شاہی
قلعہ کے بعد خود بادشاہ پر یہ لفظ بولا جانے لگا چنانچہ اسوقت بھی اس کی ایک مثال
ہے۔ اعلیٰ سلطان روم کے وزرا کو باب عالی کہتے ہیں۔ غرضیکہ اس کی زندگی بھر تعمیر کے
شوق اور پھر بنی اسرائیل کو کام میں لگائے رکھنے کے خیال نے فرعون منفتاح کو
بھی عمارتوں کی تعمیر کی طرف متوجہ رکھا اور جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی اسرائیل میں
بڑی کمزوری اور پست ہمتی پھیل گئی اور ان کی دل فرعون کے ڈر سے مرعوب
ہو گئے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے۔ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰی اِنَّا لَمُدْرَكُوْن
حالانکہ نا امیدی اور مجبوری کمزور سے کمزور انسان کو مقابلہ پر ابھار دیتی
ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل اسوقت ایسے پست ہمت ہو گئے تھے

کہ اُن میں ایسے موقعہ پر بھی جرأت دکھانیکی جرأت باقی نہ تھی۔

جب یہ حالت ہوئی تو اللہ تعالےٰ نے اُن وعدوں کے مطابق جو حضرت ابراہیم سے اُنکی اولاد کے متعلق کئے تھے ایک شخص کو پیدا کیا۔ جس کا نام اُس کے والدین نے موسیٰ رکھا۔ موسیٰ کی پیدائیش کے وقت بچوں کے قتل کا حکم ظالم بادشاہ کی طرف سے عام ہو رہا تھا۔ اُنکی والدہ بھی خائف تھیں۔ کہ کہیں کہیں یہ بچہ بھی ظالموں کے ہاتھ سے قتل کیا جائیگا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے بموجب آیت شریفہ وَاَوْحَیْنَا اِلٰی اُمِّ مُوْسٰی اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَادُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ط (اور ہم نے وحی کی والدہ موسیٰ کی طرف کہ اسکو دودھ پلا اور جب تو ڈرے اسکی جان کے متعلق تو اسے دریا میں ڈالدے اور ڈر نہیں اور غم کھا میں اُسے تیری طرف واپس لاؤنگا۔ اور رسولوں کی جماعت میں داخل کرونگا) انہیں اللہ تعالےٰ نے ظالموں کے ہاتھوں سے بچالیا۔ پھر یہ ہوا۔ کہ دریا کے کنارے پر انکو فرعون کی لڑکی نے دیکھا اور اسکو ان پر رحم آیا۔ انکو نکال کر پلوانیکا ارادہ کیا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ط اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِیْنَ ط یعنی اُسے اٹھا لیا فراعنہ کی اولاد میں سے کسی نے تاکہ ہو انکے لیے دشمن اور غم کا باعث تحقیق فرعون اور ہامان اور انکا لشکر خطاکار تھے۔ فرعون نے ارادہ کیا۔ لیکن بیٹی کی دلجوئی یا کسی اور غرض کے لیے اسکی مرضی کی تشفی ہوئی اور انکو بیٹا بنا لینے کا ارادہ ظاہر کیا اور قتل سے روکا۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَلَكَ ط لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰۤی اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ

دودھ پلانے کے لیے آپکی والدہ ہی مقرر ہوئیں۔ اسلیے بچپن ہی آپ کو فراعنہ اور بنی اسرائیل کے تعلقات کا حال معلوم ہوتا رہا۔ اور خوب اچھی طرح ذہن نشین ہوگیا کہ اسوقت انکی حالت جانوروں سے بدتر ہے۔ بڑے ہوئے تو شہزادوں کی زندگی بسر کرنیکی وجہ سے قویٰ خوب مضبوط اور خیالات عالی تھے۔ مظلوموں کی مدد پر ہر وقت تیار رہتے۔ ایکدفعہ دیکھا کہ ایک عبری سے ایک فرعونی لڑ رہا ہے۔ آپ سے اسکا ظلم نہ دیکھا گیا۔ بڑھکر اس فرعونی کو مکا مارا۔ اور اتفاقاً وہ ایسے مقام پر لگا کہ وہ مرگیا۔ دوسرے دن پھر دو شخصوں کو لڑتے دیکھا۔ جن میں سے ایک وہی کل والا عبری تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تو بڑا شریر ہے روز لڑائی کرتا ہے۔ یہ کہہ کر ان دونوں کی طرف چلے۔ اس نے سمجھا کہ مجھے مارنے آتے ہیں۔ بول اٹھا کہ آپ نے جیسے کل فلاں کو مارا تھا۔ آج مجھے بھی مارنا چاہتے ہیں آپ مجھے کر اب بات کھل گئی اور فراعنہ سے لڑائی کی ابتدا ہوگئی مصر کو چھوڑ کر ایک اور ملک میں آگئے۔ جہاں قریباً دس سال رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم پاکر ملک مصر میں واپس آئے۔ راستہ میں فرعون کی ہدایت کا کام سپرد ہوا۔ اب یہ وہ فرعون نہ تھا جس کے عہد میں یہ بھاگے تھے۔ بلکہ جمیس کے بعد اسکا بیٹا منفتاح بیٹھا تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ اس کے پاس پیغام الٰہی لیکر پہنچے اور حکم الٰہی کے ماتحت بڑی نرمی سے عرض کیا کہ آپ کے رب کی طرف سے ہم رسول ہیں کہ آپ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیجدیں۔

یہ کل واقعہ قرآن شریف میں یوں ہے اذهبا الی فرعون انه طغی۔ فقولا له قولا لينا لعله يتذكر او يخشى۔ قالا ربنا اننا نخاف ان يفرط علينا او ان يطغى۔ قال لا تخافا انني معكما اسمع وارى۔ فاتياه فقولا انا رسولا ربك فارسل معنا بني اسرائيل

و لا تعذبهم قد جئناک بآیۃٍ من ربک و السلام علیٰ من اتبع
الهدیٰ انا قد اوحی الینا ان العذاب علیٰ من کذب و تولّیٰ قال
فمن ربکما یا موسیٰ قال ربنا الذی اعطیٰ کل شیءٍ خلقه ثم هدیٰ

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام و ہارونؑ کو فرمایا کہ تم دونوں فرعون
کی طرف جاؤ کہ وہ سرکش ہو رہا ہے۔ پس دونوں اس سے بڑی نرم باتیں کرو
تا کہ وہ اچھے عمل کرے اور ڈرے۔ ان دونوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب
ہم تو ڈرتے ہیں کہ وہ ہمارے معاملہ میں زیادتی سے کام نہ لے اور حضور کے
پیغام کے مقابل سرکشی کام میں نہ لائے۔ فرمایا کہ تم اس بات سے خوف مت
کرو میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں پس اس کے پاس جاؤ اور
کہو کہ ہم تیرے رب کی طرف سے رسول ہیں پس تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل
کو بھیجدے اور انہیں عذاب مت دے۔ ہم تیرے پاس دلائل بھی لائے ہیں
جو تیرے رب کی طرف سے ہیں اور سلامت وہی رہتا ہے۔ جو ہدایت کے پیچھے
چلے۔ ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ جو جھٹلائے یا منہ پھیرے اس کے لیے
عذاب ہوگا۔ فرعون نے انکی بات کی کچھ پرواہ نہ کی اور بحث شروع کر دی اور انہے
کہا کہ اے موسیٰ تمہارا رب کون ہے۔ وہ حضرت ہارونؑ کی طرف مخاطب بھی
نہیں ہوا معلوم ہوتا ہے۔ وہ انکو نعوذ باللہ بہت حقیر جانتا تھا۔ لیکن حضرت موسیٰ
چونکہ قلعہ میں رہتے رہے تھے اور اس کے بھائیوں کی طرح پرورش پاتے رہے
تھے اسلئے انکو مخاطب کیا۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر
ایک چیز کو پیدا کیا اور پھر اسے راہ دکھائی۔

اس مباحثہ کے بعد آپس میں اور جھگڑے ہوتے رہے لیکن فرعون
نے قطعاً اس کی پرواہ نہ کی اور بنی اسرائیل کو دکھ دہی اور ایذا رسانی میں بڑھتا

گیا۔ اور یہاں تک بڑھا۔ کہ بنی اسرائیل چلّا اٹھے کہ اے موسیٰ تیرے آنے سے تو
ہمارے دکھ اور بھی بڑھ گئے ہیں آخر معاملہ جب حد سے بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت
موسیٰ کو حکم دیا۔ کہ اب ملک مصر سے راتوں رات نکل بھاگو۔ چنانچہ وہ ایک رات مصر
سے چلے اور شام کا رستہ لیا۔ خشکی کا راستہ جس میں آجکل نہر سویز نکالی گئی ہے دور
تھا۔ جلدی میں سمندر کے ساحل کی راہ لی اتنے میں فرعون منفتاح کو خبر ہو گئی
وہ پیچھے بھاگا۔ اور کنارہ سمندر پر انکو جا لیا۔ بنی اسرائیل تو گھبرا گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ
کے حکم سے موسیٰ نے انکو سمندر میں گھس جانیکا حکم دیا۔ پانی پھٹ گیا۔ اور وہ نچ بیچ
سے صاف نکل گئے۔ فرعون کو بھی یہ نظارہ دیکھکر دلیری پیدا ہوئی۔ اور وہ بھی
مع لشکر اندر گھس گیا۔ لیکن ایک دفعہ گھسنے کے بعد پھر باہر نکلنا نصیب نہ ہُوا۔
ایک ہی لہر سی آئی۔ کہ اُسے مع لشکر کے بہا کر لے گئی۔ قرآن شریف میں آیا ہے
کہ اس موقعہ پر اس نے کہا کہ امنت انّه لا اله الا الذی اٰمنت به
بنوا اسرائیل وانا من المسلمین۔ یعنی میں ایمان لے آیا کہ کوئی معبود
نہیں سوائے اس کے کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے۔ اور میں فرمانبرداروں
میں سے ہوں لیکن یہ وقت توبہ کا نہ تھا۔ بہت سے ایسے موقعہ توبہ کے تھے۔ پھر
اس نے قدر نہ کی۔ ہر دفعہ شرارت میں ترقی ہی کی۔ پس جب عذاب آ ہی گیا۔ اور
پانی ٹخنوں سے نیچے اتر گیا تو اب توبہ کا کون موقعہ تھا۔ اسلیئے فرماتا ہے۔ کہ
آلٰئن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین ۵ فالیوم ننجیک ببدنک
لتکون لمن خلفک اٰیة، وان کثیرا من الناس عن اٰیتنا لغافلون ۵
یعنی اب تو توبہ کرتا ہے اور پہلے نافرمانیاں کر چکا ہے۔ اور فسادیوں کے گروہ میں
شامل رہا ہے۔ پس آج کے دن ہم تیرے بدن کو نجات دیتے۔ تاکہ تو اپنے
پچھلوں کے لیئے نشان ہو اور لوگوں میں سے اکثر ہماری نشانیوں سے غافل ہیں

اس آیت سے معلوم ہوتا تھا کہ فرعون کی لاش غرق ہونے سے بچگئی۔ بلکہ سمندر کے باہر جا پڑی اور اُس کے لشکریوں نے اُسے اُٹھا کر دفن کیا۔ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ جس کا وجود قرآن شریف کے سوا اور کہیں نہیں پایا جاتا۔ نہ توریت میں کہیں اس کا ذکر ہے نہ انجیل میں اور نہ انبیاء کی کتب میں۔ لیکن یہ ثابت کرنا کہ آج سے تین ہزار سال پہلے ایک شخص کی لاش دریا سے نکلی تھی۔ یا نہیں؟ بہت مشکل تھا مگر چونکہ خدا تعالےٰ نے فرمائے۔ اسکے سچا ہونے میں بھی کچھ کلام نہیں ہوسکتا چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اسکے لئے یہ سامان بنا دیا کہ اس زمانہ میں جبکہ ہر ایک علم کی ترقی ہو رہی ہے۔ آثار قدیمہ کی تحقیقات کا شوق بھی بہتوں کو لگا ہوا ہے جیسے لوگوں میں سے بعض آدمی مصر کے آثار قدیمہ کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔ انہیں میں سے ایک شخص مسٹر لاریٹ نے مقابر فراعنہ میں ۱۸۹۸ء میں ایک بادشاہ کو تابوت سے پڑا پایا۔ اور جو کچھ اس پر لکھا ہوا تھا اسے پڑھکر معلوم کیا کہ یہ "خون اتن" بادشاہ کی لاش ہے۔ لیکن چونکہ ہیروغلیف خط میں اکثر دھوکا ہو جاتا ہے۔ اسلئے مسٹر بروف کے سامنے اس نے یہ معاملہ پیش کیا جس نے اس لفظ کو ریان پا پڑھا۔ دونوں کے تنازعہ کو دور کرنیکے لئے ہیرو کو بلایا گیا۔ اور اُسکے ساتھ اور علماء بھی تھے۔ جب انہوں نے وہ حروف دیکھے تو فوراً بول اُٹھے کہ یہ ریان پاٹ۔ ریان پاٹ ہے جو موسیٰ کا فرعون تھا۔ اس تابوت کو اور کھلوایا گیا۔ تو اسپر منفتاح بھی لکھا ملا جو فرعون موسیٰ کا دوسرا نام تھا۔ جو سب کو یقین ہوگیا کہ یہ وہی ہے فوراً وہ لاش قاہرہ دار الخلافہ مصر میں لائی گئی۔ اور وہاں کے عجائب خانہ کے ایوان قیصری میں رکھی گئی جس میں کہ اور بہت سے بادشاہوں اور بیگمات کی لاشیں رکھی گئی ہیں اس تحقیقات سے زمانہ قدیم کے اہل کے متلاشیوں کو تو جو خوشی ہوئی ہوگی وہ سمجھ میں آ ہی سکتی ہے مگر مسلمانوں

کے لیے تو اس تحقیقات نے بڑی بڑی خوشیوں کے دروازے کھول دیے ہیں۔ کیونکہ جو بات آج سے تیرہ سو سال پہلے قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ نے فرمائی تھی وہ آج پایۂ صداقت کو پہنچ رہی ہے کیونکہ جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں فرعون کے جسم کے محفوظ رہنے کی خبر سوائے قرآن شریف کے اور کتاب میں نہیں ہے۔ پس آج اس لاش نے نکل کر اسلام کی سچائی پر ایک بین دلیل قایم کر دی ہے کہاں تین ہزار سال کا مردہ اور کہاں اس کی نسبت یہ بتا دینا کہ یہ آئندہ آنیوالی قوموں کے لیے ہدایت کا باعث ہوگا۔ کچھ کم تعجب کی بات نہیں۔ یہ لاش عمدگی سے مسالہ لگی ہوئی ہے اور فرعون کی شکل اچھی طرح سے پہچانی جاتی ہے اور بہت سی علامتیں جنکا ذکر کتب تواریخ میں تھا۔ اس میں پائی جاتی ہیں اس کی تصویر بھی بعض اخباروں میں چھپی ہے لیکن وہ ہمیں دستیاب نہیں ہو سکی اسلیئے یہاں نہیں دیجا سکتی ورنہ اگر ہمیں مل جاتی۔ تو ہمکو بڑی خوشی ہوتی کہ ہم اس کو بھی شائع کر دیتے تاکہ لوگ دیکھتے۔ کہ یہ وہ شخص ہے جو آج سے تین ہزار سال پہلے سمندر میں غرق ہوا تھا۔ اور جس کی نسبت قرآن شریف میں بتایا گیا تھا۔ کہ اسکی لاش بچگئی ہے اور محفوظ رکھی ہوئی ہے اور یہ کہ ایک زمانہ میں وہ مل بھی جائیگی۔ اور لوگوں کے لیے عبرت کا باعث ہوگی۔ اور اس طرح ایک پیشگوئی میں گویا پانچ باتیں بتائی گئی تھیں

اوّل تو یہ کہ فرعون کی لاش سمندر میں بہ نہیں گئی بلکہ وہ سلامت باہر پہنچگئی کیونکہ سمندر میں ڈوبنے والے کا اکثر تو یہی حال ہوتا ہے۔ کہ یا تو اُسے جانور کھا جاتے ہیں اور یا وہ دور دراز بہجاتا ہے لیکن اللہ تعالےٰ نے خبر دی کہ وہ بلا کسی قسم کے نقص کے کنارہ پر لگا دی گئی تھی۔

سلہ مصر میں ایک خاص قسم کا مسالہ ہوتا تھا جسے لگا دینے سے مردہ ہزاروں سال تک ایسی ہی [illegible] ہوتی تھی۔ اور اس مسالہ کی بدولت فرعون کی لاش بھی ہم تک پہنچی ہے اس مسالہ کی لگی ہوئی لاش ممی کہلاتی [illegible]

دوسری بات یہاں سے یہ معلوم ہوئی کہ اُسکو مسالہ بھی لگایا گیا تھا۔ کیونکہ یہ بھی ممکن تھا کہ اسے مسالہ نہ لگایا جاتا۔ جیسا کہ اس فرعون منفتاح کے باپ رمسیس کی نعش کو مسالہ نہیں لگایا گیا تھا کیونکہ وہ کوڑھ کی وجہ سے بہت گل گیا تھا اور اسی طرح یہ ضروری نہ تھا۔ کہ ہر ایک بادشاہ کی لاش کو مسالہ لگایا جائے۔ پس آیت قرآن شریف کے اس حصہ یعنی لتکون اٰیۃ لمن خلفک سے صاف ثابت ہے کہ اسے مسالہ بھی لگایا جاتا۔ کیونکہ اگر مسالہ نہ لگایا جاتا۔ تو وہ اسوقت تک گل سڑ جاتی ہم تک پہنچتی ہی کیونکر۔

تیسرے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ آخر زمانہ تک محفوظ بھی رہیگی۔ کیونکہ یہ بھی کچھ ضروری نہیں کہ سب مسالہ والی لاشیں آجتک محفوظ رہیں۔ ہزاروں لاکھوں لاشیں تھیں۔ جو مسالہ دار تھیں لیکن ضائع ہو گئیں۔ کیونکہ ایک زمانہ مصر میں ایسا آیا ہے کہ جو رات کو شمع کی بجائے مسالہ دار لاشوں کے ٹکڑے جلاتے تھے۔ کیونکہ وہ ویسی عمدہ جلتی ہیں کہ جیسے کافوری شمع اور اور بھی کئی ذریعہ ہیں جن سے وہ ضائع ہو سکتی ہیں۔ پس اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ لاش ہر قسم کی ہلاک چیزوں سے بچکر پچھلے لوگوں تک پہونچ بھی جائیگی۔

چوتھے یہ معلوم ہوا کہ نہ صرف وہ محفوظ رہیگی بلکہ وہ مل بھی جائیگی کیونکہ اگر کسی کھنڈر یا غار میں پڑی رہتی۔ تو لوگوں کے لیے کس نفع کا باعث ہو سکتی تھی۔

پانچویں یہ کہ وہ مکر پہچانی بھی جائیگی کیونکہ تبھی ہو سکتی تھی کہ اگر اس کی شناخت بھی ہو جاتی۔ اگر بالفرض وہ مل بھی جاتی۔ مگر اس کی شناخت نہ ہوتی۔ تب بھی اس میں نقص رہجاتا۔

پس اس ایک آیت میں پانچ آیتیں ہیں۔ جو قرآن شریف کی سچائی کی دلیل ہیں۔ اور مومنوں کے لیے ازدیاد ایمان کا باعث ہے۔

پس اس لاش پر مجھے سخت تعجب ہے۔ کہ جب اس میں جان تھی۔ تب تو اس نے ہزاروں کو ہی گمراہ کیا ہوگا۔ لیکن روح سے جدا ہو کر اور ہزاروں سال تہ زمین میں رہکر اس میں کیا کیمیائی اثر پیدا ہوگیا۔ کہ آج یہ لاکھوں کے ازدیاد ایمان کا باعث ہوگئی۔

سب سے بڑھکر تعجب کی یہ بات ہے کہ اس لاش کو فرعون موسیٰ کی لاش کہنے والے مسلمان نہیں کہ انپر یہ الزام آسکے کہ انہوں نے قرآن شریف کی ایک آیت درست کرنیکے لیئے یہ جھوٹا دعویٰ کردیا۔ خود مسیحی مورخ ہیں اور وہ بڑے زور سے دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ لاش منفتاح امیان یا فرعون موسیٰ کی لاش ہے۔

اسبات کا ثبوت کہ یہ لاش واقعی منفتاح کی ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ اس لاش کے اوپر کپڑے پر لکھا ہوا تھا کہ یہ منفتاح کی لاش ہے۔ بلکہ اس کی ایک تصویر بھی اوپر رنگین تھی جو کہ کئی انگریزی اخباروں میں شائع کی گئی ہے اور جس کو ہم جلد شائع کرینگے ہم انشاء اللہ کوشش کرینگے۔ تاکہ فرعون موسیٰ کا حال پڑھنے کے بعد ہمارے ناظرین اس کی تصویر کے ذریعے گویا خود اسے ہی دیکھ لیں۔

دوسرا یہ کہ کئی علامتیں اس کے بدن پر ایسی پائی گئی ہیں جو کہ فرعون موسیٰ میں پائی جاتی تھیں مثلاً مسوڑوں کی بیماری کہ اسکا نشان اس لاش میں بھی پایا گیا ہو۔

تیسرے اسکی شکل بیتی اوّل سے جو اس کا دادا تھا ملتی ہے اور اسبات کا ثبوت کہ منفتاح ہی فرعون موسیٰ تھا۔ اول تو یہ ہے۔ کہ اسکا زمانہ حکومت اور بنی اسرائیل کے خروج کا زمانہ ایک ہے پس سوائے اس کے کہ مانا جائے کہ بنی اسرائیل اسی کے دوران حکومت میں مصر سے نکلے تھے اور کوئی چارہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ توریت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بنی اسرائیل رعمسیس شہر کی تعمیر کرتے تھے۔ اور رعمسیس

منفتاح کے باپ کا نام تھا۔ پس بہرحال رعمسیس منفتاح کے باپ کی حکومت کا تھا چنانچہ لکھا ہے کہ موسیٰ کے وطن چھوڑ دینے کے بعد وہ فرعون مرگیا۔ اور دوسرے فرعون کے عہد میں موسیٰ واپس آئے۔ اور بنی اسرائیل کو طلب کیا۔ پس ضرور ہے کہ اسوقت منفتاح حکمران ہو۔

تیسرے قرآن شریف اور توریت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس فرعون کے بعد اُس خاندان پر زوال آگیا۔ اور تاریخ سے ثابت ہے کہ فراعنہ کی اس شاخ کا آخری بادشاہ جس کے بعد زوال آگیا۔ وہ منفتاح ہی تھا۔

چوتھے یہ کہ بنی اسرائیل کے بچوں کو دریا میں ڈلوانے والا بادشاہ رعمسیس ہی تھا۔ پس اس صورت میں بھی بنی اسرائیل کا مصر سے خروج اسکے بیٹے منفتاح ہی کے زمانہ میں ہو سکتا ہے۔ اس کی نسبت طالمود میں لکھا ہے کہ بڑا ہوشیار اور مکار تھا۔ اور اسکا قد چھوٹا تھا

چونکہ یہ بیمار رہتا تھا۔ اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ جلد ضعیف ہوگیا۔ کیونکہ جو لاش ملی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت کمزور تھا۔ حالانکہ یہ حضرت موسیٰ سے اندازاً تین سال چھوٹا تھا۔ کیونکہ جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے اس کی ماں نے حضرت موسیٰ کو اس بہانہ سے بچایا تھا کہ ہمارا بیٹا کوئی نہیں اسکو پال لیں۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت اس کے اولاد کوئی نہ تھی اور یہ بادشاہ کا دوسرا بیٹا تھا۔ اور اسکا بڑا بھائی بوجہ سلوہ لوح ہونیکے بادشاہ کو پسند نہ تھا۔ اور اس نے اُسے تخت سے محروم کر دیا تھا۔ پس کم سے کم حضرت موسیٰ کے اُٹھانے کے دو سال بعد اسکے بڑے بھائی کی پیدائش مانیں۔ اور اس کی تیسرے سال تو اس حساب سے تین سال یا دو سال آپ سے چھوٹا معلوم ہوتا ہے۔ ہاں اس کی بہن جس نے اول اول آپکو اُٹھایا ہے آپ سے کوئی پندرہ سولہ برس بڑی

ہوگی اسکا نام منفتاح ہیرو غلوفی حروف میں اس طرح لکھا جاتا ہے



" اسم منفتاح "

(خاکسار مرزا محمود احمد)

واذا نادیتم الی الصلوٰۃ اتخذوھا ھزوًا ولعبًا ذٰلک بانھم قوم لا یعقلون

آجکل پابندی اوقات میں دنیا اسقدر بڑھ گئی ہے اور لوگ اس فکر میں رہتے ہیں کہ کہیں مقررہ وقت سے تاخیر نہ ہوجائے عدالت کے کمرہ کے دروازہ پر کبھی وقت عدالت سے پیشتر جاکر دیکھو تو بہت سے لوگوں کا گروہ نظر آ جائیگا جو اسلیئے ابھی سے وہاں موجود ہیں کہ ایسا نہ ہو ہم پیچھے رہ جائیں اور نقصان اٹھائیں۔ تو کیا اس بات کو خیال کر کے نہیں گھبراتے۔ کہ ایک معمولی افسر کے روبرو پیش ہونے کے لیئے اسقدر احتیاط کیجاتی ہے کہ ایک آدھ گھنٹہ وقت سے پہلے ہی اس کی چوکھٹ کے سامنے ادھر ادھر ٹہلنا شروع کر دیا جاتا ہے اور وہاں اسکے انتظار میں دھڑکتے لگتا ہے مگر اس مالک محبوب اور محسن اور دو جہان کے بادشاہ کے حضور حاضر ہونیکو تضیع اوقات یا خفیف سمجھکر یونہی ٹال دیا جاتا ہے توحید کا دعویٰ کرنیکے لیئے پلیٹ فارموں پر فصیح اور بلیغ لیکچر دینا تو آسان ہے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا وعدہ کرنا بھی آسان ہے مگر عملی رنگ میں توحید کو کہانا اور اس وعدے کو پورا کرنا بہت مشکل ہو دنیا کے کاموں میں پابندیٔ وقت (punctuality)

کا لحاظ رکھنا باعث فخر اور تعریف سمجھا جاتا ہے مگر خدا تعالیٰ کی آواز کو سنکر اس کی وقت پر تعمیل کرنا اولڈ فیشن اور پرانا طریقہ خیال کیا جاتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون یورپ نے پابندیٔ وقت کا سبق تو خوب سکھایا ہے۔ اور قوموں نے اس اصول پر ایک حد تک عمل کر کے دنیا کے کاروبار میں ایک نمایاں ترقی کی ہے اور ہمارے مسلمان بھائیوں نے اس سے یہ فائدہ اٹھایا کہ دین کے کاموں میں غافل اور سست ہو گئے۔ بجائے پابندی وقت کے اصول پر عمل کرنے کے ہر ایک دین کے کام کو دوسرے وقت پر ٹال دیا جاتا ہے۔ اور تو اور نماز جیسے ضروری حکم کو کہ جو شریعت اسلام کے سب سے بڑے فرائض میں سے ہے۔ اس کی طرف بھی کم توجہی ہو رہی ہے نماز تو پڑھینگے لیکن ظہر کی عصر سے اور مغرب کی عشاء سے ملا کر اور وہ بھی جب فرصت ہو۔ وقت مقررہ پر دنیا کے کاروبار یا علالت طبع یا تفریح طبع کے شوق کا عذر پیش کر دیا جاتا ہے اور اس طرح وہ وقت یونہی باتوں ہی باتوں میں گزر جاتا ہے اور مطلق پرواہ تک نہیں ہوتی۔ ہاں اگر اسوقت کسی صاحب بہادر کا چپڑاسی بلانے کے لیئے آجائے تو اسوقت نہ علالت طبع کا خیال رہتا ہے اور نہ ہی تفریح طبع کا شوق اسکی وجہ کیا ہے۔ یہی کہ حقیقی ایمان دلوں میں نہیں ہے کیا وجہ کہ کبھی مقدمہ کی تاریخ پر بعد از مغرب حاضر نہیں ہو جاتے اسلیئے کہ وہاں حاکم کا ڈر ہوتا ہے اور یہاں یہ حالت ہے کہ نماز کا وقت آتا ہے اور گزر بھی جاتا ہے لیکن کچھ فکر نہیں اگر خدا تعالیٰ کے احکام کی دلوں میں حقیقی عزت ہوتی تو ایسی لاپرواہی کبھی بھی ان سے سرزد نہ ہوتی۔

دوستو! خدا کے لیئے اس بات پر ذرا توجہ کرو کہ ایسی لاپرواہی اور بے توجہی ظاہر کرنیوالوں کو خدا تعالیٰ نے کیا خطاب دیا ہے **ذٰلک بانھم قوم لا یعقلون** ط انا للہ وانا الیہ راجعون ط

(**سید ولی اللہ شاہ** ۰۰ م)

مسیح محمدی مسیح ناصری

اس مضمون پر قاضی اکمل صاحب نے بتایا ہے کہ حضرت مسیح کو جس رنگ میں مسیحی پیش کرتے ہیں وہ کیا برا ہے کاش کہ وہ لوگ ایسے پاک انسان کی عظمت کرتے جو عیسائی کہتے کہ انبیا ہر قسم کی کمزوریوں اور غلطیوں سے پاک ہوتے ہیں۔

(۱) آپ کریم ابن الکریم شریف و معزز خاندان سے تھے۔ آپ کی پیدائش پر کوئی الزام و شبہ نہیں بلکہ ایک عجیب سوی طریق سے ہوئی۔ تا جہان کے رہنے والوں کے لئے نشان بنے۔ آپ کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی جو مرگئی اور آپ زندہ رہے

(۲) آپ کا لڑکپن ایک نہایت ممتاز گھرانے میں علماء کی زیر تربیت گزرا۔ اور یوں آپ کے قویٰ جو پہلے ہی از نبوت

(۱) عیسائی ایک سے زیادہ بیویوں کو زنا کہتے ہیں آپ کے آباؤ اجداد میں سلیمان و داؤد وغیرہ کی کثیر التعداد بیبیاں تھیں پھر آپ کی ماں کنواری حاملہ ہوئی اور یہودیوں نے جس سختی سے اس پر اعتراض کئے ہیں وہ ناگفتہ بہ ہیں۔ یہ قرآن مجید کا احسان ہے کہ ان کی تطہیر فرمائی۔

(۲) آپ کا بچپن یوسف نجار کے زیر سایہ گزرا جس سے ظاہر ہے کہ سوا چند کھلونوں کے بنانے کے آپ کوئی ممتاز

کے حامل بنائے گئے تھے۔ ایسی اعلیٰ حالات میں نشوونما پاتے رہے۔

(۳) بار رسالت اٹھانے پر آپ کی ہمت اور جوش نے تمام جہان کو اپنی تبلیغ کے لئے منتخب فرمایا اور خدا تعالیٰ نے بھی آپ کے لئے ایسے ذرائع بہم پہنچا دیئے کہ دنیا جہان کے اکثر ملک اور شہر بمنزلہ ایک شہر کے ہوگئے اور آپ گھر بیٹھے سب کو ہی پیغام پہنچا سکے۔

(۴) دعویٰ ماموریت کرتے ہی آپ نے خدا کی طرف سے شائع کیا کہ لوگ دور دور سے تیری طرف آئیں گے یہاں تک کہ رستے گھس جائیں گے اور تحائف کی وہ کثرت کہ تو گن بھی نہ سکیگا۔ مکانوں کی وہ وسعت کہ لوگ تیری کشتی میں پناہ لیں گے۔ آخر وہ وقت آیا کہ چار لاکھ سے زیادہ مرید ہوئے۔ فرضی کہ یہ حال کہ سب ہی مرادیں پوری ہوگئیں۔

(۵) آپ کے مرید ایسے وفادار جاں نثار ہیں کہ ان میں سے کسی مال تو مال جان

فائدہ نہ حاصل کر سکے اور یوں آپ کی آئندہ زندگی کی بنیاد ایسے معمولی پیمانے پر پڑی۔

(۳) جس پیمانے پر تربیت تھی۔ اسی کے موافق آپ نے صرف اپنی قوم کے محدود فرقوں کو اصلاح کے لئے خاص کیا اور کہا کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں اور قرآن مجید میں بھی ہے بنی اسرائیل کی طرف رسول

(۴) ابتداء سے محتاجی و مفلسی میں زندگی بسر کی۔ وہ اپنی بے سروسامانی کی یہ کیفیت کہ خود پکار اٹھے۔ لومڑیوں کے لئے بل ہیں مگر ابن آدم کے لئے سر رکھنے کی جگہ نہیں۔ لے دے کے باہر بٹنے والے دہقانیوں اور مچھیروں سے دس بارہ آدمی تابع ہوئے۔

(۵) ایسے بے وفا نکلے کہ جب مصیبت بنی تو سب بھاگ گئے۔ بعض نے

تک قربان کو تیار۔ ثابت الایمان ایسے کہ جان دیدی مگر کلمہ انکار زبان تک نہ لائے۔	لعنت کی۔ بعض نے چند درموں کے عوض آپکو پکڑوا دیا۔ ایمان ایسا کمزور کہ عمر بھر شکوک ہی میں مبتلا رہے
(۶) تعلیم ایسی کامل و اعلیٰ کہ تمام مذاہب عالم کی سچائیاں اور خوبیاں اس میں جمع ہیں۔ تمدن کے ہر عمدہ اصول پر حاوی کہ اگر جسمانی ترقی کو اعلیٰ معراج پر پہنچاتی ہے تو روحانی ارتقار کے اعلےٰ مدارج پر بھی طے کرا دیتی ہے اور اسی دنیا میں وہ جنت دکھا دیتی ہو جس کے حصول کے لیئے یہ جد و جہد ہے۔	(۶) تعلیم ایسی ناقص و ادنیٰ کہ زندگی کی صرف ایک شاخ کو لے لیا گیا ہے اور باقی سب قویٰ کو نکما اور بیکار رہنے دیا پھر ایسی کہ اس پر کسی مرد نے عمل کر کے نہیں دکھایا۔ مثلاً ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسری بھی کر دے وغیرہ ذالک۔
(۷) سمجھایا کہ مذہب کی حکومت کشور قلوب پر ہے۔ تلوار چلانا مذہب کو منوانے کے لیئے ایک نامعقول حرکت ہے اور سب مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر دیا۔	(۷) فرمایا کہ میں تلوار چلانے کے لیئے آیا ہوں اور شاگردوں کو کپڑے بیچ کر تلواریں خریدنے کے لیئے کہا مگر کامیابی نہ ہوئی۔
(۸) ہزاروں نشان دکھائے جن میں سے بعض حقیقۃ الوحی میں درج ہیں۔ اور ملک کے علماء و فقراء کو پکار پکار کر اشتہار دیکر بلایا کہ میرے پاس آؤ اور جو نشان دیکھنا چاہتے ہو دیکھو اور کہا کہ تم میں علم یا قوت ہو تو میرا مقابلہ کرو۔ مگر کوئی نہ آیا۔	(۸) آپ نے نشان مانگنے والوں سے کہا۔ اس زمانے کے حرامکار مجھ سے نشان مانگتے ہیں مگر یونس نبی کے سوا انہیں کوئی معجزہ نہ دکھایا جائیگا آخر اسے بھی عیسائیوں نے مشتبہ کر دیا اور کہا کہ قبر میں تین دن مردہ رہا حالانکہ یونس زندہ رہا تھا

(۹) آپ نے فرمایا تم میں سے ایک ہی جو ابن مریم سے بڑھکر ہے جری اللہ فی حلل الانبیاء۔ تمام انبیاء کے کمالات کو وارث سارے جہان کی رسالت سے فضلیت ظاہر ہے پھر کار روائی سے قوت قدسیہ کو جو مریدوں کے استقلال سے ظاہر ہے پھر خدا نے فرمایا تو مجھ سے بمنزلہ اولاد ہو اور بمنزلہ عرش میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے عرش سے خدا تیری حمد کرتا ہو اور تو اس منزلت پر ہے کہ خلق کا علم اسے احاطہ نہیں کرسکتا۔

(۱۰) کئی ہزار اندھوں مردوں اور لنگڑوں اور مجذوم القلبوں کو اچھا اور زندہ کیا ایسے زندہ کہ ابد الآباد تک زندہ رہیں اور پھر ایسے جنپر حاذق حکیم موت کا حکم دے چکے اس کی مسیحائی سے زندہ ہو کر ہزاروں غیب کی

(۹) یہ فرمایا کہ تم میں سے ایک ہے جو سلیمان سے بڑھکر ہے مگر سلیمان کے اسباب شوکت و حکمت تو حاصل نہ ہوئے زبانی دعوے کا کبھی خیال نہیں کیا گیا۔ ہاں زندہ مسیح کے لیے تمام وہ جو سلیمان کے لیے تہ بہ حاصل ہے بلکہ اس سے بڑھکر اسکی خادم ریل ہے اور تار اور جہاز اور ویسی کلیں کہ اس زمانہ میں حاصل نہ تھیں خدا نے روح منہ اور کلمہ کہا۔ مگر یہ کسی وصف کے لحاظ کے لیے بلکہ الزام کو مٹانے کے لئے پیدائش کے جائز ہونے میں دشمن شبہ کرتے جواب میں کہا گیا۔ اسکی روح خدا کی طرف سے ہے اور بیٹا انجیل میں آیا ہو تو بنی اسرائیل میں سے وہ بھی تھے۔ جنہیں خدا کے بیٹے تو کہا تم خدا ہو کہا گیا اسمیں کوئی فضیلت نہیں

(۱۰) کہتے ہیں کہ ایک مردہ زندہ کیا مگر تھوڑی دیر بعد مر گیا اور پھر بیماروں کو اچھا کرنے میں کچھ کمال نہ دکھایا کہ ایک اب کی مٹی سے بھی یہ کام نکلتا تھا اب یہ کام چندو مترہ خدا کی ہستی کے منکر بھی کر رہے

باتیں ان پر کھیں جو قبل از وقت شائع کی گئیں۔ لوگوں نے اسکے خلاف زور لگایا۔ مگر وہی ہوا جو پہلے بتایا۔ لیکھرام کی موت۔ طاعون زلزلہ کی پیشگوئی وغیرہ

(۱۱) تحدّی سے شائع کیا۔ تم میں سے کوئی ہے جو مجھ پر گناہ ثابت کر سکے؟ آپ نے شادی کی حسب پیشگوئی اولاد ہوئی۔ ان سے اعلیٰ سلوک اور بار جود اس کے بلوقلمی اور دینی خدمت میں یہ زور علو منزلت پر شاہد ہے۔

(۱۲) اپنے مخالفوں سے علماء ہوں یا صوفیاء یا امراء للکار کر کہدیا کہ تم جس قدر ممکن ہو زور لگاؤ۔ مجھ پر قابو نہ پاؤ گے نہ مجھے قتل کر سکو گے نہ مجھے ذلیل کر سکو گے چنانچہ ایسا ہی ہوا جو مقدمہ کیا اس میں شکست پائی جس حاکم کے سامنے پیش ہوئے اس نے کہا۔ میں کوئی گناہ نہیں پاتا۔ اور بری کیا جس نے ذلیل کرنا چاہا۔ وہ خود ذلیل ہوا۔

(۱۳) ہزاروں دعائیں کیں اور خدا نے قبول کیں اس کے زندہ گواہ بیسیوں نہیں ہیں۔ آنکھیں بناتے غرق شدہ مردہ زندہ کرتے اور ہاتھ پھیرنے سے شفا بخشتے ہیں علم الغیب جاننے کا یہ حال کہ معلوم نہ ہو سکا اس درخت میں پھل ہے یا نہیں (۱) خود انجیل میں لکھا ہو کہ "تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے"۔ کسی کے کھیت سے بالیں لے لینے کی اجازت دیتا۔ نہ بیوی کی نہ بچے ہوتے۔ نہ دنیاوی معاملات میں پڑے کہ اخلاق کے تمام پہلو ظاہر ہوتے۔

(۱۲) یہودی علماء نے مخالفت کی عدالت تک کشاں کشاں لے گئے تحقیر کی۔ کانٹوں کا تاج پہنایا جو چاہا کیا اور آخر کار اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے یعنی صلیب پر جو ان کے نزدیک لعنتی موت کا آلہ تھا چڑھا کر چھوڑا۔ نہ صرف چڑھا لیا بلکہ بقول عیسائیاں جان سے مار دیا۔ گو ہمارے نزدیک یہ غلط ہے بلکہ آپ باحرت زندگی بسر کرتے رہے

(۱۳) ایک دعا کی گھنٹے ٹیک ٹیک کر ساری رات جاگ کر بقول عیسائیاں

سینکڑوں۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں ہزاروں نہیں لاکھوں موجود ہیں جو دشمن سامنے آیا ہلاک ہوا جو باقی ہیں ان کی ہلاکت کی پیشگوئی ہو چکی ہے اور یوں خدا کا مامور مظفر و منصور کر دیا اور اعلان کیا کہ میری موت تمہارے ہاتھ سے نہیں۔

قبول نہ ہوئی وہ پیالہ جس کے ٹلنے کے لئے رو رو کر دعائیں کیں نہ ٹلا۔ آخری کلمات قلبی حالات کے گواہ ہیں۔ ایلی ایلی لما سبقتانی۔ میرے اللہ تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا کہ اس میں رضامندی نہیں بلکہ جینے کی حسرت ہے۔ دشمن جو زندہ رہے ہیں کامیاب ہوتے بجائے اس کے کہ وہ ہلاک ہوتے۔ خود ان کے ہاتھ سے بقول عیسائیاں ہلاک ہوا۔

نیاز مند مسیح کا خادم محمد ظہور الدین اکمل آف گولیکی ضلع گجرات پنجاب

محرم اور اُسکی قباحتیں

میرے دل میں شوق ہوا کہ دیکھا جاوے کہ محرم میں ہمارے برادران شیعہ کیا کچھ کرتے ہیں اور اسلام کے فائدہ کے لیئے انکی کیا کوششیں ہیں وہ اسلام جس کے لئے ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ مبلغ ہو۔ اور ر اشاعت میں اپنے من تن دھن کی ذرا بھی پرواہ نہ کرے۔ اسلیئے میری خواہش تھی کہ ان کی مجالس کو بھی دیکھا جاوے کہ کیا کچھ کرتے ہیں جب میں وہاں گیا تو دیکھا کہ ذاکر صاحب مرثیے پڑھ رہے ہیں اور ایسی بے ربط اور بے بنیاد کہانیاں اور قصے سنا رہے ہیں کہ سن کر حیرت ہوتی تھی۔ رونے اور پیٹنے والوں کو آخرت میں وہ بڑے بڑے اجر اور نعمتوں کا ذکر سنا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ایک آنسو گرانیوالوں کو بھی بہشت نصیب ہوگا خواہ وہ نماز پڑھے یا نہ پڑھے لوگ تو اسلیئے رو رہے ہیں کہ انہیں بہشت ملے اور مجھے اسلیئے رونا آگیا کہ وہ اسلام جس نے فرمایا تھا کہ لا تزر وازرۃ وزر اخری یعنی کوئی آدمی کسی کا بوجھ اٹھا نہیں سکتا اُس کے پیرووں کا یہ حال ہو رہا ہے کہ رونے دھونے سے فارغ ہو کر بے باک لوگوں نے تبرے بازی شروع کر دی جسکو سنکر کلیجہ پھٹ گیا اور ان لوگوں پر گالیوں کی بوچھاڑ شروع کی جن کے ہم مسلمان نام لیوا ہیں۔ اور جن کا دوسری قوموں نے بھی سکہ مانا ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیخاطر تن من دھن کی پرواہ نہیں کی۔ اور جو رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار حرا میں گیا۔ جس کو خداوند کریم بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جس کو رسول اللہ فرماتے ہیں لا تحزن ان اللہ معنا اور دوسرے حضرت عمر جیسے جرار کو جس کا نام لینے سے عیسائی قوم بھی تھراتی ہے اور جسکو اشاعت اسلام کا رکن اعظم سمجھا جاتا ہو اور جس نے ہمارے ہندوستان جیسے ضلالت اور تاریکی میں پڑے ہوئے ملک کو بھی اسلام کا منور چہرہ دکھایا اور تیسرے حضرت عثمان جیسے نیک اور خیر خواہ خلق کو جن کے عہد میں ہی خبیث لوگ پیدا ہو گئے تھے اور انکو سخت ستاتے اور تنگ کرتے تھے اور ایکدفعہ جب انکے غلاموں نے کہا کہ حضور حکم دیں کہ ہم انکو قتل کردیں تو آپ نے کیا میٹھی زبان اور لطافت سے فرمایا۔ کہ میں نہیں چاہتا کہ میرے عہد میں مسلمان بھائیوں کا خون ہو پھر ہم نے دیکھا کہ عورتیں بھی بیٹھی ہوئی ہیں وہ اسلام جو کہتا ہے کہ دوسری عورتوں کی طرف نہ دیکھو۔ وہ بھی بیٹھکر ماتم کر رہی ہیں اور بعض عورتیں ایسی ہیں کہ گلی کوچوں میں ادہر ادہر پھر رہی ہیں اور برقعے اتارے ہوئے ہیں۔ پھر ہمارا ارادہ ہوا کہ چلو دلدل دیکھیں جب ہم بھاٹی دروازہ سے باہر مصنوعی کربلا میں پہنچے تو آگے کیا دیکھتے ہیں کہ کربلا کے اندر تابوت کی شکل بنی ہوئی ہے جس کے اوپر لکھا ہوا تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ علیہ کا مزار شریف ہے ہم نے دیکھا کہ اسپر بعض نادان لوگ سجدہ کر رہے ہیں حالانکہ خدا یہ فرماتا ہے کہ لا تسجدوا للشمس ولا للقمر یعنی نہ تم سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ اللہ کی پرستش کرو جو واحد و غائب ہے سجدہ کرنیکے علاوہ چڑہاوے بھی چڑھا رہے ہیں۔ اور ایک بزرگ آدمی بیٹھے ہیں اور پیسے بٹور رہے ہیں پھر ہم مسجد کے اندر داخل ہوئے تو دیکھتے ہیں کہ لوگ نمازیں پڑھتے ہیں ہم اس بات پر تو اعتراض نہیں کرتے کہ وہ کیوں کھلے ہاتھوں نماز پڑھتے

ہیں لیکن افسوس اسبات کا ہے کہ انہوں نے بدعتیں نکال رکھی ہیں یعنی ایک مٹی
کا جو رس ٹکڑا جو کہا جاتا ہے کہ کربلا کی مٹی ہے سجدے کی جگہ رکھا ہوا ہے۔ اور
اسکے اوپر سجدہ کیا جاتا ہے اور نماز کے فارغ ہونیکے بعد مرثیہ خوانی کیجاتی ہے
چہ جائیکہ قرآن شریف پڑھا جاوے۔ مرثیے ان کے نزدیک شاید قرآن شریف
سے زیادہ معتبر ہیں ہائے افسوس! کیا یہی مسلمانی ہے اور یہی عبادت ہے
پھر ہم مرحوم شیخ محمد حسین صاحبؒ کی قبر پہ گئے جہاں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
کی بجائے لا الہ الا اللہ محمد رسول علی ولی اللہ وصی رسول اللہ لکھا ہوا تھا تو یہ پڑھ
کر میرے دل میں سخت ذرپیدا ہوا۔ اور میں اس معبود حقیقی سے ڈرا جس کے
قبضہ میں میری جان ہے اور جو ہر معاملہ میں حکم دیتا ہے کہ لا تعتدوا یعنے کسی
معاملہ میں حد سے نہ بڑھو بلکہ خدا کی حدوں کو قایم رکھو پھر ہم ایک اور جگہ گھوڑے
دلدل کو دیکھنے گئے تو ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی روتا آرہا ہے اور اس نے
زنجیریں مار مار کر چھاتی اور پیٹھ پر سے خون جاری کرلیا ہے وہ نظارہ دیکھ کر
میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور دل میں رقت سی طاری ہوگئی کہ اس طریقہ
سے اسلام کا منور چہرہ غیر قوموں کو دکھایا جاتا ہے کہ میرے دل میں معاً یہ خیال
پیدا ہو گیا کہ اسکو تو اس دنیا میں ہی سزا ملگئی آخرت تو کجا ابھی کھڑے ہی تھے
کہ بعض آدمیوں کی ٹولیاں ٹولیاں چھاتیوں پر ہاتھ مار کر یا حسین یا حسین
کا نعرہ بلند کرتے ہوئے آرہے ہیں اور عموماً ان میں سے مستغدے معلوم
ہوتے ہیں اور کسی معتبر آدمی نے مجھ سے کہا کہ بعض کشمیری مزدوری پہ بھی
لگائے گئے ہیں اور اسی طرح اور بہت سی ٹولیاں آئیں اور پیچھے ان کے
ایک گھوڑا آیا جس کو دلدل ثانی کہا جاتا ہے اور جس کو خون مہندی لگا کر
زیب و زیبائش کے ساتھ آراستہ کیا ہوا تھا۔ اور اس کے آگے ٹولیاں اور

ٹولیاں لوگ پیتے ہوئے بھاگ رہے تھے اور ہم نے اسی اثنا میں دیکھا۔ کہ
بعض عورتیں جہاں زیادہ آدمیوں کی بھیڑ ہوتی ہے وہاں سے گزرتی ہے انکو
اپنی عصمت کی ذرا بھی پروا نہیں اور دوسری طرف عورتیں بڑھتے اتار کر غیر مردوں
کی جانب دیکھ رہی ہیں پھر ہم ایک میدان میں گئے وہاں جاکر دیکھا کہ لوگ گتکے
کھیل رہے ہیں اور خوشیاں منا رہے ہیں اور تازیئے رکھے ہوئے ہیں اور انکے
اوپر گندی نالیوں کا پانی چھڑکا جاتا ہے جب میں نے ان حالات کو بغور مطالعہ کیا
تو بے اختیار یہی خیال دل میں پیدا ہوا کہ وہ کوتاہ اندیش جو یہ کہتے ہیں کہ اس زمانہ
میں کسی مصلح قوم کی ضرورت نہیں سخت خداوند کریم سے دور جا پڑے ہیں میں
ان سے پوچھتا ہوں کہ اس تمہارے زمانہ میں اسلام نے کیا کچھ ترقی کی ہے اور
دیگر قوموں کو کیا خنک اسلام کا مستور چہرہ دکھایا ہے مہدی ابھی اسوقت آتا
ہے جبکہ دنیا پر ضلالت کے گھٹا ٹوپ بادل چھا جاتے ہیں اور لوگ گمراہ ہو
کر خداوند کریم سے دور جا پڑتے ہیں قرآن کو غور کرنے سے اور مطالعہ کرنے
سے یہی معلوم ہوگا کہ خداوند کریم کی یہی سنت ہے کہ وہ ایسے وقت میں مامور
کو مبعوث فرماتا ہے جب کہ لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں اور دین سے انکو کچھ سروکار
نہیں ہوتا اور اللہ کی حدوں کو توڑ دیتے ہیں ہمیں تو موجودہ زمانے کا اسلام
دیکھکر اور اسکی یہ حالات دیکھکر سخت رونا آتا ہے لیکن ساتھ ہی اللہ تعالےٰ کے
احسان ہے آنکھوں کے آگے کہ اسنے ان دنوں میں بھی لوگوں کی
رہنمائی کے لیئے ایک مامور مبعوث فرمایا لیکن افسوس کوتاہ اندیش نے تم پہچانا
بلکہ طرح طرح کی اذیتیں دیں جو پہلے رسولوں کو بھی پیش آتی تھیں خدا کے لیئے
موجودہ اسلام کا پہلے اسلام سے مقابلہ کرو کہ تمہیں زمین و آسمان کا فرق
نظر آئیگا وہ پاک اسلام جس نے دوسری قوموں کی رہبری کے لیئے پر نورانی

پھر وظاہر کیا تھا۔ اور لوگوں کو ناپاکیوں بدعتوں بت پرستیوں اور گندگیوں سے نکالکر توحید کے چشمہ کی طرف لے گیا تھا پھر آج مسلمانوں کا فخر ہے وہ مسلمان جنکو یہ پاک تعلیم دی تھی کہ تم سوائے خدا کے کسی کی پرستش نہ کرو آج اپنے اپنے بت بناکر سجدے کرتے اور منتیں چڑھاتے ہیں وہ پاک اسلام جس کی پاک تعلیم تھی لا تغلوا فی دینکم یعنے تم دین میں غلو نہ کرو آج اسی میں غلو حد درجہ کا ہوگیا ہے اور بڑی بیباکی سے غلو کیا جاتا ہے یہاں تک کہ لوگ غلو کرتے کرتے خدا کی ہستی سے بھی انکار کر دیتے ہیں وہ پاک اسلام جو عورتوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ عورتیں غیر مردوں کی طرف نہ دیکھیں اور مرد غیر عورتوں کو نہ دیکھیں۔ آج اس کی تعلیم سے ناآشنا ہوکر مسلمان طرح طرح کی بےاعتدالیاں کر رہے ہیں وہ پاک اسلام جس کی تعلیم ہو کہ کافروں کے بتوں کو بھی گالیاں نہ دو۔ آج اس اسلام کی گت بن رہی ہے کہ صحابہ جیسے نیک طینت اور پاک لوگوں کو گالیاں نکالنا فخر سمجھا جاتا ہے اور ایسے شخصوں کو جنہوں نے دین کی خاطر ذرا بھی اپنی جان کی پرواہ نہ کی سخت سست کہا جاتا ہے وہ پاک اسلام جس کی پاک کتاب بڑے زور سے یہ کہہ رہی تھی کہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون یعنی تحقیق ہم ہی نے اس کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں اب اس کو ترک کر کے روایات پر عملدرآمد کیا جاتا ہے بلکہ انکو بھی الہامی کتاب کے برابر درجہ دیا جاتا ہے وہ اسلام جس نے بڑا اپرنسپل یہ بیان کیا تہا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اب انکو ترک کر کے یہ نئے کلمات گھڑ لئے گئے ہیں اور خدا کے قانون کی خلاف ورزی کر کے بدعات پر عملدرآمد کیا جاتا ہے اور اس قسم کا غلو کیا جاتا ہے کہ الامان الامان*

* اہو اسلام یہ وہ لوگ ہیں کہ بزرگوں کی محبت کی آڑ میں جنگ کر رہے ہیں اور پاک لوگوں اور نیک طینتوں پر دو دو ہاتھ صاف کر رہے دوسری قوموں کو اپنی بدچلنی کا نمونہ دکھا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اسلام کے خیر خواہ ہیں۔

اے پاک اسلام تجھ کو بھی دوسری قوموں کی طرح آج روز بد دیکھنا نصیب تھا او
پاک اسلام تیری خوبیاں کہاں تک بیان کروں تیرے محاسن کو کس زبان سے
ادا کروں میری زبان یہ طاقت نہیں رکھتی اے پاک اسلام تو قیامت کے
دن ان سے پوچھیگا جو حد سے بڑھ گئے ہیں اور سرکش ہوکر ارتداد کی حد تک
جا پہونچے ہیں اور انکے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کریگا لیکن افسوس کہ
آج یہ لوگ تیری ترقی کے سدراہ ہو گئے ہیں اور تجھ پر تبر لیکر کھڑے ہوئے
ہیں کہ امید نہیں کہ تیرا منور چہرہ دنیا پر روشن ہو سکے اور تو لوگوں کو ظلمت
سے نکالکر نور کی طرف لے آئے لیکن خدا کے وعدے سچے ہیں اور ایک دن
آئیگا کہ تیرے دشمنوں کا قلع قمع ہو جائیگا اور تو ضرور اپنے نورانی چہرہ کو دکھائیگا
اور تو ضرور ان پیاسوں کی پیاس کو بجھائیگا جو پیاس سے سخت تڑپ رہے ہیں
یہ خواہ تیرے راستے میں پہاڑ کھڑا کر دیں یا پتھر پھینکیں تو عنقریب ان صنوبری
دیواروں کو بجلی بنیادیں گرزور میں گرا کر اور ریزہ ریزہ کرکے اپنی پاک شبیہ اور
اس رسول کا منور چہرہ (جسپر کروڑوں انسان قربان ہو چکے ہیں گیا ہیں اور
جسپر کروڑوں انسان درود بھیجتے ہیں اور جس کے نام پر بادشاہ تخت سے
نیچے اتر بیٹھتے ہیں اور جس پر ہمارا جان و مال قربان ہے) دنیا کو روز روشن کی
طرح دکھادیگا ہمیں پرواہ نہیں ہو کہ تیرا یہ نام مٹا دینگے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا
تیرے ساتھ وہ معبود حقیقی ہے کہ جس نے اپنی پاک کتاب میں فرمایا ہے کہ میرے
نزدیک تو ہی سچا ہے تجھ کو کیا ڈر لیکن ڈر ہے اسبات کا کہ یہ تجھپر تبر چلانیوالے اور
کلہاڑی مارنے والے دوسروں کو بھی ساتھ نہ لے ڈوبیں کیونکہ سنت الہی یہی
ہے کہ جب کسی بدبخت اور سرکش قوم پر عذاب الہی وارد ہوتا ہے تو وہ لوگ بھی
ساتھ ہی ہلاک ہو جاتے ہیں جنہوں نے ان کمبخت لوگوں کو نہ سمجھایا اور ان کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

گذشتہ سے پیوستہ

(ملاحظہ ہو پرچہ ماہ دسمبر ...)

کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی تمام برکتیں جن کا مجھ سے وعدہ
دیا ہو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت کی وجہ سے ہیں۔ دوستو! یہ
نتیجہ ہے اُس حقیقی تعلق کا کہ جس کے پیوست میں محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایک قلیل عرصہ   خرچ کیا تھا اور اس کی جزا یہ ملتی ہو
کہ تیرہ سو برس گزرنے کے بعد بھی اُسی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خاطر اوروں پر نظر رحمت ہوتی ہو تیرہ سو برس کیا بلکہ ہمیشہ ہمیشہ تک
اُسی اپنے محبوب کے محبوں کو مقبولیت ایزدی کا خلعت عطا ہوئیگا
وعدہ ہوتا ہو جیسا کہ فرمایا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی
یحببکم اللہ یعنی اے نبی کہدے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو

تو میری تابعداری کرو۔ اور اللہ تمکو بھی اپنا محبوب بنا لیگا۔" دنیاوی محبتوں میں یہ پائیداری اور استقلال کہاں ہوتا ہے بلکہ وہ تو ہر آن میں زوال پذیر اور آفل ہونیوالی ہیں۔ آج ایک سے محبت ہے تو کل اسی سے نفرت ہے۔ ہر روز نئی نئی یاریاں اور نئی نئی عداوتیں ہیں زمانہ نئے نئے رنگوں کے گل ان کے سامنے کھلاتا ہے اور پھر وہی گل انکے سامنے ہی خاک میں ملاتا ہے وہ دلفریب جگر گیر تصویریں ان کی آنکھوں کے سامنے لاتا ہے اور پھر انہی کے سامنے ان کو مٹا بھی دیتا ہے۔ غرض وہ جس انداز سے ہنساتا ہے اسی انداز سے رُلا بھی دیتا ہے ہر روز یہی اٹکھیلیاں اُسے سوجھتی ہیں اور ان نئے نئے طلسمات پر شیدا ہونیوالے دلوں کو کبھی بھی طمانیت اور سکینت نہیں بخشتا۔ یہ کام اسی وحدہٗ لاشریک خدا کا ہے کہ جس نے تیرہ سو برس ہوئے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کے دلربا اور جاں فزا کلمات سے اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل طمانیت اور سکینت حاصل کرنیکا گر بتلا دیا۔ اور پھر آج بھی لا تیئس من روح اللہ الا ان روح اللہ قریب کا پیغام احمدؐ کے شیدائی کو سنا کر حقیقی طمانیت اور سکینت کا وعدہ دیا اور ایک دنیا کو شاہد مقرر کرکے اس وعدہ کو پورا بھی کر دیا لیکن افسوس کہ دنیا نے اسکی پرواہ تک نہیں کی اور اپنی ہی تیز رَو چال چلتی رہی۔

کون نہیں جانتا کہ قریباً تیس برس کا عرصہ ہوا ایک گوشہ نشین اکیلی جان کو غیب الغیب ہستی نے ان الفاظ سے مخاطب کیا تھا: "اے عبد القادر ہم نے تجھکو خوب آزما آزما کر دیکھا اور تیرے استقامت کو جانچا اب میں ہی تیرا لازمی چارہ ہوں اور تیری دردوں کا علاج ہوں میں نے اپنی طرف سے تجھ پر محبت ڈالدی ہے تا کہ تو میری آنکھوں کے سامنے پرورش پاوے۔ اور

میرے رو برو تیرا نشوو نما ہو۔ اے احمد تجھ پر برکت دکھی گئی اور یہ برکت تیرا حق تھا۔ تو
خدا تعالیٰ کی رحمتوں سے نا امید مت ہو۔ ہوشیار ہو جا کہ خدا تعالیٰ کی رحمتیں اور
نصرتیں قریب آ پہنچی ہیں۔

. . . .

واتل علیهم ما اوحی الیك من ربك۔ ینصرك الله من
لوگوں میں اپنے رب کی وحی کو اعلان کر دو یعنی جو کچھ ان میں پیشگوئیاں
عندك ينصرك رجال نوحي اليهم من السماء۔ یاتون من
ہیں وہ اسکی ربوبیت کے کرشمے ہیں۔ تیری مدد وہ لوگ کرینگے کہ جنکو ہم آسمان سے الہام
کل فج عمیق یاتیك من كل فج عمیق ولا تصعر لخلق الله ولا
کرینگے۔ دور دراز رستوں سے لوگ تیرے پاس آئینگے اور اس کثرت سے آئینگے کہ رستوں میں
تسئم من الناس اصحاب الصفة، وما ادرٰك ما اصحاب الصفة
گڑھے پڑ جائینگے جن راہوں سے وہ آئینگے وہ سڑکیں ٹوٹ جائینگی اور گہری ہو
ترى اعينهم تفيض من الدمع يصلون عليك۔ ربنا اننا سمعنا
جائینگی دیکھنا کہیں خلق خدا کی کثرت سے گھبرا کر ان کو تیوری نہ چڑھا لینا ان کی کثرت
منادیا ینادی للایمان۔ هل اتى على الانسان حين من الدهر
کیوجہ سے تو طبیعت وار رہ کر تنگ نہ ہو جائیو۔ یہ لوگ ایسے ہونگے جو اپنے وطنوں کو ہجرت کر کے تیرے حجروں میں
لم يكن شيئا مذكورا۔ فحان ان تعان وتعرف بين
آکر آباد ہونگے وہی ہیں جو خدا کے نزدیک اصحاب الصفہ ہونگے۔ وہ بہت قوی الایمان ہونگے
الناس یا احمدی انت مرادی ومعی غرست کرامتك
تو دیکھیگا کہ انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہونگے وہ تیرے پر درود بھیجینگے اور کہینگے کہ ہمارے خدا ہمنے
بیدی۔ اعلموا ان الله یحیی الارض بعد موتها
ایک منادی کرنیوالے کی آواز سنی جو ایمان کی طرف بلاتا ہے سو ہم ایمان لائے۔ انسان کو کبھی عجب تماشا کہ

قل جاءکم نور من اللہ فلا تکفروا ان کنتم مومنین

کہ خدا ایسا کریگا کیا تیرے پر وہ وقت نہیں آیا کہ تو محض معدوم تھا [illegible] تیرے وجود کو دنیا میں [illegible]

جری اللہ فی حلل الانبیاء وقالوا ان ھو الا افک افتری

پس وہ وقت آیا ہو کہ تیری مدد کی جائیگی [illegible]

وما سمعنا بھذا فی اٰبائنا الاولین قل ھو اللہ عجیب

[illegible]

ویخوفونک من دونہ ائمۃ الکفر انک انت الاعلیٰ

[illegible]

ینصرک اللہ فی مواطن کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی

[illegible]

انت منی بمنزلۃ لا یعلمھا الخلق یریدون ان یطفئوا

[illegible]

نور اللہ قل اللہ حافظہ عنایۃ اللہ حافظہ نحن نزلناہ

[illegible]

وانا لہ لحافظون اللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین

[illegible]

وان یتخذونک الا ھزوا اھذا الذی بعث اللہ قل انما

[illegible]

انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد والخیر کلہ فی

[illegible]

القراٰن لا تھنوا ولا تحزنوا الیس اللہ بکاف عبدہ

[illegible]

الم تعلم ان اللہ علی کل شیئ قدیر و قالوا انی لک ھذا

[illegible]

ان ھذا الا اختلاق قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم

[illegible]

یلعبون و لا تخاطبنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون و

[illegible]

اذ یمکر بک الذی کفر اوقد لی یا ھامان تبت یدا

[illegible]

ابی لھب وتب ما کان لہ ان یدخل فیھا الا خائفا

[illegible]

وما اصابک من اللہ یا ابراھیم اعرض عن ھذا

[illegible]

انہ عبد غیر صالح انما انت مذکر و ما انت علیھم

[illegible]

بمسیطر الفتنة ھھنا فاصبر کما صبر اولوا العزم الا

[illegible]

انھا فتنة من اللہ یحب حبا جما عطاء غیر مجذوذ

[illegible]

واللہ موھن کید الکافرین ونظرنا الیک وقلنا یا نار

[illegible]

کونی بردا و سلاما علی ابراھیم لا یصدق السفیہ الا

[illegible]

سیفۃ الھلاک عدوّ لی وعدوّ لک قل اتی امر اللہ فلا
پس کفر کو مناسب نہ تھا کہ اس عادہ میں [illegible] گرا کے ڈرتے [illegible] اور اپنے کفر کو رفع کرتا [illegible]
تستعجلوہ اذا نصر المؤمن جعل لہ الحاسدین فی الارض
دنیا میں بڑا شور اٹھیگا اور بڑا فتنہ ہوگا پس تجھکو چاہیئے کہ اولوالعزم انبیاء کی طرح صبر کرو [illegible]
فالنار موعدھم عسیٰ ربکم ان یرحم علیکم وان عدتم
خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوگا اور [illegible] زیادہ پیار کرے یہ پیار خدا کی طرف سے وہ [illegible]
عدنا وجعلنا جھنم للکفرین حصیرا ۔ توبوا واصلحوا
چھین نہیں سکتا ہم تیری طرف نظر رحمت کرینگے اور کبھی [illegible] اور [illegible]
والی اللہ توجھوا وعلی اللہ توکلوا واستعینوا بالصبر و
کی آگ اس ابراہیم کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی ہوجاویگی اور دشمنوں کے تمام منصوبے [illegible]
الصلوۃ بشری لک یا احمدی انت مرادی ومعی بخرام
پست کر دیگا [illegible] کو کسی نشان کی [illegible] بجز موت کے نشان کے وہ میرا اور تیرا دشمن ہے
کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیان بر
ان [illegible] کو کہدے کہ موت کا نشان [illegible] پس تم [illegible] جلدی مت کرو یہ سب کچھ اپنے
منار بلند تر محکم افتاد فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ
وقت پر ظاہر ہوگا جب خدا تعالیٰ مومن کی مدد کرتا ہو تو زمین پر اسکے کئی حاسد پیدا کر دیتا ہے
دکا قوۃ الرحمان لعبید اللہ الصمد انا انزلناہ قریبا
سو [illegible] اصرار کریں [illegible] تو دیکھے تو ایک آگ کا عذاب [illegible] انکا وعدہ گاہ ہے
من القادیان وبالحق انزلناہ وبالحق نزل صدق
خدا تعالیٰ کا ارادہ [illegible] کی طرف متوجہ ہو [illegible] رحم کرے اور اگر تم نے سرکشی کی طرف رجوع کیا
اللہ وصدق رسولہ وکان امر اللہ مفعولا
تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی طرف رجوع کرینگے [illegible]

ام یقولون نحن جمیع منتصر سیھزم الجمع ویولون
دوزخ تیار کر رکھا ہو توبہ کرو اور فسق و فجور اور معصیت کو باز آؤ اور اپنے حال کی اصلاح کرو۔ اور
الدبر و ان یروا اٰیۃ یعرضوا و یقولوا سحر
اور خدا کی طرف سے جو ہجاؤ اسپر توکل کرو صبر و صلوٰۃ کیساتھ الحمد وطلب کرو او میری احق
مستمر و استیقنتھا انفسھم و قالوا لات
تیری لئے بشارت ہو تو میری مراد ہے اور میرے سوا اسکو خوش رہ کر تیرا وقت نزدیک پہنچ
حین مناص انک الیوم لدینا مکین امین
اور محمدیوں کے پاؤں بلند منار پر مضبوط جگہ پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار خدا تیرے سب کام
وان علیک رحمتی فی الدنیا و الدین و انک
درست کر دیگا اور تیری ساری مرادیں تجھکو دیگا رب الافواج اس طرف توجہ کریگا اس نشان کا
من المنصورین وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین
مدعا یہ ہو کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں جناب الٰہی کے احسانات ہیں
لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین لا
دروازہ کھلا ہو اور سکی پاک نعمتیں اس طرف متوجہ ہیں وہ دن آتے ہیں کہ خدا تمہاری مدد
تقف ما لیس لک بہ علم و لا تخاطبنی فی
کریگا خدا کو خود جلال آفرینندہ زمین و آسمان جب وہ خدا پہاڑ پر تجلی کریگا تو اسکو پاش پاش کر دیگا پھر جن
الذین ظلموا انھم مغرقون یعصمک اللہ من
کی قوت کی تجلی (اپنے بندے کی خاطر سرگرمی میں) اپنی چمکار دکھاؤ تجھ اپنی قدرت نمائی سے نیچی کی طرف دکھا
عندہ و ان لم یعصمک الناس سبحان اللہ
دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسکو قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے
زاد مجدک وینقطع اٰباؤک و یبدء منک
اسکی سچائی ظاہر کر دیگا جسنے اسکو قادیان کے قریب اتارا ہے اور وہ ضرورت کے ساتھ اترا

انك باعيننا يرفع الله ذكرك ويتم نعمته

اللہ اور اسکے رسول نے سچ کہا تھا کہ دیکھو تو ہی گے ہم تو سی جماعت ہیں عنقریب یہ ساری جماعت بھاگ جائیگی

عليك فى الدنيا والاخرة - الا ان نصر

اور جب یہ لوگ نشان دیکھینگے تو کہینگے کہ یہ معمولی بات اور قدیمی سحر ہے حالانکہ انکے دل ان نشانوں پر یقین کر جائینگے

الله قريب اصنع الفلك باعيننا ووحينا

اور کہینگے کہ اب گریز کی کوئی جگہ نہیں آج کے دن تو ہمارے پاس بڑا موجود ہے اللہ اسی طرح تجھے دین و دنیا میں عزت دیگا

ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله

حقیقت میں اور تو ہی منصور ہو ہمیشہ تجھے جہان کے لوگ مدت کرکے بیعت کیا تو اپنے نفس کو اپنے ہاتھ بیچتے ہیں

يد الله فوق ايديهم يخرون على الاذقان

تو اللہ کی قدرت کی کوئی انتہا نہیں اسکے جس بات کو چاہو علم ہو اسکو دیکھو دست پر اور میں قائل کر کے پیش کیا جب

سجدا ربنا اغفر لنا انا كنا خاطئين

مت گر کر کہ وہ خدا کے حضور میں اور تجھ کو بڑی عزت کو پہچانیگے آج تجھ پر کوئی ملامت نہیں اور وہ پاک ہے جو تیری زندگی

لا تثريب عليكم اليوم يغفر الله

کر زیادہ کرے اور تیرے واسطے دعا کرتا ہے اور مستقیم کرے گا اور اپنا خاندان تجھ سے شرع کرے تو ہمارے محبوب کے ساتھ ہو

لكم وهو ارحم الراحمين

تیرے ذکر کو بلند کریگا اور تجھ پر دین و دنیا میں اپنی نعمتیں تمام کریگا خبردار ہو جاؤ کہ اسکی مدد قریب ہے اور حکم کو

اللہ ہماری آنکھوں کے سامنے کشتی بنا وہ لوگ جو تیری خود بیعت کرتے ہیں گویا اللہ تعالی کے ہاتھ پر بیعت

کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ انکے اوپر ہوتا ہے۔ وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گرینگے یہ کہتے ہوئے

اے ہمارے رب ہمارا گناہ بخش ہم سراسر خطاوار ہیں جاؤ آج کے دن تم پر الزام نہیں۔ اللہ

تمہارے گناہ بخشے وہ بڑا مہربان ہے۔

یہ ہیں وہ زبردست اور حیرت انگیز واقعات کہ جس کی خبر عالم الغیب ہستی

نے قریباً تیس برس پہلے اپنے غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو دی تھی۔ اور آج ہم ان باتوں کے شاہد ہیں۔ ہمنے انکو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھا کوئی ان سے فائدہ اٹھائے یا نہ اٹھائے لیکن ان واقعات نے پورا ہو کر تمام دنیا پر ہر طرح سے یہ اتمام حجت کردی ہے کہ حقیقی طمانیت اور راحت فی الواقعہ ذکر اللہ میں ہے۔ اور اور جہاں مختلف اسباب کے پیچھے پڑ کر اہل دنیا ایک موہوم راحت حاصل کرنیکی کوشش کرتی ہو انہیں اسباب سے قطع تعلق کرکے اہل اللہ حقیقی جاودانی راحت اور سکینت حاصل کرلیتے ہیں وہ خدا تعالے کے لیے لوگوں سے کنارہ کشی کرکے زاویہ گمنامی اختیار کرتے ہیں اور لوگ ان کی طرف بھاگے چلے آتے ہیں۔ وہ خدا کی محبت کو اپنے خویش واقارب کی محبت پر مقدم رکھتے ہیں اور پھر خدا تعالیٰ انہیں اعلیٰ سے اعلیٰ رفیق عنایت کرتا ہے وہ مال کو اپنے معبود حقیقی کی راہ میں لٹاتے ہیں اور اہل دنیا اپنے عزیز مال کے ڈھیر ان کے قدموں کے آگے رکھتے ہیں اور اس کے بدلہ میں صرف ایک پیاری نگاہ کے امیدوار ہوتے ہیں وہ اپنے محبوب کے لیے جان تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے اور وہ پھر ایسے وفادار لوگ اس کی تابع کر دیتا ہے کہ جو اس کی خاطر اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر رکھے ہوئے اس کے اشارہ ہی کا انتظار کرتے ہیں وہ اس محبوب کی خاطر اپنی عزت کو بیچ ڈالتے ہیں اور خدا ان کے لیے ایسی عزت لوگوں کے دلوں میں بٹھا دیتا ہے کہ جسکا اثر کبھی بھی زائل نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ تک قائم رہتا ہے وہ عزت ان دنیاوی عزتوں کی طرح نہیں ہوتی کہ سامنے تو آداب عرض و آداب عرض کی کورنش بجا لاتے ہیں اور اس کی غیر موجودگی میں اسے گالیاں نکالتے ہیں بلکہ وہ ایک حقیقی عزت ہوتی ہے جو ہر حال میں انکا سر تسلیم خم کروائے رکھتی ہے اور کیا مجال کہ انکے متعلق کوئی ناپاک خیال دل میں گزرنے بھی پائے وہ اس کی پاک باتوں پر غور کرتے کرتے وجد

کی حالت میں آتے ہیں اور بے اختیار سجدوں میں گر پڑتے ہیں اور اس طرح یخرون علی الاذقان سجدًا کے وعدہ کو عملی طور پر پورا کرتے ہیں۔

الغرض اہل دنیا اور اہل اللہ میں اس دنیوی اور ظاہری لحاظ سے ایک عظیم الشان فرق یہ ہو کہ اہل دنیا کی نظر صرف انہی اسباب تک محدود ہوتی ہو یعنی وہ اپنا تمام آرام و راحت انہی اسباب کے حاصل کر لینے میں خیال کرتے ہیں اور ان کیخاطر ہزاروں قسم کی مصیبتیں اپنی جانوں پر سہتے ہیں اور جب وہ ان اسباب کو حاصل کر لیتے ہیں تو عین خوشی کیوقت جدائی کی گھڑی انہیں مایوس کر دیتی ہو اسوقت بیفائدہ ٹھنڈے سانس بھرتے ہیں کہ کاش ہمیں مہلت ملے اور ہم دنیا کے دلفریب منظر کی ذرا اور سیر کر لیں اسوقت ان کی آنکھیں کھلتی ہیں اور ان تغیر و تبدل ہونیوالے اسباب کے حقیقت معلوم ہو جاتی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو الھٰکم التکاثر حتی زرتم المقابر کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون کلا لو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم ثم لترون عین الیقین ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم۔ مطلب یہ کہ دنیا کی کثرت حرص و ہوا نے تمہیں (حقیقی مقصود سے روک) رکھا ہو۔ اور ہلاک کر دیا ہو یہانتک کہ تم قبروں میں جا پڑے۔ دنیا سے دل مت لگاؤ تم عنقریب جان لو گے کہ دنیا سے دل لگانا اور تکاثر کے پیچھے پڑنیکا نتیجہ اچھا نہیں ہو اگر تمہیں یقینی علم حاصل ہو تو تم دوزخ کو اسی دنیا میں دیکھ لو۔ پھر تم (عالم برزخ میں) یقینی علم سے دیکھو گے۔ پھر تم (عالم آخرت میں) پوری مواخذے میں آجاؤ گے اور تم ان نعمتوں سے پوچھے جاؤ گے حاصل مطلب یہ کہ دنیاوی اسباب جبکہ ایک دنیادار اپنی راحت اور آرام کے باعث سمجھ ہوئے ہوتا ہو اسی دنیا میں موجب حسرت اور رنج ہو جاتے

ہیں اور وہ حقیقی طمانیت اور تسلی اور خوشی محض ان اسباب سے حاصل نہیں کر
سکتا کیونکہ یہ تمام اسباب معرض تغیر تبدل میں پڑے ہوئے ہیں اور یہ اپنی
ذات میں قائم نہیں پس جو اُن اسباب پر بھروسہ کرکے اپنی امیدوں کی
بلند اور عالیشان عمارتیں کھڑی کرتا ہو ہر آن خطرے اور خسارے میں
پڑا ہوا ہے کیونکہ اس کی عمارتوں کی بنیاد بہت کمزور ہے وہ بنیاد
تو آج بھی نہیں اور کل بھی نہیں دوستو! میں دردمند دل سے پھر یہ کہتا ہوں
کہ دنیا و مافیہا جو کچھ بھی ہو وہ اپنی ذات میں ہرگز ہرگز قائم نہیں ہو بلکہ ہر ایک
چیز کے قیام کا باعث کوئی اور چیز ہو دیکھنے والے کو یہ دھوکہ لگا ہوا ہو جو وہ
یہ خیال کرتا ہو کہ یہ اشیاء اپنی ذات میں قائم ہیں اور یہ میری سچی خوشحالی
کا باعث ہو سکینگی بہت خیال کرو کہ قریباً تمام دنیا جو ان اسباب کے پیچھے
پڑی ہوئی ہو آخر یونہی بیٹھا دُوہ یقیناً سمجھو کہ جس طرح دنیاوی اسباب
باوجودیکہ یہ اپنی ذات میں قائم نہیں ہیں اور پھر قائم بالذات دکھائی دیتو
ہیں ویسے ہی وہ جو ان اسباب پر اپنی کامیابی کا دارومدار سمجھ رہا
ہو حقیقتاً دھوکے میں پڑا ہوا ہو انجام کار وہ موہومہ کامیابی ناکامیابی کی
صورت میں ظاہر ہو جاتی ہے اور بجائے راحت اور سکھ پہنچانے کے حسرت
اور مصیبت کا باعث ہوتی ہیں۔ جب کبھی کہ میں اپنی قسمت کی نوشت کو
اس کر کوری کا کہا دیکھتا ہوں تو میں بے اختیار وجد کی حالت میں چلا اٹھتا
ہوں کہ کیا ہی باریک بین نظر انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہو جو وہ ان اسباب
کی ہستی کو بے حقیقت جان کر حقیقی مسبب رفیع ض کے سامنے اسلمت لرب
العالمین پکارتے ہوئے سرنگوں ہو جاتے ہیں انکی تیز بین نظریں اسباب کی
تہ کو پہنچ جاتی ہیں کہ یہ تمام اشیاء بزبان حال مستقل وجود کا دعویٰ کر رہی ہیں

تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ یہ مخلوقیت اور انانیت کے حجاب میں مستور ہیں ورنہ در پردہ وہ حقیقی قیوم کی قیومیت کے زیر اثر قائم ہیں پس وہ سراب کی طرح دھوکہ دینے والے اسباب سے متنفر ہو کر اسی ایک مبدا فیوض کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے سارے وجود کو مع اس کے تمام قوتوں اور خواہشوں اور ارادوں کو حوالہ بخدا کر دیتے ہیں وہ اپنی خواہشوں اور قوتوں کو بحکم قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین خدا تعالی کی مرضی کے لیے تابع کر دیتے ہیں جیسے کہ اپنے اعضا انکے تابع ہوتے ہیں گویا وہ اعضا اور قوٰی اس کے اپنے نہیں ہوتے بلکہ جوارح الحق ہوتے ہیں اس کامل توحید کے بعد خدا تعالی انکا متکفل اور لازمی چارہ اور ان کے دردوں کا علاج بنجاتا ہو اور جو کچھ کہ انھوں نے اس کی راہ میں کھویا ہوتا ہے وہ اس کے ہاتھ سے پاتے ہیں جیسا کہ آج تم نے اسکا مشاہدہ کیا ہے تب وہ انہی اسباب سے کامل خوشی اور راحت کیساتھ اپنی زندگی کے دن گزارتے ہیں اللہ تعالی ایک جگہ فرماتا ہو قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق قل ھی للذین اٰمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا خالصۃ یوم القیٰمۃ۔ کہہ کہ اللہ نے جو زینت کے سازو سامان اور کھانے پینے کی پاکیزہ اشیاء اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں انکو کس نے حرام کیا وہ مومنوں کے لیے دنیا کی حیاتی میں بھی ہیں اور قیامت کے دن تو انکے لیے خاص کر ہیں اور فرماتا ہو کہ یرزقہ من حیث لا یحتسب یعنی اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ جہاں سے اسے وہم و گمان نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو سب کچھ اپنا خدا تعالی کی رضامندی کے لیے کھو بیٹھا ہو اور سوائے اللہ تعالی کی رضامندی کے انکی اور کوئی خواہش نہیں ہوتی۔ سب سُود اور

راحت انکا اپنے محبوب کی خوشنودی اور رضامندی میں ہوتا ہے ان پر تکالیف اور مصائب بھی آتے ہیں مگر وہ کامل محبت کیوجہ سے ان تکالیف میں ایک لذت اور ذوق کو محسوس کرتے ہیں ان کے دل ان سخت مصیبتوں میں دنیادار کے دل کی طرح منقبض اور پژمردہ اور افسردہ نہیں ہو جاتے بلکہ وہ اور جوش اور تپاک سے اس کی راہ میں قدم بڑھاتے ہیں اور اس طرح اپنا کامل صدق کا ثبوت اور نمونہ دنیا میں قائم کرتے ہیں اور ان تکالیف اور مصائب سے بارگاہ ایزدی میں مقبولیت اور محبوبیت اور محبیت کے تاج سے سرفراز کئے جاتے ہیں اور برخلاف اس کے انہی قسم کے مصائب ایک دنیادار کی کمر کو توڑ ڈالتی ہیں اور تمام دنیوی خوشیاں آناً فاناً غائب ہو جاتی ہیں اور وہ موہومہ آرام و راحت کے سامان آخر کار انکے لیے جہنم ہو جاتے ہیں مومن کو بھی شروع شروع میں آخر کار خطرناک مصائب کا سامنا پڑتا ہے اور دنیا انکے لیئے ایک جہنم معلوم ہوتی ہے جیسا کہ ایک حدیث شریف میں بھی آیا ہے مگر بموجب اس آیت کریمہ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا٭ وہ حقیقی نجات پا جاتے ہیں اور دنیا میں بھی انہیں ایک جنت عطا کیجاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولمن خاف مقام ربه جنتٰن یعنی اس شخص کے لیے جو اپنے پروردگار کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اس کیلیے دو جنت ہیں ایک تو اسی دنیا کی حیات میں اور ایک آخرت میں اور فرماتا ہے کہ ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملٰئكة الا تخافوا ولا تحزنوا الخ یعنی بیشک وہ لوگ جو کہتے ہیں ہمارا رب وہ اللہ ہے اور پھر اس پر پوری استقامت دکھاتے ہیں فرشتے انپر اترتے ہیں خوف اور حزن مت کرو اس

٭ یعنی ہر ایک قسم سے جہنم میں وارد ہونیوالا ہوگا متقی کو آخر کار ہم نجات دینگے اور ظالموں کو گھٹنوں کے بل پڑے ہوئے اس میں چھوڑ دینگے۔ منہ

جنت سے خوش ہو جاؤ جسکا تمکو وعدہ دیا گیا تھا۔

غرض دنیادار اور مومن میں ایک فرق یہ ہو کہ دنیادار تو اپنی راحت اور سکھ کے سامان خود تجویز کرتا ہو اور ان کے حاصل کرنیکے لئے دن رات طرح طرح کی تکالیف اپنے اوپر برداشت کرتا ہو لیکن انجام کار وہ آرام و راحت کے مجوزہ ساز و سامان اس کے لئے باعث حسرت اور دکھ ہو جاتے ہیں اور ایک مومن ان تغیر و تبدل ہونیوالے اسباب سے منہ پھیر کر حقیقی قیوم کی طرف خالص محبت کیساتھ متوجہ ہو جاتا ہو اور وہ رحیم کریم خدا اسکا مشفق* اور چارہ ساز بنجاتا ہو اور وہ اس طرح حقیقی اور سرمدی راحت اور سکینت کا وارث بنجاتا ہے پیارو دوستو! اپنے حقیقی مالک کی الا بذکر اللہ کی صدا کو دل کے کانوں سے سنو! اور دنیا کے سامنے اس پاک اصول کا عملی نمونہ قایم کرکے حقیقی شاہد بنجاؤ۔ ایک خدا کا رسول تم میں آیا اور اپنے عملی نمونے سے تم پر حجت قائم کر گیا پس اسی طرح تمہارا بھی یہ فرض ہو کہ تم دنیا پر حجت کر دو کہ فی الواقعہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کا پاک اصول درست اور صحیح اور عین فطرت انسانی کے مطابق ہو۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ (سید ولی اللہ شاہ)

حاشیہ* میں بار بار یہ خیال کرنے کے وجد میں آتا ہوں کہ وہ خدا کیسا رحیم و کریم ہو کہ انسان جب اپنی توجہ ایک سمت وار کر لیتا ہو تو چونکہ اپنی صفت ... لگ جاتی ہیں ... اس کے تمام قویٰ اور اعضا بھی خود ... [illegible] ... اور وہ اسکے تابع ہو جاتے ہیں اور وہ انسان بھی جو اسکا دشمن ہو جاتا ہو ... [illegible] ... [illegible] ... تمام موجودات ... اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہیں ... [illegible]

گوشوارہ آمد و خرچ رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ جنوری ۱۹۱۱ء

آمد

چندہ ممبری	قیمت رسالہ	متفرق	میزان
۰	[illegible]	۱۰	[illegible]

خرچ

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان	کیفیت
۰	[illegible]	[illegible] ۱۴	[illegible]	۰	۵	[illegible] ۱۴	[illegible]

بقایا سالگذشتہ تا دسمبر ۱۹۱۰ء [illegible]

آمد بابت ماہ جنوری ۱۹۱۱ء [illegible] ۱۴

میزان [illegible]

خرچ بابت ماہ جنوری ۱۹۱۱ء [illegible] ۱۴

باقی موجودہ خزانہ انجمن تشحیذ الاذہان [illegible]

کلکتے کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی عجب دوائیں ۲۵ برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں؟

کھانسی کی دوا

یہ دوا ہر قسم کی کھانسی و کف کی بیماری میں [illegible] کرتی ہے اس میں یہ فوائد ہیں (۱) سوکھی کھانسی [illegible] (۲) کھانسی کو [illegible] (۳) کف کو پتلا کرنا (۴) کف کو نکالنا (۵) سوکھی کھانسی کو روکنا قیمت بڑی شیشی جس میں خوراک [illegible] محصولڈاک [illegible] چھوٹی شیشی [illegible] خوراک [illegible] محصولڈاک [illegible]

اس دوا پر جناب راجہ [illegible] صاحب کی رائے۔

[illegible] ڈپٹی چیف [illegible] کہتے ہیں [illegible] کھانسی کی دوا کے [illegible] کھانسی بالکل [illegible] کھانسی [illegible] آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

درد سر و ریاح کی دوا

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

قیمت سالانہ عوام سے دو روپے اور غربا اور طلباء سے ایک روپیہ اور غیر ممالک والوں سے عہ

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولٰئک ھم المفلحون ؁

رسالہ

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

نمبر ۲ | فہرست مضامین | جلد ۶

بابت ماہ فروری ۱۹۱۱ء

بہ اہتمام چوہدری عبداللہ صاحب ... اسلامیہ سٹیم پریس ... چھپا

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی آخری تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے۔

اصلی ممیرا اور ممیریکا سُرمہ و ست سلاجیت

اصلی ممیرے اور ممیریکے سرمہ کا اعلان عرصے سے شائع ہو رہا ہے۔ اس شتہار میں بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے کہ یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کے مجوزہ نسخہ کے مطابق تیار کیا جاتا ہے اور اصلی ممیرا جسکو خود حضرت نے اصلی ممیرا ہونیکی تصدیق کی اس میں ڈالا جاتا ہے۔ آنحضرت نے اس سرمہ کے متعلق خود فرمایا کہ "بیلئے امراض چشم بہت مفید ہے" اس شہادت کے بعد ہم کو کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں کیونکہ کسی امام کو طبی حیثیت اور تجربہ سے بھی الہی امام کو [illegible] اعتقاد ہے اس کے مفید ہونے کی شہادت دینا ہے۔ یہ سرمہ دھند جالا پھولا پھول بال اور سرخی [illegible] موتیابند وغیرہ امراض چشم کیلئے بہت مفید ہے۔ قیمت سرمہ قسم اول [illegible] قسم دوم [illegible] قسم سوم [illegible] اصلی ممیرا قسم اول [illegible] دوم [illegible]۔ ترکیب استعمال۔ یہ ممیرا پتھر پر گھس کر آنکھوں میں ڈالا کریں۔ یہ ممیرا خاص کر اس گرمی وغیرہ کے موسم میں [illegible] بہت مجرب ہے۔

ست سلاجیت

([illegible])

مقوی [illegible]

لنگیاں اور کلاہ

ہر قسم کی لنگیاں مشہدی اور پشاوری بادامی سیاہ اور سفید ساٹن [illegible] اور سوتی [illegible] بادامی اور پشاوری [illegible] ٹوپیاں اور سندھی کی پشاوری جوتیاں ہر قسم کی [illegible] مل سکتی ہیں۔

مشتہر محمد نور کابلی مہاجر سوداگر قادیان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جواب الہامات مرزا

یہ مضمون تکلفی اکمل صاحب نے "الہامات مرزا" کے جواب میں سات آٹھ برس ہوئے جولائی ۱۹۰۳ء میں لکھا تھا۔ اور مختلف جگہوں میں حضرت صاحب کی طرف اشارہ کرتے گئے ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح ہم میں موجود تھے۔ ہم نے مناسب سمجھا کہ یہ مضمون اپنی اصلی حالت پر شایع ہو جیسے کہ لکھا یا پڑھا گیا نہیں گیا۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ مضمون اصل میں ایک کتاب کا حصہ ہے الگ طور سے نہیں لکھا گیا۔ اس لیئے بہت اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ والسلام . . . . ایڈیٹر

اب میں حضرت حجۃ اللہ کی پیشگوئیوں کے اعتراضوں پر ایک نظر کروں گا۔ اور اس کے ضمن میں اور بھی کئی دلائل بیان کرونگا تا کہ آپ کا سینہ ہر طرح کے اوہام سے پاک ہو جائے سب سے پہلے اس رسالہ کی طرف توجہ کرتا ہوں جو مولوی ثناء اللہ امرتسری نے الہامات مرزا کے نام سے لکھا ہے۔ اور ابھی ابھی میرے پاس پہنچا ہے میں اس کا علیحدہ جواب لکھنے کا ارادہ نہیں

رکھتا اسلئے جو کچھ لکھونگا مختصر ہی لکھونگا۔ اور گویا یہ ایک دیباچہ اس باب پر ایک سرسری نظر ہی ہے سب سے اول آتھم کی پیشگوئی کا فیصلہ کئیے دیتے ہیں اس کے الفاظ یہ ہیں۔ دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بناتا ہے وہ انہی دنوں میں مباحثہ کے لحاظ سے فی دن ایک مہینہ لیکر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائیگا۔ اور اس کو سخت ذلت پہنچیگی **بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے**۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔ الخ

یہ الہی کلام ہے جس کی کئی ایک توجیہیں ہو سکتی ہیں۔ گو مآل ایک ہی ہے قرآن شریف کی کئی ایک آیات ہیں جن کے لئے ظہر و بطن کے مطابق کئی معنے کئیے جاتے ہیں اور اس کے کئی نکات بیان کرتے ہیں۔ جو اہل نظر سے مخفی نہیں اسلئے ہم ان کے بیان کی کچھ ضرورت نہیں دیکھتے۔ لتنذر قوما ما انذر اباؤھم میں ما نافیہ بھی بتایا جاتا ہے اور موصولہ بھی۔ تو کیا ہم کہینگے۔ کہ قرآن مجید میں اختلاف ہے نہیں ہرگز نہیں پس اس پیشگوئی میں جو کلام اللہ ہے بھی کئی نکات ہیں۔ رجوع کا لفظ عام ہے اسلام لانا بھی ایک رجوع ہے جو کامل ہے پس اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ آتھم عمر طبعی پا کر آتنی جلدی مرنے سے بچ جاتا۔ اور ہاویہ میں (بعد از موت) نہ گرتا۔ اور یہ بھی رجوع کی ایک قسم ہے۔ جو آتھم سے ظاہر ہوا۔ کہ وہ خوف سے سراسیمہ ہو کر بیقرار پھرتا رہا اپنی قدیم عادتیں چھوڑ دیں۔ وہ بحث و مباحثہ اور اسلام کے رد میں کتابیں لکھنا یکقلم موقوف ہو گیا اسلام اور نبی اسلام کی علانیہ توہین چھوڑ دی۔ خاموش اور غمگین رہنے لگا۔ امرتسر کی سکونت چھوڑ دی۔ کچھ حصہ زندگی کا لدھیانہ میں کچھ فیروزپور میں گزارا حاصل کلام بقول حضرت اقدس اپنے اقوال سے اپنے افعال سے اپنے حرکات سے اپنی

سکنات سے اپنے خوف زدہ چہرہ اور سخت غم کی حالت سے اپنے بے اصل اور بے ثبوت افتراؤں سوا اپنی قسم سے کنارہ کشی کرنے سے اپنی نالش سے دست برداری سے اپنے اقرار سے کہ ایام پیشگوئی میں میں ڈرتا رہا ہوں اور اپنی عادت سابقہ کو یک لخت چھوڑنے سے ثابت کر دیا کہ اس نے الہامی پیشگوئی کے سننے کے بعد اپنی مخالفانہ عادت اور مذہبی مخالفت سے اور ہر ایک قسم کی بیباکی و گستاخی و بدزبانی سے رجوع کیا تھا۔

پس اتنے رجوع سے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ پیشگوئی کی عظمت اور منجانب اللہ ہونیکا ضرور قائل ہو گیا تھا۔ اتنا فائدہ اٹھایا کہ میعاد معینہ کے اندر مرنے سے بچ گیا۔ اور حضرت اقدس کی پیشگوئی بوجہ احسن پوری ہوئی کہ "اگر رجوع کریگا۔ تو بچ جائیگا" "الہنر بے موت ہاویہ میں گرایا جائیگا بشرطیکہ رجوع نہ کرے یعنی رجوع کیا تو بچ جائیگا" پس جیسا رجوع کیا ویسا ہی سنت اللہ کے موافق کہ خوف کیوقت وعید کی پیشگوئی ٹل جاتی ہے فائدہ حاصل کرلیا۔ اور چونکہ رجوع کامل نہ تھا اسلئے پیشگوئی کے موافق بیقراری کے ہاویہ میں رہا۔ اور اسکا دن رات بے آرام رہنا اسپر شاہد ناطق ہے پس یہ اعتراض کہ جس امر کو رجوع کہتے ہیں اسی کو ہاویہ اور یہ اجتماع نقیضین ہے" بالکل اڑ گیا حضرت مرزا صاحب نے جہاں ارقام فرمایا ہے "مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ اس کے دامنگیر ہو گیا اور ہول اور خوف نے اس کے دل کو پکڑ لیا یہی اصل ہاویہ تھا یقیناً سمجھو کہ ہاویہ میں گرنے کی پیشگوئی پوری ہو گئی" وہاں ہاویہ سے مراد یہی دنیا کی بے آرامی اور بیقراری ہے جو ہاویہ سے کم نہیں اور رجوع سے مراد اسلام کا اثر ہے یعنی اسلام نہ لایا۔ اس لیئے اس دنیاوی ہاویہ میں گرا۔ جو ہاویہ کا لفظ عام ہونے کے سبب سے اس میں داخل ہے

اور جہاں عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رجوع کیا اسلئے ہاویہ میں نہ گرا۔ اس میں رجوع سے مراد اس کا ڈرجانا ہے اور ایسا خوف الٰہی مستولی ہونا جس کے آثار بیہ ہانگ ظاہر ہوئے۔ کہ یونسؑ کی قوم کی طرح ہولناک عذاب کے تمثلات میں دکھائی دینے لگے اور سانپ وغیرہ کے تمثلات ظاہر ہوئے۔ اور یہ ہمیشہ سے سنت اللہ ہے کہ شدت خوف کے وقت کچھ ڈرانیوالی چیزیں نظر آجایا کرتی ہیں اور جیسے جیسے بے آرامی اور خوف بڑھے۔ تمثلات شدت وخوف کے بڑھتے جاتے ہیں یاد رہے کہ جب تک کسی کے دل پر خوفناک خوف مستولی نہ ہو چکا اور وجہ تک پہونچ جائے۔ تب تک ایسے نظارے پیش نہیں آتے پس جب اس خوف نے ثابت کر دیا کہ وہ شخص دہشت یقینی یا ظنی طور پر اس مذہب کا مصدق ہو گیا ہے۔ جس کی تائید میں وہ پیشگوئی کی گئی تھی تو رجوع الی الحق کے معنے کھل گئے کیونکہ یہی وہ حالت ہے جس کو بالضرور رجوع کے مراتب میں سے کسی مرتبہ پر محمول کرنا چاہیئے۔ پس اس رجوع سے یہ فائدہ اٹھایا کہ کامل ہاویہ میں (جس کی موت سے تعبیر کی گئی ہے) ڈالا جانے سے تاخیر وقوع پیش آئی۔ لیکن جب مدت منقضی ہو گئی۔ اور وہ وقت نکل آیا تو آتھم دلیر ہو گیا۔ اور باوجود انعامیہ اشتہار جاری ہونیکے کہ اگر قسم کہائی اور انعام

لہ خلاصہ کلام یہ کہ جہاں آپنے فرمایا۔ ہاویہ میں گرا اور مخالفین نے اس سے نتیجہ نکالا کہ رجوع نہیں کیا وہاں رجوع سے مراد اسلام لانا اور ہاویہ میں گرنے سے مراد بے آرامی بیقراری ہے جو دوزخ سے کم نہیں اور جہاں آپنے فرمایا کہ رجوع کیا۔ اور مخالفین نے نتیجہ نکالا کہ ہاویہ میں نہیں گرا تو وہاں رجوع سے مراد خائف ومضطر ہونا اور ہاویہ سے مراد موت اور جس کو پہنچ گیا پس یہ تناقض نہیں بلکہ کلام الٰہی کی دو توجیہیں بطور تفسیر ہیں۔ ۱۲

پائے۔ اس نے سکوت اختیار کیا۔ اور امر حق کو چھپایا۔ پس پیشگوئی کے مطابق جس میں پہلے ہی سے یہ لفظ بطور پیشگوئی لکھے ہوئے تھے۔ کہ عمداً حق کو چھپائیگا چنانچہ لکھا ہے کہ جو "فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے وہ پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائیگا۔ جلدی ہی چند ماہ کے اندر اندر فوت ہوگیا۔ اور نیز حضرت حجۃ اللہ نے اپنے اشتہار اخیری میں بھی یہ امر ظاہر کر دیا تھا کہ آتھم ہرگز قسم نہیں کھائے گا کیوں؟ ہم سچے اور ہمارا الہام سچا ہے۔ پس آتھم کو اگر عیسائی لوگ ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیں اور ذبح بھی کر ڈالیں۔ تب بھی وہ قسم نہ کھائینگے۔ پس یہ ایک اور پیشگوئی تھی جو پوری ہوگئی۔ کہ قسم نہ کھائی اور یہ جو عذر پیش کیا جاتا ہے۔ کہ عیسائی مذہب میں قسم کھانا منع ہے اس کی شہادتیں دیدی گئیں تھیں کہ یہ نرا عذر ہی ہے ورنہ حق اور باطل کی تمیز کے لئے اور اطمینان قلبی کے واسطے کسی معیار کا نہ ہونا مذہب کے نقص کو ظاہر کر رہا ہے۔

اور یہ جو اعتراض کیئے جاتے ہیں کہ "دوسرے پندرہ مہینے کہاں سے لائے" اور نیز یہ کہ جب قسم کھانے پر آتھم کو ایک سال تک مہلت ملتی تھی۔ تو بغیر قسم کھائے بھی وہ سال کے اندر ہی کیوں مر گیا" بالکل فضول ہیں۔ اجی حضرت ذرا عقل کو کام میں لانا چاہیئے۔ قسم دینے سے حضرت مرزا صاحب کا یہ منشا تھا۔ کہ چونکہ آتھم نے رجوع الی الحق کیا اور اس سے فائدہ اٹھایا اس لیئے یہ امر عام پبلک پر بھی واضح ہو جائے۔ کیونکہ اگر آتھم نے قسم کھالی۔ تو پھر وہی دفعہ جاری ہوگی کہ جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے۔ وہ پندرہ ماہ میں بسزائے موت ہاویہ میں گریگا۔" خیال کرنے کی بات ہے کہ جب یہ بات اس کے تجربہ میں بھی آگئی کہ رجوع کرنے سے بچ رہا۔ پس حضرت مرزا صاحب ہی سچے ہیں، تو پھر اس کا قسم کھانا کہ میں نے رجوع نہیں کیا۔ جو فریق عمداً

والے فقرے کی زد میں آ رہا ہے۔ اور قسم نہ کھانا بطریق اولیٰ اس زد میں آتا ہے کیونکہ قسم نہ کھانے سے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ واقعی میں نے رجوع کیا۔ ورنہ ضرور قسم کھاتا۔ اور پھر اس عملی اقرار کا زبانی اظہار نہ دینا عمداً جھوٹ کو اختیار کرنا ہے جس سے یہ امر لازمی اور ضروری ہے کہ سال کے اندر اندر فوت ہوتا یا تین بیٹے بطور سزا کاٹ دیئے گئے۔ اور اگر عتاب چڑھا ہوا ہے تو دن موجود کی طرح عمداً جھوٹ کو اختیار کرنا اور پندرہ ماہ کے اندر اندر ہاویہ میں گرنا لازم و ملزوم ہیں۔ اور رجوع الی الحق اس الٰہی وعید سے حسب مقدار بچانے والا۔ پس اس سے یہ سوال بھی حل ہو جاتا ہے کہ اگر آنحضرت صلعم کو دجال کہنے سے رجوع کیا۔ تو ہاویہ میں کیوں گرا۔ ہاں حضرت آپ پہلے پندرہ مہینے میں کب موت کے ہاویہ میں گرا؟ ہاں چونکہ کامل رجوع نہیں تھا اسلئے ہاویہ یا اضطرار و خوف کے ہاویہ میں رہا اور اپنے خوف کھانے سے ثابت کر دیا کہ وہ اس پیشگوئی کے منجانب اللہ ہونے پر ایمان لے آیا۔ اگر پیشگوئی کے منجانب اللہ اور مسیح موعود کے حق پر ہونے پر ایمان نہیں لایا تھا۔ تو بتلایئے ایسا خوف شدید کیوں طاری ہوا۔ کہ تمثلات کی صورت میں عذاب نظر آنے لگا۔ اگر وہ شکلیں موہومی نہیں تھیں بلکہ واقعی طور سے حضرت خلیفۃ اللہ کی طرف سے حملے تھے۔ تو باوجود ہشیار تحریک کے اقدام قتل کی نالش کیوں حضرت مرزا صاحب پر نہ کر دی اور کیوں باوجود اصرار کے خاموشی اختیار کی بعض عیسائیوں نے اسکو برانگیخت کیا اور کہا کہ ہم تیری جگہ مقدمے کی پیروی کرینگے صرف دستخط کر دے۔ تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ پس اس تحریر مندرجہ بالا میں اس اعتراض کا جواب بھی آگیا۔ کہ اگرچہ یونس کی قوم سے عذاب ٹل گیا تھا۔ مگر اس آیت میں لما آمنوا (جب ایمان لائے) آیا ہے۔" آمنوا کا لفظ عام ہے پس جیسا ایمان ویسا بچاؤ۔ آتھم جتنا ایمان لایا اتنا فائدہ اٹھایا۔ پیشگوئی کی صداقت

کی عظمت نے تاخیر وعید کا فائدہ دیا۔ مگر جب حق کو چھپا کر عمداً جھوٹ کو اختیار کیا۔ تو پھر الٰہی وعید آگیا۔ آیا خیال شریف میں؟ اور یہ جو حدیث بیان کیجاتی ہے۔ کہ سعد نے امیہ بن خلف کو کہا۔ کہ اللہ کی قسم میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ تو مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ وہ ڈرتا رہا اور چھپتا پھرا مگر پھر بھی قتل ہوگیا ہمارے مدعا کے خلاف نہیں ہے بلکہ ہماری معاون ہے آپ کو خیال کرنا چاہیئے کہ اگر وہ پیشگوئی کی عظمت سے ڈرتا تو ہر جگہ ڈرتا۔ مگر یہ کیا وجہ ہے کہ اس نے قسم کھائی میں مکہ سے باہر نہ نکلونگا۔ کیا پیشگوئی میں کوئی ایسا لفظ بھی تھا جس سے یہ مفہوم ہو۔ کہ وہ مکہ میں بچ جائیگا؟ پس مکہ میں اس کا بیخوف زندگی بسر کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ پیشگوئی سے نہیں ڈرتا تھا۔ دوسرا اس حدیث میں رجوع بحق کی کوئی شرط نہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی میں صاف لکھا ہوا ہے۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ آتھم کے نہ ڈرنے کے متعلق جو یہ حوالہ دیا گیا ہے کہ اس نے اسلام کے خلاف تحریر شایع کی۔ اس کی نسبت معترض کو غلطی ہوئی ہے خلاصہ مباحثہ میں اسی مباحثہ کا حال ہے جو اس پیشگوئی سے پہلے ہو چکا۔ پس اس کے واقعات قلمبند کرنا اسی پہلی رائے سے متعلق ہے اور مباحثہ کے بعد کے خیالات کے زمرے میں نہیں آسکتا۔ کتابیں چھپنے میں دیر بھی ایک ہی ہوا کرتی ہے۔ دوسرا مقابلۃً دیکھنا چاہیئے کہ مباحثہ سے پہلے پندرہ ماہ میں کسقدر تحریریں شایع کیں اور کتنے مباحثہ کئے۔ اور مباحثہ سے بعد کتنی تحریریں شایع کیں۔ اور کتنے مباحثے کئے۔ مشکل سے ایک کا حوالہ دے سکتے ہو اور وہ بھی مباحثہ کے واقعات کی نقل کا جن پر پیشگوئی کی بنا تھی۔

تیسرا پیشگوئی کی بنا تو آنحضرت صلعم کو (معاذ اللہ) دجال کہنے پر تھی پس حضرت مرزا صاحب کے خلاف لکھنا صرف اتنا ہی ثابت کریگا۔ کہ اس نے رجوع

کلی نہیں کیا۔ اور وہ بھی صرف پہلے ایام میں جن میں ذرا ہوش غالب تھا۔ پھر تو بالکل خوف کے نیچے آگیا۔ اور دم بخود رہ گیا۔ جان کے لالے پڑے رہے۔ اگر یسوع مسیح کے خداوند اور رب ہونے پر کامل یقین تھا۔ اور اپنی صداقت پر اور نیز اس بات پر کہ یسوع مسیح نجات دہندہ ہے اور وہ ضرور بچانیوالا ہے تو پھر یہ اضطرار و خوف شدید ایسا خوف کہ اپنا فرض منصبی بھی بھول جائے (بحث مباحثہ وغیرہ) کیسا تھا؟ پس جیسا رجوع کلی نہیں کیا۔ ویسی ہی کلی نجات بھی نہیں پائی بلکہ سراسیمگی اور وحشت کے دریا میں گرا رہا۔ اور پھر اپنے رجوع کی شہادت کو چھپا کر پورے طور اس وعید کا مستحق ہوا۔

یہ اعتراض کہ آپ لیکھرام کے قتل کے بعد گورنمنٹ سے کیوں حفاظت کے طالب ہوئے گویا آریہ سے ڈرے۔ مجھے ایسے نادان معترض سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اعتراض نہ کرے کہ وہ کیوں خوف کی حالت میں پکار اٹھے من انصاری الی اللہ اور وہ کیوں؟ انسانوں سے مدد کے خواستگار ہوئے یا آنحضرت صلعم کیوں کہ معظمہ سے راتوں رات مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ اگر اس قسم کی خود حفاظتی بھی دوسرے کے مذہب کا پیرو بنا دیتی ہے تو پھر فرمایئے مولوی محمد حسین بٹالوی کیوں پیشگوئی ذلت سے خائف ہو کر باوجود اسباب کے کہ وہ پیشگوئی کو جھوٹا سمجھتے تھے گورنمنٹ سے ہتھیار رکھنے کے خواستگار ہوئے؟ اور آتھم کی سراسیمگی و پریشانی خود حفاظتی میں داخل نہیں ہو سکتی کیونکہ اسکی بھی آخر کوئی حد ہونی چاہیئے یہ تو نہیں کہ رات دن اسی خیال میں خواب و خورش بھی حرام ہو جائے اور پھر یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ جب لیکھرام نے پیشگوئی کی تھی کہ یہ شخص تین سال کے اندر اندر مر جائیگا۔ اسوقت حضرت مرزا صاحب کیوں خائف نہ ہوئے اور کیوں پورے جوش سے تبلیغ حق میں سرگرم رہے اور لیکھرام کے قتل کے بعد اگر حفاظت کا انتظام کیا ہے تو کیا آتھم کی طرح مخالفانہ تحریر میں

شایع کرنا اور اپنے فرض منصبی کا ادا کرنا بھی چھوڑ دیا اور سیر میں جاتے وقت آگے پیچھے آدمیوں کا ہونا تو اقبالمندی کی دلیل ہے جس پر آتش زبان حساد جل جل کر کوئلہ ہو رہے ہیں جب بادشاہ کے ساتھ باڈی گارڈ ہو یا پارہ کا کچھ حصہ تو کہیں آپ یہ نہ کہہ دیں کہ بادشاہ بزدل ہے جبھی تو اتنے آدمی آگے پیچھے لیے جا رہا ہے حضرت یہ تو شوکت کی دلیل ہے ملازم تو ہمیشہ ساتھ ہوتے ہیں۔ اور یہ لوگ جو پروانہ وار اس شمع نبوت پر گرتے ہیں وہ تو سوز محبت سے سب کچھ کرتے ہیں۔ کوئی بلایا تھوڑا ہی ہے یاد کرو اس وقت کو جبکہ اس خدا کے برگزیدہ کے ساتھ کوئی بھی باہر نہ نکلتا تھا۔ اور الہام ہوا تھا یاتون من کل فج عمیق وغیرہ وغیرہ۔ یہ اعتراض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال کہنے سے اگر رجوع کیا۔ تو حضرت مرزا صاحب نے اسی وقت کیوں نہ کہہ دیا کہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ ابی حضرت! پیشگوئی کی مدت گذرنے سے پہلے رائے دینا تو جلد بازوں کا کام ہے ممکن تھا آتھم پھر اپنے اقوال کو رجوع کر کے اسی وعید کے نیچے آ جاتا۔ پس پندرہ ماہ سے قبل کوئی رائے نہیں دی جا سکتی اور یہ اعتراض کہ آنحضرت کو دجال کہنے کا پیشگوئی میں ذکر نہیں بالکل لغو ہے کیا آنحضرت کو معاذ اللہ دجال کہنا اور بد فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے آپس میں منافی ہیں۔ پھر اعتراض کیا ہے کہ پیشگوئی میں حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ جھوٹا سچے سے پہلے مریگا۔ یہ ٹھیک نہیں۔ ارے میاں کچھ تو ہوش کرو جب جھوٹے کو بشرطیکہ رجوع نہ کرے، پندرہ ماہ میں ہاویہ میں گرانا اور دوسرے سچے کی عزت کا ظاہر ہونا لکھا گیا تو کیا اس سے یہ سمجھ نہیں آتی کہ سچا ضرور جھوٹے کے مرنے تک زندہ رہیگا۔ بلکہ اس کے بعد بھی طبعی عمر تک تو کیا پیشگوئی کا یہی خلاصہ نہیں تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مریگا۔ ہمیں ایسے فضول اعتراضوں کے جواب دیتے اپنے تضیع اوقات پر افسوس آتا ہے پھر اعتراض ہے کہ حضرت

مرزا صاحب کی اس پیشگوئی کے وقوع سے عزت ظاہر نہ ہوئی۔ یہ بالکل غلط کیوں عزت نہیں ظاہر ہوئی ہم تو دیکھتے ہیں کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے بعد کئی دل کے اندھے جن کی آنکھوں سے حق کی راہ پوشیدہ تھی سوجاکھے ہوگئے کئی لنگڑے جن کے قدم صراط مستقیم سے ڈگمگا رہے تھے۔ چلنے لگے۔ کئی حق کی بات سننے سے بہرے سننے لگے اور آسمانی بادشاہت میں آگئے اگر مخالفین کے اشتہارات کا خیال ہے تو دوسرے الفاظ میں انبیاء علیہم السلام پر اعتراض ہے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب ساحروں کے مقابلے میں کامیاب ہوگئے تو فرعونیوں کی رائے ان کے حق میں کیا تھی؟ کبیرکم الذی علمکم السحر۔ غرض مخالفین تو ہمیشہ اعتراض ہی کرتے رہتے ہیں اور ہر میدان میں اپنی کامیابی اور عزت اور مامور من اللہ کی ناکامی اور ذلت کا اشتہار دیتے ہیں انبیاء علیہم السلام نے جو معجزے دکھائے ان پر مخالفین کی طرف سے جو اعتراض ہوئے جیسا کچھ انھوں نے کہا وہ کتب سیر میں پڑھو۔ پھر اعتراض کرو۔ پھر پیشگوئی کے منہاج نبوت پر پورے ہونیکا اعتراض ہے کہ صفائی سے پوری ہونی چاہیئے۔ اجی حضرت اسی صفائی سے جب تمہاری پیشگوئی پوری ہوگئی۔ مگر جن کی آنکھوں پر پردہ اور آئینہ دل میں غبار ہو ان پر حق کس طرح ظاہر ہو۔ آپ ابھی اگر پوچھا جائے کیا آتھم زندہ ہے تو آپ بھی بول اٹھینگے نہیں۔ بس وقوع میں تو کوئی شبہ نہیں صرف ایک ہی بات رہی جو اس فطرت کے لوگوں کا خاصہ ہے کہ فلاں وقت موت واقع کیوں نہیں ہوئی یہ نہیں ہوا وہ نہیں ہوا جیسے معجزہ شق القمر کی نسبت کیا سب مخالفین نے تسلیم کر لیا کہ واقعی شق قمر ہوگیا۔ ذرا آریہ و عیسائیوں کی کتابیں دیکھو۔ خود اسلام میں ایسے فرقے ہیں جو اس کے وقوع کو بدلیل اقتربت الساعۃ قیامت کے دن پر ہٹاتے ہیں **دخان** والی پیشگوئی میں جو اختلاف ہے وہ غالباً

آپ نہیں بھولے ہونگے۔ غرض میں کہاں تک جاؤں۔ منہاج نبوت کے موافق تو یہ پیشگوئی پوری ہوگئی اور صاف طور سے ہوگئی اور اس عبارت کی تصدیق بھی ہوگئی کہ اگر پیشگوئی ظہور پذیر نہ ہو تو خود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے چنانچہ اس نے اسوقت سے آج تک کئی ہزار دلوں کو کھینچا۔ جو احمدی سلسلے میں داخل ہوئے حجۃ اللہ نواب محمد علی خان صاحب کو اگر کچھ شک ظاہر ہوا۔ تو آخر وہ بھی دور ہو گیا۔ کیا صلح حدیبیہ میں حضرت عمرؓ کے شکوک کر بھول گئے اور اللہ کی فتح کی بشارت کو بھی نوابصاحب مکرم کے اس فقرے کو پڑھیئے "اگر آپ فی الواقعہ سچے ہیں تو خدا کرے میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں۔ اس زخم کے لئے کوئی مرہم عنایت ہو کیوں نوابصاحب پھر علیحدہ ہوئے؟ کیا اس سے حضرت جی کا صدق ظاہر نہیں ہوتا اگر غور کیا جائے۔ اور انصاف سے دیکھا جائے تو اس چھوٹی سی پیشگوئی کی ذیل میں خداوند کریم نے بہت سی پیشگوئیاں اور صداقت کے نشانوں کو ظاہر کر دیا جن کے وقوع کو اظہر من الشمس دیکھکر ہم خوشی سے پھولے نہیں سماتے اور پیشگوئی کی شرط رجوع نہ کرنے کی ذیل میں اللہ تعالےٰ نے جو آیتیں اپنے برگزیدہ امام کی ظاہر کرائی تھیں۔ ان کا ظہور دیکھکر سجدہ کرنے کو جی چاہتا ہے کہ بابرکت ہے وہ ذات جس نے ہمارے رسول کریم خاتم الانبیاء کی پیشگوئی کو پورا کیا۔ کہ آل محمد و آل عیسیٰ میں جنگ ہوگی۔ زمین سے آواز آئے گی حق آل عیسیٰ یعنی عیسائیوں کے ساتھ ہے اور آسمانی آواز اسکی تردید کرے گی کہ حق آل محمد یعنی اہل اسلام کیساتھ ہے کیوں حضرت اس حدیث کو پڑھتے ہوئے آتھم کے مباحثہ کے واقعات اور پیشگوئی کے حالات کا نظارہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے یا نہیں؟ پھر آنحضرت کا الہام پورا ہوا۔ جو براہین احمدیہ میں اس سے پہلے کئی برس شائع ہو چکا تھا۔ کہ لن ترضیٰ عنك الیھود والنصاریٰ الفتنة

ھٰذا فاصبر کما صبر اولوالعزم۔ اصل میں یہ سارا واقعہ اس واقعہ کے مشابہ ہے جو آنحضرت صلعم کو پیش آیا کہ آپ نے ایک خط قیصر روم کو لکھا جس کا فقرہ یہ ہے اسلم تسلم۔ اسلام لا تو سلامت رہیگا . . . . ورنہ بیوقت کی موت اور تباہی تیرے پر نازل ہوگی۔ اسنے کسی قدر رجوع کیا۔ گو عیسائی جماعت سے الگ نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اس وعید میں تاخیر ہوگئی۔

(۵) لیکھرام کی موت جس صفائی سے ہوئی۔ اس سے تو دشمن کو بھی انکار نہیں ہو اور ہم نہیں سمجھتے کہ جو لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ انبیاء کی پیشگوئیوں کا ظہور ایسے طریق سے ہوتا ہے کہ اس کے وقوع میں کسی موافق یا مخالف کو تردد نہیں رہتا۔ وہ اس پیشگوئی کے چھ سال کے اندر اندر وقوع ہونے سے انکار کریں۔ ہاں اودہر اودہر کی باتیں ہیں جو صرف نہ ماننے کی راہیں ہیں۔ اور حیلہ بہانہ صرف اپنی ذلت کو جو ان کے کفر کی پیشگوئی کے ظہور پر لاحق حال ہوئی دور کرنیکا ذریعہ پہلے تو پیشگوئی کے الفاظ پر چند اعتراض ہیں کہ پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں عجل جسد لہٗ خوار لہ نصب وعذاب پھر فرمایا۔ اگر اس شخص پر چھ برس کے اندر آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا۔ اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور ان سے موت مترشح نہیں ہوتی بھلا اس بندہ خدا سے کوئی پوچھے کہ کیا تمہیں عجل کا لفظ دکھائی نہیں دیتا۔ اور کیا تمہیں معلوم نہیں کہ گوسالہ سامری کا انجام کیا ہوا کیا اسے ٹکڑے ٹکڑے نہیں کیا گیا تھا؟ کیا اسے جلایا نہیں گیا تھا؟ کیا اسے دریا میں نہیں پھینکا گیا تھا؟ اور کیا بعینہٖ یہی واقعات اس شخص کے ساتھ پیش نہیں آئے۔ میرے خیال میں تو صرف عجل کا لفظ پیشگوئی کے متعلق تمام واقعات ظاہر کرنیکے لیے کافی تھا۔ پھر خوار کیطرف

غور سے دیکھیے۔ اور لسان العرب میں ملاحظہ کیجیے کہ خود خوار کے لفظ کو انسان پر اس حالت میں بولتے ہیں جب وہ قتل ہونیکے وقت فریاد کرتا ہے۔ اور ہتھیار کی آواز کو بھی کہتے ہیں جو قتل ہونے کیوقت پیدا ہوتی ہے پھر نصب کے لفظ کی تحقیق کیجیے۔ لسان العرب میں اس کے معنے لکھے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی پر جان لینے کے لیے حملہ کرے تو اسوقت بولتے ہیں نصب فلان لفلان پھر عذاب کا لفظ بھی قابل توجہ ہے۔ عذاب کے نمونے جو قرآن شریف میں وارد ہوئے ہیں۔ وہ سب موت کے ساتھ تھے۔ کیا تم بھول گئے۔ کہ لوط کی قسم کیساتھ کیا ہوا۔ یہی نا کہ انپر پتھراؤ ہوا تو اس کا انجام کیا تھا موت! نوح کی قوم پر کونسا عذاب نازل ہوا۔ طوفان۔ اسکا انجام کیا تھا۔ موت۔ خود ہمارے نبی کریم صلعم کے مخالفین پر کیا عذاب نازل ہوا۔ تلوار۔ اسکا انجام کیا تھا۔ موت پس عذاب کا لفظ حقیقت حال جتانے کے لیے کافی تھا۔ بشرطیکہ کوئی سمجھنے والا ہو پھر اردو پیشگوئی میں صاف فرمایا: معمولی تکلیفوں اور بیماریوں سے نرالا اور خارق عادت یعنی طبعی موتوں سے جو عادت میں داخل ہیں ان سے الگ اپنی حیثیت رکھتا ہو۔ کہ جس کا رتوع ردوں کو ہلادے پھر اسی پہ اکتفا نہیں فرمایا بلکہ وقتاً فوقتاً اس کی تشریح فرماتے رہے ہیں اور اگر حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ بعض دفعہ الہام کے معنے میں مامور من اللہ سے غلطی بھی ہوجاتی ہو تو اس سے یہ مراد نہیں کہ ان کے کوئی بھی معنی معتبر نہ ہوں۔ بلکہ غلطی کا وقوع صرف اسی الہام کے معنے میں ممکن ہوتا ہے جس کی تفہیم نہ ہو اور وہ بھی عارضی طور سے ہوتی ہے اسپر اصرار نہیں ہوتا۔ اور اس واقعہ کے متعلق تو حضرت صاحب نے کئی تحریروں میں اشارے کئے ہیں۔ چنانچہ کرامات الصادقین میں تحریر فرمایا۔ کہ بشرنی ربی بموته فی ست سنین ان فی ذٰلك لآیة للطالبین۔ اسکی موت کی

بشارت چھ سال کے اندر اندر دی اور اس میں طالبان حق کے لیئے نشان ہیں)
یہ مت کہو کہ جب ایکبار پیشگوئی ہو چکی۔ تو بار بار پیشگوئی کرنے سے فائدہ کیا کیونکہ وہ
پیشگوئی ہے تو یہ جب سو تھا اس کی تشریح ہے۔ کیونکہ مخالفین کی تحریر سے اصرار
کیا جاتا تھا۔ کہ ٹھیک طور سے اطلاع دیجاوے کیونکہ ممکن ہے کہ اسے صرف سر
درد یا کوئی اور دکھ ہو۔ اور آپ اسے تکلیف و عذاب میں داخل فرمالیں۔ سو ایسے
لوگوں کو سمجھانے کے لیئے صاف صاف لکھدیا گیا۔ سرسید کو بھی اس کی طرف
توجہ دلائی گئی۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

ہاں مکن انکار زیں اسرار قدرتہائے حق ٭ قصہ کوتاہ کن ببیں از ما دعائے مستجاب
(دیکھو صفحہ ۲۰۳-۲ سرورق برکات الدعا) کرامات الصادقین کے صفحہ ۵۴ پر
درج ہے۔ وبشرنی ربی وقال مبشرا۔ ستعرف یوم العید والعید اقرب۔ میرے
رب نے بشارت دی۔ اور بشارت دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ تو عید کے دن کو پہچانیگا
اور عید اس واقعہ کے بہت نزدیک ہے۔ یہ معنے تو نہیں ہوسکتے۔ کہ تو عید کے
دن کو پہچانیگا اور عید بہت نزدیک ہے عید کے پہچاننے میں کونسی نرالی اور انوکھی
بات ہے اس طرح تو کلام لغو ٹھہرتا ہے۔ پس لامحالہ یہ ایک پیشگوئی تھی جس کی تائید
بشارت ربی سے بھی ہوتی ہے الغرض وحی الٰہی نے سب کچھ بتا دیا۔ چھ سال کے
اندر اندر جیسی تاریخ چھٹے دن (ہفتہ) اور پھر طرز یہ کہ چھ بجے غالباً یہ واقعہ پیش
آیا۔ اس شعر پر اعتراض کیا گیا ہے کہ اس کے آگے پیچھے لیکھرام کا ذکر نہیں
ہی اسکے ذکر کی کیا ضرورت تھی حضرت جی اپنے مخالف کو کہہ رہے ہیں کہ
میں ہر حرب میں غالب ہوں چنانچہ آریہ اور مہم میں ایک حرب واقعہ ہوئی ہے
سو اسکی نسبت پیشگوئی ہے کہ ستعرف یوم العید والعید اقرب سمجھے اب؟
اپنے صداقت کی دلیل دی ہے۔ کہ عنقریب ایک نشان ظاہر ہوگا۔ چنانچہ اس کو

پہلے شعر میں فرماتے ہیں الا انی فی کل حرب غالب؛ فکدنی بما ذورت فالحق یغلب
(میں ہر میدان میں غالب ہوں۔ تو اپنا زور ڈھونڈ لگالے آخر کار حق ہی غالب ہوگا)
چنانچہ حق ہی کی فتح ہوئی۔ گویا اپنے مخالف کو جو مکذب ہے عام اس سے کہ وہ
مسلمان ہے یا کوئی اور۔ مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ اے میرے دشمن۔ تو
میری کب تک تکذیب کریگا۔ تو ایک مومن کو کافر کہے گا۔ اور خود خدا کا فرمانبردار
بندہ بنیگا۔ پھر اپنے صدق کی دلیل دی ہے کہ دیکھ میری صداقت کا نشان
ظاہر ہونیوالا ہے چنانچہ اس کی نسبت نشان بھی دیدیا کہ بشرہ فدری الخ باوجود
اسباب کے کہ پیشگوئی بالکل صفائی سے پوری ہوگئی پھر بھی یہ لوگ خواہمخواہ
جھوٹے اعتراض کرتے ہیں کہ موت میں خرق عادت نہیں ہے ارے میاں؟
کیا کسی کا موت کا موت بقید تاریخ وفات بتا دینا خرق ہے یا نہیں؟ اگر کبھو
ایسا نجومی بھی کر سکتے ہیں تو اول تو انکو یقینی علم حاصل نہیں پھر وہ اس تحدی
سے دعوی نہیں کر سکتے دوم یہ اعتراض تو دوسرے نبیوں پر بھی ہو سکتا ہے
جو ان کی بابت جواب دوگے وہی ہمارا جواب ہوگا۔ مثلاً کوئی کہدے کہ غلبہ روم
کی خبر ایسے ہی طریقے سے تھی۔ تو اسکا کیا جواب ہے۔ پھر عذاب کی نوعیت پر جھگڑا
کرتے ہیں ایک حضرت نظیریں پیش کرتے ہیں کہ چھری سے مارا جانا معمولی بات
ہے وہ صاحب ذرا مہربانی فرماکر خود ہی فرمادیں کہ کیسا اپر عذاب نازل ہونا چاہیئے
تھا۔ اور کس طریقے سے اس کی موت ہونی چاہیئے تھی۔ جو آپ کے نزدیک مسلم
ہوتی۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ جو کچھ آپ پیش کرینگے اس کی کئی نظیریں
دی جاسکینگی۔ اور پھر آپکا یہی اعتراض خود آپ پر وارد ہوگا۔ ہم نہیں سمجھتے۔ کہ
قتل کی موت سے بڑھکر کوئی اور صورت بھی ایسی ہے جو دنیا میں دہشت اور
شور و غوغا کو پھیلا دے۔ اور دلوں کو ہلا دے جیسا کہ پیشگوئی میں ذکر تھا

یہ کہنا کہ یہ سب باتیں مرزا صاحب نے بعد میں بنالیں کسقدر افسوس کی بات ہے یہ اعتراض پڑھکر مجھے ایک عیسائی کا اعتراض یاد آگیا۔ کہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی قرآن میں وہ باتیں نہ سوجھی ہونگی جو خود محمدی عالموں نے بعد میں نکات قرآنیہ کی صورت میں پیش کیں پھر وہ عیسائی کہنے لگا کہ ایسی کئی کتابیں ہیں جنکو مصنفوں نے بالکل سادہ لکھا۔ مگر بعد میں اس کے پڑھنے والوں نے کئی کئی نکات بیان کئے وغیرہ وغیرہ اگر کسی میں ذرا بھی انصاف ہو تو وہ ان اشعار کو پڑھے جن میں ایک یہ شعر بھی ہے۔ ؎

الا اے دشمن نادان و بیراہ ٭ بترس از تیغ بُران محمدؐ

اسی قصیدہ کے نیچے ایک ہاتھ بنا ہوا ہے اور لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیشگوئی میں لکھا ہوا ہے۔ کیا اتنی باتوں کے ہوتے بھی کسی کو شک رہ سکتا ہے کہ یہ پیشگوئی صاف طور سے بیان نہیں کی گئی یا کسی پہلو سے پوری نہیں ہوئی۔ ہاں خوب یاد آیا اس بات پر بھی اعتراض ہے۔ کہ عید کے دن گوسالہ سامری کو نہیں جلایا گیا۔ اچھا صاحب نہ سہی۔ تو بھی اتنا تو آپ کو اقرار ہے۔ کہ عید کے بعد قریب قریب یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ جیسا کہ خروج ۳۲ باب ۲۰ آیت سے آگے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے پس پھر بھی لیکھرام کی اس سے مماثلت ہوگی کیونکہ اسکا قتل بھی عید کے بعد قریب ہی واقعہ ہوا ہے باقی رہیں حضرت مرزا صاحب کی نسبت سو ظنیاں سو یہ سنت اللہ ہی اسطرح ہے چنانچہ ایک تمثیل کے پیرایہ میں حضرت آدم خلیفۃ اللہ کی نسبت یسفک الدماء (خونریزیاں کریگا) فرما کر ظاہر کردیا کہ آدم ثانی کی نسبت بھی لوگوں کا ایسا ہی خیال ہوگا۔ مگر یہ بالکل جھوٹ اور افترا ہوگا جیسا کہ حکام بالادست کی تحقیقات سے ثابت ہوگیا۔ خود ہمارے نبی کریم صلعم کی نسبت عیسائی اعتراض کرتے ہیں

کہ انھوں نے کئی آدمیوں کو جبراً مروا دیا۔ حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے اور وہ ذات مبارک اس قسم کے امور سے بالکل پاک۔ ایسا ہی مسیح موعود کی نسبت اس قسم کی بدظنیاں خباثت طبع سے ہیں اخیر میں ہم یہ بھی ظاہر کئے دیتے ہیں۔ کہ اس واقعہ قتل سے آنحضرت صلعم کی حدیث والی پیشگوئی پوری ہو گئی۔ کہ مسیح موعود کے زمانے میں ایک شخص قتل کیا جائیگا۔ اور آسمانی آواز جو رمضان میں آئیگی۔ گواہی دیگی کہ یہ شخص غضب الٰہی سے مارا گیا اور شیطان آواز دیگا۔ کہ مظلوم مارا گیا۔ کہ آسمانی آواز کے متعلق جو کشف حضرت مسیح موعود کو ہوا۔ اور پیش از وقت شائع کیا گیا۔ اس کا ذکر کسی دوسری جگہ ہو چکا ہے۔ یاد رکھو کہ یہ واقعہ اس واقعہ سے پوری پوری مماثلت رکھتا ہے جو حضرت رسالتمآب خاتم الانبیاء کو پیش آیا۔ کہ خسرو پرویز کی شامت آئی تو اس نے اپنے گورنر کی معرفت آنحضرت کی گرفتاری کا پروانہ بھیجا۔ آپ نے فرمایا۔ میرے خداوند نے تمہارے خداوند کو اسی کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کر کے قتل کر دیا ہے چنانچہ ایسا ہوا جیسی جلالی رنگ میں یہ پیشگوئی تھی۔ ویسی ہی یہ لیکھرام والی پیشگوئی ہے۔ واقعی اس نے بہت سے دلوں کو کھینچ لیا۔ اور ایک محضرنامہ طیار ہوا۔ جس پر اس کے سچے نکلنے کی بلا تفریق مذہب تین ہزار ہندو مسلمانوں نے تصدیق کی۔

(۳) مرزا احمد بیگ کے متعلق پیشگوئی جو ہے اس میں اس کی موت تو جب پیشگوئی میعاد کے اندر ہو چکی باقی ایک حصہ باقی تھا چونکہ وعید تھا۔ اور وعید الٰہی میں توبہ استغفار سے تاخیر[۱]

[۱] وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون۔ اور نہیں اللہ ان کو عذاب دینے والا اس حالت میں کہ وہ استغفار کر رہے ہوں۔

ہوا ممکن ہے اسلئے اس میں تاخیر واقع ہوتی۔ جیسے حضرت یونس کی پیشگوئی والا عذاب توبہ استغفار سے ٹل گیا ایسے ہی جب اس خاندان میں موت واقعہ ہوئی تو سب کے سب ڈر گئے اور اللہ کی طرف رجوع کیا۔ ارادوں میں تنزل آگیا تو سنت اللہ کے موافق وعید میں تاخیر واقع ہوگئی۔ الہام **یردھا الیک** میں یہ بھی ایک نکتہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ موافق آیت قرآنی انا رادوہ الیک۔ یہ ضروری تھا۔ کہ پہلے کسی اور کے قبضہ میں جاتے اور یہ جو خطوط پیش کئے جاتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے متعلقین کو لکھے ان سے تو ان کی اور صداقت ثابت ہوتی ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی باتیں پوری کرنے کی کس قدر فکر ہے یہ تو ایسا ہی ہے کہ جیسے اور نبی باوجود وعدہ نصرت کے جنگ کرتے تھے۔ اس کے علاوہ دین حق کی طرف لانے کے لئے طرح طرح کے مساعی جمیلہ عمل میں لاتے تھے تو کیا ان پر اعتراض ہوسکتا ہے۔ کہ انہوں نے کیوں کوشش کی۔

کیا انبیاء علیہم السلام کو کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی (میں اور میرے رسول ضرور غالب ہوتے رہینگے) اور حقا علینا نصر المومنین (ہم پر ایمانداروں کی نصرت ضروری ہے) اس کو یہ چاہیئے۔ کہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہیں کیونکہ غالب کرنے کا وعدہ ہو چکا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اپنی طرف سے کوشش چاہیئے یہ دوسری بات ہے۔ کہ بعض مصلحتوں کے سبب سے اسکے پورا ہونے میں تاخیر ہو جائے ہم تو ان خطوط کو جب پڑھتے ہیں۔ تو ان سے ایک مزید ایمان حاصل ہوتا ہے اور ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو اپنے مولیٰ کریم کا کس قدر بھروسہ ہے تم تمام خطوط غور سے پڑھ جاؤ۔ کہیں بھی اپنی نفس کی بہتری کا ذکر نہیں بلکہ محض اللہ اللہ اس کے رسول کے دین کے غلبے کا تذکرہ ہے چنانچہ آپ تحریر فرماتے

ہیں۔

میں محض للہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں جو دین کی پروا نہیں رکھتے۔ اسی فقرے سے فضل الٰہی کے حاق کرنے کے سوال کا جواب ملسکتا ہے۔ اصل میں پیشگوئی کے باقی حصے کی نسبت جواب سوال محض فضول ہیں جب تک کہ فریقین زندہ ہیں صبر سے انتظار کرنا چاہئیے اور حسن ظن سے کام لینا چاہئیے۔ میں نے فتوح الغیب میں پڑھا ہو کہ حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ بعض اوقات ولی اللہ سے کوئی وعدہ کیا جاتا ہے اور پھر اس میں تغیر ڈالی جاتی ہے بلکہ بعض دفعہ وہ تبدیل کر دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہتر اپنے ولی کو دیتا ہے ممکن ہے یہ وعدہ اسی قسم سے ہو اور کسی الٰہی مصلحت سے موخر ہو اور اسکا نعم البدل کسی اور شان میں مجائے۔ غرض اس کے متعلق زیادہ گفتگو ایسی ہے جیسی حضرت مرزا صاحب کے حج اور قبر کے ایک ہونیکے متعلق ہو

(۴) مولوی محمد حسین کے متعلق جو پیشگوئی تھی۔ وہ بالکل صفائی سے پوری ہوگئی گو مخالفین ہیں کہ اپنی عادت کے مطابق برابر اعتراض کئے جاتے ہیں پیشگوئی کی بنا اسبات پر تھی کہ مولوی صاحب موصوف نے ایک استفتا لکھا یا تھا۔ کہ مرزا صاحب مہدی کے منکر ہیں اور اپر کفر کی مہریں ثبت کرائیں دوسرا مشہور کیا کہ جاہل ہے اور علم عربی سے بے بہرہ اور گورنمنٹ انگریزی کا بدخواہ اور بغاوت کے خیال رکھتا ہے۔ الہام الٰہی میں یہ لفظ تھے کہ جزاء سیئۃ بمثلہا کر ہی کی سزا اسکی مثل ہے۔ پس مثلی ذلت مقصود تھی۔ جو پورے طور سے واقعہ ہو گئی حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں محمد حسین نے اس پیشگوئی کے بعد پوشیدہ طور پر ایک انگریزی فہرست اپنی ان کارروائیوں کی شائع کی جن میں گورنمنٹ کے

متعصبوں کی تائید کی ہے۔ کہ میں نے اشاعۃ السنۃ میں لکھا ہے کہ مہدی
کی حدیثیں صحیح نہیں۔ یہ پوشیدہ راز کھل گیا۔ اور وہ ذلت ہوگئی جس کی
پیشگوئی ہوچکی تھی۔ ایک عالم کیلئے اس سے بڑھکر کیا ذلت ہوسکتی ہے کہ اسکے
متعلق ظاہر ہو کہ وہ ظاہر میں اور اعتقاد رکھتا ہے اور باطن میں اور یہ دورنگی قابل
افسوس تھی ایک استفتاء مرتب ہو کر علماء کے اسپر دستخط بھی ہوگئے کہ جو شخص
ایسا عقیدہ رکھے وہ ایسا ایسا ہے یعنی بعینہٖ وہی الفاظ جو حضرت مرزا صاحب کے
متعلق لکھے جاتے تھے۔ مگر جب فتویٰ دینے والوں کو معلوم ہوا کہ ہم نے یہ
سب کچھ مولوی محمد حسین کے متعلق لکھا ہے تو وہ الہام پورا ہوا۔ کہ یعض
الظالم علٰی یدیہ ظالم اپنے ہاتھ کاٹیگا۔ اور افسوس کریگا۔ کہ مینے ایسا کیوں
لکھا۔ اگر یہ اعتراض ہے کہ پھر ایسا عقیدہ ظاہر ہونے سے علماء کو اس سے
ایسی نفرت ہی کیوں نہیں ہوگئی جیسی مرزا صاحب سے ہوچکی ہے تو اس کا
جواب خود معترضین کے ذمہ ہی ہے جب تک دونوں میں کوئی خاص
مناسبت نہ ہو۔ یہ اتحاد نہ ہوتا۔ آپ خود ہی فرمائیں کہ کیا ایسی کارروائی
عام نگاہ میں پسندیدگی سے دیکھے جانیکے قابل ہو۔ غرض خداوند غیب دان
کا فرمودہ پورا ہوگیا۔ پھر عربی کی نسبت ذلت ہونے کی پیشگوئی اسی طرح
پوری ہوئی کہ مولوی صاحب نے حضرت جی کے اس الہامی فقرے التعجب
لامری پر اعتراض کردیا۔ کہ لام صلہ نہیں چاہیے تھا۔ من امری
آتا ہے اس کے متعلق جب حدیث پیش کی گئی کہ رحمنا الرسالۃ وبیضۃ
کیسے درست ہوئی۔ تو واقعی ایک سرگروہ اہلحدیث کے لیے جسکو علم حدیث
کا دعویٰ ہے پیشگوئی پوری ہونے میں کچھ بھی کسر نہیں رہ جاتی۔ اسکے
علاوہ بہت سی عربی شعراء کے اشعار پیش کئے گئے۔ عجبا لاحمد

عجبت لعبد عجبت بلسرا اھا دانا تخلصت الخ۔ اس کے جواب الجواب
میں یہ کہنا کہ میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ قرآن شریف میں صلہ من آیا۔ عذر گناہ
بدتر از گناہ ہے۔ بھلا ان حضرت سے کوئی پوچھے۔ کہ ام کے ساتھ صلہ آنے میں
آخر آپ کو کوئی شک ہی تھا۔ تو اعتراض کیا۔ اگر درست سمجھتے تھے تو پھر ایسا
لکھنے کی وجہ کیا تھی۔ غرض اس چھوٹے سے اعتراض سے جو بڑے دعوے
سے کیا گیا تھا۔ یہ شہادت مل گئی۔ کہ مولوی موصوف آئے دن جو حضرت صاحب
کی عربی کتب کی غلطیاں شائع کرتا ہے۔ تو وہ غلطیاں ایسی ہی ہوتی ہیں جیسی
عجب کے ام صلہ آنے کی نسبت گویا اس اعتراض سے ہمیشہ کے لیئے ان اغلاط
کا فیصلہ ہو گیا۔ جو مخالف بڑے دعوے سے پیش کرتا ہے۔ اسے صرف اتنی بات
سے سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ وہ جو کچھ کہتا ہے۔ اپنی نادانی سے کہتا ہے۔ پس یہ اعتراض
کہ اگر مولوی محمد حسین کی ایک غلطی ہو گئی۔ تو کیا ہوا مرزا صاحب ہزاروں غلطیاں
کرتے ہیں۔ دور ہو گیا۔ کیونکہ اس سے ثابت ہو گیا۔ کہ مخالف جو غلطیاں نکالتا ہے
وہ کس قسم کی ہوتی ہیں۔ پھر مقدمہ میں عدالت کے سامنے اس معاہدہ کو
پر مولوی محمد حسین سے دستخط کرائے گئے تھے۔ کہ وہ آئیندہ حضرت خلیفۃ اللہ کو دجال
کافر کہیگا۔ حضرت مرزا صاحب اس کے متعلق رقمطراز ہیں کہ "اس اقرار کے
بعد وہ استفتا اس کا کہاں گیا جسکو اسنے بارہ برس تک تردد و رسائی کر کے طیار کیا
تھا۔ اگر فتویٰ دینے میں راستی پر ہوتا تو حاکم کے روبرو یہ جواب دینا چاہیئے
تھا کہ میرے نزدیک بیشک یہ کافر ہے۔ اسلیئے میں اسکو کافر کہتا ہوں۔ اور
دجال بھی ہے اسلیئے اسکا نام دجال رکھتا ہوں۔ پھر آگے چل کر تحریر فرماتے
ہیں اس سے زیادہ اور کیا ذلت ہو گی۔ کہ اس شخص نے اپنی عمارت
کو اپنے ہاتھوں سے گرایا یہ کس قسم کی ذلت آئی۔ کہ اس نے حاکم کے خوف

تمام فتووں کو برابر کرلیا۔ باقی رہی یہ بات کہ حضرت صاحب کی طرف سے بھی اس معاہدہ پر دستخط ہوئے۔ سو اس میں کوئی حرج نہیں اور نہ ذلت کا موجب ہے چنانچہ اسکا جواب حضرت اقدس خود دیتے ہیں کہ "اگر میں نے اسبات کا انکار کیا ہے کہ میں ان کو کافر نہیں کہونگا۔ تو واقعی میرا مذہب یہی ہے کہ میں کسی مسلمان کو کافر نہیں جانتا۔ ہاں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو مسلمان ہوکر ایک سچے ولی اللہ کے دشمن بنجاتے ہیں ان سے نیک عملوں کی توفیق چھین لی جاتی ہے اور دن بدن انکے دل کا نور کم ہوتا جاتا ہے یہانتک کہ ایکدن چراغ سحری کی طرح گل۔

ایک جگہ لکھا ہے کہ میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کرکے اپنے تئیں خود کافر نہ بنالے پھر فرمایا "اگر میں اللہ تعالےٰ کے نزدیک مسلمان ہوں۔ تو مجھکو کافر بنانے سے رسول اللہ صلعم کا فتوے ان پر یہی ہے کہ وہ خود کافر ہیں۔ سو میں انکو کافر نہیں کہتا۔ بلکہ وہ مجھکو کافر کہکر خود فتوے نبوی کے نیچے آتے ہیں۔" باقی رہی یہ بات کہ موت کی پیشگوئیاں شائع کرنے سے روکا گیا ہے۔ سو یہ بھی ان کی تبلیغ دین حق میں مانع نہیں کیونکہ آپ اپنی انجام آتھم میں وعدہ کرچکے ہیں کہ ہم اب ان علماء کو مخاطب نہیں کرینگے۔ پس جب تک کسی سے درخواست نہ ہو اس قسم کی پیشگوئی شائع نہ کرینگے پہلے ہی آپ عہد کرچکے ہیں پس ان مولوی صاحبان نے حضرت اقدس کی پرائیویٹ زندگی کے متعلق متعدد گندے گالیوں سے بھرے ہوئے اشتہار شائع کیے کہ خدا کی پناہ یہ اشتہار مقدمے میں شامل کیے گئے۔

حضرت تحریر فرماتے ہیں "پس ایک عقلمند انسان کے لیئے یہ ذلت کچھ تھوڑی نہیں کہ اس کے خلاف تہذیب اور سفلہ پن کی عادات کے کاغذات

عدالت میں پیش کیے جائیں اور پڑھے جائیں۔ اور عام اجلاس میں سب پر یہ بات کھلے اور ہزارہا لوگوں میں شہرت پاتے کہ مولوی کہلا کر ان لوگوں کی یہ تہذیب اور یہ شائستگی ہے۔ اب خود سوچ لو کہ کیا اس حد تک کسی شخص کی گندی کارروائیاں گندے عادات گندے اخلاق حکام اور پبلک پر ظاہر ہونا کیا یہ عزت ہے یا بے عزتی۔ پھر فرماتے ہیں جب محمد حسین کو یہ فہمایش کی گئی کہ آیندہ ایسی گندی تحریریں شایع نہ کرے اور کافر دجال کاذب بھی نہ کہے۔ تو مسٹر براؤن جیسا بھلا وکیل بھی بے اختیار بول اٹھا۔ کہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ عدالت نے اس روک میں فریقین کو احتیاطاً شامل کیا تھا۔ ان سے پوچھنا چاہیئے کہ اس کارروائی کے دوران میں جب کہ وہ محمد حسین اور جعفر زٹلی کے گندہ زبانی کے کاغذات پیش کر رہے تھے۔ کیا میری گندہ زبانی کا بھی کوئی کاغذ انکو ملا۔

غرض ایسے دشنام آمیز اشتہارات کی اشاعت سے روکا جانا بھی حضرت کی صداقت کا نشان ہے۔ اور اس الہام کو پورا کرتا ہے "ظالم اپنے ہاتھ کاٹیگا۔ اور اپنی شرارتوں سے روکا جائیگا"۔ ایک اور امر بھی موجب ذلت ہوا وہ یہ کہ مولوی محمد حسین نے اخبار میں شایع کیا۔ کہ مقدمہ میں حضرت مرزا صاحب بری نہیں ہوئے بلکہ مقدمہ ڈسچارج ہوا ہے اور بڑے زور سے دعویٰ کیا۔ کہ ڈسچارج بری کو نہیں کہتے۔ بلکہ جس پر جرم ثابت نہ ہو سکے اسکا نام ڈسچارج ہے۔ یہ ایک محض افترا تھا۔ ڈسچارج کا ترجمہ بری ہی ہے۔ جہاں حاکم مجوزہ کی نظر میں جرم کا ابتدا ہی سے کچھ ثبوت نہ ہو اور کسی وجہ سے مجرم نہ ٹھہرایا جا سکے اور ایکیٹ اسجگہ بولتے ہیں جہاں جرم ثابت ہو جائے اور پھر مجرم اپنی صفائی کا ثبوت دیکر اس الزام سے رہائی پائے۔ غرض پہلی صورت میں بری بولینگے اور دوسری میں بیرا۔ حضرت صاحب تحریر فرماتے ہیں "اگر بری کا لفظ جو قرآن

نے آیت یرم بہ بریًا میں استعمال کیا ہے صرف ایسی صورت میں بولا جاتا ہو
جبکہ کسی کو مجرم ٹھہرا کر اسپر فرد قرار داد جرم لگائی جائے اور پھر گواہوں کی شہادت
سے اپنی صفائی ثابت کرے۔ اور استغاثہ کا ثبوت ڈیفنس کے ثبوت سے ٹوٹ
جائے تو اس صورت میں ہر ایک شریر کو آزادی ہو جاتی۔ کہ ایسی تمام عورتوں
پر زنا کا الزام لگائے جنھوں نے گواہوں کے ذریعے سے عدالت میں ثابت
نہیں کر دیا۔ کہ وہ زانیہ نہیں ہیں اور جب تک وہ بذریعہ شہادتوں کے اپنی
عفت کا عدالت میں ثبوت نہ دیں تب تک جو شخص چاہے۔ ان کی عفت
پر حملہ کیا کرے اور انکو شریر ہی قرار دے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ معنی آیت کے
صریح مخالف ہیں۔ اس ذلت پر اعتراض کیا جاتا ہو۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے بھی
بڑ بعض انگریزی کے الہام کے معنے نہیں لکھے۔ ابی حضرت! انگریزی کا نہ جاننا
ذلت نہیں ہو بلکہ یہاں تو آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند الخ والا معاملہ ہو
کہ سرے سے ہی انکار اور کجا شیخت آپ بنکر دعوے کرنا کہ ہاں اس سے مراد
ہے اور پھر اس میں خطا کار نکلنا۔ بتائیے آپ؟ اسی میعاد میں صاحبزادہ والا شان
مبارک احمد (سلمہ اللہ الاحد) کا پیدا ہونا بھی حضرت مسیح موعود کی عزت کا نشان
تھا کیونکہ اس کی پیدائش کی نسبت پہلے اطلاع دیجا چکی تھی اور یہ بھی پیشگوئی
تھی کہ عبدالحق نہ مریگا جب تک یہ مولود پیدا نہ ہو لے۔

یاد رہے کہ دنیا میں تین قسم کی ذلت ہے۔ جسمانی جو جرائم پیشہ اور کمینہ
لوگوں کو ہوتی ہے۔ دوسرے اخلاقی ذلت جبکہ کسی کی اخلاقی حالت گندی
ثابت ہو تیسرے علمی پردہ دری کی ذلت۔ اب دیکھئے۔ کہ اخلاقی ذلت ظہور
میں آگئی۔ عالمانہ ذلت بھی۔ اب کیوں ایسی گالیاں نہیں دے سکتا؟ چند
حوالے دیئے گئے ہیں کہ مولوی موصوف کے رفیق لاہوری نے مخالفانہ

اشتہار شائع کئے ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ آیا وہی طرز تحریر بدلا ہے یا نہیں۔ کیا وہ اسی طرح گندہ زبانی سے کام لیتا ہے یا اس میں کچھ اور رنگ آگیا ہے۔ پس فحش گالیوں کے سوائے بیہودہ زبان کہ انکا مطلب تو دجال وغیرہ کہنے اور ذاتیات پر بیجا حملہ کرنے سے ہے۔ کہ آیا اس سے رکے گئے یا نہیں؟

مخالفین کی طرف سے بار بار سنایا جاتا ہے کہ ان کو زمین مل گئی۔ یہ موجب عزت ہے ہم جہاں تک خیال کرتے ہیں یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ زمین ان کا بدعہدیوں کا جو حضرت مرزا صاحب کی تائید و صداقت کی پیشگوئیں ظاہر ہوئیں ایک بین نشان ہے گویا جب تک وہ زمین ان کے قبضہ میں رہے گی۔ یہ بات یاد رہے گی کہ یہ زمین فلاں طریقے سے حاصل کی گئی تھی جس کا ذکر پچھلی سطور میں ہو چکا ہے۔

حضرت تحریر فرماتے ہیں۔ گورنمنٹ کو خوش کرنے کے لئے مہدی کا انکار کردیا۔ دوسرا اس کا پکڑا گیا۔ اہل اسی کے بھائیوں نے کفر کا فتویٰ بھی لگا دیا۔ اب کہو کہ اس منافقانہ کارروائی سے اس کی عزت ہوئی۔ یا ذلت۔ جو شخص مولوی و متقی ہونیکا دعویٰ کرتا ہے اسکا منافقانہ چلن اگر ثابت ہوجائے تو اس سے بڑھکر کوئی ذلت نہیں۔ منافق سے ذلیل تر کوئی نہیں ہوتا پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہتے ہیں ان کو تو زمین ملگئی حالانکہ یہی زمین تو انکی ذلت کی گواہ ہے۔ اور دورنگی پر شاہد ناطق۔ جبتک وہ زمین ان کے ہاتھ میں ہے۔ یہ دورنگی بھی اس زمین کا ایک چلن متصور ہوگی۔ اور ہم تحقیق کرکے کہ یہ تمام کامیابی ایک منافقانہ کارروائی کا نتیجہ ہے۔

رہی عزت جعفر زٹلی کی پس ان لوگوں کا کوئی مستقل وجود نہیں۔ یہ سب مولوی محمد حسین کے سایہ میں پیدا ہوئے ایڈوکیٹ ہو بیٹھا۔ جبکہ ان کے ایڈوکیٹ

کی ذلّت ثابت ہوگئی۔ تو کیا ان کی ذلّت پیچھے رہ گئی سایہ اصل کا ہمیشہ تابع ہوتا
ہو جبکہ اصل درخت ہی گر پڑا۔ تو سایہ کیونکر کھڑا رہ سکتا ہے۔

(۵) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی دردمندانہ دعا مانگی تھی۔ کہ
اے میرے قادر مطلق خدا میری تائید میں تین سال کے اندر اندر کوئی نشان ظاہر
کر چنانچہ اس کے مطابق ایک چھوڑ کئی نشان ظاہر ہوئے ان تین سالوں کے
اندر جماعت سوا لاکھ کے قریب ہوگئی۔ کہاں چند ہزار اور کہاں لاکھ یہ سب
فضل خداوندی ہے۔ سب سے بڑا نشان تو یہی تھا۔ کہ باوجود اسقدر مخالفانہ کوششوں
کے یہ جماعت بڑھتی گئی نیز آپ نے پانچ دن کے اندر اندر ایک کتاب اعجاز
احمدی چھپوا کر شائع کی جس میں مخالفین کو بڑی تحدی کیساتھ اسکی مثل لانیکے
لئے لکھا چنانچہ تحریر فرمایا "اگر انھوں نے اس قصیدہ اور اردو مضمون کا جواب
شائع کر دیا۔ تو سمجھو کہ میں نیست و نابود ہوگیا" غرض اس قصیدہ کا جواب بڑی
غیرت دلانیوالے الفاظ سے طلب کیا گیا۔ مگر افسوس کہ مخالفین سے کسی کو بھی
یہ طاقت حاصل نہ ہوئی کہ وہ آپ کے مقابل کچھ بھی شائع کر دیتے۔ سب کے قلم
ٹوٹ گئے اور کھسیانے ہو کر ادھر ادھر کی باتیں بنانے لگے۔ کوئی کہنے لگا عربی
کی کیا ضرورت ہے ذرا انگریزی یا سنسکرت لکھو۔ یہی اعتراض عیسائی کرتے
ہیں جب ہم انہیں قرآن شریف کی مثل ایک سورۃ لانیکے لئے کہتے ہیں وہ کہتے
شکسپیر کی پوئیٹریوں کا جواب بھی کسی نے نہیں دیا۔ عربی کی کیوں قید ہے فلاں
کتاب کی مثل دکھاؤ۔ غرض کئی حیلے بنائے اور اصل غرض کی طرف نہ آئے

؎ ہم جو ایسے حیلے کرتے ہیں کہ جبکہ وہ آیت یاد آجاتی ہے۔ لو نشاء لقلنا مثل هذا ان هذا الا
اساطیر الاولین۔ اگر ہم چاہتے ہم اس کی مثل کہہ دیتے کیونکہ انھوں کی اساطیر ہیں ایسا ہی وہ
لوگ بھی جو کہتے ہیں کہ اگر ہم کہنا چاہیں تو مرزا کی عربی کی مثل لا دیں مگر فرصت ہی نہیں۔ یا

وہ شخص جو کہتا تھا۔ ہاں میں اعجاز مسیح کا جواب لکھ سکتا ہوں۔ وہ بالکل ناکام رہا۔ اور چھوٹے چھوٹے اعتراض کرنے لگا۔ کبھی کہتا کہ اس قصیدے میں غلطیاں ہیں وہ پہلے درست کریں۔ مگر اس نے یوں کیوں نہ کیا کہ اس اعجاز احمدی کا جواب ہی لکھ دیتا۔ اسی میں وہ غلطیاں بھی لکھ دیتا۔ اور اسی میں اپنا بے عیب قصیدہ جس میں توارد اصرف کا عیب بھی نہ ہوتا۔ نہ کوئی اور امر مخل فصاحت۔ بلاغت پیش کر دیتا۔ پبلک پر خود ہی کھل جاتا۔ کہ تم حق پر ہو۔ اور دس ہزار جو ملتا وہ علیحدہ۔ وہ قصیدہ کوئی شاعروں کے قصیدے کی طرح محض الفاظ پر ہی مبنی نہ تھا۔ بلکہ اس میں قرآنی حقائق و معارف تھے۔ اور کئی ایک پیشگوئیاں جو کلام الٰہی کا خاصہ ہیں پس یہ کہنا کہ تبنی بڑا شاعر ہوا ہے کیسی نامناسب بات ہے پھر کہنا کہ پیغمبری سے شاعری کو کچھ نسبت نہیں۔ کس قدر حمق ہے۔ کیا یہ لوگ فی کل واد یھیمون کیساتھ الا الذین امنوا نہیں پڑھتے۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ زبور اشعار میں ہو۔ غرض ایسے فضول اعتراضوں کا کیا جواب دیں۔ ہاں جب دیکھا جاتا ہے کہ آریہ و عیسائی بھی ایسے ہی اعتراض قرآن کے مقابل سورۃ لانے پر کرتے ہیں تو تعجب

بقیہ حاشیہ:۔ ضرورت ہی نہیں۔ خدا جانے فرصت کس وقت کے لئے رکھی ہوئی ہے کیا اس سے بڑھکر بھی کوئی موقعہ ضرورت یا فرصت نکالنے کا آئیگا جب ایک مدعی پر زور تحدی سے کہہ رہا ہے۔ کہ اس کی مثل لاؤ۔ ایسا ہی جیسا کہ ان لم تفعلوا و لن تفعلوا اب ہرگز ہرگز نہ کرو گے اشارہ ہے۔ وہ پھر کہتے ہیں چھپے ہوئے شاعروں کی عبارتیں کی چوریاں ہیں۔ ماحصل وہ بھی ایسا کہتے وہ کہتے یہ اعتراض اعانہ علیہ قوم اخرون (الآیۃ) کی طرح ہوتا ہو کہ جیسے نبی کریم صلعم کو بھی لوگ ایسا کہتے تھے جبکہ حکم اللہ کی مدد کا شک مگر شکر ہو ان کی عربی ادب کا نمونہ ہی اور ہے۔

مسیح موعود کی بعثت کی ضرورت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کوئی کہتا ہے قصیدہ لکھنا تو معجزے میں داخل ہو گیا مگر پریس کی قید کیوں ہے کیا یہ بھی اعجاز ہے۔ اے نادان اس مخالف سے جو ایسا کہتا ہو پوچھ کہ خدا نے تمہیں کیوں معزول رکھا ہو کیوں تمہیں ایسے ساز و سامان نہیں دے رکھے یہ تو سراسر تمہاری بدبختی کی دلیل ہے پھر کوئی کہتا ہے کہ بیس دن کے اندر اندر مثل لانے کی کیوں شرط لگا رکھی ہے۔ تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھنے والے بات کو سمجھے بھی یا یونہی اعتراض کے لیئے منہ کھولے جاتے ہیں یہ مدت اسلئے ہے تاکہ عوام الناس بھی سمجھ جائیں کہ واقعی اس کی مثل لانے سے کل اہل علم مخالفین عاجز ہیں اول تو کیا یہ شرم کی بات نہیں کہ حضرت مرزا صاحب پانچ دن میں لکھیں اور تمہیں بیس دن کی مہلت دیں اور پھر یہ بھی اجازت کہ اپنے ساتھ جسے چاہو ملا لو۔ دوسرا اگر مدت مقرر نہ کرے تو علما حیلہ کر سکتے ہیں کہ ہم لکھ تو سکتے ہیں فرصت نہیں حتی اب جب ایک خاص مدت مقرر کیگئی۔ تو روز روشن کی طرح کھل گیا۔ کہ واقعی اسکی مثل لانے سے یہ لوگ عاجز ہیں۔ ورنہ دس ہزار کا انعام یہ لوگ کب چھوڑ سکتے ہیں کیونکہ کافی مدت میں مثل نہ لا سکنا اسبات کی دلیل ہے کہ مخالفوں کے پاس صرف باتیں ہی باتیں ہیں۔

ایک یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہو کہ یہ معجزہ تو پہلے ہی سے حضرت مرزا صاحب کو حاصل تھا پس اس کے لیے دعا تحصیل حاصل ہے اسکا جواب بالکل سہل ہے کہ پانچ دن میں اتنے ناممکن الوقوع کام کا ہو جانا بھی اس اعجاز کی ایک شان ہے جو اس سے پہلے حاصل نہ تھی۔ پھر ایک نادان کہتا ہے۔ کہ انسانی ہاتھوں سے بالاہو کی شرط تھی اور یہ کتاب تو ہاتھوں سے لکھی گئی ہے کیا اس معترض کو معجزہ کی تعریف یاد نہیں ہی کہ وہ ایک الہی

فعل ہے جو امور من اللہ کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ مخالفین اسکے مقابل سو باوجود قدرت کے عاجز رہتے ہیں کیں معجزے انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں تو کیا ہم نہیں آسمانی نشان نہیں کہینگے مطلب تصرف آتا ہے کہ باوجود تحدی کے دوسرے انسان اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز رہ جائیں چنانچہ صاف ظاہر ہے کہ تمام مخالفین عاجز رہ گئے۔ یہ ایک الہی فعل تھا جب ہی تو عاجز رہے ورنہ کیا ایک انسان کے کام کا مقابلہ دوسرا انسان نہیں کر سکتا؟

(۶) طاعون کے متعلق حضور انور نے ۶ فروری ۱۸۹۸ء کو اشتہار دیا۔ کہ میں نے دیکھا ہے کہ رکب پنجاب میں طاعون کے پودے ہائیک لگا رہے ہیں۔ تو بہ سے یہ ایسے عذاب ٹل سکتے ہیں۔ نادان لوگوں نے نا عاقبت اندیشی سے اس خبر کی ہو معض بعد وہی بنی نوع انسان کے لیئے وہی گئی تھی ہنسی اڑائی۔ مگر آخر دیکھ لیا جو کچھ اس ہنسی اڑانیکا نتیجہ ہوا۔ دوسرے جاڑے کی نسبت جو کہا جاتا ہے کہ طاعون زور سے نہ پھیلا تھا۔ تو یہ کوئی اس خواب کے منافی نہیں کیونکہ اشتہار میں یہ نہیں لکھا۔ کہ اسی سال زور سے پھیلیگا۔ بلکہ شروع ہونے کی خبر دی چنانچہ ایسا ہی ہوا کسی خاص شہر کا حوالہ کہ اس میں اموات کم ہوئی فضول ہے کیونکہ اپنے اپنے مقررہ وقت پر ہر کام ہوا کرتا ہے۔ عذاب کے لیئے مستعجل نہیں ہونا چاہیئے امید ہے کہ اس سال زیادہ زور سے نہ پھیلنے کی شکایت رفع ہو گئی ہوگی۔

نومبر کا مہینہ بیماری کے زور کا۔ دافع البلاء میں انہیں لکھا گیا۔ بلکہ ابھی الٰہی دروازہ کھولا جائیگا خیر ہے یعنی پھر شروع ہو جائیگی۔

(۷) حفاظت قادیان کے متعلق انہ اوی القریۃ کا الہام ہے۔ اوی اس موقع پر بولا جاتا ہے جہاں مصیبت کے بعد آرام آئے اس کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے قادیان کو اس خوفناک تباہی سے محفوظ رکھیگا

یعنی طاعون جارف نہ ہوگا یہ مطلق طاعون کی نفی نہیں اور یہی مریدین کی نسبت وعدہ بھی الا الذین علوا باستکبار کا استثنا موجود ہے۔ سوچ سمجھ کر اعتراض کرنا چاہیئے۔ الحمد للہ کہ ابھی تک قادیاں طاعون سے بالکل پاک ہے چند آدمیوں کے نام مشتہر کیئے گئے تھے۔ کہ طاعون سے مرے۔ مگر ایڈیٹر صاحب الحکم نے نام بنام ان کی تردید اور ان کی اصلی بیماری کی تشریح کردی تھی اس خبر کے جھوٹا ہونے کی صرف یہی دلیل کافی ہے کہ بڑے زور شور سے لکھا گیا تھا کہ مولوی نورالدین صاحب حکیم الامتہ کی ایک رشتہ دار عورت اس مرض میں گرفتار ہوئی۔ مگر جب اس کی تردید ہوئی تو مخالفین شرمندہ ہوئے تو شیش دینے پر پیسہ نے بھی اس خبر کو واپس لیا۔ "نبشنا آرام ہے؟" سے یہی مطلب ہے کہ جو کچھ اور مقامات میں گذر رہا ہے۔ وہ یہاں نہیں۔ بلکہ آرام ہے۔ تاویل الارضی بالقول نہیں کرنی چاہیئے۔

(۸) اعجاز احمدی میں لکھا ہوا ہے۔ مولوی ثناء اللہ کے ذریعے عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہونگے (۱) وہ قادیان میں تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کے لیئے میرے پاس ہرگز نہ آئینگے۔ اور سچی پیشگوئی کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا انکے لیئے موت ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مولوی مذکور صرف پبلک میں سچا ہونے کے لیئے قادیان گیا۔ مگر حضرت مرزا صاحب کے پاس نہ گیا۔ بلکہ آریہ کے مکان پر اترا ویقولون للذین کفروا ھٰؤلاء اھدٰی من الذین اٰمنوا سبیلا ٭ پہلے تو بڑی سیدھی سادی عبارت میں خط لکھا۔ اور اپنے تئیں طالب حق ظاہر کیا۔ اور حضرت مرزا صاحب سے ذاتی خصومت و عناد نہ ہونے کی قسم کھائی مگر جب مسیح موعود کی طرف سے جواب آیا۔ تو پھر رنگ بدل لیا۔ حضرت صاحب نے صاف لکھدیا کہ "اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو کر اپنے شکوک

شبہات پیشگوئیوں کی نسبت یا انکے ساتھ اور امور کی نسبت بھی جو دعویٰ سے تعلق رکھتی ہوں۔ رفع کرائیں۔ تو یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی۔ پھر فرمایا آپ نے اس رقعہ میں دعویٰ تو کر دیا ہے۔ کہ میں طالب حق ہوں مگر مجھے تامل ہے کہ اس دعوے پر آپ قائم رہ سکیں کیونکہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ ہر ایک بات کو کشاں کشاں بیہودہ اور لغو مباحثات کی طرف لے آتے ہیں (صدقت یا رسول اللہ) پھر فرمایا آپ اول یہ اقرار کریں کہ آپ منہاج نبوت سے باہر نہیں جائینگے وہی اعتراض کرینگے جو آنحضرت صلعم یا حضرت عیسیٰ یا موسیٰ یا حضرت یونسؑ پر وارد نہ ہوتا ہو (۲) آپ زبانی بولنے کے ہرگز مجاز نہ ہونگے صرف آپ مختصر ایک سطر یا دو سطر تحریر کر دیں کہ میرا یہ اعتراض ہے (کیوں؟) اعتراض کے لیے لمبا لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایک سطر یا دو سطر کافی ہیں اور حرف اسلئے کہ مباحثہ کی صورت واقعہ نہ ہو جائے۔ کیونکہ آپ مباحثات کرنے سے قسم کھا چکے ہیں (۱) پھر یہ بھی لکھ دیا۔ ایک ایک گھنٹہ کے بعد آپ کو متنبہ کیا جائیگا۔ کہ اگر ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھکر پیش کرو۔ آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اسکو سنائیں۔ ہم خود پڑھینگے۔

اس طرز میں کچھ حرج نہیں ہے۔ کیونکہ آپ تو شبہات دور کرانے آئے ہیں میں باآواز بلند سنا دونگا۔ کہ پیشگوئی کی نسبت مولوی ثناء اللہ صاحب کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا۔ اور اسکا جواب یہ ہے اسی طرح تمام وساوس دور کر دیئے جائینگے اگر یہ چاہو کہ بحث کے رنگ میں آپ کو بات کا موقعہ دیا جاوے تو یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ پھر صرف اسلیے کہ وہ فیصلہ نہ جائے یہ لکھا کہ اب آپ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں تو قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی نہ جائیں۔ دو قسموں کا ذکر کرتا ہوں اول چونکہ میں انجام آتھم

میں خدا تعالیٰ سے قطعی عہد کر چکا ہوں۔ کہ ان لوگوں سے کوئی بحث نہ کرونگا اس وقت پھر اسی عہد کے مطابق قسم کھاتا ہوں کہ میں زبانی آپ کی کوئی بات نہ سنونگا اب ہم دونوں میں سے ان دونوں قسموں سے جو انحراف کریگا۔ اسپر خدا کی لعنت ہو۔

افسوس کہ مولوی ثناء اللہ نے ایسا جواب دیا جو سراسر طالب حق ہونے کے خلاف ہے۔ ایک نہایت ہی لطیف طریقے سے انکار کر دیا۔ پہلے تو اعتراض کر کے میرے لئے دو سطریں اور آپ کے لیے تین گھنٹے۔ مگر اس بات کی طرف خیال نہیں کہ سوال ہمیشہ دو تین سطر میں آسکتا ہے مگر جواب جواب دینے والے کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے۔ وہ اپنے علم کے مطابق جتنا وقت چاہے مقرر کرے۔ کیا اگر کوئی شخص سوال کرے کہ "مجھے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے دلائل اور حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے ہونے کے ثبوت مطلوب ہیں" اور پھر کہے کہ مجھے اتنی مدت میں ہی جواب مطلوب ہے جتنے میں میں نے لکھا ہے تو کیا کوئی اس کی تسلی کر سکتا ہے اب دیکھئے کہ یہ سوال صرف ایک سطر میں آیا ہے۔ مگر اس کے جواب میں ۵۰۰ صفحے کی ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ۔ پس یہ دستہ عمری نہیں۔ بلکہ سراسر منصفانہ تقسیم ہے بشرطیکہ انصاف سے دیکھا جائے۔ اگر کوئی تحقیق حق کے لیے آئے تو اسکے لیے یہی وقت کافی ہے کیونکہ وہ اپنے شبہات ایک غیر محدود عرصہ تک کر سکتا تھا جب تک کہ حق نہ کھلے مگر مولوی مذکور تحقیق کے لئے گیا ہوتا۔ تو اس بات کو مانتا بھی وہ تو تکذیب کے لیے گیا تھا جیسا کہ خود اسکے ایک شاگرد کا اقرار مسطور ہے کہ مولوی صاحب تو آپ کی تکذیب کو آئے ہیں" ذرا خیال فرماؤ کہ میں اپنی دو تین سطریں مجمع میں کھڑے ہو کر سناؤنگا سے آپ کی کیا مراد ہے کیا صرف یہی نہیں کہ حضرت مرزا صاحب قسم کھاتے ہیں میں آپ کی کوئی بات زبانی نہیں سنونگا۔ اسلیئے یہ شرط کر دی تاکہ بظاہر معلوم ہو

کہ شناء اللہ نے یہ شرطیں قبول کر لیں اور باطن میں سمجھنے والے خوب سمجھتے ہیں کہ ان شرطوں کے قبول کرنے سے انکار ہے بھلا اس بندہ خدا سے کوئی پوچھے کہ جب حضرت مسیح موعود آپ کی لکھی ہوئی سطریں پڑھ کر سنا دینے کا اقرار کرتے ہیں تو پھر خود آپ کے اپنی زبان سے پڑھکر سنانے سے سوائے اسکے کیا مطلب ہے کہ کسی طرح یہ موقعہ مل جائے تا اگر کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ پر اتمام حجت ہو جائے اور میرے تمام شبہات رد کر دیئے جائیں اور پھر میں ساکت رہ جاؤں اور جو آپ ہر گھنٹے کے بعد پانچ منٹ رائے دینے کی شرط لگاتے ہیں کیا وہ تلکبر نہیں سا پیش کر سکتے تھے مطلب صرف یہ تھا کہ میں زبانی بولوں اور پھر حضرت مرزا صاحب اگر مجلس کا انتقاد منظور کریں تو میں کہدوں کہ اچھی قسم پر نہیں رہے اور اگر منظور نہ کریں جب معاہدہ ہی، تو بھی میں مشہور کر دوں کہ مرزا صاحب نے انکار کر دیا خیر ہم ایسی باتوں کو خوب سمجھتے ہیں اور ان ابلہ فریبیوں میں نہیں آتے اور نہ آ سکتے پھر اپنی طرف سے افترا کر دیا ہے کہ مرزا صاحب کو مجمع عام ناپسند ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے جس عبارت کا حوالہ دیا گیا وہ یہ ہے "کہ ہرگز نہیں ہوگا عوام کالانعام کے روبرو آپ وعظ کی طرح لمبی گفتگو شروع کر دیں بلکہ اس فقرے سے تو زبانی گفتگو کی ممانعت ہے نہ کہ مجمع عام کی وہ تو صاف لکھ رہے ہیں یہ بھی منظور نہیں فرماتے ہیں کہ جلسہ محدود ہو جبکہ فرماتے ہیں کل قادیان وغیرہ کے اہل الرائے مجتمع ہوں حضرت مرزا صاحب تو تحقیق کے لیئے بلائیں کہ طالبان حق کیطرح حق دریافت کرو مگر آپ اسکو مناظرہ کے معنے میں لیتے ہیں تا کہ جلد کہیں دو ہاتھ کرنے کا موقعہ ملے مگر یہ تو فرمایئے کہ کیا اس طریقہ سے جو حضرت حجۃ اللہ نے تحریر فرمایا تحقیق نہیں ہو سکتی کہ اس طرح پیشگوئیوں کی پڑتال اور شبہات کا رد نہیں ہو سکتا جب ایک طریقہ امن سے زیادہ قریب ہے اور اس میں طرفین میں سے

کسی کی حق تلفی نہیں۔ بلکہ اس طرز سے ایک فریق کو قسم توڑنے کی مشکلات بھی پیش
نہیں آتیں تو پھر اس سے انکار کی آپ کو کیا ضرورت ہے سوائے اس کے کہ
پیشگوئیوں کی تحقیق کا موقعہ ہی پیش آئے۔ حضرت صاحب کا صمٌّ بکمٌ لکھنا کہ آپ
اس طرح بیٹھے رہیں۔ جیسے صم بکم صرف محاورے کے لحاظ سے ہے کیا تم لوگوں
کو یاد نہیں کہ بعض دفعہ ایک شخص اپنے خادم کو کوئی چیز ضائع کرنے پر کہہ دیتا ہو
اندھے۔ تو کیا اس سے یہ مراد ہوتی ہو کہ وہ واقعی اندھا ہے مطلب تو صرف
یہ ہے کہ چپ چاپ بیٹھے رہیں زبان سے کچھ نہ بولیں تا کہ گفتگو مباحثہ کے رنگ
میں نہ آجائے۔ اس طرح بیٹھیں جیسے ایک بہرا گونگا کسی مجلس میں خاموش بیٹھا
ہے۔ نہ یہ غیر ہے۔ تو کیا واقعی اسوقت زید کی درندوں کی طرح دُم بھی ہوتی ہے اور
چھار کھانیوالے ناخن اور یہ کہنا کہ پیشگوئیوں کے جھوٹا ہونے پر اتنے روپے
دیئے جائینگے۔ اور وہ روپے مریدوں سے بھی وصول ہو سکتے ہیں اور اسپر یہ اعتراض
کرکیا پیشگوئیوں کے جھوٹا نکلنے پر مرزا آپ کو روپیہ دینگے۔ محض تمسخر کے طور پر ہو
اس عبارت سے تو ایک پیشگوئی نکلتی ہے کہ حضرت اقدس کو اپنی صداقت پر
اسقدر یقین ہے کہ یہ بات ممکن ہی نہیں تھی۔ کہ کوئی پیشگوئیوں کو غلط ثابت کرنے
میں کامیاب ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ایسا ہی ہوگا۔ معیار الاخیار کا پیش کرنا کہ
اس میں علماء کو احقاق حق کے لیے بلایا ہے۔ مساعدہ انجام آتھم کے مخالف
نہیں کیونکہ اس میں آپ نے صرف یہی لکھا کہ مجھ سے تسلی کر لیں" قرآن و حدیث
کے رو سے۔ عقل کے رو سے سماوی تائیدات کے رو سے پس اگر میں ان تینوں
طوروں سے ان کی تسلی نہ کر سکا۔ تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں کاذب ٹھہروں گا۔"
اور تسلی اس طرز میں بھی ہو سکتی ہے کہ مخالف طالب حق بنکر اپنا شبہات لکھ کر
پیش کرتا جائے اور حضرت حجۃ اللہ اسکا جواب دیتے جائیں۔ لکھنے کو تو اس اشتہار

کاحوالہ دیدیا۔ مگر یہ کوئی نہیں بتاسکا۔ کہ آخر علماء کیوں نہیں آئے۔ اور ان کو مجلس منعقد کرنے سے کونسا امر مانع ہوا۔ جلسہ ندوۃ العلماء کے وقت اگر کسی نے بڑا بھی توشتے کہ بعد از جنگ یاد آید کا مصداق ہے پہلے کہاں تھے کیا سوئے ہوئے تھے اور نیز وہ مباحثہ کی درخواست تھی جو کسی طرح بھی منظور نہ ہوسکتی تھی اسی جلسہ میں فاضل امروہی وغیرہ بزرگان ملت موجود تھے اور مخالفین کو بذریعہ رجسٹری اپنے آنے کی اطلاع بھی دے چکے تھے۔ ان سے کیوں فیصلہ نہ کرلیا۔ علماء ایسے ہونے چاہیئے تھے جو تمام اہل اسلام میں معتبر اور مستند ہوں۔ یہ تو نہیں کہ ادہر اودھر کے چند آدمی نوٹس دیدیں۔ اسی اعجاز احمدی میں دوسرے دو نشان یہ تھے کہ اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق کے پہلے مرجائے۔ تو وہ ضرور پہلے مرینگے۔ سو اس چیلنج پر مولوی ثناء اللہ مستعد نہیں ہوئے خود ان کو بھی ایسا کرنے میں پس و پیش ہے ماتدری نفس بای ارض تموت کو پیش کرتے ہیں مگر یہاں کسی خاص زمین میں مرنیکا ذکر نہیں یہاں تو کاذب وصادق کی تمیز کا ذکر ہے کیا آنحضرت صلعم نے عیسائیوں کے ساتھ مباہلہ نہیں کیا تھا۔ اور کیا آپ کو وعا پر یقین نہیں کیا اسباب پر ایمان نہیں کہ اللہ کافروں کے مقابل میں ایماندارون کی مدد ضرور کیا کرتا ہے کیا اللہ تعالے عمر کے گھٹانے بڑہانے پر قادر نہیں بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس مقصد کی قرآنی آیات بھول گئے تخرج الصدور کا الہام ہوئے بھی اس کارروائی کا شروع ہوجانا نشان نہیں تو اور کیا ہے صدور سے مراد صرف بڑی عمر کے تو نہیں بلکہ ان سے مراد ہے جن کو قوم میں بڑی وجاہت حاصل ہے اور وہ صدر سمجھے جاتے ہوں۔ قادیان جانے کا اثر جو کچھ مریدین یا دوسرے اہل اسلام پر ہوا وہ سب کو معلوم ہے کیا کوئی مرید بیعت سے نکل گیا۔ یا آئندہ کے لیئے سلسلہ

دین غربا کا ہے

مدرسہ احمدیہ کے متعلق ایک پچھلے رسالے میں میں نے تحریک کی تھی۔ اور احمدی احباب کو اسکی غریب حالت کی طرف متوجہ کیا تھا لیکن افسوس ہے کہ اسکی آواز کا جواب بہت ہی کم لوگوں نے دیا سینکڑوں نے ہی اس مضمون کو پڑھا ہوگا کیونکہ وہ نہ صرف تشحیذ بلکہ بدر اور الحکم میں بھی شائع ہوا تھا لیکن ان سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں میں سے صرف پانچ یا چھ نے لبیک کی خوش کن آواز سے مجھے مسرور کیا اور باقیوں کی طرف سے ایک ایسی خاموشی رہی ہے کہ شک ہوتا ہے کہ وہ مضمون کسی کی نظر ہی نہیں پڑا۔ سب سے زیادہ جوش سے اس تحریک میں حصہ لینے والے میاں حشمت اللہ طالب علم میڈیکل سکول لاہور ہیں جنہوں نے اپنے بھائیوں میں پر از تحریک کر کے تین لڑکوں کے بھجوانیکا وعدہ کیا ہے۔ اسکے بعد میاں عبد الحمید ہیں جنکا گزارہ بہت قلیل ہے اور ایک ٹھیکیدار کے ملازم ہیں کہ جنکی ملازمت ہر وقت معرض خطر میں ہے لیکن پھر بھی وہ دین کی خدمت کے جوش میں اپنے پیٹ کی تکلیف بھی گوارا کر کے اپنے لڑکے کو مدرسہ احمدیہ میں داخل کرانا چاہتے ہیں۔ بعد ازاں میاں فقیر علی صاحب ہیں جنہوں نے اس اعلان کو پڑھکر خود اپنے لڑکے کی نسبت مجھ سے خط و کتابت شروع کی پھر میاں یعقوب خان ڈسپنسری اسسٹنٹ ہیں جو وعدہ کرتے ہیں کہ امتحان دلاتے ہی وہ اپنے لڑکے کو یہاں تعلیم کیلئے بھیج دینگے اور سب سے آخر جو خط ملا ہے اور جسے دین درجہ میں آخر نہیں سمجھتا وہ مکرمی صادق حسین صاحب صادق مختار عدالت اٹاوہ کا ہے جو کہ اپنے چھوٹے لڑکے کو مدرسہ احمدیہ میں داخل کرنیکا ارادہ ظاہر کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے دل بہت دین ہی پر لگے نظر آتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلام کی خدمت کے شوق میں انکو یورپ کی دلفریبیوں پر نظر کرنیکا موقعہ ہی نہیں ملتا گویا عشق

کو یک دیا ہے جو انکے سینوں میں جل رہا ہے اور یہی لوگ ہیں کہ جنکی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے
ابشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ۔ انکے پیچھے ہر شخص ایک ارادہ ان کا ظاہر ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو
دین کے مقابل میں دنیا کی کچھ پرواہ نہیں لیکن کیا اسوجہ انکے اخلاص کے خدا تعالیٰ بھی ان کو ضائع
کریگا اور وہ ذلیل و خوار ہوکر دن بسر کریں گے نہیں جو ایسا خیال کرتا ہے وہ خدا پر ایمان نہیں اور اسکا
دل ایسا تاریک ہوگیا ہے کہ نور ابھی اس میں داخل ہی نہیں ہوسکتا کیونکہ اسنے خدا پر بدگمانی کی اور
اسکی بات کا انکار کیا خدا تعالیٰ کسی کے اخلاص کو ضائع نہیں کرتا اگر انھوں نے اخلاص سے اپنی
اولاد کو اس مدرسہ میں داخل کرنیکا ارادہ کیا ہے تو میں یقین رکھتا ہوں کہ ایسا ہی ہوگا جو خدا تعالیٰ نے
انکی اولاد میں وہ برکت دیگا جسکا اندازہ لگانا انسانی طاقتوں کو بعید ہے اور وہ دن میری آنکھوں کے
سامنے پھر رہے ہیں جب ملکوں کروڑوں انسان انپر درود بھیجیں گے اور بادشاہ انکے لباس کی
عزت کرینگے یہ حق فرمانا ہے شروع ہوا اور فرماتے ہیں میں بیگانگی ہوئی وجہ خدا کی نظر میں ہو نہ دنیا
کی نظر میں گر جائے اور وہ جو خدا کی نظر میں بزرگ ہوں تو دنیا انہیں میں کو ڈھونڈتے ہوں گے اس کو
انکار نہیں ہوسکتا کہ ایسے لوگ بھی ہیں اور عزیز ہیں کہ جنکے گھروں میں صرف دین کی دولت ہے
بلکہ خدا نے دنیا کی بزرگی بھی انہیں عنایت کی ہو لیکن یہ لوگ بہت کم ہیں۔

آخر میں میں اپنے دوسرے احباب کو پھر اس طرف متوجہ کرتا ہوں جنکو خدا نے متعدد لڑکے دے
ہیں اور وہ انکی تعلیم کا خرچ بھی برداشت کر سکتے ہیں اپنا اپنا ایک لڑکا مدرسہ احمدیہ میں تعلیم پانیکے لئے
ارسال کریں اور دین کو دنیا پر مقدم کریں انشاء اللہ وہ کبھی بہت بھوکے نہ رہیں گے اگر انگریزی پڑھنے سے ہی کچھ
عزت و دولت انکو نظر آتے ہیں ایک تو وہ کرشمہ خدا نے قائم کیا اور ایک وہ جس کی دنیا کے لاکھوں
نے نہایت عزت کی لیکن وہ دونوں سلسلوں کے بانی ہی ہیں جو قطعاً انگریزی نہیں جانتے تھے حضرت مسیح موعود
کی نسبت تو ہر ایک احمدی کو علم ہوگا کہ آپ انگریزی سے ناواقف تھے لیکن سید احمد خان جو کہ
یورپ کی تقلید میں سب سے بڑھ کر تھے انھوں نے بھی انگریزی تعلیم نہیں پائی تھی پس کیا انگریزوں
کی نظر میں معمولی ایم۔ اے بی۔ اے سرسید احمد خان کی نسبت زیادہ معزز ہیں یا احمدی کے ایمان میں

اللہ تعالیٰ بڑا رحیم ہے

چونکہ طاعون اس سال پھر بڑے زور سے بڑھ رہی ہے۔ اور ہر ہفتہ ترقی پر ہے اور اس کی بڑھتی ہوئی رفتار دیکھکر خوف معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب موسم کے شروع میں یہ حال ہے تو نہ معلوم اور چند دنوں کو کیا حال ہوگا۔ پس میں اپنے احباب کو سخت تاکید کرتا ہوں کہ ابھی سے دعاؤں میں لگ جائیں۔ اور صدقہ و خیرات کریں تا کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ صدقہ کا حکم یہ ہے کہ اوّل اپنے عزیز و اقارب کو دیا جائے اور پھر ہمسایوں اور پڑوسیوں کو اور پھر عام طور سے غرباء یا مساکین کو اور ہر ایک شخص پر اسی قدر صدقہ ہے جتنی کہ اسکی حیثیت ہو۔ چونکہ یہاں بھی غربا مہاجرین بہت رہتے ہیں اسلیئے جو صاحب مناسب سمجھیں یہاں بھیجدیں صدقہ میں زیادہ تر مناسب کھانا کھلانا اور قربانی ہے اور سنت سے انکو ترجیح معلوم ہوتی ہے لیکن ساتھ اسکے یاد رکھو کہ لن ینال اللہ لحومھا ولا دماء ھا ولکن ینالہ التقوی منکم۔ پس صرف قربانیوں اور مساکین کو کھانا کھلانے سے کچھ کام نہیں بنتا جب تک اپنے نفوس کو پاک نہ کرو اور طرح طرح کے مخفی در مخفی گند جو دلوں میں پوشیدہ ہوتے ہیں انہیں نکال نہ دو موت کا کچھ اعتبار نہیں پس کیا معلوم کہ کب اور کس وقت اس مالک حقیقی کی طرف سے پیغام اجل آجائے۔ اسلیئے جیسے وہ انسان کہ جس کو ہر وقت امید لگی رہتی ہو کہ بادشاہ وقت مجھے نہ معلوم کب بلالے اپنے لباس کو صاف اور ستھرا رکھتا ہے۔ اپنے روحانی لباس کو پاک رکھو اور ہر قسم کے گناہوں کی

آلودگی سے بچاؤ تا خدا تعالیٰ کے حضور شرمندگی نصیب نہ ہو اور اگر کچھ غلطی ہو بھی جائے تو اللہ تعالیٰ رحیم کریم ہے اس غلطی کے گندے اثر کو آنسوؤں کے پانی سے دھو ڈالو۔ تقویٰ کرو مگر اس کے سوا کوئی اور راہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا نہیں سچائی کو اختیار کرو کہ یہی کامیابی کی راہ ہے۔ اتفاق کے رشتے کو مضبوط پکڑو کہ یہی فیض عام کو حاصل کرنے کیلئے بندے اور خدا میں ایک واسطہ کا کام دیتا ہے تسبیح و تحمید میں لگے رہو کہ اپنے امام کی بزرگی بیان کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کبھی ہلاک نہیں کرتا۔ ہر دم اللہ تعالیٰ کے غضب سے خائف رہو اور شیخی اور تکبر میں نہ آؤ کہ اللہ تعالیٰ بے پرواہ بھی بڑا ہے مگر ساتھ ہی اسکا رحم بھی بڑا وسیع ہے۔ جب یونس کی قوم کو جو نبی کی منکر ہو چکی تھی۔ ان کی زاری کے وقت بچا لیا۔ تو تم تو امام من اللہ کے ماننے والے ہو۔ تمہاری وہ کیوں نہ سنیگا۔ سنیگا اور ضرور سنے گا۔ کیونکہ وہ خود ہی فرماتا ہے فاذا سألك عبادي عني فاني قريب اجيب دعوة الداع اذا دعان۔ یعنے جب میرے بندے میری نسبت سوال کریں تو کہو کہ میں قریب ہوں۔ اور پکارنیوالے کی پکار کا جب وہ مجھے پکارتا ہے جواب دیتا ہوں پس اگر نیک بنے رہو ایسا نہ ہو کہ ہم میں سے کمزوروں کی کمزوری کے سبب ساری جماعت پر کوئی الزام آئے اللہ تعالیٰ کے آگے چلانیوالے کبھی نامراد نہیں ہوتے پس دعا کرو۔ دعا کرو۔ دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ بڑا رحیم ہے۔ (خاکسار مرزا محمود احمد)

یادِ حبیب

(۱) اے شوخ زناتواں چہ جوئی
ازخستہ ونیم جاں چہ جوئی

(۲) رفتیم وفنا شدیم و مُردیم
ازجمع شدگاں نشاں چہ جوئی

(۳) یاراست قریب تر زجاں ہم
اے ابلہ تو از بتاں چہ جوئی

(۴) پیراں نہ کنند توبہ از عشق
اے محتسب از جواں چہ جوئی

(۵) دنیائے دنی است چند روزہ
زوراحت جاوداں چہ جوئی

(۶) زینجا بشتاب آ تہی دست
ازمزبلہ ارمغاں چہ جوئی

(۷) تیرش زکسے خطانہ کردست
ازناوک او ... اماں چہ جوئی

(۸) برکاخ ملک ترا بخوانند
ازخاروخس آشیاں چہ جوئی

(۹) فرخ دریار را فرا گیر
پیرامن ... ایں وآں چہ جوئی

رسیدات زر بابت ماہ جنوری و فروری سنہ ۱۹۱۱ء

(بابت جنوری)

جناب بابو شیخ محمد صاحب عیدی آزاد
جناب عبد اللہ صاحب بابو ...
جناب احمد امین صاحب ...
جناب قاضی عبد اللہ صاحب ...
جناب ماسٹر سکندر علی صاحب
جناب منشی محمد یاسین صاحب
جناب فضل دین صاحب
جناب صاحبزادہ صاحب ... بشیر الدین محمود احمد
جناب محمد ... خان صاحب ڈپٹی پوسٹ ماسٹر
جناب غلام حسین صاحب
جناب پیر ... علی صاحب
... جناب سید ... حسن صاحب
جناب احمد امین صاحب ...
جناب محمد امین صاحب ...
جناب ... خان صاحب
جناب ... صاحب
جناب یوسف علی صاحب
جناب خلیفہ ... حسین صاحب

بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۱۱ء

جناب منشی محمد ... حسین صاحب

جناب منشی ... اللہ صاحب پٹواری ...
جناب عبد الحکیم صاحب ...
مولوی رحیم بخش صاحب
... جماعت ... منشی برکت علی صاحب ...
مولوی محمد اسماعیل صاحب
جناب علی اکبر شاہ
جناب غلام حسین صاحب پٹواری
جناب شیخ عبد اللہ صاحب سیالکوٹ
جناب رحمت اللہ صاحب ...
جناب سید محمد حسین صاحب
منشی ... خان صاحب ...
جناب منشی احمد امین صاحب
جناب شیخ نیاز احمد صاحب
جناب حافظ غلام رسول صاحب
جناب میاں غلام محمد صاحب
جناب محمد ابراہیم صاحب
جناب بابو روشن دین صاحب
جناب حکیم محمد حسین صاحب

(باقی آئندہ)

قیمت سالانہ عوام سے دو روپے (عہ) طلباء سے ایک روپیہ (عہ) غیر ممالک والوں سے (ع۲)

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

نمبر ۳ بابت ماہ مارچ ۱۹۱۱ء جلد ۶

فہرست مضامین

باہتمام چوہدری عبدالسلام صاحب مینیجر قادیان سے ہر انگریزی مہینے کی آخری تاریخ کو شائع ہوتا ہے

اصلی ممیرا اور ممیرے کا سرمہ و ست سلاجیت

اصلی ممیرے اور ممیرے کے سرمہ کا اعلان عرصہ سے شائع ہو رہا ہے اس اشتہار میں بہت سے
لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نورالدین صاحب مدظلہ العالی
کے مجربہ نسخہ کے مطابق تیار کیا جاتا ہے اور اصلی ممیرا جسکو خود حضرت نے اس سرمہ کے متعلق تصدیق
کی ہے ملایا جاتا ہے حضرت نے اس سرمہ کے متعلق خود فرمایا کہ بہت امراض چشم کیلئے مفید ہے
اس شہادت کے بعد ہم کو کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں کیونکہ کسی اکابر بزرگ کا نام [illegible] حیثیت اور
تجربہ سے بھی [illegible] مفید ہونے کی شہادت دیتا ہے یہ سرمہ [illegible] جاتا
[illegible] سرخی ابتدائی موتیابند وغیرہ امراض چشم کے لئے بہت مفید ہے قیمت سرمہ
قسم اول [illegible] قسم دوم [illegible] قسم سوم [illegible] اصلی ممیرا قسم اول [illegible] دوم [illegible] ترکیب استعمال - یہ ممیرا پتھر پر
گھس کر آنکھوں میں لگایا کریں - یہ ممیرا خاصکر گرمی وغیرہ کے موسم میں [illegible] مفید ہے

ست سلاجیت (اصل [illegible])

[illegible] مقوی [illegible] دافع [illegible] بواسیر [illegible] رنگ [illegible]
[illegible] کرم [illegible] سنگ گردہ و مثانہ و [illegible] سیلان
[illegible] وغیرہ بہت مفید ہے [illegible] کے ساتھ استعمال
فرماویں قیمت فی تولہ ۱۲

لنگیاں اور کلاہ

ہر قسم کی لنگیاں [illegible] پشاوری [illegible] سیاہ اور سفید [illegible] ریشمی اور سوتی [illegible]
سفید [illegible] پشاوری ٹوپیاں [illegible] کی پشاوری جوتیاں ہر قسم کی [illegible] سکتی ہیں

المشتہر - احمد نور کابلی مہاجر سوداگر قادیان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

شناختِ مذہب

اس دنیا دار الابتلا میں سینکڑوں اور ہزاروں ہی مذاہب ہیں جن کا ماسوائے اسلام کے اگرچہ خود تو دعویٰ نہیں کہ وہ کامل ہدایت کے ذمہ دار ہیں۔ مگر ان کے پیرو معتقد پیران نمی پرند مریداں می پرانند اپنے اپنے مذہب کی تعریف میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مبالغہ آمیز دعاوی کے طومار لگا رہے ہیں۔ لیکن محققانہ نظر سے اگر دیکھا جائے تو ان مبالغوں کی ذرا بھی حقیقت نہیں ہوتی۔ یونہی اپنے مذہب کو خوبصورت دکھانے کے لیے ان ملمع سازیوں سے کام لیا جاتا ہے ان مریدوں نے مذہب اس بات کو سبب کیا ہے کہ دوسروں کے مذہب پر بے بنیاد اور بے حقیقت اعتراضات جڑے جاویں اور اپنے مذہب کی تعریف میں ہر ایک قسم کا غلو کر کے پبلک کو دھوکہ دیا جائے۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اصولوں کو چھوڑ کر جزئیات کی تفتیش شروع کر دیتے ہیں جس سے عوام پر ایک بات مشتبہ رہتی ہے اور کسی طرح سے انکے دلوں کو تسلی اور یقین حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ یاد رہے کہ مذہب کا تعلق کسی خاص گروہ سے ہی نہیں بلکہ عام لوگوں کے ساتھ ہے لہٰذا شناختِ مذہب کے لیے بھی ایسے ہی اصول ہونے چاہئیں۔ جو عام فہم ہوں پیشتر اس کے کہ میں ان اصولوں کو ذیل میں بیان کروں۔ ناظرین کی سہولت کے لیے یہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ انسانی زندگی کا مدعا کیا ہے۔ کیونکہ کسی مذہب کی سچائی کی شناخت کا سارا دارومدار صرف اسبات

ناظرین! مضمون ذیل کو نہایت غور سے پڑھیں

پر ہے کہ آیا وہ مذہب اس مدعا کو کس حد تک پورا کرتا ہے کہ نہیں اگر وہ مذہب اس مدعا کو ہر رنگ اور ہر پیرایہ میں پورا کرتا ہے تو یقیناً سمجھو کہ وہ مذہب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے ورنہ نہیں پس انسانی زندگی کا مدعا جیسا کہ قانون قدرت سے معلوم ہوتا ہے ایک بالاتر اور غیب در غیب ہستی کی فرمانبرداری ہے کیونکہ ہم منظر قدرت میں دیکھتے ہیں کہ تمام موجودات اپنے سے اعلیٰ ہستی یعنی ایک انسان کی خاطر اپنے اپنے دائرے میں اپنے اپنے فرائض کو پورا کر رہے ہیں۔ اس سلسلۂ قدرت پر غور کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسانی وجود کا انتہائی مدعا اپنے سے اعلیٰ ہستی یعنی خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری ہونی چاہیئے۔

اور قرآن شریف اس مدعا کو بایں الفاظ بیان کرتا ہے وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون یعنی جن اور انس کو میں نے اسلیئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ عبادت کے معنے تخلقوا باخلاق اللہ کے ہیں یعنی خدا تعالیٰ کے اخلاق کے مطابق اپنے اخلاق کو بنانا جسکو دوسرے الفاظ میں صبغۃ اللہ کہتے ہیں یعنی خدا تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہو جانا یہی عبادت کا اصل مفہوم ہے اور یہی انسانی زندگی کا حقیقی مدعا ہے عقل بھی اس بات کو ماننے کے لیئے ہر طرح سے تیار ہے کیونکہ انسان خدا تعالیٰ جیسے اخلاق و اوصاف کے ساتھ ہی اپنے فرائض منصبی یعنی حقوق نفس اور حقوق عباد کو کماینبغی پورا ادا کرسکتا ہے جس شخص کے اخلاق و اوصاف خدا تعالیٰ کے اخلاق و اوصاف کی مانند نہیں ہیں وہ ہرگز خدا اور اپنے نفس کے حقوق کو پورے طور سے ادا نہیں کر سکتا۔ اس لیئے انسانی زندگی کا اصل اور اول مدعا عبادت اللہ ہی ٹھہرا ہے پس سب سے اول اور ضروری اصول کسی مذہب کی شناخت کے لیئے یہ ہوگا کہ اس مذہب میں خدا تعالیٰ کی نسبت کیا تعلیم ہے یعنی وہ خدا تعالیٰ کی توحید و تفرید۔ اس کی

قدرت وعظمت اس کے علم اور فضل اور اس کی ستاری اور رحمت اور دیگر صفات
الوہیت کے متعلق کیا بیان کرتا ہے کیونکہ اگر کوئی مذہب اللہ تعالیٰ کے اوصاف
حمیدہ اور کمالات عظیمہ اور اس کے حسن و احسان کا ہو بہو نقشہ نہیں کھینچتا۔ اور
اپنے پیرو کو ایک کامل معرفت نہیں بخشتا تو یقیناً سمجھو کہ وہ انسانی رشتہ کو
بھی خداتعالیٰ کے ساتھ ہرگز محکم نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی وہ دعا کو پورا کر سکتا ہے
کیونکہ ناقص علم ناقص ہدایت کا اور کامل علم کامل ہدایت کا رہنما ہے پس علاوہ
کہ جو مذہب خداتعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک نہیں قرار دیتا اور ماسوا اللہ کو اس
کے برابر ٹھہراتا یا انکی پرستش سے اپنے پیرو کو منع نہیں کرتا ہے وہ مذہب
خداتعالیٰ کی حقیقی عزت اور عظمت دلوں میں ہرگز ہرگز قائم نہیں کر سکتا جو مذہب
قادر مطلق خدا کی قدرت کو ناقص خیال کرتا ہے اور جہانتک امکان قدرت ہے
وہاں تک اسکی قدرت کے سلسلہ کو نہیں پہنچاتا وہ ہرگز ہرگز کامل ہدایت نہیں
دے سکتا کیونکہ کامل ہدایت کا دارومدار اس بات پر ہے کہ خداتعالیٰ کی وسیع قدرتوں
پر ایمان لایا جائے جو مذہب علیم و حکیم خدا کے علم اور حکمت کو ناقص خیال کرتا ہو
وہ اپنے پیرو کو بدی کے زہریلے اثر سے ہرگز ہرگز پاک و مطہر نہیں کر سکتا جو
مذہب خداتعالیٰ کے سزا اور رحمت کے قانون میں افراط و تفریط کی راہ لیتا ہے
یا اس کی رحمت عامہ کے برخلاف کسی خاص قوم سے خداتعالیٰ کے تعلق اور
روحانی نعمت کے وسایل کو مخصوص رکھتا ہے وہ مذہب نہ ہی خداتعالیٰ کی
طرف سے ہے اور نہ ہی عاجز بندے کا تعلق اس عظیم الشان محسن سے قائم کر سکتا
ہے۔ خداتعالیٰ کے اخلاق و اوصاف حمیدہ اس کی قدرتوں عظمتوں اسکی رحمتوں
اور بخششوں کے متعلق وہ مذہب کیا تعلیم دیتا ہو

دوسرا اصول یہ ہے کہ دیکھا جاوے کہ وہ مذہب انسانی نفس اور اس کے

چال چلن کے متعلق کیا تعلیم دیتا ہے کیا وہ کوئی ایسی تعلیم تو نہیں دیتا جو انسانی حقوق کے باہمی رشتے کو توڑتی ہے اور اسکو حیا و شرم کے برخلاف دیوثی کی طرف کھینچتی ہے اور یا کوئی ایسی تعلیم تو نہیں جو اللہ تعالیٰ کے قانون قدرت کے مخالف اور مباین پڑی ہو جس کی پابندی غیر ممکن اور منتج خطرات ہو۔ اور یا اسکی پیش کردہ تعلیم میں ایسی فروگذاشتیں ہوں جن کیوجہ سے قسم قسم کے مفاسد کا سد باب نہ ہو سکتا ہو۔ اگر ایسا ہے تو وہ مذہب کبھی خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ مذہب حقوق نفس اور حقوق عبادت کو قائم رکھتا ہے اور ایسے احکام سکھلاتا ہے کہ جو خدا تعالیٰ کو عظیم الشان محسن قرار دیکر بندہ کا رشتہ محبت اس سے مضبوط کرتے ہیں ایسا مذہب یقیناً سمجھو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

تیسرا اصول شناخت مذہب کے لیے یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ آیا اس مذہب میں خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور رحمتوں کے زندہ آثار موجود ہیں۔ یا وہ ایک فرضی خدا اپنے پیروؤں کے سامنے پیش کرتا ہے جو محض قصّوں اور کہانیوں کے سہارے پر کھڑا ہے۔ زندہ مذہب وہ ہے جس میں زندہ خدا اپنے فوق العادت نشانات دکھلا کر اپنی ہستی کا آپ ثبوت دیتا ہے نہ یہ کہ وہ اپنی ہستی کے لیے خود مذہب کا محتاج ہو مردہ مذہب کبھی بھی زندگی کے آثار نہیں دکھا سکتا۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے پس جو مذہب اپنا تازہ بتازہ پھل نہیں دیتا یقیناً سمجھو کہ وہ مردہ مذہب ہے۔ اس اصول کو مدّ نظر رکھکر اپنے چاروں طرف نظر دوڑاؤ اور دیکھو کہ کونسا مذہب ہے جس کی پیروی کرنے والے اپنے حقیقی محبوب کے تئے رہے اور ایک دنیا کو مقابل پر بلا کر اس زندہ خدا کی قدرتوں کا جلوہ دکھاتے رہے۔

الغرض یہ تین اصول ایسے ہیں جن سے ہر کوئی حقیقی مذہب کی بآسانی

شناخت کر سکتا ہے پس مسیحی صاحبان اور آریہ صاحبان کو خصوصاً واضح رہے کہ جن باتوں کو وہ مذہب سمجھ رہے ہیں وہ باتیں ہرگز ہرگز مذہب نہیں کہلا سکتیں میں انکو با ادب عرض کرتا ہوں کہ ان تینوں اصولوں کے ماتحت انکی الہامی کتابیں اگر کچھ دعاوی کرتی ہیں اور پھر ان دعاوی کا زندہ ثبوت بھی ساتھ رکھتی ہیں تو آشنا وصف ہیں ورنہ خدا تعالیٰ سے دور ہیں اور اسلام پر جو مفتریات اور اعتراضات کے انبار باندھ رہے ہیں ان سے باز آئیں ہم انشاء اللہ تعالیٰ انہی اصولوں کے ماتحت قرآن کریم کی طرف سے دیگر مذاہب کو چیلنج پیش کرینگے جس کے جواب میں یہ لوگ مبالغہ آمیز تاویلات کی فرصت نہیں۔ کیونکہ انکی حیثیت بخوبی خوب جانتی ہے۔ (سید ولی اللہ شاہ سمنت ایڈیٹر)

یہود کے حالات

(۱) قولہ تعالیٰ۔ وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ (سورۃ بقرہ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قبل از ظہور حضرت نبی کریم یہود اور نصاریٰ کو جناب نبی کریم کا انتظار تھا۔ اور لوگوں پر آپ کی بشارتیں ظاہر کرتے تھے۔ مگر جب آپ کی ذات پاک نے ظہور کیا تو صاف انکار کر گئے اور طرح طرح کی تحریفیں کر لے گئے حتیٰ کہ تا حال انکار پر بیٹھے ہیں۔ اور اپنے خیال میں منتظر خاتم نبی کے ہیں۔

(۲) باعث انکار کیا تھا۔ وہ یہ کہ وہ سمجھتے تھے کہ خاتم نبی بنی اسرائیل سے ہوگا اور تا حال انکا یہی خیال ہے حالانکہ انکا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ قولہ تعالیٰ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا۔ قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ۔ سورہ بقرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حضرت ابراہیم

سے تھا جو کہ انکو انکی اولاد کے حق میں بھی دیا گیا تھا اور جو صالح اولاد کی شرط پر تھا دویم قولہ تعالیٰ واللہ یختص برحمتہ من یشآء واللہ ذو الفضل العظیم سورہ بقر۔ ترجمہ اور اللہ خاص کرلیتا ہے ساتھ رحمت اپنی کے جس کو چاہتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اب اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ متذکرہ صدر واقعات پر ہم نے یہود و نصاریٰ کو منکر حضرت نبی کریم تسلیم کرلیا ہے۔ گر اس میں ایک تدبر کرنیوالے مسلمان کو ضرور سمجھ آجائیگا کہ ایسے واقعات کے اظہار کا حضرت نبی کریم پر باعث کیا تھا میرے نزدیک اس کے دو باعث تھے۔ اول تو یہود و نصاریٰ کو انکے حالات سے اطلاع دینا تھا دوسرے ہم مسلمانان کے لیے یادداشت چھوڑی تھی۔ کہ مسلمان بھی ایک وقت پر مثیل یہود ہوجائینگے اگر میرا یہ خیال غلط ہے تو تردید کرو ورنہ تدبر سے کام لو۔

تدبر اب اس میں یہ ہے کہ ہم مسلمانان بھی عرصہ سے حضرت امام مہدی مسعود علیہ السلام کے منتظر تھے مگر جب آپ کی ذات پاک نے ظہور فرمایا۔ تو سوائے چند کے باقیوں نے صاف انکار کیا اور طرح طرح کی تحویلیں کیں اور بہت سا مال انکو ریمیں میں اسکا باعث کیا ہے کہ وہ خیالات جو یہود و نصاریٰ دل میں ٹھانے بیٹھے ہیں کہ حضرت امام مہدی مسعود علیہ السلام بنی اسماعیل سے ہوگا حالانکہ یہ خیال آیات متذکرہ صدر کے رو سے جو یہود و نصاریٰ کی بالکل غلط ہے۔ اس غلطی کو میں اوپر ثابت کرچکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تھا جو کہ انکو ان کی اپنی ذات اور اولاد کے حق میں تھا مگر یہ خیال یہود و نصاریٰ کہ صرف بنی اسرائیل کے لیے ہی یہ وعدہ مخصوص نہ تھا اور نہ ہی یہ خیال غیر احمدی مسلمانان کہ صرف بنی اسرائیل کیلئے مختص تھا۔ دوم تحت آیت واللہ یختص

برحمته من يشآء والله ذو الفضل العظيم ۔ اور اللہ خاص کر لیتا ہے ساتھ
رحمت اپنی کے جس کو چاہتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ
کسی کا محکوم نہیں کیونکہ پیشتر وہ حضرت نبی کریم کو بنی اسماعیل سے ظاہر کرنیکے
وقت بنی اسرائیل کا محکوم نہ بنا۔ تو اب حضرت امام مہدی مسعود علیہ السلام
کی نسبت پھر کیسے بنی اسماعیل کا محکوم بن سکتا تھا۔ اسلئے میں آپ کو مبارکباد
دیتا ہوں کہ جب حضرت مرزا غلام احمد مہدی مسعود علیہ السلام جناب حضرت ابراہیم
علیہ السلام کی اولاد بنی اسحاق سے ہیں تو پھر کیوں اللہ تعالیٰ کا وعدہ جو حضرت ابراہیم
سے تھا۔ وہ پورا نہ ہوتا۔ اور ان کے صادقین سے ہونے کا یہ پورا ثبوت ہے کہ وہ اپنے
دعویٰ میں صدی کا چہارم حصہ زندہ رہے اور آئے دن انکے سلسلہ کو ترقی ہو
حالانکہ مخالف جان و مال سے انکی مخالفت پر تلے ہیں۔ مگر منہ کی کھا رہے ہیں
اور دنیا سے نیست و نابود ہو رہے۔ پیارے مسلمان بھائیو! اگر فاتح بننا چاہتے
ہو یعنی مختلف مذاہب پر اپنی سچائی ثابت کرنا چاہتے ہو تو آؤ اور حضرت امام مہدی
مسعود علیہ السلام کا خلیفہ حضرت مولوی حاجی نور الدین صاحب جو دین کا نور ہے
اسکے ہاتھ بیعت کرو۔ وہ تمہیں بہت اچھی تعلیم دیگا جس کے عمل سے دین بچ جائے
اور وہ تمہارے لیے دعا کریگا جس سے دین و دنیا میں برکت ہوگی۔ اور تمہارا اخلاص
بڑھ جائیگا۔ والسلام۔ راقم سیف الدین ترک نائب تحصیلدار محکمہ بندوبست گورنمنٹ کوہستان

اطلاع

خط و کتابت کرتے وقت
نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیں
مینیجر

دونوں کا نفع ہے

اس مضمون کو غور سے پڑھیں۔ اور ضرور توجہ فرمائیں

رسالہ تشحیذ الاذہان کو اب چھٹا سال لگا ہے اور پانچ سال کے عرصہ میں مختلف قسم کے ابتلاؤں سے گزرتا ہوا یہ ۱۹۱۱ء میں داخل ہوا ہے اللہ تعالیٰ رحم کرے اور اس کو آئیندہ بھی مصائب سے بچائے۔ بڑی بڑی سخت گھڑیاں اس پر آئی ہیں کبھی روپیہ ختم ہو گیا کبھی پریس نہ ملا جس پر چھپوایا جائے کبھی کاتب غائب ہو گیا کبھی منیجر نے جواب دیدیا۔ شروع سے لے کر اب تک جسکا تعلق بلا وقفہ کے اس سے رہا ہے وہ یہی خاکسار ایڈیٹر رہا ہے قضا و قدر نہ معلوم کہاں کہاں اسکو لئے پھری لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر جگہ کشاں کشاں اس کے ساتھ رہا ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ آئیندہ بھی حتی الوسع اس پودہ کو پانی دینے میں کوشاں رہونگا یعنی جہانتک ہو سکا ہے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس رسالہ کی امداد میں اپنی گرہ سے روپیہ بھی خرچ کیا ہے اور سب سے بڑھکر اپنا وقت اور اپنا دماغ بھی اور یہ جو کچھ کیا اسی لیے کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی دینی خدمت ہو جائے اور یہ رسالہ بھی دین اسلام کی اشاعت کا باعث ہو جائے میرے ساتھ میرے بعض اور دوستوں اور ممبران تشحیذ الاذہان نے بھی مدد کی اور بہت کی اور انکا اجر اللہ تعالیٰ ہی ان سے انکو دیگا۔ ان تمام مشکلات کے زمانہ میں خریداران رسالہ سے بہت کم مدد کی درخواست کی گئی بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ کوئی کی ہی نہیں گئی۔ اب بھی بہت سی مشکلات سامنے

ناظرین: عنوان "دونوں کا نفع ہے" والا مضمون ضرور پڑھیں۔

ہیں میں دیکھتا ہوں کہ کم سے کم تین ہزار خریدار ہو تو تب رسالہ اپنے خرچ پر چل سکتا ہے۔ آجتک ہم بڑی مشکلوں سے رسالہ کا کام چلاتے رہے ہیں اور اب تو میں دیکھتا ہوں کہ اس میں بھی مشکلات ہو رہے ہیں۔ رسالہ کا کام بھی تبھی چل سکتا ہے جب کہ اسپر ایک سارے وقت کا نگران ہو جو منیجر بھی ہو اور ایڈیٹر کو بھی اس کے کام میں مدد دے کیونکہ گو میں ایڈیٹر تو ہوں لیکن اپنا سارا دن تو اسپر خرچ نہیں کر سکتا میرے اور بھی ایسے کام ہیں کہ جنکو میں رسالہ کے کام سے کم ضروری نہیں سمجھتا بلکہ بعض کو اس سے زیادہ ضروری جانتا ہوں۔ مثلاً مدرسہ احمدیہ کا کام ہے کہ وہ بھی کچھ ادھے مجھے ہی کرنا پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں آیندہ مہمان خانہ کے کام کی بھی ایک حد تک نگرانی مجھے کرنی پڑیگی۔ اور ان کاموں کے علاوہ میرا اپنا مطالعہ الگ رہا دن کے کل چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں۔ مگر اڑتالیس ہوتے تو شاید یہ کام میں کر سکتا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اس میں انسانی کوشش کو دخل نہیں اور قضائے الٰہی ہی میرے سب کام کرے تو کون؟ غرض میں دیکھتا ہوں کہ بغیر ایک ہوشیار آدمی کے اب رسالہ کا کام چلنا ناممکن ہو رہا ہے اور ہر رسالہ کی آمدنی ایسی ہے نہیں کہ وہ اپنا خرچ بھی چلا سکے اس نئے آدمی کو کس مد میں داخل کیا جائے اسلیے میں آج خریداران رسالہ کے سامنے ایک اپیل پیش کرتا ہوں کہ اگر رسالہ کا قیام منظور ہو اور اسکو آپ کسی صورت میں دیکھنا چاہتے ہیں تو جسقدر جلد ممکن ہو جاری امداد کریں۔ دنیاوی اخباروں کے خریدار ہزاروں کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ تب کہیں انکا کام چلتا ہے ولایت میں تو بعض روزانہ اخباروں کی خریداری دس لاکھ تک ہے اور ہندوستان میں بھی دنیاوی اخبار دس دس ہزار پندرہ پندرہ ہزار خریدار رکھنے والے موجود ہیں پھر وہ طرح طرح کے اشتہار شایع کر کے روپیہ بٹورتے ہیں اور ساتھ ساتھ دواؤں اور کتابوں کی تجارت کرتے ہیں لیکن یہاں ان لوگوں

ہیں سے کوئی بھی نہیں پھر کام خراب ہوا نہ ہو۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد ضرور کریگا۔ اور ایک دن آئے کہ جب ہر قسم کے ابتلاؤں سے گزر امن و چین کی حالت آجائیگی لیکن جو اپنی مدد آپ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد کرتا ہے۔ اس الہی منشاء کو پورا کرنیکے لئے ہمارے خریداروں کو بھی ازحد کوشش کرنی چاہئے۔ اسوقت نوسو کے قریب ہمارا خریدار ہے۔ اور اگر سب خریداروں کی قیمت وصول ہوجائے تو اٹھارہ سو روپیہ کی آمدنی ہوسکتی ہے لیکن خرچ کا اندازہ دو ہزار سات سو روپیہ ہے گویا آمد حقیقی سے نوسو روپیہ زائد خرچ ہوگا اور یہ نو سو بھی تنگی ہے کیونکہ سو کے قریب تو خریدار ایسا ہوتا ہے جن کی قیمت بقایا ہی رہتی ہے اصل میں تو یہ سمجھنا چاہئے کہ کوئی پندرہ سو روپیہ کے قریب آمد ہے تو کیا اس سے کام چل سکتا ہے۔ ہرگز نہیں ہمارا ہی فرض نہیں کہ اس مشکل کو حل سوچیں بلکہ سب خریداران کا بھی فرض ہے کیونکہ اخبارات میں ایک خاندان ہوتا ہے جس کے خریدار اسکے ممبران ہوتے ہیں پس خاندان کی مصیبت میں حصہ لینا ہر ایک فرد کا کام ہے اور فرض ہے۔ یہ غلط ہے کہ آپ لوگ کچھ نہیں کرسکتے آپ اگر اپنے فرض کو سمجھیں اور اپنی ذمہ واریوں کو محسوس کریں تو آپ اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس مشکل کو حل کرسکتے ہیں اور وہ یہ کہ

۱۔ ہمارے رسالہ کے خریداراں میں سے تین سو کے قریب ایسے آدمی ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے اور وہ صہ روپیہ سالانہ بڑی آسانی سے دیسکتے ہیں یہ قریبًا پونے سات آنہ مہینہ بنتا ہے اور جن کو اللہ تعالےٰ نے کشائش دی ہے وہ اس سے بھی زیادہ دیسکتے ہیں پس خریداران رسالہ میں سے تین سو خریدار عاؔ کی بجائے صہ یا ۱۹ روپے سے کم سالانہ ادا کریں۔ جن کو اللہ تعالیٰ

ناظرین "عنوان" دونوں کا نفع ہے والا مضمون ضرور پڑھیں

زیادہ توفیق دے۔ وہ زیادہ بھی دے سکتے ہیں۔

۲۔ جو صر روپیہ سالانہ نہیں دے سکتے۔ وہ سے روپیہ سالانہ دیا کریں اور ایسے لوگ بھی کوئی دو سو کے قریب ہونگے۔

۳۔ علاوہ مذکورہ بالا گروہ کے جو خریدار کہ روپیہ سے مدد نہیں کر سکتے وہ فی خریدار کم سے کم تین خریدار مہیا کرے۔ اور اگر ہمارے سب خریدار اس ذمہ داری کو سمجھیں اور انشاءاللہ امید ہے کہ وہ اس موقعہ پر ایسی تن دہی سے کام لینگے کہ جس سے خاص طور سے نصرت الٰہی کے نشان ظاہر ہونگے تو ایک ماہ یا دو ماہ کے عرصہ میں تین ہزار سے زیادہ خریدار ہو سکتا ہے اور خریداروں کا ملنا مشکل نہیں لوگ اپنے دوستوں کو سیر و تماشا کے لئے لیجاتے ہیں۔ اور ان سے بہت سا روپیہ خرچ کروا دیتے ہیں تو کیا آپ لوگوں میں اتنا بھی جذب نہیں کہ ایک دینی کام میں لئے سال میں دو روپیہ ان سے خرچ کروا دیں اور وہاں تو تھوڑی دیر لذت حاصل کر کے وہ واپس آجاتے ہیں جس میں نہ دین کا بھلا اور نہ دنیا کا۔ اور یہاں تو سال بھر الکو رسالہ ملیگا جس سے امید ہے کہ کچھ نہ کچھ تو وہ فائدہ اٹھائینگے۔

غرض ان تینوں تجاویز پر اگر ہمارے احباب نے توجہ کی۔ تو بہت جلد رسالہ کی مشکلات انشاءاللہ حل ہو جائینگی للعہ روپیہ دے سکیں وہ للعہ روپیہ سالانہ دیں جو سے روپیہ دے سکیں وہ سے روپیہ دیں اور علاوہ ازیں سب خریدار کم سے کم تین تین خریدار اس سہ ماہی میں مہیا کر دیں ہم ایسے سب دوستوں کے نام رسالہ میں شایع کرتے رہا کرینگے۔ تاکہ دوسروں کو بھی ترغیب ہو۔

اور یاد رہے کہ جب تک میری اس تحریر پر کافی توجہ نہ دیگئی۔ آیندہ ہر پرچہ میں یہی مضمون بار بار شایع کیا جائیگا۔ پس اگر خریداران رسالہ ان صفحات میں کوئی اور مفید مضمون دیکھنا چاہتے ہیں تو فوراً اس کی طرف توجہ کریں۔ اور

براہ راست مجھے اطلاع دیں کہ وہ ان تینوں طریقوں میں سے کون سے طریق سے مدد کرینگے۔

لیکن یہ بھی یاد رہے۔ کہ جو احباب روپیہ سے مدد کریں۔ ان سے خریدار مہیا کرنے کا فرض نہیں اتریگا۔ صرف تین خریدار پیدا کرنا انہیں کے لیئے ہے جو پانچ روپیہ یا تین روپیہ سالانہ چندہ نہیں دے سکتے۔

غرض کہ ان تجاویز پر عمل ہونیکے بعد انشاءاللہ رسالہ بھی اپنی مشکلات سے نکلجائیگا۔ اور اس میں ہمارا نفع ہوگا۔ اور مدد کرنیوالوں کو جو ثواب ہوگا اس میں ان کا نفع ہوگا۔ گویا کہ اس کام میں دونوں کا نفع ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد

لَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا

ناظرین! ایک مضمون بعنوان مندرجہ بالا بجواب "قرآنی اختلافات" رسالہ تشحیذ الاذہان میں شائع ہوا تھا جس پر ایڈیٹر مسافر آگرہ نے آگ بگولا ہو کر خواہ مخواہ ہمارے محسن حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ کو صلواتیں سنانی شروع کر دیں میرے جواب میں اگر مباحثہ صاحب کے پاس ایسی ناشائستہ الفاظ کا ذخیرہ تھا اور کسی طرح سے وہ اپنی جبلی فطرت کا اظہار کیے بغیر نہ رہ سکتے تھے تو وہ اس زہر آلودہ بخار کو مجھ پر نکال کر اپنے دل کو ٹھنڈا کر لیتے نہ یہ کہ ایک تیسرے شخص پر اس زہر کو اگلنے لگ پڑتے۔ آریہ مباحثہ

ناظرین! عنوان "دونوں کا نفع ہے" والا مضمون ضرور پڑھیں

صاحب نے پبلک کا گمراہ کنندہ کے الفاظ سے مجھے متہم کیا ہے۔ لیکن افسوس! اُن غلطیوں کو پبلک پر ظاہر نہ کر سکے جن سے مینے پبلک کو مغالطے میں ڈالنا چاہا تھا۔ اگر مہاشہ صاحب میں میرے جوابات کو توڑنے کی ہمت نہ تھی۔ تو وہ انکو پبلک کے سامنے ہی پیش کر دیتے اور ساتھ ہی اپنے طبع زاد اختلافات کو بھی (جنکو کہ وہ بار بار پیش کرتے ہیں) لکھدیتے۔ تاکہ انصاف پسند پبلک خود ہی فیصلہ کر لیتی کہ آیا فی الواقعہ مینے پبلک کو کسی قسم کا مغالطہ دیا ہے۔ یا آریہ مہاشہ صاحب ہی حق کا خون کر رہے ہیں۔ میرے جوابات کو نہ توڑنا یا ان کو پبلک کے سامنے نہ پیش کرنا اور صرف اپنے ہی لغویات پر پبلک سے انصاف چاہنا کیا اس سے کوئی حق پسند یقین کر سکتا ہے کہ مہاشہ صاحب کا منشا اظہار حق ہے اگر فی الحقیقت آپکو اظہار حق کا شوق ہوتا تو آپ ضرور ضرور میرے جوابات کو توڑتے یا انکو صرف نقل کر دیتے اور اس طرح پبلک پر ظاہر کرتے کہ میں نے فلاں فلاں غلطی کی ہے مگر آریہ مہاشہ صاحب نے ایسا نہیں کیا۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ ایسا نہیں کرینگے کیونکہ ایسا کرنے میں آپ کی اپنی ہی پردہ دری ہے وہ تو ایک لمحہ بھر کے لیے بھی یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ پبلک پر حق بات ظاہر ہو۔ اگر واقعی وہ اظہار حق کے دل سے خواہاں ہیں تو وہ اب کس موقعہ کا انتظار کرتے ہیں۔ مناظرے کا میدان تو آپنے مسافر آگرہ کے کالموں میں کھول ہی دیا ہے میرے جوابات پر بحث کر کے اپنے دعوی کا ثبوت دیں اور اپنی سچائی ظاہر کریں

مہاشہ صاحب! سنئے اور غور سے سنئے کہ قرآن کریم کا دعوی لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ اپنی ذات کے متعلق ہے یہ دعوی تو نہیں ہو کہ قصص الانبیاء کی روایات اور حاشیہ موضح القرآن اور تفسیر

قادیؔ کے مسخ زدہ حواشی اور قرآن مجید کے بیانات میں اختلافات نہیں ہے آپ
تو مسافر آگرہ کے کالموں میں بجائے "قرآنی اختلافات" ظاہر کرنیکے قصص الانبیاء
کے قصوں اور مفسروں کے حاشیوں کو لے بیٹھے ہیں۔ دعویٰ تو یہ کیا ہے۔ کہ آپ
قرآن کریم کی متضاد آیات کی قلعی پبلک پر کھولینگے۔ مگر نہ معلوم کہ لکھتے وقت
کیا ہوگیا کہ ایک آیت قرآن مجید کی لکھکر ساتھ دو چار حوالے کبھی قصص الانبیاء
اور کبھی تفسیری روایات کے پیش کر کے راقم کو برا بھلا کہدیا ہے۔ اور بس!
مہاشہ صاحب! ہوش سنبھال کر جواب دیجیئگا۔ کہ آیا کسی کتاب کے مضامین
میں اختلاف اسی طرح ثابت کیا کرتے ہیں کہ ایک بات اس کی لی اور دو چار باتیں
کسی دوسری کتاب کی لے لیں چلو جی اختلاف ثابت ہوگیا۔ اگر فی الحقیقت کسی
کتاب میں اختلاف ثابت کرنیکا یہی طریقہ ہے تو پھر سب سے پہلے اپنے وید کی خیر
منائیے گا۔ جو بہت سے اختلافات کا مجموعہ ہے اگر درحقیقت ویدکی اصل تعلیموں
میں اسقدر بین اور صریح اختلاف موجود ہے کہ نہ کسی اصول کا پتہ لگتا ہے اور نہ
ہی کسی فروع کا۔ اگر ہم بھی وید کی تفسیروں کو مدنظر رکھکر آپ پر اعتراض شروع
کردیں۔ اور جو باتیں ان تفاسیر میں بیان کی گئی ہیں انکو وید کی طرف منسوب کریں
تو کیا آپ اسبات کو قبول کرینگے۔ اور ان اعتراضات کے جواب دینے کی جرأت
کرینگے۔ ہاں اگر آپ اس اصول کو مان لیں۔ کہ جو کچھ اصل الہامی کتاب کی
تفاسیر مفسر لکھ جائیں۔ وہ بھی ماننے کے قابل ہوگا۔ اور اسپر بھی ایمان لانا
ویسا ہی ضروری ہوگا۔ جیسا الہامی کتاب پر تو ہم اس مقابلہ کے لیے بھی تیار
ہیں۔ اور آپ کے اقرار پر ہم قرآن شریف کی تفاسیر میں بھی دیکھینگے کہ آیا
ان میں خدا تعالیٰ کی نسبت لکھا ہے کہ کسی سیتا یا برہمن کے قتل کی وجہ سے
مدتوں کاسۂ گدائی لیکر شہروں اور گاؤں میں پھرنا پڑا ہو اور مدتوں کی

ناظرین! مضمون پیغمبروں کی نقل سے والا مضمون

گدگری کے بعد برہمن کے قتل کا سراپ دور ہوا ہو۔ اور پھر دیکھینگے کہ پرمیشور مختلف وقتوں میں مختلف عورتوں کے پیٹ سے پیدا ہوتا رہا۔ بلکہ ہمارا حق ہوگا کہ وہ اوتار کا دلچسپ مسئلہ بھی کسی تفسیر میں سے تلاش کریں۔ اور ہم کو پرمیشور کے عشق کی حکایات کی تلاش کے لیئے بھی قرآن شریف کی تفاسیر کی ورق گردانی کرنی پڑیگی۔ اور جالندھر کی بیوی کیساتھ وشنو کے زنا کا حال بھی دریافت کرنا ہوگا۔ اور وشنو کے لنگ کا بھید اور منتہا کے تلاش کرنیکے لیئے برہما اور وشنو کی جستجو والی تیری کے لیئے بھی میدان تجسس میں دوڑنا پڑیگا۔ اور ہم دیکھینگے کہ کیا قرآن شریف کی تفاسیر میں بھی خدا کا رتھوں میں سوار ہونا اور سوم کا رس مزے سے اڑانے کا ذکر ہے کہ نہیں لیکن یہ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ان باتوں سے کسی کے تلاش کرنیمیں بھی ہم کامیاب نہ ہونگے اور مجبوراً وید کی تفاسیر میں اُن کی تلاش کرنی ہوگی۔ جہاں کہ آپ کو بھی علم ہے کہ نہ صرف یہ واقعات بلکہ اس قسم کے اور بھی مزخرفات بڑی کثرت سے ملینگے پس آپ انصاف سے کام لیں۔ اور اگر قرآن شریف میں اختلاف ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ تو خاص قرآن شریف کے الفاظ سے ثابت کریں۔ ورنہ وید کی تفاسیر کی بیہودگی کے سننے کے لیئے تیار ہو جائیں۔ اور اُس وقت آپکو ہم پر اعتراض کرنیکا کوئی حق نہیں ہوگا۔ جب آپ کی تفاسیر سے باتیں لینگے۔ اور وید کی طرف منسوب کرکے اس کی غلطی دکھلائینگے اور ہم پر کوئی الزام نہیں آسکیگا۔ کیونکہ ابتدا آپ کی طرف سے ہوئی ہے۔ پس میں آپ کو ایک دفعہ پھر متنبہ کرتا ہوں۔ کہ قرآن شریف پر اگر اعتراض کرنا ہے تو خاص قرآن کی آیات پر اعتراض کریں۔ اور اسی طرح اگر ہمکو وید کی تنقید منظور ہوگی۔ تو ہم بھی اُسکے اپنے الفاظ سے باہر نہ جائینگے۔

غرضیکہ اب آپ نے دیکھ لیا ہوگا۔ کہ قرآن کریم میں اختلافات ثابت

کرنیکی جو کوشش آپنے کی ہے۔ وہ آپ کے لیئے کیسی خطرناک اور مہلک ہے
معلوم ہوتا ہے۔ کہ جسوقت آپنے یہ طریق اعتراضات کا اختیار کیا۔ اسکے انجام
پر آپنے غور نہیں کیا۔ بلکہ پبلک کو دھوکہ دینے کے جوش میں جو چاہا لکھتے چلے
گئے۔ آپ ہی بتائیں۔ مہاشہ صاحب! اس قاعدہ کے ماتحت اگر میں بھی
وید کے سرتاپا الغو پوچ روایات کو کہ جنکو سناتن دھرم والے وید کا ہی حصہ
مانتے ہیں۔ پبلک کے سامنے پیش کروں تو آپ برا نہ منائیں۔ ہم مسلمانوں
میں تو ایک بھی ایسا فرقہ نہیں ہو کہ جو موضح القرآن اور تفسیر قادری کو قرآن مجید
کا حصہ مانتا ہو۔ بلکہ سب کے سب ہی یقین رکھتے ہیں کہ انکے حواشی میں جتنی
مزید روایات ہیں۔ وہ اناجیل اور تورات وغیرہ کتب سے منقول ہیں۔ مگر وید کے
پیروؤں میں سے ایک کثیر التعداد گروہ (سناتن دھرم) کا اس بات کا قائل ہو
کہ دراصل میں وید کا ہی حصہ ہیں۔ جس طریق سے آپنے موضح القرآن کے حواشی
اور قصص الانبیاء کے روایات کا حوالہ دے دیکر قرآن کریم میں اختلافات ثابت
کرنیکی کوشش کی ہے۔ اگر اسی طریق سے میں بھی کروں تو مجھے بڑے بڑھ چڑھ کر یہ
کہنے کا حق ہوگا۔ کہ وید سرے لیکر پیر تک رطب و یابس کا مجموعہ ہے۔ جب
کبھی کہ ان باتوں کو پبلک کے سامنے پیش کیا جائے۔ تو آپ شور مچا اٹھتے ہیں
کہ یہ وید کا حصہ نہیں بلکہ دوسروں کے حاشیے ہیں (جس کی تردید فوراً آپکے
بھائی بندی کر دیا کرتے ہیں) مگر یہ کیسا ظلم اور بے انصافی ہے کہ تفسیر و ترجمے
حواشی اور دیگر قصص کو پبلک کے سامنے پیش کرکے یہ دھوکہ دیا جاتا ہے۔ کہ یہ قرآن کریم
کے اختلافات ہیں۔ یہ تحیوہ اور یہ طریق کن لوگوں کا ہو سکتا ہے کیا ایسی مہذب
اور شائستہ لوگوں کا۔ کہ جنکو سچ اور حق کے اظہار کا دل سے شوق ہوتا ہے
قرآن کریم کا دعویٰ اپنی ذات سے متعلق ہے۔ نہ کہ سارے جہان کی کتب کے

ناظرین! عنوان دو دفعہ نظر سے والا مضمون ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

متعلق کہ آپ نے دوسروں کے اقوال کو قرآن کریم کے ذمے تھوپ کر یونہی اپنی لیاقت و قابلیت ہمہ دانی کا اظہار کرکے پبلک کو تضحیک اور ہنسی اڑانے کا موقعہ دیا ہے۔ اگرچہ میں نے پہلے بھی یہ نصیحت کی تھی۔ اور اب بھی کرتا ہوں کہ آپ لکھتے وقت ذرا یہ خیال کر لیا کریں۔ کہ کل کو پبلک آپ کی ہزلیات کو دیکھکر آپ کی نسبت کیا خیال کریگی۔ میرے نصیحت آمیز کلمات پر پرانا شائیں۔ اور نہ ہی طنز تکبیروں کی ٹھائیں۔ آپ پہلے اپنے اخبار کے کالموں کو ذرا غور سے دیکھیں۔ کہ لکھنے کیا بیٹھے تھے اور لکھ کیا دیا ہے۔ میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی افترا پردازیوں کی تمثیلی ہدایات کے ساتھ ساتھ کھولنے کی کوشش کرونگا۔ ذرا توجہ سے سنتے جائیے۔

ا۔ وواعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ و اتممنٰہا بعشر فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ۔ اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا وعدہ کیا۔ اور بعدے دس۔ تیس اور بڑھا کر ان سے تیس کو پورا چالیس کر دیا۔ اور یوں پروردگار موسیٰ کا وعدہ چالیس رات کو پورا ہوا۔

ناظرین! اس آیت کے پیش کرنے میں مہاشہ جی نے پہلے جو کاٹ چھانٹ کی تھی۔ وہ تو آپ پر بخوبی واضح ہے اور جس رنگ میں ان دو آیات یعنی مذکورہ بالا آیت اور اذ واعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ میں اختلاف پیش کیا تھا وہ بھی آپ کو خوب معلوم ہے۔ اب سنیئے کہ کیا خامہ فرسائی کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ خداتعالیٰ جو حضرت موسیٰ سے تیس دن کی بجائے چالیس دن تک ہمکلام رہا۔ تو گویا" اللہ میاں نے اپنے وعدہ ماسبق کو اگر از میعاد معینہ ایفا نہیں کیا۔ تو اپنے حکم ماسبق کا اختلاف کیا" نقل از مسافر آگرہ یعنی مہاشہ صاحب کے خیال شریف میں حضرت موسیٰ سے خداتعالیٰ نے کسی ایسی چیز کا وعدہ کیا تھا جو تیس

دن میں اسکو پوری دینی تھی۔ لیکن بجائے اسکے چالیس دن میں دی۔ اسی لیئے آپ کے خیال میں تیس اور چالیس راتوں میں ایک اختلاف عظیم نظر آیا۔ مہاشہ صاحب! ذرا بینائی کا علاج کرائیں۔ اور دیکھیں کہ واتممناہا کی ضمیر تیس راتوں کی طرف ہے یا کسی اور موعود چیز کی طرف آپ بات سمجھ کیا کریں۔ پہلے تو آپ آدمی کی آدھی آیت ہی خورد برد کر گئے تھے۔ اور آج یہ کیا ہے کہ پبلک کو آیت کا غلط مفہوم بتا رہے ہیں۔ جناب من! اس آیت کے معنے تو یہ ہیں۔ کہ موسٰی سے خدا تعالیٰ نے تیس رات کا وعدہ کیا۔ لیکن بعد میں بجائے تیس کے چالیس تک وقت کو بڑھا دیا۔ اب آپ ذرہ غور کریں۔ کہ اگر ایک افسر کو کوئی شخص ملنے جائے اور وہ افسر اسے کہے کہ میں تم کو آدھا گھنٹہ دیتا ہوں۔ اور پھر احسان کرکے بجائے آدھ گھنٹہ کے ایک گھنٹہ اس سے ہمکلام رہے تو آپ اسکو وعدہ خلافی کہینگے۔ یا احسان کہینگے۔ آپ نے اپنی کم فہمی کی وجہ سے یہ سمجھ لیا۔ کہ خدا نے موسٰی سے کسی چیز کا وعدہ کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ تیس دن میں وہ تجھے ملیگی لیکن بجائے تیس کے اُسے ٹالتا رہا۔ اور چالیس دن میں وہ چیز اسے دی۔ جیسا کہ آجکل پیشہ وروں کی عادت ہوتی ہے۔ کہ ایک چیز کی نسبت تو کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہم فلاں تاریخ تک تیار کردینگے لیکن بعد میں ٹال دیتے ہیں۔ اور مدتوں اس کی ٹانگیں تڑوا کر پھر کہیں وہ چیز اُسے دیتے ہیں لیکن آپ اس خیال میں دُور نکل گئے۔ اور جو کچھ سمجھے غلط سمجھے۔ بلکہ خاک نہ سمجھے۔ اور ہم جانتے ہیں۔ کہ یہ غلطی آپکو عربی زبان کی ناواقفیت کیوجہ سے ہوئی۔ کیونکہ اگر آپ غور کرتے تو ثلثین لیلۃ مفعول ثانی واقعہ ہوا ہے۔ اور اس لحاظ خود تیس راتیں موعود ہیں نہ کہ کوئی اور چیز یعنی اللہ تعالیٰ نے موسٰی سے تیس راتوں کا وعدہ کیا ہے۔ نہ کہ تیس راتوں میں کسی اور چیز کے دینے کا کہ آپکو خیال ہوا کہ جب وہ چیز بجائے تیس

ناظرین! عنوان "دور دوم نسخ" والا مضمون ضرور پڑھیں

نے چالیس راتوں میں رکھی۔ تو وعدہ خلافی ہوئی۔ اور اگر آپ یہ کہیں۔ کہ اس طرح
تو یہ عبارت مہمل ہو جائیگی تیس راتوں کے وعدہ کے کیا معنے رات اور دن تو ہر ایک
شخص پر گزرتا ہے۔ موسیٰ سے کیا خصوصیت تھی۔ اور اسکا یہی جواب ہے کہ جس
طرح ایک افسر اپنے ملاقاتی کو کہتا ہے۔ کہ میں تمکو آدھ گھنٹہ دونگا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ
نے موسیٰ کو وعدہ دیا۔ کہ میں تمکو تیس راتیں دونگا۔ لیکن کسی وجہ سے جو کہ یہاں مذکور
نہیں بجائے تیس کے چالیس کردیں۔ اور جس طرح وہ افسر اپنے ملاقاتی کو آدھ
گھنٹہ دیا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی موسیٰ کو تیس راتیں دیں۔ اور اگر کوئی
کہے کہ اس افسر کی مراد تو اس سے ملاقات کا وقت ہوتا ہے۔ تو ہم یہ کہتے ہیں
کہ اللہ تعالیٰ کی بھی یہی مراد تھی۔ اور یہی مطلب تھا کہ تیس راتیں اسکو خصوصیت
سے دیگئیں۔ کہ وہ ان میں اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہو۔ اور اسکی میٹھی اور شیریں باتوں کو
سنے۔ اور کسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسپر زیادہ احسان کیا۔ اور بجائے تیس رات
کے اسے فرمایا۔ کہ ہم چالیس رات تم سے مخاطبہ و مکالمہ کرینگے۔ اب بتاؤ کہ اس
میں کون اختلاف ہے۔ کیا یہ بھی کوئی اختلاف کی بات ہے کہ ہم کسی کو کہیں
کہ تجھکو ایک روپیہ دینگے۔ اور بجائے ایک روپیہ کے اسے دو روپیہ دیدیں۔ اور
کیا کوئی شخص اگر وائسرائے کو ملنے جائے۔ اور وہ اسے آدھ گھنٹہ کا وعدہ فرمائیں۔
لیکن حسن الملاقات ایک گھنٹہ تک اس سے گفتگو جاری رکھیں۔ تو وہ باہر نکل
کر شور مچائیگا۔ کہ مجھپر بڑا ظلم ہوا اور حضور وائسرائے نے سخت وعدہ خلافی کی کہ
پہلے تو مجھے صرف آدھ گھنٹہ دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ لیکن دیدیا ایک گھنٹہ
کیا ایسا شخص داناؤں میں گنا جائیگا۔ اور دنیا اسے پاگل نہ کہیگی۔ اور تمام
لوگ اسپر ہنسی نہ اڑائینگے۔ یہی حال ہے۔ اس شخص کا جو موسیٰ کے واقعہ
پر اعتراض سوجھتا ہے۔ اور وہ کہتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ موسیٰ سے بجائے تیس

ناظرین اعزہ "دوزخ کا نقشہ" والا مضمون ضرور پڑھیں

رات کے چالیس رات کیوں ہمکلام رہا۔ مہاشہ جی یاد رکھئے۔ کہ کلام الٰہی ایک ایسی نعمت ہے۔ کہ جسے آپ کے ٹھیل باپ دادوں نے وید کے رشیوں کے بعد کسی اور کو دینے سے انکار کر دیا ہے۔ پھر بجائے تیس رات کے اگر موسیٰ سے خدا تعالیٰ چالیس رات کلام کیا۔ اور اپنے خاص فضل اور احسان کی بارش اسپر کی تو اس میں کونسا اختلاف ہوا۔ وعدہ خلافی تو تب ہوتی کہ اللہ تعالیٰ ایک خاص معین چیز کا وعدہ فرماتا۔ اور کہتا۔ کہ میں یہ چیز تیس دن تک تمکو دونگا۔ لیکن وہی چالیس دن میں لیکن یہاں موعود خود راتیں ہیں۔ نہ کہ کوئی اور چیز پس آپ ہوش سے کام لیں۔ اور جواب دیں۔ کہ اللہ تعالیٰ جو حضرت موسیٰ سے۔ بجائے تیس رات کے چالیس رات ہمکلام رہا۔ تو کیا یہ اسنے اپنے حکم سابق کے برخلاف کیا۔ یا حضرت موسیٰ پر فضل مزید کیا۔ مہاشہ صاحب! آپ بھی عجب قسم کے انسان ہیں۔ کہ جس ہمکلامی کو وکلم اللہ موسیٰ تکلیماً خدا تعالیٰ اپنا انعام اور فضل بیان کرتا ہے۔ اسے آپ باعث ناراضگی خیال کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے تو آپنے تفسیر موضح القرآن کے حواشی سے یہ عبارت نقل کی ہے کہ "حضرت موسیٰ نے مسواک کی۔ فرشتوں کو انکے منہ کی بو سے خوشی آتی۔ وہ جاتی رہی۔ اور اس کے بدلے دس رات اور بڑھا کر مدت پوری کی"۔ ورنہ اس عبارت کے نقل کرنے سے مہاشہ صاحب کا اور کیا منشا ہو سکتا تھا۔ اس میں تو مدت کے بڑھائے جانیکا سبب ہی بیان کیا ہے۔ اور تو کوئی زیادتی نہیں۔ لیکن قرآن کریم تو خدا تعالیٰ کی ہمکلامی کو اپنی خوشنودی اور رضامندی کا نتیجہ بیان فرماتا ہے۔ نہ کہ باعث ناراضگی حضرت من۔ آپ ہوش کی دوا کیجئے۔ آپنے تو قرآن کریم کے اختلافات پبلک پر ظاہر کرنے تھے لیکن موضح القرآن کی نقلیں کرنے لگ بیٹھے۔ انکا تو قرآن کریم میں کہیں نام و نشان بھی نہیں ٭

٭ مہاشہ جی!

۲۔ اسکے بعد مباحثہ صاحب نے تین اور مختلف فیہ آیات قرآن کریم کی پیش کی ہیں ان میں سے پہلی آیت کا پورا ترجمہ نہیں کیا۔ نہ معلوم کہ اختلافات ثابت کرنے کیلئے یہ بھی کوئی . . . . ضروری شرط ہے۔ کہ بعض الفاظ کا ترجمہ ہی چھوڑ دیا جائے۔ یا شاید نسیان کی مرض میں مبتلا ہیں خیر کچہ بھی ہو۔ ہم ہی بتلا دیتے ہیں۔ کہ صلصال کے معنے خلاصہ و خلاصہ شے کے ہیں۔ اور ذیل میں ہم وہ آیات بھی بمعہ ترجمہ اور بمعہ مباحثہ صاحب کے لیے اور اختلافات کے ہدیہ ناظرین کئے دیتے ہیں۔ وہو ہٰذا۔

ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حمإ مسنون۔ سورہ حجر پارہ ۱۴ رکوع ۲۔ ترجمہ۔ اور بیشک ہم نے انسان کو ایک ایسے گلے سڑے کیچڑ سے پیدا کیا ہے۔ جو خلاصہ و خلاصہ شے ہے۔

۲۔ خلق الانسان من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین۔ سورہ نحل پ ۱۴ رکوع ۱۔ ترجمہ۔ اسی ذات نے حق و حکمت کے ساتھ بلندیوں اور زمین کو پیدا کیا۔ یہ لوگ منکر اسکا شریک ٹھہراتے ہیں۔ وہ اس سے پاک اور بالاتر ہے۔

۳۔ یاایھا الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقنٰکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ سورہ حج رکوع ۱۔ اے لوگو! اگر تم کو قیامت کے دن پھر جی اٹھنے میں کسی طرح کا شک ہو تو (غور کرو) کہ ہم نے تمکو مٹی سے اور پھر نطفہ سے اور پھر علقہ سے . . . پیدا کیا ہے الخ

ناظرین! یہ تین آیات بینات ہیں جن میں مباحثہ صاحب کو اختلاف نظر آتا ہے ان میں سے پہلی دو آیتیں آپ نے پیش کی تہیں۔ جن کے جواب میں یہ کہا گیا تہا۔ کہ ان آیات میں تضاد اور تخالف تب ہو سکتا ہے۔ کہ

وہ کہیں کیچڑ سے پیدا ہوکر ہا کہا ہیں۔ کہ مٹی کا خلاصہ ہے کہ خدا ہو ۔۔۔ کیچڑ کی طرح کی متغیر شے کو کہتے ہیں سڑ

جب مادہ مسنون کا تیار شدہ خلاصہ نطفہ ہوسکے۔ لیکن ظاہر ہے کہ مٹی ہمارے بیچ کی طرح بھی ہوتی ہے۔ اور مسنون یعنی بدبودار بھی ہوتی ہے۔ اور بایں ہمہ وہ نطفہ یعنی قلیل المقدار بھی ہوتی ہے۔ بھلا مہاشہ صاحب! جس شے کو آپ نطفہ کہتے ہیں کیا اس میں مندرجہ بالا وصف موجود نہیں ہوتے۔ یعنی کیا وہ گارے کی طرح گاڑھا اور بدبودار نہیں ہوتا۔ اگر ہوتا ہے تو پھر بتاؤ کہ ان آیات میں اختلاف کیسا ہوا۔ بلکہ یہ باتیں تو عین ہمارے مشاہدے کے مطابق ہیں۔ مگر نہ معلوم کہ مہاشے جی کو کنہیں پنڈت کے کشتی پر بھی مارنا کس نے سکھا دیا ہے۔ مہاشہ جی اگر آپ ہماری بات یوں نہ سمجھیں تو آؤ ہم آپ کو مثال دیکر سمجھاتے ہیں کیونکہ مثال سے کودن سے کودن انسان کی سمجھ میں بڑے بڑے مشکل مسائل آجاتے ہیں۔ سنئے گا۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی کہے کہ انسان بولتا ہے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد کسی اور بات پر کہے کہ انسان سنتا ہے۔ اور دوران گفتگو میں کسی تیسرے موقعہ پر اُسے کہنا پڑے۔ کہ انسان دیکھتا ہے۔ تو کیا اسکے ان تینوں کلمات میں اختلاف ہے۔ اور کیا کوئی عقلمند انسان اُسکے ان اقوال پر تعجب کریگا۔ بلکہ ہر ایک شخص جس کو خدا نے ذرہ بھی عقل دی ہو گیا آپ کے ازل سے ہی اسکی روح میں فہم کا مادہ ہو۔ تو وہ سمجھ لیگا۔ کہ انسان میں تین مختلف صفات کا ذکر کیا گیا ہے اور اختلاف کی طرف اسکا ذہن نہیں جائیگا لیکن آپ چونکہ عداوت کی کرسی پر بیٹھکر اور تعصب کی عینک لگا کر اعتراضوں کی قلم کو بے دیکھے بھالے چلانا شروع کر دیتے ہیں آپ کو صفات مختلفہ بھی اختلاف ہی نظر پڑتی ہے تعجب ہے آپ کی عقل اور دانائی پر کہ ان آیات میں تو اللہ تعالیٰ نے انسانی نطفہ کی تین صفات بتائی ہیں یعنی ایک تو وہ کیچڑ کی طرح لیسدار ہوتا ہے اور دوسرے اس میں بو ہوتی ہے۔ اور تیسرے وہ ایک قلیل سی چیز ہے۔ پس اگر خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں

مختلف مواقع پر انسان کو اسکی اصلی حالت کی طرف متوجہ کیا۔ اور اُسے آگاہ کیا ہے۔ کہ تو اپنے ابتدا کو دیکھ۔ کہ تو ایک ایسے نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔ جو کیچڑ کی طرح لیسدار اور متغیر اور بدبودار اور قلیل سی چیز ہے۔ پس تجھے چاہیئے۔ کہ میرے احکام کے خلاف شرارت سے کام مت لے۔ میں وہ خدا ہوں جس نے تجھے ایسی ذلیل چیز سے کیا سے کیا بنا دیا۔ اگر تو نے مجھے ناراض کیا۔ تو اسکا انجام نیک نہ ہوگا۔ اور تیری شرارت تیرے لیئے ہلاکت کا باعث ہوگی۔ اب بتاؤ کہ اسبات میں آپ کو کونسا اختلاف سوجھا۔ اور کس بات نے آپ کی صفت غضبیہ کو بھڑکا دیا۔ ہاں ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر تو دیکھیں۔ کیا آپنے کبھی اپنے خریداروں کو خوش کرنے کے لیئے اپنی ضمیر کا خون کرتے ہوئے کبھی نہیں کہا۔ کہ وید میں سچائی ہے۔ وید میں گیان ہے وید میں توحید ہے۔ پس کیا اسوقت کوئی شخص آپ کو کہہ سکتا ہے۔ کہ آپ کے کلام میں اختلاف ہوگیا ہے۔ کیونکہ ابھی تو آپنے کہا تھا۔ کہ وید میں سچائی ہے۔ اور اب کہتے ہیں کہ وید میں گیان ہے۔ اب ایسے شخص کو سوائے اس کے کیا جواب دینگے۔ کہ یہ تو میں نے وید کی مختلف صفات بیان کی ہیں۔ پس جب روزمرہ ایسی قسم کی باتیں آپ کے منہ سے نکلتی ہیں۔ تو کیوں قرآن شریف کی سچائیوں پر آپ نے حملہ شروع کردیا۔ اور جہاں ایک چیز کی تین صفات بیان کی گئی تھی۔ اُسکو آپ نے اختلاف قرار دیدیا۔ اور یہ جو آپنے لکھا ہے۔ کہ قرآن شریف میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔ اور یہ بھی اختلاف ہوگیا۔ کہ اس میں بھی آپ نے اسی طرح دھوکہ کھایا ہے۔ کیونکہ ہر ایک چیز مختلف حالتوں پر ترقی پاتی ہوئی کمال کو پہنچتی ہے۔ پس اگر قرآن شریف نے یہ بیان کیا۔ کہ انسان کی پیدائش اصل میں مٹی سے ہے۔ جسکا خلاصہ نکلتے نکلتے نطفہ کی شکل میں آیا۔ اور وہ چند قسم قسم کے تغیرات کے انسان بن گیا۔ تو اس میں کونسا اختلاف ہوگیا۔ حاشا جی!

کبھی وہ وقت بھی ہوگا کہ جب آپ ماں کی چھاتیوں سے دودھ پیتے ہونگے۔ اور پھر وہ
وقت بھی ہوگا کہ جب آپ بلا کسی قسم کے لباس کے لڑکوں کے ساتھ گلیوں میں
کھیلتے پھرتے ہونگے۔ اور پھر کسی وقت میں آپ پڑھنے بیٹھے ہونگے۔ اور نہ معلوم
کس کس استاد کی جھڑکیاں کھا کر علم سیکھا ہوگا پس اگر کوئی شخص آپ کو مخاطب
کرکے کہے۔ کہ پنڈت جی۔ آپ وہی تو ہیں۔ جو کسی زمانہ بلا وغیرہ بھی نہ رکھتے تھے
اور ماں کا دودھ آپ کی غذا تھا۔ اور پھر کہے کہ پنڈت جی کبھی وہ زمانہ تھا کہ آپ
بچوں میں کھیلتے پھرتے تھے۔ تو کیا آپ اسکو اختلاف قرار دینگے۔ پس اگر قرآن
شریف نے انسان کی پیدائش کے مختلف حصّوں کا ذکر کیا ہے۔ کہ انسان پر
ایک وہ وقت آیا ہے۔ کہ اسکے اجزا مٹی کا رنگ اختیار رکھتے تھے اور پھر تغیرات
کے بعد یہ نطفہ بنا۔ اور پھر تغیرات کے بعد اسکو انسانی شکل ملی۔ تو اس میں کیا
اختلاف ہوا۔ ہاں آپ کو انسان کے اجزا کی نسبت اعتراض ہے۔ کہ وہ مٹی
سے نہیں بنے۔ تو یہ اور بات ہے۔ اور اس سے قرآن شریف میں تضاد ثابت
نہیں ہوتا۔ بلکہ آپ اس حصہ کو اس رنگ میں کہہ سکتے تھے۔ کہ قرآن شریف
میں بعض باتیں خلاف واقعہ بیان کی گئی ہیں لیکن اگر آپ ایسا کرینگے تو اپنا
پردہ آپ چاک کرینگے۔ اور اپنے ہاتھوں اپنی موت خرید لینگے۔ اور داناؤں کے
سامنے اپنی ذلت کروائینگے۔ کیونکہ اس سے علم کیمسٹری اور باٹنی میں جو آپ دعویٰ
رکھتے ہیں۔ اسکی قلعی کھل جائیگی۔ اور جیسی بات ظاہر ہو جائیگی۔ اور ساتھ ہی ویدکی انسانی
پیدائش کی تھیوری کا پتہ لگ جائیگا۔ کیونکہ یہ علوم کے نظریات کی تائید کرتے ہیں کہ پہلے
زمین مٹی کے اجزا اپنے اندر پروسس آف ایبسوربیشن (Process of absorption)
جذب کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایک پھل دار پودا یا درخت ہو جاتا ہے۔ وہ دانے اور
پودے اور انکے پھل کیا ہوتے ہیں اصل میں مٹی کے اجزا ہی ہوتے ہیں جنکو

خداوند قادر مطلق کی قدرت اور حکمت کا ایک اور شکل اختیار کی ہوئی ہوتی ہو
اور پھر انہی پھلوں سے انسان اپنے لئے ایک معجون یعنی غذا تیار کرتا ہے جو کہ
اس کی معدہ کی مشین میں عجیب طور سے تغیر پذیر ہو کر آخر خون اور خون سے اس
کے اجزائے جسم اور نطفہ منی تیار ہوتے ہیں۔ اور یہ موخر الذکر خوردبین کے ذریعے
دیکھنے سے باریک کیڑوں کا مجموعہ معلوم ہوتے ہیں۔ وہی مٹی کے اجزا ہی مختلف
تبدیلیوں میں تغیر پذیر ہوتے ہوتے آخرکار زندہ کی شکل میں آن ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی
لیے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انسانی پیدائش کا ابتدا من تراب مٹی سے
فرمایا ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ بھی اسکی تصریح ان الفاظ کر دی ہے بدء خلق الانسان
من طین۔ یعنی انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔ غرضیکہ مندرجہ بالا آیت
میں تین صداقتوں کا بیان ہے۔ جن کی تصدیق ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ کرتا ہے
مگر مہاشہ صاحب ہیں۔ کہ ان صداقتوں کو چھپاتے ہوئے انکار پر انکار کئے
جاتے ہیں۔ جناب من! ان آیات میں تو اختلاف ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا
بلکہ ان آیات میں خدا تعالیٰ نے نہایت لطافت اور حکمت سے پر معنی اسرار
معارف اور حکمت کو کمال وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ اور انسانی پیدائش
کے مختلف طبقوں کو عین موقعہ اور محل کے مناسب ذکر کیا ہے جہاں صرف
اجمالی رنگ کی ضرورت تھی۔ وہاں مجمل ہی بیان کیا ہے۔ اور جہاں تفصیل کی
ضرورت تھی۔ وہاں تفصیل کر دی ہے۔ لیکن مہاشہ صاحب ان اجمال کی تفصیل
کو اختلاف اور تضاد ثابت کرتے ہیں۔ اور طریق ثبوت بھی پھر دیکھئے۔ کہ کس نئے طرز
کا ہے۔ آپ قرآن کریم کی آیات میں اختلافات ثابت کرنے کیلئے موضح القرآن تفسیر
قادری بائبل اور قصص سے مندرجہ ذیل عبارات نقل کرتے ہیں "مٹی کو پانی میں
ترکیا۔ اور خمیر اٹھایا کہ کھن کھن بولنے لگی۔ وہی ہوا انسان کا" موضح۔ ب

باطل عن اعوان و دو انقلاب نفس ٭ علامہ عصر حاضر ٭

حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خاک سے پیدا کیا۔ اسطرح کہ اپنے لطف و کرم کا پانی اُس خاک پر برسایا یہانتک کہ وہ کیچڑ ہوگئی۔ کچھ مدت تک اُسے چھوڑ دیا کہ وہ سیاہ مٹی ہوگئی۔ اور پھر وہ خشک ہو کر صلصال کے رتبہ کو پہنچگئی۔ تیز بخاری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "خدا نے آدم کو دھول سے بنایا" بائبل۔ "اللہ میاں نے جبرئیل کو حکم دیا کہ کعبہ سے ایک مُشت خاک اٹھالا۔ مجھکو خلیفہ بنانا ہے۔ جبرئیل سے زمین بولی خدا کی پناہ مجھ سے خاک نہ اٹھا۔ ۔ ۔ ۔ الخ از قصص۔

واہ! کیا کہنا مہاشے صاحب کے طرز استدلال کا۔ بریں عقل و دانش بباید گریست ان مندرجہ بالا روایات کو نقل کرتے ہی آپنے راقم کو مفتری اور گمراہ کنندہ پبلک بتلانا شروع کر دیا ہے۔ مہاشہ صاحب! آپکا جواب اور طریق استدلال ہم نے سن لیا ہے۔ بیشک کسی کتاب میں اختلاف ثابت کرنیکے لیے دوسری کتب کی حکایات و روایات ہی پیش کرنی چاہئے۔ لیکن اس طریق سے جو مشکلات آپکو پیش آئینگی اسکا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ ہم مسلمانوں میں سے تو ایک بھی ایسا نہیں جو اُن کتب کو قرآن کریم کیا بلکہ احادیث کے پایہ کا بھی سمجھتا ہو۔ مہاشہ صاحب آپ بتلائیے: آپ کو یہ کیا سوجھی کیا ویدک سٹور (Vedic store) میں ایسی روایات کچھ کم تھیں کہ آپنے قصص اور بائبل اور تفسیروں کے اوراق گردانے شروع کر دیے۔ آپ پہلے اپنے وید مقدس کی خبر لیجیئگا کہ کیا کیا عجیب تحقیقاتیں اُس کے اندر موجود ہیں۔

تیسرا اختلاف جو مہاشہ صاحب نے پہلے پیش کیا تھا۔ وہاں آیات یعنے فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ و لا یتساءلون اور اقبل بعضھم علی بعض۔ مگر اب کی دفعہ شکر ہے کہ آپنے بایں الفاظ اپنی غلطی کا اعتراف تو کر لیا ہے "ہم زبردستی نہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر دو مختلف گروہوں کے دو مختلف

احکام ہیں۔ گویا ہمی اختلاف بتلانا غلط فہمی پر مبنی ہوسکتا ہے نہ کہ دھوکہ دہی پر" مہاشہ صاحب مجھے آپ اس لفظ کے استعمال کرنے سے معذور سمجھیگا۔ میں مجبور تھا کیا کرتا۔ مجھے تو آپ کا اخبار مطالعہ کرتے کرتے آپ کی جبلی فطرت کا یقین ہو گیا تھا۔ خیر عوض معاوضہ گلہ ندارد۔ آپ نے بھی تو ہمارے ایک محسن کیساتھ کمی نہیں کی ہے۔

پ۔ چوتھا اختلاف آپ یہ پیش کرتے ہیں۔ قال القھا یموسی فالقھا فاذا ھی حیۃ تسعٰی ۔ لا تخف سنعیدھا سیرتھا الاولیٰ۔ سورہ طہٰ رکوع ترجمہ۔ کہا اے موسیٰ اسکو ڈالدے۔ پس اسنے ڈال دیا۔ پس وہ دفعتاً ایک سانپ ہوگیا۔ ڈر نہیں ہم ابھی اسکی پہلی حالت کر دیتے ہیں۔ ۲۔ والق عصاک فلما راٰھا تھتز کانھا جان ولیٰ مدبراً ولم یعقب ٭ یاموسیٰ لا تخف انی لا یخاف لدی المرسلون۔ سورہ نمل اور اپنا عصا ڈالدو۔ جب موسیٰ نے اسکو اس طرح ہلتا دیکھا کہ گویا وہ ایک سانپ ہے۔ تو پیٹھ پھیر کر بھاگے۔ اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ تو فرمایا موسیٰ مت ڈرو۔ ہمارے حضور رسول نہیں ڈرا کرتے۔

۳۔ فالقی عصاہ فاذا ھی ثعبان مبین (سورہ اعراف اور سورہ الشعراء دونوں میں ہے) پس جب اُسنے اپنا عصا ڈالدیا۔ تو وہ ایک بڑا اژدہا ہوگیا۔

ناظرین! ان متذکرہ بالا آیات میں اختلاف ثابت کرنے کے لیے مہاشہ جی نے بیہودہ ترددکی ہے۔ وہ میں آپکے سامنے پیش کیئے دیتا ہوں۔ تا آپکو بھی یقین ہوجائے۔ کہ میری رائے مہاشہ صاحب کی نسبت درست اور بالکل درست ہے۔ اور پھر بعد ازیں انشاء اللہ تعالیٰ اصل حقیقت آپکو بتائی جائیگی۔

آپ مندرجہ بالا آیات میں اختلاف ظاہر کرنیکے لیے سب سے اول تفسیر قادری کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں کہ" وہ اژدہا ہوگیا منہ کھولے ہوئے۔ اس

کے دونوں کلوں میں اسّی گز کا فاصلہ تھا اور پھر آپ موضح القرآن کی شہادت سے جان کے معنی چھوٹے سانپ کے کرکے یوں رطب اللسان ہیں "ناظرین اب جو آیت (یعنی موسیٰ کو اسّی گز چوڑے منہ والا اژدہا) جتنا بیان کرتی ہے۔ اس کی مخالفت آیات سورۂ طٰہٰ و نمل (یعنی...) اور موضح القرآن سے صریح ہے مگر باایں ہمہ قادیانی مسیح کے برخوردار فرماتے ہیں۔ کہ سانپ و اژدہا میں کیا فرق ہے۔ کوئی اختلاف نہ ہوا" معاذ اللہ جی اس وقت آپ کہاں سے کہاں نکل گئے۔ وہ قرآن شریف کا کون سا لفظ ہے۔ جس کے معنے ہیں۔ کہ وہ سانپ اتنا بڑا تھا۔ کہ اسکے دونوں کلوں میں اسّی گز کا فاصلہ تھا۔ آخر دیدہ دہنی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے قرآن شریف میں جو لفظ ہے۔ وہ تو ثعبان کا ہے۔ اور آپ اس کے معنی کسی اور کتاب میں سے لیکر پیش کرتے ہیں کہ ایسا سانپ جس کے دونوں کلوں کا فاصلہ اسی گز ہو۔ ہاں لغت کی کسی کتاب میں ثعبان کے معنے ایسے مہیب سانپ کے دکھاتے تو بھی۔ اگر زیادہ سے زیادہ لغت اس کے معنی کرنیکی اجازت دیتی ہے تو یہی کہ ثعبان کے معنے بڑے سانپ کے ہوتے ہیں۔ نہ یہ کہ اتنا بڑا سانپ ہو۔ جس کے دونوں کلوں کا فاصلہ اسی گز ہو۔ اور جس سانپ کی طرف آپ اشارہ کرتے ہیں غالباً دو میل سے لمبائی میں کیا کم ہوگا۔ لیکن یاد رہے کہ قرآن شریف کے کسی لفظ سے یہ مفہوم نہیں پایا جاتا۔ اور اگر کسی اور شخص نے یہ معنی کئے ہوں۔ تو وہ اس کی تفسیر کہلا سکتی ہے۔ نہ کہ معنی کیونکہ ثعبان کے معنوں میں اسقدر طول کا کہیں نشان نہیں پایا جاتا۔ اور کسی اور شخص کے معنے ہم پر حجت نہیں ہو سکتے۔ اور مسلمانوں نے تیرہ سو سال میں آج تک ان تفاسیر کو کبھی بھی قرآن شریف کا حصہ قرار نہیں دیا۔ پس اگر اعتراض کی نیت ہو۔ تو قرآن کریم کی ذات پر اعتراض کرو۔ نہ یہ کہ موضح القرآن اور دیگر تفاسیر کی منقولہ روایات کو قرآن شریف کی طرف منسوب کرکے

ناظرین! بعنوان "دونوں کا نفع ہو" والا مضمون ضرور پڑھیں۔

یونہی پبلک کو مغالطے میں ڈالنے کی کوشش کرو۔ حاشیہ جی! آپ فرماتے ہیں کہ اس (موجودہ آیت اور مضمون) آیت کی مخالفت موضح القرآن سے صحیح ہے۔ خوب اس بے معنی مخالف کا بھلا "قرآنی اختلافات" سے کیا تعلق ہے۔ ایسے تخالف اور تضاد ہزاروں ہوتے پھرتے ہیں۔ پبلک تھوڑا ہی آپ کی بڑ ماننے لگی ہے۔ آپ مجھ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ میں نے شاید بسبب مرض نسیان آپکے پہلے آیات نمبر ا اور ۲ کو درج اخبار کرکے پبلک پر یہ ظاہر کیا تھا کہ حیہ (سانپ) اور ثعبان (اژدہا) میں بڑا اختلاف ہے جس کے جواب میں آپ کو یہ کہا گیا تھا کہ حیہ عام سانپ کو کہتے ہیں خواہ وہ اژدہا ہو یا سنگ کسی قسم کا ہو۔ اسے عربی زبان میں حیہ ہی کہینگے میں تو اب بھی یہی کہتا ہوں کہ لفظ اژدہا اور سانپ میں ان معنوں کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔ مہربانی آپ ہی بتائیں۔ کہ وہ سانپ اژدہا ہے۔ اس میں سانپ اور اژدہا میں کیا اختلاف ہے۔ جو قابل اعتراض ہو سکتا ہے۔ یہ تو ہوئیں آپ کی ذرہ پروازیاں۔ اب سنیئے اپنی غلط فہمی کی حقیقت۔

حاشیہ صاحب! اصل میں آپ یہ سمجھے ہیں کہ یہ تینوں آیات ایک ہی واقعہ کے متعلق ہیں۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے آیات ملاوہ تو اس وقت کا ذکر کرتی ہیں۔ کہ جب حضرت موسیٰ خدا تعالےٰ سے وادیٔ مقدس میں ہم کلام ہوئے اور خدا تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ کا کرشمہ ظاہر کرنیکے لیے آپکے سامنے اس عصا کو ایک چھوٹے سانپ کی ہیئت اور شکل میں تبدیل کر دیا لیکن تیسری آیت اس واقعہ کے متعلق بیان کرتی ہے۔ کہ جب حضرت موسیٰ فرعون اور اسکے لشکر کے سامنے آئے۔ اور اپنے منجانب اللہ ہونیکا ثبوت اپنا عصا پیش کیا جس کو قادر مطلق نے کامل شکستگی کے ساتھ عین موقعہ اور محل کے مناسب ایک اژدہا کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ اگر خدا تعالیٰ اس عصا کو وادی

مقدس میں اژدہا بنانا چاہتا۔ تو بنا سکتا تھا۔ مگر چونکہ حضرت موسیٰ کو ڈرانا مقصود نہیں تھا۔ بلکہ آپ کو اس عصا کی عجیب الخاصیت حالت کے متعلق آگاہ کرنا تھا اس لیے ایک چھوٹے سانپ کی ہیئت ہی میں ظاہر کر دیا جسکو دیکھکر حضرت موسیٰ اس خوف زدہ ہوئے۔ کہ آپ نے پیٹھ پھیر کر بھاگنا شروع کر دیا۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ آپ کو یہ تسلی دیتا ہے لا تخف لا یخاف لدی المرسلون۔ ڈرو نہیں۔ میرے حضور میرے رسول ڈرا نہیں کرتے۔ پس یہ تو حکیم و قادر مطلق خدا کی عین حکمت اور قدرت کے مطابق ہوا۔ حضرت موسیٰ پر اپنا جلالی اور جبروتیت اور قہاریت کی تجلی تھوڑی ہی ظاہر کرنی تھی۔ کہ آپ کو ایک بڑا اژدہا بنا کر عذاب کا نمونہ دکھایا جاتا۔

الغرض قرآن کریم کو شروع سے لیکر اخیر تک دیکھ جاؤ۔ کہ جانّ کا لفظ جہاں کہیں بھی آیا ہے۔ وہ اسی موقعہ کے لیے ہے۔ کہ جب حضرت موسیٰ کیلئے وادیٔ مبارک میں ہمکلام ہوئے تھے۔ اور برخلاف اسکے ثعبانٌ کا لفظ اس موقعہ کے لیے ہے کہ جب فرعون اور اسکے درباریوں کے سامنے اور ساحروں کے مقابل میں حضرت موسیٰ نے اپنے عصا کو ڈالا تھا۔ اور وہ اس موقعہ اور محل کے مناسب ایک اژدہا ہو گیا۔ ناظرین! یہ حقیقت ہے اس اختلاف کی کہ جس کی اصل حقیقت مہاشہ صاحبکو بوجہ ذہنی کوتاہی نظر کے پا نہیں سکے۔ اور اپنی کمزوری کو قرآن شریف کیطرف منسوب کر دیا

لہ اسجگہ ہم عصا کے سانپ ہونے پر بحث نہیں کرتے۔ کہ ان آیاتؐ کیا مراد ہے۔ بلکہ اس امر کو اصلاً تسلیم کر کے ثابت کرتے ہیں۔ کہ قرآن شریف میں اختلاف نہیں۔ ورنہ ان آیات کے اور معنی بھی لیے جاتے ہیں۔ اور یہ اسلیئے لکھا جاتا ہے کہ آریوں کی عادت ہے کہ جب ایک سوال پر رہ جائیں تو دوسرا پہلو لیکر اسپر بحث شروع کر دیتے ہیں مثلاً اختلاف ثابت نہ ہو سکا۔ تو کہدیا کہ سوٹا سانپ کسطرح بنگیا یہ بیہودہ باتؐ ہے۔ اسلیئے اس غلط بحث سے بچنے کے لیے ہم پہلے ہی مہاشہ صاحبکو آگاہ کیے دیتے ہیں کہ گھبرا کر دوسری طرف نہ چلے جائیں بلکہ اگر عصا کے سانپ بننے پر زور ہو۔ تو اسپر الگ مضمون لکھیں۔ اسکا بھی انشاء اللہ کامل جواب دیا جائیگا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

ناظرین! عنوان دوسری کا لفظ ہے والا مضمون ضرور پڑھیں۔

جواب نمبر ۲۔ اب جبکہ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ ثعبان کے معنے اگر بڑے سانپ کے ہیں اور جان کے معنے چھوٹے سانپ کے تو ان معنوں میں کوئی جرح نہیں۔ بلکہ اختلاف کی بجائے اس میں خوبی ہے۔ کہ دوست کے سامنے اور طرح سے شان دکھلائی گئی۔ اور دشمن کے سامنے اور طرح سے۔ اس کے بعد ہم ایک اور جواب پیش کرتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ لغت میں ثعبان کے معنے عام سانپ کے بھی ہیں چنانچہ لسان العرب جلد اول میں ہے۔ کہ وقیل حیة صغیرة او کبیرة یعنے اس لفظ کے یہ معنے بھی ہیں۔ کہ کسی قسم کا سانپ ہو۔ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ پس ثعبان اور جان میں کوئی فرق نہیں رہا۔ اور ان دونوں آیتوں میں کوئی اختلاف ثابت نہ ہوا۔ کیونکہ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے ثعبان کا لفظ استعمال کر کے یہ بتایا۔ کہ وہ عصا سانپ ہو گیا تھا۔ اور دوسری جگہ جان کا لفظ استعمال کر کے یہ بتایا۔ کہ گو ثعبان سے مراد بڑا اور چھوٹا دونوں قسم کے سانپ ہو سکتے ہیں۔ لیکن ہماری مراد جان سے ہے۔ اور چاہیے کہ تم ثعبان کے معنے جان کے کرو۔ پس اس میں کیا اختلاف ہوا ایک جگہ پر ایک عام لفظ استعمال کیا تھا۔ اور دوسری جگہ ایک خاص بول کر اسکی تخصیص کر دی۔ پس ان معنوں کے لحاظ سے بھی ان آیات میں کوئی اختلاف نہیں ثابت ہوتا۔

جواب نمبر ۳۔ تیسرا جواب آپکے اس اعتراض کا یہ ہے۔ کہ گو ہم مان بھی لیں کہ ثعبان کے معنے بڑے سانپ کے ہیں۔ اور جان کے معنے چھوٹے سانپ کے اور تطابق میں بھی کوئی اختلاف نہیں تھا۔ بلکہ جو چیز موسیٰ کو وادی مقدس میں دکھائی گئی تھی۔ وہی فرعون کو دکھائی گئی تھی۔ تب بھی کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ کیونکہ اگر آپ غور سے اس آیت کو دیکھتے۔ تو آپکو معلوم ہوتا۔ کہ جہاں جان کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ وہاں آیت اس طرح ہے کہ   کانھا جان۔ یعنے وہ ہلتا تھا کہ گویا

ناظرین! عنوان "دونوں کا نفع ہو" والا مضمون ضرور پڑھیں

وہ ایک سانپ ہے۔ پس مہاشہ جی آپکا اعتراض اس آیت پر کسی صورت میں بھی نہیں پڑ سکتا۔ کیونکہ اس عصا کو جان نہیں کہا گیا۔ بلکہ اس کی حرکت کو جان کی حرکت قرار دیا ہے یعنی بتایا ہے۔ کہ وہ جان کی طرح ہلتا تھا۔ اس سے تو ثابت نہیں ہوتا کہ اسکا جسم جان کی طرح تھا۔ بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کی حرکت جان کی طرح تھی پس اس میں کیا اختلاف ہوا۔ کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ موسیٰ کا عصا ایک ثعبان بنگیا۔ جس کی حرکت جان کی طرح تھی یعنے گو شکل میں تو وہ ایک ثعبان کے مشابہ تھا۔ لیکن حرکت میں وہ ایسا تیز تھا کہ ایک سانپ کی طرح حرکت کرتا تھا۔ اور اسکی حرکت میں بڑی سرعت پائی جاتی تھی۔ اس سے تو صرف یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ موسیٰ کا عصا ایک بڑا اور پھرتیلا سانپ بنگیا۔ اگر قرآن شریف میں صرف کا ثعبان کے الفاظ ہوتے۔ اور تھتز کا لفظ شروع میں نہ ہوتا۔ تب تو آپ اس کے یہ معنی کرتے۔ کہ وہ چھوٹے سانپ کی شکل پر بنگیا۔ لیکن اس آیت میں تو اس سانپ کو جان نہیں کہا گیا۔ بلکہ اس کی حرکت کو جان کی حرکت کہا گیا ہے پس آپکو بیجا اعتراض کرنیکی کوئی ضرورت نہیں امید ہے۔ کہ آپ ان تینوں جوابوں کو سن کر آیندہ اس آیت پر اعتراض کرنیکی جرأت نہ کرینگے۔ اور اگر آپنے پھر بھی ہٹ دھرمی سے کام لیا۔ تو پھر سوائے اسکے کہ یہ سمجھ لیا جائے۔ کہ آپ کو کانٹو کی عادت ہے۔

ناظرین اب اختلاف نمبر ۵ کی بھی حقیقت سن لیجئے۔ مختلف فیہ آیات جو مہاشہ جی نے پیش کی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ (۱) وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۔ ترجمہ۔ یہ لوگ تجھ سے عذاب کے لیئے جلدی کر رہے ہیں۔ اور اللہ تو کبھی بھی اپنا وعدہ خلاف نہیں کریگا اور کچھ شک نہیں۔ کہ تمہارے پروردگار کے ہاں تم لوگوں کی گنتی

کے مطابق ہزار برس کے برابر ایک دن ہے۔

(۲) سَاَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْکٰفِرِیْنَ لَیْسَ لَہٗ دَافِعٌ مِّنَ اللّٰہِ ذِی الْمَعَارِجِ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ (سورہ معارج رکوع ۱) (ترجمہ) کسی سائل نے اس آنیوالے عذاب کے متعلق سوال کیا جو کافروں کے لیے اٹل ہے۔ اُس خدا سے جو فضلوں اور نعمتوں والا ہے۔ ملائکہ اور روح اسکی طرف ایک ایسے دن یا وقت میں عروج کرتے ہیں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

ناظرین! مہاشہ جی فرماتے ہیں۔ کہ "اللہ میاں ہر دو مقامات پر یہ کمی بیشی الفاظ بطرز جداگانہ عذاب قیامت بتلا رہے ہیں۔ مگر بسبب مرض نسیان کے آپ نے کہیں ہزار اور کہیں پچاس ہزار لکھ مارا ہے۔" مرض نسیان ہے یا کچھ اور ہے۔ یہ تو آپ ہی کو معلوم ہوگا۔ کہ جنہیں اکثر ہزیان اور بیہودہ اور زٹل بکنے کی عادت ہے۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ آپ آنکھوں کے بھی خوب بینا ہیں۔ اسی لیے تو آپ کو اندھیرے میں خوب دور کی سوجھی ہیں۔ اور آپ زبان کے بھی خوب شُستہ ہیں۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات اور جامع صفات پر بھی منہ کھول کر ایک آدھ بالشت کی زبان نکالنی شروع کردی ہے۔ یہ باتیں تو آپکے اندرونہ کی اُس اصلیت کو پبلک پر ظاہر کر رہی ہیں جس کا راقم کو مدتوں سے یقین تھا۔ اور آپکے ہزلیات اور خرافات کو سُن سُن کر خاموش رہتا تھا۔ مگر پبلک چراگاہیں چرانے کے لیے آپ کی رسّی کا اسقدر دراز چھوڑنا خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ اسلیئے اب ہماری کھینچ تان سے بھی آپ کو ذرا ہوشیار اور محتاط رہنا ہوگا۔ یہ تو ہوئی آپکے لیے تنبیہ۔ اب ہم اس لمبے زاد اختلاف کی حقیقت بھی سُن لیجیے جس کو کہ آپنے پہلے بھی پیش کیا تھا۔ اور آج پھر پبلک کو غلط مغالطہ دیکر

ناظرین! عنوان دو زبان قادیانی کا نقشہ ملاحظہ فرمائیں۔

نے پیش کر دیا ہے۔ مباحثہ صاحب! ذرا آنکھوں سے دیکھیے۔ اگر آپ کو خدا نے کچھ آنکھیں دی ہیں۔ اگر ان مندرجہ بالا آیات میں قیامت کا ذکر کہاں ہے۔ کہ آپ اسقدر شور مچا رہے ہیں۔ کہ اے میاں ہر دو مقام میں عذاب قیامت کی میعاد بتلائی ہے۔ غور سے دیکھیے۔ اور پھر غور سے دیکھیے۔ کہ آیا ان آیات میں یا انکے اجمل و آخری میں کہیں بھی قیامت کا ذکر آیا ہے۔ یا یونہی آپ افترا پردازی کر کے نامۂ اعمال سیاہ کر رہے ہیں۔ بلکہ آیت نمبر ۱ کے اقبل کو غور سے پڑھیے کہ کس صراحت اور وضاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کفر کے والوں کو دنیا میں عذاب کے متعلق خبر دے رہا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ الخ (ترجمہ) یعنی ان مسلمانوں کو جو قتل کیے جا رہے ہیں۔ اب کافروں سے لڑنے کی اجازت ہے کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔ اور ضرور ضرور اللہ انکی نصرت پر قادر ہے۔ یہ وہ مظلوم لوگ ہیں جو صرف اتنی بات کے کہنے پر کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ ناحق اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ یہ بیان کر کے بہت سی ظالم قوموں نے ہمارے رسولوں کی تکذیب کی۔ اور ہم نے انکو تباہ کر دیا فرماتا ہے۔ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۔ ۔ ۔ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (ترجمہ) یعنی یہ لوگ بھی عذاب کی جلدی کرتے ہیں۔ بیشک اللہ بھی اپنے وعدہ کا خلاف ہرگز نہیں کریگا۔ بیشک تمہارے رب کے ہاں تم لوگوں کی گنتی کے مطابق ہزار برس کے برابر ایک یوم ہے۔ یعنی تم جلدی کس بات کی کرتے ہو۔ وہ وقت جو کسی قوم کی تباہی کا خدا تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے وہ تو ہزار برس ہے۔ اور تم لوگوں کو بت پرستی اور بدکاریوں میں مبتلا ہوئے ایک ہزار برس ہو گیا ہے۔ اور یہی آخری میعاد ہے جس سے کوئی قوم بھی تجاوز نہ کر سکی۔ اور نہ کر

ناظرین! [illegible]

سکتی ہے۔ اسی مدت کے اندر اندر ہر ایک سرکش قوم ہلاک کر دیجاتی ہے۔ اب تم جلدی کر دیا نہ کرو۔ وہ مدت گزر چکی ہے۔ یعنی ایک ہزار برس تک تم بت پرستی اور بدی کرتے رہے ہو۔ اور تمہارے پاس ایک نذیر مبلغ بھی آگیا ہے۔ پس اب دیر کسی بات کی نہیں ہے۔ وہ عذاب آگیا ہے۔

الغرض ان آیات کے ماقبل و ما بعد سے وضاحت اور صراحت کیساتھ اظہر من الشمس ہے کہ یہ ہزار برس کی میعاد وہ میعاد ہے جس میں قومیں بدیوں اور سرکشیوں میں بڑھتی جاتی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ انہیں مہلت دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس مدت کے اندر ہی اندر یا اس کے اختتام پر خدا تعالیٰ کا عذاب انہیں تباہ کر ڈالتا ہے۔ یہ ایک بدیہی صداقت ہے۔ جس کا مصدق ہمارا مشاہدہ ہے۔ مگر مہاشہ جی ہیں کہ نہ آگا دیکھتے ہیں۔ اور نہ پیچھا۔ الٹی سیدھی ہانکے چلے جاتے ہیں ناظرین ذرا آپ انکے اخبار کے صفحہ ۸ کو دیکھیئے۔ کہ آپ اپنے دعویٰ کا ثبوت اور دلیل کیا پیش کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ ابن عباس وعکرمہ وضحاک و ابن زید بھی اس کے قائل ہیں۔ کہ آیت نمبر ۲ میں جو پچاس ہزار سال کا وقت ہے۔ اس سے وہ قیامت کا ہی وقت مراد ہے۔ اور مفسر قادری بھی یہی کہتا ہے۔ اسلیئے صاف ظاہر ہو کہ ہر دو آیات میں عذاب قیامت ہی کی تشہر مراد ہے الخ مسافر آگرہ ۸۔ فروری ۱۹۱۳ء بیشک مہاشہ صاحب استدلال اسی کو کہتے ہیں۔ کہ آیت نمبر ۲ کے متعلق تو ثبوت دیا جا رہا ہے۔ اور پھر استنباط اس سے یہ کیا جاتا ہے۔ کہ آیت نمبر ۱ میں بھی عذاب قیامت ہی مراد ہے۔ واہ کیا کہنا آپ کی لیاقت کا پیارے ناظرین! اریجا۔ یہ قرآن کریم کے اختلافات ثابت ہو رہے ہیں۔ اب بتائیے کہ نسیان ہے۔ یا جنون ہے۔ یا سر پھر گیا ہے۔ تمرکیا ہو گیا ہے۔ کہ قرآن کریم کے اختلافات ثابت کرتے کرتے عقل بھی ماری گئی ہے حضرت! آپ دوسروں کے اقوال کو اتنی جلدی کیوں

ناظرین! قرآن دونوں کا نشئہ ہے لا منطق عذر نہیں

رے بیٹھے ہیں۔ اب قرآن کریم کی ذات میں پہلے مدلل طور پر کوئی نقص ثابت کریں اور پھر ناجی تائیدات کیلئے ہاتھ پیر ماریں۔ آپ کو پہلے چاہیئے تھا۔ کہ آپ پبلک پر آیت نمبر ۱ کے ماقبل و ما بعد میں وہ آیات بتلاتے جن میں خدا تعالےٰ نے قیامت کے عذاب کا ذکر کیا ہو۔ اور اگر زیادہ ضرورت سمجھتے۔ تو مزید تائید کے لیے دیگر اقوال بھی نقل کر دیتے۔ ایسا ہی آیت نمبر ۲ میں یہ ثابت کرتے۔ کہ وہاں بھی خدا نے قیامت کا ہی ذکر کیا ہے۔ اور پھر پبلک کو بتاتے کہ اس طرح پر مندرجہ بالا آیات میں اختلاف اور تضاد ہے۔ مگر بجائے ایسا کرنے کے آپ نے تو صرف آیۃ نمبر ۲ میں مختلف فیہ اقوال سے آشنا کرکر یہاں پر بعض کے نزدیک قیامت کی میعاد مراد ہے۔ اور بعض کے نزدیک وہ وقت مراد ہے جس میں ملائکہ اور روح دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف عروج کر جاتے ہیں فوراً ہی یہ نتیجہ نکال لیا۔ کہ یہ دو آیات میں صریح تخالف ہے۔ اور ساتھ ہی راقم کو بھی دو چار سنا دیں۔ کہ مینے پبلک کو گمراہ کیا ہے خیر اس کی تو مجھے بالکل پرواہ نہیں۔ اور نہ ہی میں ان گالیوں کا آپکے پاس شاکی ہوں۔ آپ جی بھر کر مجھے اور گالیاں نکال لیں مگر میں اسبات کا افسوس ضرور کرتا ہوں۔ اور پبلک کے نوٹس میں لا کر کہتا ہوں۔ کہ آپ نے یہ کیا احمقانہ حرکت کی ہے۔ کہ آیت نمبر ۲ میں یہ بھی ثابت نہ کیا۔ کہ وہاں پر دو مختلف اقوال میں سے کونسا قول درست ہے۔ اور پبلک بیچاری کو باتوں ہی باتوں میں یہ دھوکہ دیگئے۔ کہ آیت نمبر ۱ اور آیت نمبر ۲ میں اختلاف ہے۔ آپ نے آیت نمبر ۱ میں یہ ثابت ہی کب کیا ہے۔ کہ وہاں پر بھی قیامت کی میعاد مراد ہے۔ آپ نے تو اُسے چھوا تک بھی نہیں۔ یونہی آنکھیں بند کر کے کہدیا کہ یہاں بھی میعاد قیامت مراد ہے۔

مہاشہ جی! کیا آپ یہ امید کرتے ہیں۔ کہ جب تک آپ مندرجہ بالا آیات

ناظرین! عنوان "دونوں قسمیں" والا مضمون ضرور پڑھیں۔

میں کسی اختلاف کے ثابت ہو کر نگے پبلک یہی نہ جاوے۔ آپ کی زٹلیات اور خرافات کو مانتی چلی جائیگی۔ کیا ایک ہزار اور پچاس ہزار کو صرف ہوتے الفاظ میں ہی کہہ دیئے سے پبلک آپکے دام میں آجائیگی۔ ہاں کند ہم جنس باہم جنس پرواز۔ آخر آپ جانتے ہونگے۔ کہ آپ کے اخبار کے خریدار بھی آپ ہی کی طرز کے ہونگے۔ اپنے جو مرضی آئے لکھ جاو ایسا ہے کون جو بات کو سمجھ سکے۔ ہاں ذرہ مجھے ہوش سے اس سوال کا جواب دیجئے۔ کہ آپ کے لیے جو پرمیشر نے پیدا ہونیکا وقت نو ماہ مقرر کئے ہیں۔ اور ایک خرگوش کے پیدا ہونیکے لیے پندرہ دن کی میعاد مقرر کی ہے تو کیا یہ اختلافات اوقات قابل اعتراض ہو سکتا ہے۔ کل کو کہیں اپنے پرمیشر پر یہ اعتراض نہ جڑ دینا کہ پرمیشر صاحب! یہ آپنے کیا غضب کیا ہے۔ کہ خرگوش کے پیدا ہونے کی میعاد دو سو سانٹھ دن کم رکھدی ہے کہیں مرض نسیان تو نہیں ہو گیا تھا۔ آپ کے منہ سے ایسا اعتراض نکلنا کچھ بعید از عقل نہیں سیدھا سا جواب دیکھتے ہوئے کہ ایک آیت میں دنیاوی عذاب کے وقت کا ذکر ہے۔ اور دوسری میں قیامت یا ملائکہ کے عروج کا جیسا کہ خود آپ ہی نے ثابت کیا ہے اگر آپ کچھ کہتے چلے جاتے ہیں۔ کہ ان میں اختلاف ہو گیا ہے کیا آپ کے خیال میں یہ چاہیئے تھا۔ کہ جہاں کہیں بھی کسی مدت کا ذکر ہوتا۔ تو اسکو ایک ہزار برس سے ہی ظاہر کیا جاتا۔ اس قسم کی بیہودہ مطابقت اور احمقانہ موافقت اگر دیکھنی ہو۔ تو وید میں جا کر ڈھونڈیئے۔ قرآن کریم میں تو ملنے کی نہیں۔ دیکھو اگر اس وجہ سے یہ طبع زاد اختلاف سوجھا ہے۔ کہ اللہ تعالے نے ہر دو آیات میں یوم کا لفظ کیوں استعمال کیا ہے۔ تو یہ خیال آپ کا آپ کی علمی پردہ دری اور بھی وضاحت کے ساتھ ظاہر کرتا ہے۔ مہاشہ صاحب! مجھ سے سنیئے! اور لغت کو دیکھ لیں یا کسی علم والے سے ہی پوچھ لیں۔ (اگر آپ کو میری بات کا یقین نہ ہو) کہ یوم کے معنے خاص چوبیس گھنٹے کے دن کے ہی نہیں ہوا کرتے بلکہ عام

[illegible]

مطلق وقت کے معنے ہوتے ہیں۔ آپ اقرب الموارد دیکھیں۔ یا قاموس یا کوئی اور لغت تلاش کریں۔ آپ کو یہی معنی ملینگے کہ قد یراد بالیوم الوقت مطلقاً۔ یعنی یوم سے مطلق وقت مراد ہوتا ہے۔ اسلئے ہر ایک لفظ کے معنے اس کے موقعہ اور محل کے مناسب کرنے چاہئیں۔ یہ نہیں کہ انہیں پیچ کر کر جہاں کہیں کہ یوم کا لفظ آئے اس کے معنے چوبیس گھنٹے کے سمجھ لیں۔ عقلمند انسان تو ایسی نامعقول حرکت کرنہیں سکتا۔ اور بیوقوف اور احمق آدمی کا ہم ذمہ نہیں اٹھاتے۔ مہاشہ صاحب! اگر اب تک بھی آپ کی سمجھ میں نہ آیا ہو۔ تو میں ایک دفعہ اور آپ کو ایک موٹے اور آسان طریقے سے ہی سمجھائے دیتا ہوں۔ آپ ذرا غور فرمائیں۔ کہ آیت نمبر ۱ میں اللہ فرماتا ہے۔ کہ تیرے رب کا ایک یوم تم لوگوں کے ہزار سال کے برابر ہے۔" اور آیت نمبر ۲ میں (ابن عباس کے قول کے مطابق) یہ بیان ہے کہ "وہ عذاب ایک ایسے یوم میں واقعہ ہونیوالا ہے۔ کہ جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ اب دیکھئے کہ ان آیات میں کونسا مختلف فیہ بیان ہے۔ کہ آپ کو اعتراض کی سوجھ گئی۔ کیا خدا نے دوسری آیت میں یہ بیان کر دیا ہے کہ تیرے رب کا ایک یوم پچاس ہزار سال کا ہے۔ نہیں۔ بلکہ وہاں تو صرف اتنا ذکر ہے کہ وہ آنیوالا عذاب ایک ایسے وقت میں آئیگا۔ کہ جس کی میعاد پچاس ہزار سال ہے۔ مہاشہ صاحب! اب تو آپ موقعہ دیکھتے ہیں اور نہ محل بس کوئی آیت سامنے آئی اور آپ کو اعتراض تراشنے کی فکر پڑ جاتی ہے میں سچ کہتا ہوں۔ اور ناظرین کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ کہ یہ آیات بینات ایسی بدیہی اور صاف ہیں۔ کہ اگر آپ کو یوم کے معنے معلوم نہ بھی ہوتے تب بھی کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ آپ کے کسی گوشۂ دل میں کوئی اعتراض خلجان کرتا کیونکہ ہر دو آیات میں مختلف الزمان اور مختلف المکان عذابوں کا ذکر ہے۔ ایک ہی عذاب کی میعاد کا ذکر نہیں۔ جیسا کہ آیت نمبر ۳ میں خود آپنے عذاب قیامۃ

تسلیم کیا ہے۔ اور آیت نمبر ۱ میں (جس کو آپ بھول ہی گئے تھے) ہم نے عذاب دینا مراد ہونا ثابت کر دیا ہے پس ایسی متبادر الی الفہم اور روشن صداقت کے باوجود بھی آپ لوگوں کو اسلام کی مخالفت کے جوش میں نہ معلوم کہ کیا ہو جاتا ہے کہ جو کچھ اناپ شناپ منہ میں آتا ہے۔ بک دیتے ہیں۔ اسبات کی مطلقاً پروا نہیں۔ کہ کل کو پبلک ان افترا پردازیوں اور روباہ بازیوں کی حقیقت طشت از بام ہونے پر آپ کی نسبت کیا خیال کریگی۔

الغرض ناظرین اسی طرح پر مہاشہ صاحب کل الجواہر کی پھبتیاں اڑاتے اور قافیہ بندی کرتے ہوئے کل چھ طبع زاد اختلافات پر بمشکل ہی پہنچ سکے ہیں جن میں سے پانچ اختلافوں کی قلعی تو ہم نے دوبارہ کھولدی ہے اور باقیماندہ کی حقیقت چونکہ ہم نے تشحیذ ۱۹۱۲ء کے پرچے میں بوضاحت لکھدی تھی اور ان کا جواب مہاشہ صاحب نے بھی کچھ نہیں دیا ہے۔ ہاں چھٹے اختلافات کو صرف دوبارہ نقل کرکے یہ پھبتی ضرور اڑائی ہے۔ کہ صاحبزادہ صاحبکو اگر یہ تین اختلاف نظر نہ آویں۔ تو کل الجواہر استعمال کریں۔ اللہ میاں دو چند وعدے پر قرض مانگتا ہے۔ اور اوروں کو سود لینے سے منع کرتا ہے۔ جسکے جواب میں صرف اتنا کہدینا کافی سمجھتا ہوں کہ قرض پنجابی لفظ نہیں کہ مہاشہ صاحب اور حا کے معنے سمجھ رہے ہیں بلکہ عربی لفظ ہے۔ جسکے معنی (القرض ضرب من القطع) کاٹ کر الگ کرنے کے ہیں قینچی کو بھی مقراض اسی لئے کہتے ہیں۔ کہ وہ کاٹتی ہے۔ قرآن کریم میں قرض جہاں کہیں بھی کہ استعمال ہوا ہے۔ وہاں خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے ہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور اور وہاں کے لئے الگ دین کا لفظ آیا ہے۔ پس یہ مہاشہ صاحب کی عین جہالت اور حماقت ہے کہ وہ من یقرض اللہ قرضاً حسناً کی پاک تعلیم کو حرمت سود کے مخالف بتلاتے ہیں۔ کیونکہ کوئی عقلمند اور ذی فہم

انسان بھی انفاق فی سبیل اللہ کی تعلیم اور حرمت سود کی تعلیم کو آپس میں متضاد نہیں کہہ سکتا۔ غرض مہاشہ صاحب صرف چھ اختلافات تک ہی پہنچ کر باقی تنقید کے لئے عدم ضرورت کا عذر پیش کرتے ہیں جس کا مطلب ہمارے ناظرین خوب سمجھتے ہیں۔ مہاشہ صاحب! عدم ضرورت اور فرصت کا خیال جانے دیجئے ابھی تو آپنے "ایک ہزار اختلاف" میں سے کل گیارہ ہی بتلائے ہیں اور پھر ان کا بھی فیصلہ نہیں ہونے دیتے۔ آپ نے ہمارا قرض کھرے داموں میں ادا کرنا ہوگا۔ اب آپ کھسکتے کہاں ہیں۔ مرد میدان بنیں۔ اور جس بات کا دعویٰ کیا تھا۔ اسکو ثابت کریں۔ ورنہ آپ پبلک کی نظر میں مفتری اور دروغگو اور جھگڑے ثابت ہونگے۔

سید ولی شاہ اسسٹنٹ ایڈیٹر۔ م

انجمن نے سنہ حال میں قواعد انجمن تشحیذ الاذہان تو بدستور سابق ہی رکھے ہیں مگر بجٹ میں ترمیم و تنسیخ کی ہے جو ذیل میں درج ہے

تخمینہ بجٹ آمد انجمن تشحیذ الاذہان برائے سنہ ۱۹۱۱ء

الف تخمینہ بجٹ آمد انجمن تشحیذ الاذہان بابت سنہ ۱۹۱۱ء

نمبر شمار	نام صیغہ	مد	تخمینہ: مد	تخمینہ: صیغہ	کیفیت
۱	دفتر انجمن	چندہ ممبری	۷	۷۰	
۲	رسالہ	فروخت رسالہ	۳۰۰	۳۱۰۰	
۳	دارالکتب احمدیہ	چندہ اعانت	۴۰۰	۴۰۰	
۴	کاتب	اجرت	۲۴۰	۲۴۰	
۵	اشتہارات	اجرت	۳۰	۳۰	[illegible]

ناظرین! بعنوان "دو وزن کا قصہ" والا مضمون ضرور پڑھیں۔

(ب) تخمینہ بجٹ خرچ انجمن تشحیذ الاذہان سنہ ۱۹۱۱ء

نمبر شمار	ابواب	مد	تفصیل	تخمینہ بجٹ — تفصیل	مد	میزان	کیفیت
۱	[illegible]	[illegible]	·	·	۵۵	۵۵	
۲	·	·	[illegible]	۲۰	·	·	
۳	·	·	[illegible]	۵	·	·	
۴	·	·	[illegible]	۵	·	·	
۵	·	·	[illegible]	۵	·	·	
۶	[illegible]	·	·	·	·	۲۳۶	
۷	·	[illegible]	·	·	۹۳	·	
۸			[illegible]	۳۰۰	·	·	
۹			[illegible]	۱۸۰	·	·	
۱۰	·	·	[illegible]	۹۰	·	·	
۱۱	·	·	[illegible]	۳۱۹	·	·	
۱۲	·	[illegible]	·	·	۹۰		
۱۳	·	·	کاغذ	۳۰۰	·	·	
۱۴	·	·	کتابت	۱۴۴	·	·	
۱۵	·	·	چھپوائی	۳۱۹	·	·	
۱۶	·	·	[illegible]	۹۹	·	·	
۱۷	·	[illegible]	·	·	۲۶۰	·	
۱۸	·	·	[illegible]	۳۰۰	·	·	
۱۹	·	·	[illegible]	۱۴۰	·	·	
۲۰	·	·	[illegible]	۲۰	·	·	
۲۱	·	[illegible]	·	·	۵۰	·	
۲۲	·	[illegible]	·	·	۱۵۰	·	
۲۳	·	·	کتب	۱۰۰	·	·	
۲۴	·	·	اخبارات	۵۰	·	·	
۲۵	[illegible]	·	·	·	·	۳۲۵	
۲۶	·	[illegible]	·	۱۵	·	·	
۲۷	·	اسباب	·	۱۰۰	·	·	
۲۸	·	[illegible]	·	۱۰۰	·	·	
۲۹	·	[illegible]	·	۵۰	·	·	

پریزیڈنٹ
[illegible]

کل میزان
[illegible] روپے

سکرٹری
[illegible]

رجسٹرڈ اول نمبر ۵۶۴

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی عجیب دوائیں جو ۲۶ برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں؟

کھانسی کی دوا

یہ دوا [illegible] کھانسی [illegible] کی بیماری [illegible]
[illegible]
[illegible]

اس دوا پر [illegible] صاحب کی رائے

[illegible]
[illegible]
[illegible]

درد سر و بیاں کی دوا

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن ۵ تاراچند سٹریٹ کلکتہ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔

رسالہ

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

نمبر ۴ | بابت ماہ اپریل ۱۹۱۱ء | جلد ۶

[illegible] | فہرست مضامین | [illegible]

باہتمام چوہدری عبدالمنعم صاحب مینیجر ہر انگریزی مہینے کی آخری تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے

باہتمام مینیجر [illegible] پریس میں چھپا

اصلی ممیرا اور ممیرا کا سرمہ و ست سلاجیت

اصلی ممیرے اور ممیرے کے سرمہ کا اعلان عرصے سے شائع ہوا ہے۔ اس اثنا میں بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے۔ یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نور الدین صاحب مدظلہ العالی کے مجوزہ نسخہ کے موافق طیار کیا جاتا ہے۔ اور اصلی ممیرا جس کو خود اصلی ممیرا ہونیکی تصدیق کی اس میں ڈالا جاتا ہے۔ حضرت نے اس سرمہ کے متعلق خود فرمایا کہ "برائے امراض چشم بسیار مفید است" اس شہادت کے بعد مجھے کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں کیونکہ کسی ڈاکٹر کا اور امام چو طبی حیثیت اور تجربہ سے بھی طبی امام کہلانیکا جائز مستحق ہے۔ اس کے مفید ہونیکی ضرورت ہے۔ یہ سرمہ دھند جالا پھولا پڑوال سبل اور سرخی ابتدائی موتیا بند وغیرہ امراض چشم کے لیے بہت مفید ہے قیمت سرمہ قسم اول فی تولہ [illegible] قسم دوم [illegible] قسم سوم [illegible] اصلی ممیرا قسم اول فی [illegible] روپے۔

ترکیب استعمال۔ ممیرا پتھر پر گھسکر آنکھوں میں لگا سکتے ہیں۔ ممیرا گرمی وغیرہ کے موسم میں جو بیمار ہوتے ہیں۔ بہت مفید ہوتا ہے۔

ست سلاجیت

قوت باہ اعضا رئیسہ کی مقوی اور مفرح دافع بلغم ریاح درد دفع بواسیر جذام و استسقا زردی رنگ ہچکی نقص دوق ذیابیطس خارش و فساد خون بلغم و نقرس کو نکالتی سنگ گردہ و سلسل البول و سیلان منی و جریان خون درد مفاصل وغیرہ کو بہت مفید ہے بقدر ۲ ماشہ صبح کے وقت دودھ کے ساتھ استعمال کریں قیمت فی تولہ [illegible]

لنگیاں اور کلاہ

ہر قسم کی لنگیاں سنہری اور پشاوری اور سیاہ اور نیلے رنگ کی ریشمی و سوتی ریشمی سفید اور پشاوری اور نیز سنہری کلاہ اور پشاوری کی جوتیاں ہر قسم کی بہت ارزاں قیمت کی منگتی ہیں۔

المشتہر۔ احمد نور کابلی مہاجر سوداگر قادیان ضلع گورداسپور

مُسلمان وُہی ہے جو سب ماموروں کو مانے

دیباچہ

چند دنوں سے وطن اور المنیر میں حضرت اقدس مسیح موعود اور حضرۃ خلیفۃ المسیح پر اعتراض کیا گیا ہے۔ کہ آپ نے احمدیوں اور غیر احمدیوں میں ایک ناروا فرق پر اختلاف ڈلوا دیا۔ اور لکھا کہ ہم میں اصولی فرق ہے۔ اسی طرح پیسہ اخبار میں کسی شخص جشم نے ایک مضمون دیا کہ امید ہے حضرت خلیفۃ المسیح اس فیصلہ کو واپس لیکر حضرت مرزا صاحب کے الہامات کو باطل کر دیں گے۔ اور ان پر سے کفر کا فتویٰ واپس لے لینگے لیکن تعجب ہے۔ کہ ان لوگوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم لوگ جب حضرت مسیح موعود کو نبی اللہ مانتے ہیں۔ تو کیونکر آپکے فتویٰ کو رد کر سکتے ہیں اور حضرۃ خلیفۃ المسیح تو آپکے خلیفہ اور آپ کے کاموں کو پورا کرنے والے ہیں آپ کیونکر آپکے الہاموں کو رد کر سکتے ہیں۔ اصل میں یہ لوگ ماموریں اور انبیاء ورسل کی مخالفت کی حقیقت کو سمجھتے ہی نہیں تب ہی تو کہتے ہیں کہ حضرت کے مخالف کیونکر کافر ہوئے۔ یا کم سے کم نیک نیتی سے نہ ماننے والے کیونکر کافر ہوئے۔ حالانکہ رسول اللہ کو نہ ماننے والے کیا سب کے سب بدنیت تھے اور

اور کیا اب پر حجت قائم ہو چکی ہے۔ سوئٹزرلینڈ کے پہاڑوں میں کون تبلیغ
کرنے گیا تھا لیکن باوجود اس کے اسلام کی رُو سے وہ کافر ہیں۔ باقی رہا
کہ ان کو سزا ملیگی یا نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ جانتا ہے۔ شریعت کا فتویٰ تو
ظاہر پر ہے۔ اسلیئے ہم ان کو کافر کہینگے۔ پس جب تبت اور سوئٹزرلینڈ کے
باشندہ رسول اللہ کے نہ ماننے پر کافر ہیں۔ تو ہندوستان کے باشندہ
مسیح موعود کو نہ ماننے سے کیونکر مومن ٹھہر سکتے ہیں۔ غرض کہ یہ خیال بالکل
بیہودہ اور عقل سے بعید تھا۔ اسلیئے اس کی تردید لازمی نظر آئی تاکہ احمدی
بھائی دھوکہ نہ کھائیں۔ لیکن چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح کا فتویٰ بھی ضروری تھا
اسلیئے یہ مضمون بہ تمام و کمال آپکو دکھایا گیا۔ اور آپنے تحریر فرمایا ہے۔ کہ مجھے اس
مضمون سے مخالفت نہیں۔ اور ہرگز مخالفت نہیں۔ اور تحریر فرمایا ہے کہ
اسے چھاپ دو۔ اب اسے عام مخلوق کی ہدایت کے لیئے شایع کرتا ہوں
احمدی بھائیوں کو چاہیئے۔ کہ اس کی خوب اشاعت کریں۔ اور یہ مضمون
دوسرے دوستوں کو جاکر سنائیں۔ کیونکہ غیر احمدی اسوقت پورے زور سے
ہم کو اپنے اندر ملانا چاہتے ہیں۔ اور جب حضرت کی مخالفت کے باوجود
انسان مسلمان کا مسلمان رہتا ہے۔ تو پھر آپ کی بعثت کا فائدہ ہی کیا ہوا
والسلام

ختم

مرزا محمود احمد ولد حضرت مسیح موعود

نوٹ: [illegible]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَ مِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا

آیات صراط الذین انعمت علیہم اور تشابہت قلوبہم سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انبیاء کی جماعتوں اور اُن کے مخالفین کا ایک ہی طریق ہوتا ہے نبیوں کی مشابہت نبیوں سے انکی جماعتوں کی مشابہت اپنے پہلی جماعتوں سے۔ اور ان کے مکفرین کی مشابہت ان سے پہلے کے مکفرین سے ہوتی ہے۔ جس طرح نبی اور انکی جماعتیں ایک ہی راستہ پر قدم مارتے چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح ان کے مخالفوں کے پیرو بھی اپنے پیشرؤں کی سنت پر عامل ہوتے ہیں خصوصاً جن انبیاء کی آپس میں مشابہت اور مماثلت ہو۔ اور ایک ہی قسم کے کام اُن کے سپرد ہوں۔ تو ان کے حالات تو آپس میں بہت ہی کچھ ملتے جلتے ہیں۔ ان پر اور ان کی جماعتوں پر ایک ہی سے ابتلا آتے ہیں۔ ایک ہی سے شیطانی حملہ ان پر ہوتے ہیں۔ اور ایک ہی راہوں سے ان کو پھسلانے کی کوشش کیجاتی ہیں۔ ہمارے حضرت کو چونکہ حضرت مسیح سے مشابہت تھی۔ اور آپ ان کے مثیل تھے۔ آپ کے واقعات بھی ان سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں۔ جیسے وہاں ایک امن و امان کی سلطنت

تھی. یہاں اس سے بڑھکر امن و امان کی حکومت ہے. جیسے وہاں ایک غیر ملک کے باشندوں کی گورنمنٹ تھی. یہاں بھی غیر ملک کے باشندوں کی گورنمنٹ ہے. جیسے وہاں تقریر و تحریر سے تبلیغ کیجاتی تھی. ویسے ہی یہاں بھی کیجاتی ہے. جس طرح ایک خون کا مقدمہ کیا گیا. اور آخر میں آپ کی نجات ہو گئی. اسی طرح یہاں بھی ایک خون کا مقدمہ ہوا جس میں آخر میں آپ کی نجات ہوئی. جس طرح وہاں کفر کے فتوے گے. یہاں بھی ہے. جس طرح آپ کے مخالف مولوی آپکے پیچھے پھرتے. اسی طرح اب بھی پھرتے رہے. پس ضرور تھا. کہ جس طرح مسیح آپ کی وفات کے بعد آپ کی جماعت پر ابتلا آئے اسی طرح حضرت صاحب کی وفات کے بعد بھی جماعت پر اسی طرح ابتلاء آتے چنانچہ ایک حد تک بلکہ شاید میں غلطی پر نہ ہونگا. اگر کہوں کہ حضرت صاحب کی زندگی کے زمانہ سے ہی مجھے اسکا خیال تھا. اور خوف تھا. اور میں دیکھتا ہوں. کہ ایک حد تک آثار ظاہر ہو رہے ہیں لیکن چونکہ حضرت مسیح موعود صرف مثیل مسیح ہی نہ تھے بلکہ مہدی مسعود بھی تھے. اسلئے امید بلکہ یقین ہے. کہ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت ان ابتلاؤں کے زمانہ سے صاف اور بے عیب نکلجائیگی. چنانچہ اگر میں بھولتا نہیں. تو میں نے خود حضرت خلیفۃ المسیح کے منہ سے یہ سنا ہے. کہ ایک دفعہ آپ نے حضرت صاحب سے پوچھا. کہ آپ مثیل مسیح ہیں اس لیے ان واقعات سے خوف آتا ہے جو مسیح کی جماعت سے پیش آئے فرمایا کہ ہاں خوف تو ہے. لیکن چونکہ میں مہدی بھی ہوں اسلئے اللہ تعالیٰ انجام نیک کریگا. پس گو خوف ہے. لیکن نیک انجام کی بڑی امیدیں لگی ہوئی ہیں

اب میں اصل مضمون کی طرف آتا ہوں اور بیان کرتا ہوں. کہ وہ ابتلا کیا تھا جو حضرت مسیح کے بعد آپ کی جماعت کو آیا. انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ

کہ حضرت مسیح کی وفات کے بعد آپ کی جماعت کو غیر قوموں نے اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔ اور حالات ہی کچھ ایسے پیدا ہوتے گئے۔ کہ جن کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مسیحی لوگ ان میں مل گئے۔ اور جس طرح سیر بھر نجاست میں پڑ کر تولہ بھر پانی بھی ناپاک ہوجاتا ہے ان مٹھی بھر آدمیوں پر وہ کثرت غالب آ گئی۔ اور یونانی اور رومی مشرکانہ خیالات اور بدسنت ان میں پیدا ہو گئی بعض حواری جو الگ رہے۔ الکا بقیہ خاتم النبیین رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم الی یوم الدین کے وقت تک چلا۔ لیکن چونکہ اصل توحید آ گئی اسلئے ان کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا سے اٹھالیا۔ اور وہ اپنا کام کر کے خاموشی کے ساتھ اس دنیا سے گزر گئے۔ چنانچہ سلمان فارسیؓ بھی انہیں لوگوں کے بتانے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے۔

ہمارے حضرت کی زندگی کے آخری ایام میں اور بعد وفات کے بھی اس قسم کی تحریکات مخالفین سلسلہ کی طرف سے ہوتی رہیں۔ اور ہو رہی ہیں۔ ایک وہ وقت تھا۔ کہ ہمارے برخلاف چاروں طرف سے کفر کے فتوے شائع ہوتے تھے۔ ہمارے سلسلہ کے کمزور اور ضعیف انسانوں کو بے طرح چلایا گیا اور ان کو گالیاں نکالیں سنگ دلی سے سنگسار ہوتے عدالتوں میں گھسیٹے جاتے تھے۔ مگر یہ سب کچھ کس لیئے ہوتا صرف اس لیے کہ ہمارا ایمان ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ بڑا قادر ہے۔ اور رسول اللہ کی پیشگوئی کے مطابق اس نے اس امت میں سے ایک مامور بھیجا ہے۔ جو دنیا کو گمراہی سے بچائے اور اس کا نام اس نے مسیح موعود اور مہدی مسعود رکھا ہے۔ گویا ہم پر فرد جرم اس لیے لگائی گئی۔ کہ ہم نے خدا کے حکم کو کیوں مانا۔ اور کیوں نہ اسے کہا۔ کہ ہم کب تک تیرے احکام کو مانتے چلے جائیں۔ آج تک بہت سے انبیاء کو تو مان لیا۔ اب بس کرو

اور ہم کو اس اطاعت سے معاف کرو۔ ہاں ہم اسلیئے واجب القتل قرار دیئے گئے
کہ ہم حقیقی بادشاہ کے فرماں بردار ہوئے۔ اور ان باغیوں کے ساتھ نہیں ملے۔
جنھوں نے اُس کے مامور کا انکار کیا۔ اور اگر واقعی یہ کوئی ایسا جرم تھا جس کی
سزا ہمکو یہ ملنی چاہیئے تھی۔ تو خدا کی قسم ہم اس جرم کے مرتکب ضرور ہوئے ہیں
اور جس طرح ہمارے حضرت نے رسول اللہ کی نسبت فرمایا ہے۔

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم ❊ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر خدا کے ماموروں اور رسولوں کا اقرار اور ان کی اطاعت
کفر ہے۔ تو خدا کی قسم ہم اس قسم کے کافر ضرور ہیں۔ اور اگر اسی کا نام کفر رکھا گیا ہے
تو اس کفر کو ہم ذریعۂ نجات یقین کرتے ہیں۔

اس کے بعد وہ زمانہ آیا۔ کہ خدا تعالیٰ نے ہمکو فتوحات دیں۔ اور ہماری جماعت
کو روز بروز ترقی ہونی شروع ہوئی۔ اور جوں جوں مخالفین سلسلہ نے شور مچایا۔ یہ
سلسلہ اور بھی بڑھا۔ اور سینکڑوں ہیں جو مخالفین ہی کی کتب کو پڑھکر اس سلسلہ
میں داخل ہوئے۔ اور جس قدر عذاب ہمکو دیئے گئے۔ ان سے بجائے ہماری ذلت
و کمزوری کے ترقی اور عزت ہی ہوتی گئی جسقدر ہمارے مخالفین نے ہمیں چاہ گمنامی
میں پھینکنا چاہا۔ خدا نے اُسی قدر ہمکو شہرت کے ٹیلہ پر بلند کھڑا کیا۔ اور ہماری جماعت
کا رعب مخالفین کے دلوں میں بیٹھ گیا۔ اور خدا کی دی ہوئی نصرت و فتح کو انہوں
نے مشاہدہ کیا۔ اور انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اسلام کے دشمنوں
کی فوجیں ہمارے آگے سے فرار ہو گئیں اور انھوں نے سُن لیا۔ کہ دجال اس
مسیح کے مقابل میں ٹھہر نہیں سکا۔ اور ملائکہ کی ہیبت ناک آوازیں ان کے کانوں
تک پہنچیں۔ تب ان کو یقین ہو گیا کہ اب یہ سلسلہ بڑھیگا۔ اور ہر ایک سرسبز وادی
اور ویران جنگل اور اونچے پہاڑ اور وسیع سمندر پر ان کی آواز بلند ہوگی۔ اور وہ

اسلام کا نشان جس میں مشرکانہ خیالات کی وجہ سے بے رونقی اور زنگ پیدا ہو گیا تھا یعنی کلمۂ شہادت وہ پھر اپنی اصلی رونق سے دنیا پر ظاہر ہوگا۔ اور وہ دن دور نہیں کہ اللہ تعالےٰ کے فرمودہ کے مطابق دنیا دیکھ لے گی کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا۔ مگر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی کو دنیا پر ظاہر کریگا۔" جب حق کھل گیا۔ اور بات ظاہر ہوگئی تو شیطان نے وہی حربہ کرنا چاہا جس سے کہ حضرت مسیح کی جماعت کو دق کیا تھا۔ اور اُن کی بڑھتی ہوئی طاقت کو توڑ دیا تھا یعنی اس نے مولویوں اور گدی نشینوں سے کام بگڑتا ہوا دیکھکر اُمرا اور تعلیمیافتہ گروہ کو چنا۔ اور چونکہ یہ لوگ یا تو لامذہب ہوتے ہیں یا دین کی حقیقت سے غالباً ناواقف اور عملی حصہ میں تو فیصدی بہت ہی کم نکلینگے۔ جو باجماعت نماز بلکہ صلوٰۃ و صوم و زکوٰۃ کے پابند ہوں۔ اسلئے ان کے ہاتھوں میں وہی حربہ دیا۔ جو حواریوں کے مقابلہ میں ان قوموں کو دیا تھا یعنی وہ صلح کے لیئے بڑھے۔ اور انھوں نے اپنے چہرے ایسے بنائے گویا اسلام کے غم نے ان کی کمر توڑ دی ہے۔ اور مختلف فرقوں کا تفرقہ دیکھکر ان کے اوپر کھانا اور پینا تک حرام ہوگیا ہے۔ اور اسلام کی کمزوری کو دیکھتے ہوئے ان کے دل پراگندہ اور آنکھیں پرنم ہیں۔ اور یہ ایسا بوجھ ہے کہ جس کر ان کی پشت خم ہو رہی ہے۔ اور مسلمانوں کی تباہی کو دیکھکر وہ بے موت مر رہے ہیں۔ اور ایسی حالت بنا کر وہ ہمارے پاس آئے۔ اور اپنی خطاؤں کا اقرار کیا۔ اور کہا کہ ہماری غلطی تھی کہ ہم آپ لوگوں سے الگ ہوئے۔ اور بزرگوں کا کام ہمیشہ خطاؤں سے چشم پوشی کرنا رہتا ہے۔ پس آپ ہماری غفلت سے نظر انداز کریں۔ اور ہمکو اپنا خیرخواہ تصور کریں۔ اور آج سے ہم میں اور آپ میں یگانگت ہوجائے۔ اور ہم ایک ہوکر اسلام کو دشمنوں سے بچائیں۔ اور اس کے بعد ایک

ماشہ تک کی طرح انھوں نے ہم سے گلہ شروع کیا۔ اور کہا۔ کہ جب ہم میں اور آپ میں کوئی اصولی فرق نہیں۔ اور ہمارا ایک ہی خدا اور ایک ہی رسول ہے تو آپ ہم سے الگ کیوں ہوئے۔ اور ہمارے پیچھے نمازیں پڑھنی کیوں چھوڑ دیں اور کیا ضرور تھا۔ کہ اگر ہمارے جہال سے کوئی خطا ہوئی تھی۔ تو آپ اس کا نوٹس لیتے۔ اور اس پر بگڑ بیٹھتے۔ آپ کو تو بڑے حلم اور وسعت نظر سے کام لینا چاہیئے تھا۔ اور صرف اس بات پر کہ ہم مرزا صاحب کو مامور من اللہ نہیں مانتے۔ کافر قرار دینا آپ کی شان سے بہت بعید تھا۔ اور ہم تو مرزا صاحب کو ایک بڑا باامتیاز انسان اور اسلام کا سچا خادم تصور کرتے ہیں۔ اور صرف آپ سے اس قدر اختلاف ہے۔ کہ ہم آپ کے بعض ان دعاوی کو نہیں مانتے کہ جن میں وہ اپنے آپ کو خدا کی طرف سے رسول اور مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔ اور مختلف موقعوں پر مختلف لوگوں کے سامنے ان باتوں پر اتنا زور دیا۔ کہ قریب تھا کہ بہت سے لوگوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے۔ اور وہ مدت کے بچھڑے ہوؤں کی طرح ان سے لپٹ جاتے۔ اور آپس کے اختلافات بھلا کر مٹائے جاتے لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوا۔ اور حضرت صاحب کا مہدیت کا رنگ غالب رہا۔ اور عین مصیبت میں پڑ جانے کے وقت اللہ تعالیٰ نے ہماری حفاظت کی۔ اور کئی لوگوں کو یہ بات سمجھ میں آگئی۔ کہ اگر ایک مامور کے بھیجنے کے بعد یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ اور انجام ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور باوجود اس کے انکار کے پھر بھی انسان خدا تعالیٰ کا پیارا ہی رہتا ہے۔ تو ہم کو اس قدر مشکلات میں پڑ جانے کی کیا ضرورت تھی۔ اور کیوں خدا نے ایک مامور کو بھیج کر خواہ مخواہ ہم کو مصیبتوں میں ڈالا اور اپنوں اور بیگانوں کی نظر میں حقیر کیا۔ اور کافر ٹھہرایا۔ اور انھوں نے خیال کیا کہ اگر ایک مامور کا انکار ایسا ہی ایک چھوٹا سا انکار تھا۔ اور خفیف بات تھی۔ تو

خدا نے یہ کیوں کہا کہ میں اس کے انکار کے بدلے میں دنیا کو ہلاک و برباد کروں گا۔ اور طرح طرح کے عذاب اس نے دنیا میں بھیجے۔ اور لاکھوں انسانوں کو دیکھتے دیکھتے ہلاک کر دیا۔ اور کیوں اتنی مدت تک ملک کے علماء و فضلا کو اس کی مخالفت کی وجہ سے ذلت سے مارتا رہا۔ اور کیا وجہ ہوئی کہ آج سے ہزاروں سال پہلے نبیوں کی زبان پر اس کی خبر دی۔ اور انجیل میں اس کا ذکر کیا۔ اور قرآن شریف میں اس کی بعثت کی نسبت پیشگوئی کی۔ اور اگر یہ ایک معمولی بات تھی۔ اور ایک فروعی سا فرق تھا۔ تو کیوں اس نے خود اس کو الہام کے ذریعہ سے کہا کہ جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ یعنی وہ مسلمان جو تیرا انکار کرتے ہیں۔ اور تیرے منکر ہیں۔ ان کو رفتہ رفتہ کمزور کر دوں گا۔ اور تجھے وہ طاقت دوں گا کہ تیرے پیرو ہمیشہ ان سے معزز رہیں گے۔ اور ان باتوں کے سوچنے کے بعد ان کے دل بشاش ہو گئے۔ اور انھوں نے جان لیا۔ کہ عین گڑھے میں گرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے ہماری رہبری کی۔ لیکن یہ شور بڑھتا گیا۔ اور اب میں دیکھتا ہوں۔ کہ ہمارے مخالف کھلے طور پر اخباروں میں اسبات پر زور دے رہے ہیں کہ اس جدائی کو جانے دو۔ اور ہم سے آملو۔ گو مرزا صاحب سے دعاوی میں غلطی ہوئی۔ اور ایسے موقعہ پر میں ضروری جانتا کہ ایسے لوگوں کی دھوکہ دہی کو ظاہر کروں۔ اور اس خطرہ سے جو اس تعلق کے نیچے مخفی ہے۔ انہیں آگاہ کروں۔ اور اس معاملہ میں حضرت صاحب کی جو رائے ہے۔ اس سے بھی ان کو مطلع کروں۔ تاکہ وہ اپنے قدموں پر مضبوط ہو کر جم جائیں۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ میں یہ سب کچھ سچے دل سے اور نیک نیتی سے کہتا ہوں۔ اور میرے دل میں اسبات کے لکھنے میں کوئی نفاق کا شبہ نہیں۔ اگر میں نفاق کو پسند کرتا۔ تو سب سے پہلے غیر احمدیوں کی عظیم الشان جماعت میں ملنے کی کوشش کرتا۔ اور یہ تو ظاہر ہے۔ کہ اس طرح حضرت صاحب

کو جو گالیاں دیجاتی ہیں۔ وہ کم ہوجائیں۔ اور کون نہیں چاہتا کہ اس کے باپ کو لوگ گالیاں نہ دیں۔ اور اس کے والد کی نسبت فحش الفاظ استعمال نہ کیے جائیں۔ پس اگر آپ لوگ ان کو پیر سمجھکر دشمنوں کے حملہ سے بچانا چاہتے ہیں تو میرے ان سے دو رشتہ ہیں۔ وہ میرے والد بھی ہیں اور آقا اور پیر بھی لیکن میں نفاق پر موت کو ترجیح دیتا ہوں۔ اور اسوقت سے پناہ مانگتا ہوں۔ جب میں وہ بات کہوں۔ جو میرے دل میں نہیں۔ اور میں اللہ تعالیٰ کی اس معاملہ میں نصرت چاہتا ہوں۔ اور میں اسی سے مدد مانگتا ہوں۔ کہ وہ مجھے گناہوں میں پڑنے سے بچائے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ کوئی مجھے گناہوں کی بھٹی سے نہیں بچا سکتا۔ مگر اللہ اور مجھے کامل یقین ہے۔ کہ من یھدی اللہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہٗ فلا ھادی لہٗ۔ پس اس سے ہر قسم کی شرارت نفس اور خبث باطن سے پناہ مانگتے ہوئے میں نے اس کام کو کیا ہے۔ اور میں اس سے امید رکھتا ہوں۔ کہ وہ مجھے ضرور بچائے گا۔ اور ہر قسم کے ابتلاؤں سے محفوظ رکھیگا۔

غرضیکہ اے عزیزو! ہمارا ایمان ہے۔ کہ حضرت صاحب خدا کے مُرسل تھے۔ اور مامور من اللہ تھے۔ اور ہمارا یقین ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیا ہمیشہ بھیجتا رہتا ہے اور نہ معلوم اور کتنے انبیا آگے بھیجیگا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہمارا ایمان ہے۔ کہ حضرت نبی کریم محمد رؤف رحیم رسول اللہ خاتم النبیین کے بعد کوئی تشریعی نبی نہیں آئیگا۔ اور آپ ہر قسم کی نبوتوں کے خاتم ہیں۔ اور آیندہ جس کو اللہ تک رسوخ ہوگا۔ وہ آپ ہی کی اطاعت کے دروازہ سے گزر کر ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا۔ کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اور اسی میں آپ کی عزت ہے کیونکہ کیا وہ شخص معزز کہلا سکتا ہے جس کے ماتحت کوئی بھی افسر نہ ہو۔ بلکہ معزز وہی ہوتا ہے۔ جس کے ماتحت

بہت

بنسبت سے افسر ہوں۔ دنیا میں ہی دیکھ لو۔ کہ تم بادشاہ کے لقب کو زیادہ معزز جانتے ہو یا شہنشاہ کے لقب کو۔ پس شہنشاہ کا لفظ اس لیئے کہ اس میں بادشاہوں پر حکومت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ بادشاہ پر معزز ہے۔ ادنیٰ نہیں۔ اسی طرح ایسی نبوت جس کے ماتحت اور نبوتیں بھی ہوں۔ اُس نبوت سے اعلیٰ اور افضل ہے جس کے ماتحت اور نبوت کوئی نہ ہو۔ کیا وہ شخص زیادہ معزز ہوگا۔ جو دربار شاہی تک انسان کو پہنچا دے۔ یا جو دروازہ پر ہی لیجا کر چھوڑ دے۔ پس ہمارا یقین ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں سے لوگوں کو اُٹھا کر اعلیٰ مقامات پر پہنچا دیتے ہیں۔ اور آپ کے ماتحت ہزاروں نبی ہونگے۔ جو آپ کے ایک ایک لفظ کو قابل اطاعت جانینگے۔ اور آپ کی محبت اور فرماں برداری کو ذریعہ نجات یقین کرینگے۔ کیا یہ زیادہ معزز درجہ ہے۔ یا وہ جو ہمارے مخالف پیش کرتے ہیں۔ پس ہم اسی اصل کے ماتحت حضرت مسیح موعود کو بموجب احادیث صحیحہ نبی اور مامور مانتے ہیں۔ اور اس اعتقاد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرق نہیں آتا بلکہ اور بھی اعلیٰ ثابت ہوتی ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ جیسے انبیاء کے منکرین اللہ کی درگاہ سے بعید کیے جاتے تھے۔ آپ کے منکرین کا بھی یہی حال ہے۔ اور اسکا نمونہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ پس کیسے تعجب کی بات ہو گی۔ اگر ہم باوجود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنیکے پھر اثبات سے انکار کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مخالفین کو سخت ذلت دی ہے۔ اور دنیاوی عزت کو دیکھکر ہماری آنکھیں چندھیا جائیں ہمیں وہ دقتیں اور مشکلات پیش نہیں آئیں جو صحابہ کو پیش آئی تھیں۔ پھر ہماری بزدلی کیا ایمان کی کمزوری پر دال نہ ہوگی ہم یہ کب کہتے ہیں۔ کہ ہمارے مخالف کافر باللہ ہیں۔ لیکن اس میں کیا شک ہے۔ کہ وہ کافر بالمامور ہیں کافر کے معنی منکر کے ہیں۔ پس یہ کیسا جھوٹ ہے۔ کہ اگر ہم باوجود ان کے انکار کے

پھر ان کو مومن کا مومن ہی کہیں۔ مومن تو وہ تب ہو سکتے ہیں۔ کہ جب اپنے عقاید باطلہ سے رجوع کریں۔ اور حضرت مسیح کے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ جو حقیقت میں منکر ہے۔ اُسے ہم مومن کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ پس جو لوگ کہ باوجود ہزاروں نشان کے دیکھنے کے انکار کرتے ہیں۔ ان کے کافر یا نامور ہونے میں کوئی شک نہیں اور وہ خدا تعالےٰ کے احکام کے توڑنیوالے ہیں۔ اور اس سے کیا انکار ہو سکتا ہو کہ ان کے دل میں اللہ تعالےٰ کے احکام کی ایک ذرہ بھر بھی عزت نہیں کیونکہ اگر وہ خوف خدا رکھتے۔ اور ان کے دل میں نور ایمان ہوتا۔ تو وہ ایک مامور کی بیقدری اسقدر کیوں کرتے۔

تعجب ہے کہ یہ لوگ اس موعود فانی کو تو اس قدر درجہ دیتے ہیں۔ کہ اس کے منکر کافر ہونگے۔ اور جو اُس کی مخالفت کریگا۔ وہ دجال ہوگا۔ اور ہلاک کیا جائیگا پھر جب حضرت مسیح موعود اسبات کے مدعی ہیں۔ کہ میں وہی ہوں۔ تو پھر آپ کی مخالفت کے باوجود ہم سے کسی اور فتوے کے کیوں امیدوار ہیں جو کچھ اس آنے والے موعود کے مخالفین کی نسبت انکا خیال ہے۔ ہم تو اس سے ان لوگوں کو کم ہی جانتے ہیں۔

حضرت صاحب کے زمانہ میں بھی بار بار اس مسئلہ کو اُٹھایا گیا ہے۔ اور ہمیشہ آپ نے اس کو خوب واضح کر کے بیان کیا ہے۔ اور ایسا کھول دیا ہے۔ کہ اس کا انکار سوائے اس کے کہ کوئی ان فتووں کو نظر انداز کر دے اور کسی طرح سے نہیں ہو سکتا۔ پھر ہمارے مخالف کیوں بار بار ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ زمانہ یاد کریں۔ جب کہ کفر کی بوچھاڑ ہم پر پڑتی تھی۔ اور ملامت کے تیروں سے ہمارا بدن زخمی کیا جاتا تھا۔ اور تمام لوگوں کی آنکھیں اس طرف لگی ہوئی تھیں کہ کب یہ سلسلہ تباہ ہوتا ہے۔ اور ایسے وقت میں خدا نے ہماری تائید کی۔ اور ہر ایک

دُکھ اور درد سے ہم کو بچایا۔ اور ہر ایک شر سے ہمکو محفوظ رکھا۔ تو ہم کیسے ناشکر گزار
ہوں گے کہ جب خدا نے ہم کو ہر مصیبت سے بچاکر اس کی زندگی عطا فرمائی۔ تو ہم کس طرح
ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار کی نہی کو نعوذ باللہ کہیں ہم پشت ڈال دیں
ہاں سوچو تو سہی کہ جس کے باپ کو کوئی جھوٹا سمجھتا اور مفتری خیال کرتا ہے تو
وہ اُس سے تعلق توڑ دیتا ہے۔ اور اس سے دوستی اور محبت پیدا نہیں کر سکتا پس
ہم کس طرح ان لوگوں سے جو ہمارے والد سے زیادہ معزز اور محبوب انسان کی ہتک
کریں۔ اور اُسے جھوٹا خیال کریں صلح کر سکتے ہیں۔ اگر ہم ایسا خیال کریں۔ تو ہم سے
زیادہ بے شرم کون ہو سکتا ہے۔ اسلام نے دنیا کے معاملات میں تعصب اور
مخالفت کو ناجائز قرار دیا ہے۔ پس ہم جہاں تک دنیا کا تعلق ہے ان لوگوں سے نرمی
کا برتاؤ کر سکتے ہیں۔ لیکن دین کے معاملہ میں یہ اور راہ پر قدم زن ہیں۔ اور ہم اور
راہ پر اور یہ ایسا ہی معاملہ ہے۔ جیسا کوئی شخص مسلمان ہو کر اپنے والدین سے
ہر قسم کا سلوک کرتا ہے۔ اور شرعاً اس کی ممانعت نہیں۔ بلکہ حکم ہے۔ لیکن ان کے
پیچھے نمازیں پڑھنے میں ہمکو تامل ہے۔ اور اس کے وقت وار خود ہی رنگ میں کفر کی
ابتدا انھوں نے کی نہ ہم نے اوّل اوّل تو خدا نے رحم کیا اور کوئی حکم نہ دیا۔ لیکن
جب مخالفت حد سے بڑھ گئی تو خدا نے چاہا۔ کہ ان کو اس فیض سے محروم کر دے
جو ان کو اس مامور من اللہ سے برائے نام تعلق تھا۔ اور اُس نے فیصلہ کر دیا۔ کہ اب ان
لوگوں سے تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ تو اب کس طرح ممکن ہے۔ کہ ہم خدا تعالےٰ کے
فیصلہ کو توڑ کر ان سے مل جائیں۔

اور ہمارے مخالف اپنے دل میں اتنا تو سوچیں۔ کہ جب وہ حضرت مسیح موعودؑ
کو راستباز مانتے ہیں۔ تو کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ پر وہ جھوٹ بولتے رہے
ہیں۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ اس معاملہ میں ہم ان کو جھوٹا نہیں بلکہ غلطی خوردہ

جانتے ہیں۔ وہ الہام کی حقیقت سے بالکل ناواقف ہیں۔ اور وہ حقیقت اس سے منکر ہیں کیونکر یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک شخص روزانہ اس بات کا مدعی ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھ سے کلام کیا۔ اور کہا کہ تو مامور ہے۔ اور مرسل ہے۔ اور پھر بھی وہ غلطی پر ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہوگا۔ جیسے زید روزانہ ہم کو کہے۔ کہ میں آج عمر سے ملا ہوں۔ اور ہم باوجود اس کلام کے روزمرہ سننے کے پھر یہ کہیں۔ کہ اس کو غلطی لگی ہوئی ہے۔ ایسے شخص کی نسبت کوئی عقلمند غلطی کا فتویٰ نہیں دیتا۔ بلکہ یا تو اُسے جھوٹا سمجھا جاتا ہے۔ یا سچا پھر کس طرح ممکن ہے۔ کہ تیس سال تک حضرت صاحب اس بات کا دعویٰ کرتے رہے۔ کہ قریباً روز خدا تعالےٰ مجھ سے کلام کرتا ہے۔ اور ہزاروں عبارتیں پیش کر دیں۔ کہ یہ مجھ پر نازل ہوئی ہیں۔ اور اصل حقیقت یہ تھی کہ وہ محض دھوکہ میں پڑے ہوئے تھے (نعوذ باللہ من ذالک) پس جو شخص کہتا ہے۔ کہ میں حضرت مرزا صاحب کو راستباز اور اسلام کا سچا خیرخواہ یقین کرتا ہوں۔ اور پھر آپ کے الہامات کو نہیں مانتا۔ وہ یا تو منافق ہے۔ کہ اپنے دل کا خبث ظاہر نہیں کرتا۔ اور اصل میں پورے طور سے منکر ہے۔ اور یا پاگل ہے۔ کہ اس میں اتنی بھی تمیز نہیں کہ وہ سمجھ سکے۔ کہ کوئی شخص تیس سال تک اس بات میں دھوکہ نہیں کھا سکتا۔ کہ خدا تعالےٰ روز مجھ سے کلام کرتا ہے۔ اور حالانکہ بات کچھ بھی نہیں۔ پس دونوں صورتوں میں اُس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ اور وہ ہم میں سے نہیں ہو سکتا۔

اب میں وہ عبارتیں درج کرتا ہوں۔ کہ جو حضرت صاحب نے مختلف کُتب میں لکھی ہیں۔ تا کہ میرے دوستوں کو معلوم ہو۔ کہ حضرت اقدس کا منشا کیا تھا۔ سب سے پہلے میں وہ عبارت درج کرتا ہوں۔ جو حضرت صاحب نے الہام کی بنا پر لکھی ہے اور جس کا کوئی احمدی انکار نہیں کر سکتا۔ یہ اُس خط میں درج ہے جو آپ نے عبدالحکیم کے جواب میں لکھا ہے۔ وھو ہٰذا۔

اگر آپ کا یہ خیال ہے۔ کہ ہزارہا آدمی جو میری جماعت میں شامل نہیں۔ کیا راستبازوں سے خالی ہیں۔ تو ایسا ہی آپ کو یہ خیال بھی کر لینا چاہئیے۔ کہ وہ ہزارہا یہود اور نصاریٰ جو اسلام نہیں لائے۔ کیا وہ راستبازوں سے خالی تھے۔ بہرحال جبکہ خدا تعالےٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے۔ کہ ہر ایک شخص جسکو میری دعوت پہنچی ہے اور اُس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے۔ وہ مُسلمان نہیں ہے۔ اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔ تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ اب میں ایک شخص کے کہنے سے جس کا دل ہزاروں تاریکیوں میں مُبتلا ہے۔ خدا کے حکم کو چھوڑ دوں۔ اس سے سہل تر بات یہ ہے۔ کہ ایسے شخص کو اپنی جماعت میں سے خارج کرتا ہوں۔ ہاں اگر کسی قدت صریح الفاظ سے آپ اپنی توبہ شایع کریں۔ اور اس خبیث عقیدہ سے باز آجائیں تو رحمت الٰہی کا دروازہ کھلا ہے۔ وہ لوگ جو میری دعوت کے رد کرنیکے وقت قرآن شریف کی نصوص صریحہ کو چھوڑتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کے کھلے کھلے نشان سے منہ پھیرتے ہیں۔ ان کو راستباز قرار دینا اُسی شخص کا کام ہے۔ جس کا دل شیطان کے پنجے میں گرفتار ہے۔

اب اس عبارت سے مفصلہ ذیل باتیں نکلتی ہیں۔ اوّل تو یہ کہ حضرت صاحب کو اسبات کا الہام ہوا ہے۔ کہ جس کو آپ کی دعوت پہنچی۔ اور اُس نے آپ کو قبول نہیں کیا۔ وہ مُسلمان نہیں۔ دوسرے یہ کہ اس الزام کے نیچے وہی لوگ نہیں ہیں۔ کہ جنھوں نے تکفیر میں جد و جہد کی ہے۔ بلکہ ہر ایک شخص جس نے قبول نہیں کیا۔ وہ مُسلمان نہیں۔ اور تیسرے یہ کہ وہ خدا کے نزدیک قابل مؤاخذہ ہے اور سزا کا مستحق ہے۔ چوتھے یہ کہ اس عقیدہ کی وجہ سے کہ حضرت صاحب کے منکر کافر نہیں۔ بلکہ ناجی ہیں۔ عبد الحکیم مُرتد کو آپ نے جب تک وہ اس عقیدہ سے توبہ نہ کرے۔ جماعت سے خارج کر دیا۔ پانچویں یہ کہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ یہ عقیدہ

خبیث ہے۔ چھٹے یہ کہ جو شخص حضرت صاحبؑ کے منکرین کو اور آپکے دعاوی کے نہ ماننے والیکو راستباز قرار دیتا ہے۔ اسکا دل شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہے۔ یہ باتیں میں نے اپنے پاس سے نہیں بنائیں۔ بلکہ حضرت کے لفظوں میں جو نقل کیے گئے ہیں۔ جو چاہے قبول کرے اور جو چاہے رد کردے۔

اس عبارت میں جو آیا ہے۔ کہ یہ بات مجھے الہام سے بتائی گئی ہے اس کی تائید ان الہامات سے بھی ہوتی ہے۔ جن میں کہ منکرین حضرت کو کافر کہا گیا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ قل عندی شہادۃ من اللہ فھل انتم مؤمنون۔ قل عندی شہادۃ من اللہ فھل انتم مسلمون۔ وقل اعملوا علیٰ مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون۔ عسیٰ ربکم ان یرحمکم و ان عدتم عدنا وجعلنا جہنم للکٰفرین حصیرا۔ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہٖ ولو کرہ الکافرون۔ قل جاءکم نور من اللہ فلا تکفروا ان کنتم مؤمنین۔ ان الذین کفروا وصدّوا عن سبیل اللہ رد علیھم رجل من فارس شکر اللہ سعیہٗ۔ قل یا ایھا الکفار انی من الصادقین۔ وعندی شہادۃ من اللہ وانی امرت و انا اول المؤمنین لن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا۔ غرض جیسا کہ حضرت صاحبؑ نے مذکورہ بالا عبارت میں فرمایا ہے۔ کہ مجھے الہام سے بتایا گیا ہے کہ تیرے نہ ماننے والے خواہ مکفر ہوں یا خاموش مسلمان نہیں ہیں۔ اور خدا کے حضور سزا کے مستحق ہیں ایسوں کو راستباز جاننے والا شیطانی خیال کے درپے ہے جب تک توبہ نہ کرے۔ ان باتوں کی تصدیق مذکورہ بالا الہامات سے بھی ہوتی ہے۔

پس جب کہ یہ سچائی کے ماننے کا دعویٰ ہے تو کیا ہمارا اتفاق نہ ہوگا۔

اگر

اگر ہم ان باتوں کو چھپا دیں۔ کیا کوئی مسلمان برداشت کرتا ہے۔ اُس کا کوئی دوست ہندوؤں سے بھی کچھ تعلق رکھے۔ اور کبھی کبھی ان کو یہ سنادے۔ کہ ہم آپ کو بھی ناجی اور اللہ تعالےٰ کے پسندیدہ سمجھتے ہیں۔ وہاں کیوں اس اعتقاد کو بُرا کہا جاتا ہے۔ اسی لیئے کہ نفاق ہے پس اس جگہ بھی وہی نفاق ہوگا۔ بلکہ اگر ہم مخالف کے سامنے دبی زبان سے اس کے حق پر ہونے کا بھی کچھ اقرار کرینگے تو اس کے دو بُرے نتیجہ ہونگے۔ ایک تو یہ کہ تھوڑے دنوں بعد جب ہمارا اصلی عقیدہ دشمن کو معلوم ہوگا۔ تو اس کے دل میں ہماری طرف سے سخت نفرت بیٹھ جائیگی۔ اور وہ سمجھیگا کہ یہ اول درجہ کے جھوٹے ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ جب حضرت صاحب نے ایسا صاف فتویٰ دیا ہے۔ تو لوگ مروڑ تروڑ کر کچھ کے کچھ معنی کرتے ہیں۔ تو اگر اس موقعہ پر ذرا بھی غفلت سے کام لیا گیا۔ تو اس سے آئندہ کے لیے سخت بُرے نتیجہ پیدا ہونگے۔ اور آئندہ وہ اس خاموشی کو اجماع قرار دیا جاکر اس سے نہ معلوم کیا کیا نتیجہ نکالے جائینگے۔ اور آئندہ زمانہ میں نیک لوگ ہماری نسبت وہی الفاظ استعمال کرینگے۔ جو اب ہم پولس وغیرہ کی نسبت استعمال کرتے ہیں۔ اور بجائے نیک دعا دینے کے بددعاؤں کے نشانہ ہونگے اور اس وقت کی ہماری کوتاہی آئندہ زمانہ کے لیئے نمونہ ہوگی۔ کیونکہ کسی مامور کے قرب کے زمانہ کے لوگوں کے افعال بھی بطور سند کے پکڑے جاتے ہیں۔

اور یہ خیال کرنا کہ مخالف زیادہ ہیں۔ اسلیئے ہمکو ڈر کر قدم رکھنا چاہیئے ایک خیال باطل ہے کیونکہ حضرت صاحب کے زمانہ کی نسبت ہم اسوقت زیادہ ہیں اور حضرت صاحب نے کسی ڈر کی تعلیم نہیں دی۔ بلکہ صاف مقابلہ کیا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہمکو کچھ نقصان نہیں پہونچا۔ ہماری جماعت آگے سے بہت زیادہ ہے۔ اور بڑھ رہی ہے۔

مذکورہ بالا عبارت میں ایک لفظ قابل تشریح ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ جس کو میری دعوت پہونچ گئی۔ اور اس نے نہ مانا۔ تو وہ مسلمان نہیں اور دعوت پہنچنے کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ ایسے رنگ میں پہونچے۔ کہ جس کو وہ قبول کرے لیکن مخالفین کو ابھی ایسے رنگ میں دعوت نہیں پہنچی۔ اور یہ اعتراض عبد الحکیم نے بھی کیا ہے جسکے جواب میں حضرت صاحب کی اپنی کتاب سے دیتا ہوں۔ آپ حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں۔

دعوت پہنچنے سے کیا مراد ہے؟

دو امر ضروری ہی ہیں وہ شخص جو خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے وہ لوگوں کو اطلاع دیدے۔ کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور ان کو ان غلطیوں پر متنبہ کر دے۔ کہ فلاں فلاں اعتقاد میں تم خطا پر ہو یا فلاں فلاں عملی حالت میں تم سست ہو۔ دوسرے یہ کہ آسمانی نشانوں اور دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے اپنا سچا ہونا ثابت کرے۔

پھر فرماتے ہیں۔ کہ

کیا آپ نے دعوت پہنچا دی؟

میں نے پنجاب ہندوستان کے بعض شہروں میں خود جا کر خدا تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیا۔ اور اسی کے قریب کتابیں عربی اور فارسی اور اردو اور انگریزی میں حقانیت اسلام کے بارے میں جن کی جلدیں ایک لاکھ کے قریب ہونگی۔ تالیف کر کے ممالک اسلام میں شایع کی ہیں۔ اور اسی مقصد کے لئے کئی لاکھ اشتہار شایع کیا ہے۔ اور ہمارے سلسلہ سے غیر ملکوں کے لوگ بے خبر نہیں ہیں۔ بلکہ ممالک امریکہ اور یورپ کے دور دراز ملکوں تک ہماری دعوت پہنچ گئی ہے۔

جن پر اتمام حجت نہیں ہوا ان کا حکم

اور جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا۔ اور وہ مکذب اور منکر ہے۔ تو گو شریعت نے جس کی بنا ظاہر پر ہے اُس کا نام بھی

کافر کہا ہے۔ اور ہم بھی اتباع شریعت اُسکو کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں۔ وہ خدا کے نزدیک بموجب آیت لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا قابل مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

ان مندرجہ بالا آیتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اول تو یہ ضروری نہیں کہ نبی پاکر کہے۔ کہ مجھ پر اتمام حجت نہیں ہوا۔ اور مجھے دعوت نہیں پہنچی۔ بلکہ اتنا کافی ہوگا۔ کہ وہ نبی لوگوں کو اطلاع دیدے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ نشانات ہوں۔ اور بس اتمام حجت ہوئی۔ اور دعوت پہنچ گئی۔ اور بات بھی درست ہے کیونکہ جب اُس شخص نے لوگوں کو کھول کھول کر سنا دیا۔ اور نشانات آسمانی ظاہر ہوگئے۔ تو پھر کسی کا یہ کہنا کہ فلاں فلاں کو ابھی دعوت نہیں پہنچی۔ کیسا غلط مسئلہ ہے۔ اگر یہ اصول لیا جاویگا۔ تو ماننا پڑیگا کہ کسی مامور کی دعوت سوائے ان لوگوں کے جو اُسکی بیعت میں داخل ہوئے۔ کسیکو نہیں پہنچی۔ اور قرآن شریف اور رسول اللہ اور دیگر اولیاء نے جو لوگوں کو کافر کہا ہے۔ سب جھوٹ ہو جاویگا۔

دوسری بات یہ نکلتی ہے۔ کہ حضرت صاحب نے پوری طرح سے تبلیغ کردی ہے۔ اور ہندوستان میں تبلیغ ہو چکی ہے۔ بلکہ بعض دیگر ممالک میں بھی

تیسری یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ جن پر تبلیغ نہیں ہوئی۔ اسکا حساب خدا کے ساتھ ہے۔ ہم نہیں جانتے۔ کہ تبلیغ ان کو ہو چکی ہے۔ یا نہیں کیونکہ کسی کے دلی خیالات سے آگاہ نہیں۔ اسلئے چونکہ شریعت کی بنا ظاہر پر ہے۔ ہم تو کافر کہینگے گو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ کہ وہ سزا کے لائق ہیں۔ یا بموجب حدیث صحیحہ پھر موقعہ دیئے جانیکے لائق ہیں۔

پھر حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ کہ

جو حضرت صاحب کو نہیں مانتا اور کافر بھی نہیں کہتا وہ بھی کافر ہے

"یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم کے ہیں۔ کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا۔ وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا۔ کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ خدا پر افترا کرنیوالا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳) حاشیہ پر لکھتے ہیں "سو جو شخص مجھے نہیں مانتا۔ وہ مجھے مفتری قرار دیکر مجھے کافر ٹھہراتا ہے۔ اس لئے میری تکفیر کی وجہ سے آپ کافر بنتا ہے"۔ پھر فرماتے ہیں کہ علاوہ اُنکے جو مجھے نہیں مانتا۔ وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیشگوئی موجود ہے" پھر فرماتے ہیں "اب جو شخص خدا اور رسول کے بیان کو نہیں مانتا۔ اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عمداً خدا تعالیٰ کے نشانوں کو رد کرتا ہے۔ اور مجھکو باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے وہ مومن کیونکر ہو سکتا ہے" (حقیقۃ الوحی)

اب جبکہ میں حضرت صاحب کی ایک ایسی عبارت نقل کر چکا ہوں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے ایک ہی قسم کے لوگ ہیں۔ اور دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اور جس طرح کافر کہنے والا ایک مسلمان کو کافر کہکر کافر بنتا ہے۔ اسی طرح ایک نبی کو نہ ماننے والا اُسے نہ ماننے کی وجہ سے کافر ٹھہرتا ہے۔ میں ایک اور حوالہ درج کرتا ہوں۔ جس میں آپ نے اُس شخص کو بھی جو آپکو سچا جانتا ہے۔ مگر مزید اطمینان کے لئے ابھی بیعت میں توقف کرتا ہے۔ کافر ٹھہرایا ہو چنانچہ آپ ضمیمہ براہین احمدیہ میں صفحہ ۱۰۱ میں اس سوال کے جواب میں کہ حضرت کی ہتک کوئی ایسی تاثیر روشن طور پر ظہور میں نہیں آئی ہے۔ اور دو تین لاکھ

آدمی کا حضرتؑ کے سلسلہ میں داخل ہونا گویا دریا میں سے ایک قطرہ ہے۔ پس اگر تاثیر
یمین کے ظہور تک کوئی بغیر انکار کے داخل سلسلہ ہونے میں توقف اور تاخیر کرے۔
تو یہ جائز ہوگا یا نہیں" فرماتے ہیں کہ توقف اور تاخیر بھی ایک قسم انکار کی ہے" اب
ہر ایک دانا اور عقلمند انسان دیکھ سکتا ہے۔ کہ سائل نے اپنے سوال میں کسقدر
شرائط لگائی ہیں۔ کہ ایک شخص آپ کو جھوٹا بھی نہیں مانتا۔ اور آپ کا انکار بھی نہیں
کرتا۔ اور محض مزید اطمینان کے لئے بیعت میں ابھی توقف کرتا ہے۔ تو اس کی نسبت
کیا فتویٰ ہے۔ جس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں۔ کہ اسکا بھی وہی حال ہے جو
منکر کا حال ہے۔ اور منکر کا حال اوپر کے فتویٰ میں جو حقیقۃ الوحی سے نقل کیا گیا
ہے درج ہے یعنی اُسے کافر قرار دیا گیا ہے۔ اور وہی درجہ دیا گیا ہے جو اس شخص
کو دیا گیا ہے۔ جو آپ کو کافر کہتا ہے پس نہ صرف اسکو جو آپ کو کافر نہیں کہتا۔ مگر آپکے
دعویٰ کو نہیں مانتا۔ کافر قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل میں سچا قرار دیتا
ہے۔ اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا۔ لیکن ابھی بیعت میں اُسے کچھ توقف
ہے۔ کافر قرار دیا گیا ہے۔ پس سوچنے کا مقام ہے۔ کہ حضرت صاحب نے اس
معاملہ میں کس قدر تشدد سے کام لیا ہے : : : : : : اور عقل بھی یہی چاہتی
ہے کیونکہ اگر ایک ہندو رسول اللہ کو سچا مانے۔ اور دل میں اقرار بھی کرے اور ظاہر
طور پر انکار بھی نہ کرے۔ ہاں بعض واقعات کی وجہ سے ابھی کھلم کھلا اسلام لانے سے
پرہیز کرے تو ہم اُسے کبھی بھی مسلمان نہیں کہتے۔ بلکہ اُسے کافر ہی کہتے ہیں۔ اور
شریعت اسلام کبھی اُس کے ساتھ ناطہ رشتہ کو جائز نہیں رکھتی یعنی اُسکے
ساتھ کسی مسلمان عورت کے بیاہ دینے کی اجازت نہیں دیتی۔ پس اسی طرح
اُس غیر احمدی کا حال ہے۔ جو حضرت صاحب کو دل میں سچا بھی جانتا ہے۔ لیکن
ابھی بیعت کرنے میں متردد ہے۔ پس جو لوگ ابھی آپکے دعویٰ کے ماننے میں

متردد ہیں۔ انکی نسبت حضرت صاحب نے کفر کا فتویٰ دیا ہے جیسا کہ میں حضرت صاحب کی عبارتیں اوپر نقل کر آیا ہوں۔

پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

"چونکہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے۔ اسلئے ہم منکرین کو مومن نہیں کہہ سکتے اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مواخذہ سے بری ہیں۔ اور کافر منکر ہی کو کہتے ہیں کیونکہ کافر کا لفظ مومن کے مقابل پر ہے۔ اور کفر دو قسم پر ہے۔ ایک کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ اور اسکو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے۔ اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اسلئے کہ وہ خدا و رسول کے فرمان کا منکر ہے **کافر ہے**۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو یہ دونو قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں کیونکہ جو شخص باوجود شناخت کرنے کے خدا و رسول کے حکم کو نہیں مانتا۔ وہ بموجب نصوص صریحہ قرآن اور حدیث کے خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک اول قسم کفر یا دوسری قسم کفر کی نسبت اتمام حجت ہو چکا ہے۔ وہ قیامت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا۔"

ان عبارتوں سے یہ نتائج نکلتے ہیں۔ اول تو یہ کہ مکفر اور خاموش ایک ہی گروہ میں سے ہے۔ کیونکہ جو مانتا ہے اُسے مومن کہتے ہیں۔ اور کافر مومن کے مقابل میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو نہیں مانتا۔ خواہ وہ مکفر ہو یا خاموش ہو کافر ہے۔ اور یہ دونوں گروہ ایک ہی قسم کے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جو آپ کو نہیں مانتا۔ وہ ضرور آپ کو مفتری قرار دیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جو آپ کو نہیں مانتا۔ اُنکا

ایمان

ایمان درحقیقت خدا تعالیٰ پر بھی نہیں۔ اور نہ رسول اللہ پر ہی ہے۔ چوتھے یہ کہ چونکہ وہ شخص آیات اللہ کا منکر ہے۔ اسلیئے مومن نہیں ہو سکتا۔ پانچویں یہ کہ چونکہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے۔ اُسے ہم مومن نہیں کہہ سکتے۔ اور چھٹے یہ کہ وہ مواخذہ سے بری نہیں۔ ساتویں یہ کہ کفر دو قسم کا ہے۔ ایک اللہ اور رسول کا کفر۔ اور ایک دیگر آیات کا کفر جس میں حضرت صاحب کا کفر بھی شامل ہے۔ آٹھویں یہ کہ اصل میں یہ سب کفر ایک ہی ہے۔ جس نے آپ کا کفر کیا۔ اسنے خدا و رسول کا کفر بھی ساتھ ہی کیا۔ نویں یہ کہ جس پر ان دونوں کفروں میں سے کوئی اک قسم کفر کی ثابت ہو جائے۔ وہ قیامت کے دن زیر مواخذہ ہوگا۔

اس بات کے ثبوت میں کہ حضرت صاحب نے کل ان لوگوں کو جن پر اتمام حجت ہو چکا ہے۔ اور دعوت پہنچ چکی ہے شرعاً قابل مواخذہ ٹھیرایا ہے۔ یہ عبارت کافی ہے۔

میں یہ کہتا ہوں۔ کہ چونکہ میں مسیح موعود ہوں۔ اور خدا تعالیٰ نے عام طور پر میرے لیئے آسمان سے نشان ظاہر کئے ہیں۔ پس جس شخص پر میرے مسیح موعود ہونیکے بارے میں خدا کے نزدیک اتمام حجت ہو چکا ہے۔ اور میرے دعوے پر وہ اطلاع پا چکا ہے قابل مواخذہ ہوگا۔ کیونکہ خدا کے فرستادوں سے دانستہ منہ پھیرنا ایسا امر نہیں ہے۔ کہ اسپر کوئی گرفت نہ ہو۔ اس گناہ کا دادخواہ میں نہیں ہوں۔ بلکہ ایک ہی ہے۔ جس کی تائید کے لیئے میں بھیجا گیا ہوں۔ یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو شخص مجھے نہیں مانتا۔ وہ میرا نہیں۔ بلکہ اس کا نافرمان ہے۔ جس نے میرے آنیکی پیشگوئی کی (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۸)

پھر اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۰ میں فرمایا۔ کہ " ایسا ہی آیت واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی اس طرف اشارہ کرتی ہے۔ کہ جب امت محمدیہ میں بہت فرقے ہو

جائینگے

جائینگے۔ تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا۔ اور ان سب فرقوں میں سے وہ فرقہ نجات پائیگا کہ اس ابراہیم کا پیرو ہوگا" اور اسی طرح براہین احمدیہ میں فرماتے ہیں کہ "انہی دنوں میں آسمان سے ایک فرقہ کی بنیاد ڈالی جائیگی۔ اور خدا اپنے منہ سے اس فرقہ کی حمایت کے لیے ایک کرنا بجائیگا۔ اور اس کرنا کی آواز سے ہر ایک سعید اس فرقہ کی طرف کھینچا آئیگا بجز ان لوگوں کے جو شقی ازلی ہیں جو دوزخ کے بھرنے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں"

اس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح کا ایک حلفیہ بیان بھی نقل کرتا ہوں۔ جو آپ نے حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد تحریر کیا۔ عصر جدید میں ایک مضمون نکلا تھا جس میں کہ نامہ نگار نے بڑے زور سے پیشگوئی کی تھی کہ اب چونکہ حضرت مرزا صاحب فوت ہو گئے ہیں اور ان کے بعد حضرت مولوی صاحب جانشین ہوئے ہیں اور آپ کے عقاید اصل میں مرزا صاحب کے خلاف ہیں۔ اور آپ درحقیقت ان باتوں کو نہیں مانتے۔ جو مرزا صاحب نے بیان کی ہیں اور اسلئے عنقریب وہ دن آنیوالا ہے کہ جب مولوی صاحب تمام جماعت احمدیہ کو پھر مسلمانوں میں شامل کرینگے۔ اور میں نے اس کے جواب میں ایک مضمون لکھا تھا۔ جس پر آپ نے یہ عبارت تحریر فرمائی۔ جو کہ تشحیذ الاذہان جلد ۳ نمبر ۵ میں شائع ہو چکی ہے۔ وھوھذا

میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اعلان کرتا ہوں۔ کہ میں مرزا صاحب کے تمام دعاوی کو دل سے مانتا اور یقین کرتا ہوں۔ اور ان کے معتقدات کو نجات کا مدار ماننا میرا ایمان ہے۔ دستخط حضرت خلیفۃ المسیح۔ نور الدین

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کے معتقدات بھی نجات کا ایک مدار ہیں۔

اسی طرح ڈاکٹر عبد الحکیم مرتد کو ایک خط میں حضرت خلیفۃ المسیح فرماتے ہیں کہ

"پھر ان انبیا کی خلاف ورزی کے متعلق ہم آپ کو ایک آیت سناتے ہیں
ولقد ارسلنا الی امم من قبلک فاخذنھم بالباساء والضراء لعلھم
یتضرعون فلولا اذ جاءھم باسنا تضرعوا ولکن قست قلوبھم و
زین لھم الشیطان ما کانوا یعملون فلما نسوا ما ذکروا بہ
فتحنا علیھم ابواب کل شیءٍ حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذنھم بغتۃ فاذا
ھم مبلسون ؕ اس آیت پر غور کرو انتہی تحریر حضرت خلیفۃ المسیح۔
اسی طرح اُسی خط میں حضرت مسیح کے مخالفین کی نجات کی نسبت حکیم
کو تحریر فرماتے ہیں۔ کہ
"پھر آپ نے تیرہ کروڑ مسلمانوں پر رحم فرمایا ہے۔ اور ذکر کیا ہے۔ کہ تیرہ سو
سال میں تیرہ کروڑ مسلمان تیار ہوئے ہیں۔ سب کو نجات حاصل کرنا چاہیئے
حکیم و ڈاکٹر صاحب وہ رب اللہ کی مخلوق اسوقت موجود ہے تیرہ کروڑ اگر محمد رسول
اللہ کے باعث تیار ہوئے ہیں۔ تو وہ رب اللہ کی مخلوق ڈارون کے طریق سے
لاکھوں برس اور معلوم نہیں کہ کب سے جو تیار ہوئی۔ ان سب نے اگر نجات نہ پائی
تو تیرہ کروڑ بیچارے کیا ہیں"
اس مندرجہ بالا عبارت میں حضرت خلیفۃ المسیح اس کے اس سوال کا
جواب دیتے ہیں کہ مرزا صاحب کی مخالفت کی وجہ سے تیرہ سو سال کی کوششوں
کا نتیجہ تیرہ کروڑ مسلمان کیوں غیر ناجی قرار دیا جائے۔ اور فرماتے ہیں کہ جس طرح
رسول اللہ کی مخالفت کی وجہ سے وہ رب انسان غیر ناجی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح
اب اللہ تعالیٰ کی منشا کے ماتحت مرزا صاحب کی وجہ سے یہ تیرہ کروڑ غیر ناجی
ہو سکتے ہیں اور ان مندرجہ بالا اقتباسات سے حضرت خلیفۃ المسیح کا اعتقاد خوب ظاہر
ہو جاتا ہے۔

اور پھر آگے چل کر فرماتے ہیں کہ "نجات فضل سے ہے۔ اور فضل کا جاذب تقویٰ ہے۔ اور تقویٰ کا بیان لیس البر والی آیت میں ہے۔ اور اس میں شاید مرزا کا بھی کہیں ذکر آیا ہو" اس میں آپ نے آیت کے اس حصہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ جس میں نجات کے واروں میں نبیوں پر ایمان لانا بھی ضروری قرار دیا ہے۔

اب میں حضرت صاحب کی وہ عبارت نقل کرتا ہوں۔ جس میں کہ آپ نے خاموش لوگوں کی نسبت تحریر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

اگر وہ سے لوگوں میں تخم دیانت اور ایمان ہے اور وہ منافق نہیں ہیں تو ان کو چاہیئے۔ کہ ان مولویوں کے بارے میں ایک لمبا اشتہار ہر ایک مولوی کے نام کی تصریح سے شایع کریں کہ یہ سب کافر ہیں کیونکہ انھوں نے ایک مسلمان کو کافر بنایا۔ تب میں ان کو مسلمان سمجھ لونگا۔ بشرطیکہ انہیں کوئی نفاق کا شعبہ پایا جائے۔ اور خدا کے کھلے کھلے معجزات کے مکذب نہ ہوں۔" پھر آخر پر لکھتے ہیں۔ دو سو مولوی کے کفر کی نسبت نام بنام ایک اشتہار شایع کریں۔ بعد اس کے حرام ہوگا۔ کہ میں ان کے اسلام میں شک کروں۔ بشرطیکہ کوئی نفاق کی سیرت ان میں نہ پائی جائے۔" پھر حاشیہ پر ارشاد فرماتے ہیں:" میں دیکھتا ہوں جس قدر لوگ میرے پر ایمان نہیں لاتے وہ سب کے سب ایسے ہیں کہ ان تمام لوگوں کو وہ مومن جانتے ہیں جنھوں نے مجھے کافر ٹھہرایا ہے پس میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا لیکن جن میں خود انہیں کے ہاتھ سے ان کی وجہ کفر پیدا ہوگئی ہے۔ انہیں کیونکر مومن کہہ سکتا ہوں۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۵)

اب ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت صاحب ان لوگوں کو بھی جو
آپکو کافر نہیں کہتے۔ اور نہ ان مولویوں کو کافر کہتے ہیں جنھوں نے آپکو کافر قرار دیا ہے
کافر قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ آپنے تحریر فرمایا ہے۔ کہ جو لوگ مجھے کافر نہیں کہتے۔ وہ میرے
مکفرین کو بھی کافر نہیں کہتے۔ اور اس کسی خود انہیں کے ہاتھ سے وجہ کفر پیدا ہو
گئی ہے۔ اس طرح آپکے مکفرین کو کافر نہ کہنے کو بھی آپنے وجہ کفر قرار دیا ہے۔ پس
جو لوگ آپ کو کافر نہیں کہتے اور ساتھ ہی غیر احمدیوں کو بھی مسلمان ہی جانتے ہیں
وہ بھی کافر ہیں۔ اور کسی صورت میں مسلمان نہیں کہلا سکتے۔ اور صرف یہی کافی
نہیں سمجھا گیا۔ کہ وہ ان کو کافر کہیں۔ بلکہ نام بنام ان لوگوں کے کفر کا اعلان اشتہاروں
اور اخباروں کے ذریعہ سے شایع کریں۔ جنھوں نے آپ پر کفر کا فتوی دیا ہے
اور جو فتوے کہ ہزاروں کی تعداد میں ہندوستان میں شایع ہو چکا ہے۔"

اور وفات سے چند ہی دن پہلے مسٹر فضل حسین صاحب بیرسٹر کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے فرمایا "جو ہمیں کافر نہیں
کہتے۔ ہم انھیں بھی اسوقت تک ان کے ساتھ ہی سمجھینگے۔ (مکفروں کے ساتھ)
جب تک کہ وہ ان سے الگ ہونیکا اشتہار بذریعہ اعلان نہ کریں۔ اور ساتھ ہی
نام بنام یہ نہ لکھیں۔ کہ ہم ان مکفرین کو بموجب حدیث صحیح کافر سمجھتے ہیں" (بدر
صفحہ ۲، ۲۴ جون ۱۹۰۸ء) **یاد رہے۔ کہ یہ فقرہ اس تقریر کا آخری فقرہ ہے**
یہی وہ حوالے ہیں۔ کہ جن کو ہمارے مخالف بار بار پیش کرتے ہیں۔ اور اصرار کرتے
ہیں کہ تمہارے امام نے جب کہدیا ہے۔ کہ ہم ان لوگوں کو جو ہمارے معاملہ میں
خاموش ہیں کافر نہیں سمجھتے۔ تو اب تم ہم لوگوں سے ملو۔ لیکن ایسے لوگوں کی عقلوں
پر سخت تعجب اور افسوس آتا ہے۔ کیا انہیں اس عبارت میں یہ بات نظر نہیں آتی

کہ اس میں بڑی بڑی شرائط لگائی گئی ہیں۔ اور کیا کوئی ایسا شخص ہے۔ جس نے
ان شرائط کو پورا کر دیا ہے۔ ذرا ہمیں اس شخص کا نام تو بتاؤ۔ جس نے بموجب حضرت
صاحب کی تحریر کے دو سو مولویوں کا نام لے لیکر انہیں کافر قرار دیا ہو۔ اور اس بات
کا اقرار کیا ہو۔ کہ حضرت صاحب کے معجزات ٹھیک تھے۔ اور آپ راستباز تھے
اور یہی نہیں۔ بلکہ اُس کے ایمان میں نفاق کا کوئی شبہ نہ ہو۔ پس جب ایسا کوئی
شخص نہیں اور کسی نے ان شرائط کو پورا نہیں کیا۔ تو ہم کس طرح ان کو الگ سمجھ
لیں۔ اور گھر بیٹھے زبانی باتوں کے دھوکے میں آجائیں جب ہمارے امام
نے صریح الفاظ میں لکھ دیا ہے۔ کہ جو ہمیں کافر نہیں کہتے۔ ہم انہیں بھی اس وقت
تک ان کے ساتھ سمجھیں گے جب تک کہ وہ ان سے الگ ہونیکا اعلان بذریعہ
اشتہار نہ کریں۔ اور ساتھ ہی نام بنام یہ نہ لکھیں۔ کہ ہم ان مکفرین کو بموجب حدیث
صحیح کافر سمجھتے ہیں پس ہم کیوں کر اس شخص کی امامت سے تعلق رکھیں جس کو
ہمنے سچا یقین کیا۔ اور جس کے معجزات ہمنے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اور جس کا
خدا سے تعلق ہم نے مدتوں مشاہدہ کیا۔ ہم اپنے اُس سردار اور حاکم کی بات
کو کیونکر رد کر دیں۔ جس کے ہاتھ پر ہم نے اپنے آپ کو بیچ دیا۔ اور اپنے خیالات
اور اپنی خواہشات اُس کے لیئے قربان کر دیں۔ ایسی جرات تو وہ شخص کر سکتا
ہے۔ کہ جس کے دل میں ایمان نہ ہو جو نور یقین سے کورا ہو۔ اور جس کو خدا نے
معرفت کی آنکھیں نہ دی ہوں۔ اور یہ قطعاً خیال نہ کرو۔ کہ اس قول کا پہلے قول
سے کچھ اختلاف ہے۔ اور اس میں حضرت صاحب نے پہلے کی نسبت نرمی کر دی ہے
کیونکہ انبیاء اپنے الہاموں کے سب سے زیادہ قائل اور مومن ہوتے ہیں دیکھو حضرت
صاحب اپنی کتاب اربعین میں تحریر فرماتے ہیں کہ "مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان
ہے۔ جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن پر" پس یہ خیال سخت گندہ ہوگا۔ اگر ہم

کہیں

کہیں۔ کہ حضرت صاحب نے اُس پہلی الہامی بات کو رد کر دیا۔ بلکہ ہمارا فرض ہے کہ
ہم ان میں تطبیق کریں۔ اور بہر حال ہمکو اس عبارت کو پہلی عبارت کے ماتحت
کرنا پڑیگا۔ کیونکہ وہ الہامی ہے۔ اور اُس کے معنی بھی ہم نے نہیں۔ خود حضرت
صاحب نے کئے ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی شخص غور سے دیکھے۔ تو اسجگہ حضرت صاحب
نے تعلیق محال بالمحال سے کام لیا ہے کیونکہ جو شخص حضرت صاحب کے منکرین
کو نام بنام کافر قرار دیگا۔ اور باوجود حضرت صاحب کے ان دعاوی کے آپ کو سچا
قرار دیگا۔ اور آپ کے الہامات اور معجزات پر یقین لائیگا۔ اور پھر آپکی بیعت نہ کریگا تو
ایسا شخص دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ منافق ہوگا۔ کہ لوگوں کے ڈر سے سچ
کو قبول نہیں کرتا۔ اور یا حکم الہی کا صریح منکر ہوگا کیونکہ حضرت صاحب نے بیعت
الہام کے ذریعہ سے شروع کی ہے۔ اور قرآن شریف میں انبیاء کے منکرین کو
کافر کہا گیا ہے۔ پس ایسا شخص جس پر حق کھل گیا اور اس نے حضرت کے راستباز
ہونیکو سمجھ لیا۔ تو پھر جو وہ بیعت نہیں کرتا۔ تو اس میں یا تو نفاق کا شعبہ ہے یا کفر کا
اور حضرت صاحب نے یہ شرط ساتھ قرار دی ہے۔ کہ پھر ایسا شخص منافق بھی نہ ہو
پس جو شخص ان شرائط پر عمل کریگا۔ اس کے لیے تو بیعت ضروری ہو جائیگی۔ اور
اگر بیعت نہ کریگا۔ تو منافق ہوگا۔ پس جو شخص ایسا اشتہار دے بھی دے جس
میں مخالف مولویوں پر کفر کا فتوے دے اور پھر بھی بیعت نہ کرے۔ تو ایسا شخص
ضرور منافق ہے۔ پس حضرت صاحب نے تو ایک محال بات پیش کر کے مخالفین
پر حجت قائم کی ہے۔ نہ یہ کہ اُن کے لیے راستہ کھولا ہے۔ اس عبارت کو پیش کر کے
ہم سے صلح چاہنے والا بعینہٖ اس شخص کی طرح ہے۔ جو قرآن شریف کی آیت
قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین کو پیش کر کے ہم سے یہ چاہے
کہ ہم یسوع کی عبادت کریں۔ اور اُسے خدا کا بیٹا مان لیں۔ یہاں تو یہ اشارہ کیا گیا ہے

کرو تو تم خدا کا بیٹا ثابت کر سکو گے۔ اور نہ میں قبول کروں گا۔ اسی طرح مذکورہ بالا عبارت میں حضرت صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ اگر کوئی ہمارے مخالفین کا نام لے لیکر قریباً دو سو مکفر مولویوں پر کفر کا فتویٰ اشتہار کے ذریعہ شائع کرائے۔ اور پھر اس میں نفاق بھی نہ ہو۔ تو ہم ایسے شخص کو مومن مان لیں گے۔ اور یہ بات ناممکن ہے۔ کہ کوئی شخص ایسا کرے۔ اور پھر باوجود بیعت نہ کرنیکے منافق بھی نہ ہو۔ پس یہ تو ایک تعلیق محال بالمحال تھی۔ اسے سند کے طور سے پیش کرنا تو ایک بڑی جہالت ہے۔

اور اس لمبی تقریر پر بھی ہم کو کچھ ضرورت نہیں۔ کیونکہ ابھی تو کوئی شخص نہیں پیش کیا گیا جس نے ان شرائط پر عمل کیا ہو۔ پس اس کے ذریعہ صلح چاہنا اول درجہ کی نادانی ہے جس قدر لوگ حضرت صاحب کے منکر ہیں وہ احمدیوں کے پاس آکر یا جماعتوں میں اس قسم کا اقرار کرتے ہیں۔ وہ تو ان لوگوں کی طرح ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ و اذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا و اذا خلوا الیٰ شیاطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزءون۔ وہ اگر ہم سے صلح چاہتے ہیں۔ تو اپنی دنیاوی حیثیت بڑھانے کیلئے نہ کہ ان کے دلوں میں دین کی تڑپ ہے۔ اگر واقعی ان کو خدا تعالےٰ سے کچھ محبت ہوتی۔ اور دین کی تڑپ ہوتی۔ اور تقویٰ کا ایک ذرہ بھی ان کے دلوں میں باقی ہوتا۔ تو وہ کیوں کوشش سے اس شخص کے دعویٰ کو نہ سنتے جس نے تیئس برس پکار پکار کر سنایا۔ کہ خدا نے مجھ سے کلام کیا۔ اور مجھے دنیا کی اصلاح کے لیے بھیجا ہے اور میں اس کی طرف سے مامور مقرر کیا گیا ہوں جس نے لیکچروں کے ذریعہ اشتہاروں اور رسالوں کے ذریعے کتابوں کے ذریعہ اپنی آمد کا اعلان کیا لیکن کیا ان لوگوں نے ذرہ بھر بھی توجہ کی۔ ایک آریہ اخبار ذرہ بھر بھی انکے پولیٹکل حقوق کے برخلاف لکھتا ہے۔ تو ان کے تن بدن میں

آگ لگجاتی ہے آنکھوں سے شعلے نکلنے لگتے ہیں۔ اور ناسزا الفاظ بے اختیار انکے منہ سے نکلجاتے ہیں۔ اور راس کماری سے لیکر ہمالیہ کی چوٹیوں اور کلکتہ سے لیکر پشاور تک تاربرقی کی طرح ایک جوش پھیلجاتا ہے۔ اور چاروں طرف شور وشر شروع ہوجاتا ہے۔ لیکن خدا کے مامور کی آواز انکے کانوں میں تئیس سال تک پڑتی رہی۔ اور دنیا کی بے توجہی پر غضب الٰہی نازل ہوا۔ لیکن ان کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ بیدست بیٹھے رہے۔ اور غفلت کے لحافوں کو انھوں نے اپنے سر سے نہ اتارا۔ انھوں نے آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا کہ یہ کون ہے اور پرواہ تک نہ کی۔ خدا کی پکار کو سننے سے انکار کردیا۔ اور حقارت سے منہ پھیر لیا یہ انکا ایمان ہے۔ اور یہ وہ تڑپ ہے جو دین کے لیے ان کے دلوں میں پائی جاتی ہے اور باوجود اس حالت کے یہ لوگ ہمارے سامنے آتے ہیں اور ہمیں صلح کے لیے بلاتے ہیں اور پھر زیادہ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ یہ تحریک جس گروہ سے اٹھی ہے۔ اور جو گروہ کہ ہمکو اپنے پیچھے نمازیں پڑھوانا چاہتا ہے۔ وہ خود نماز نہیں پڑھتا جو لوگ نمازیں پڑھتے ہیں۔ وہ تو ہم کو کافر سمجھتے ہیں۔ مگر یہ لوگ جو ہنسی ٹھٹھے اور بنسی میں اپنا دن گزارتے ہیں اور اسلام کے پاک احکام پر تمسخر کرتے ہیں جن پر یورپ کا رنگ تہ بہ تہ چڑھا ہوا ہے۔ ہمیں بلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں بلاؤ اور ہمارے پیچھے نماز پڑھو۔ ہم کس کے پیچھے نماز پڑھیں کیا ان لوگوں کے پیچھے جنکے پیچھے اگر ان کو مسلمان بھی سمجھ لیا جائے۔ تو شاید نماز پڑھنی ناجائز ہو۔ ہاں ہم کن کے پیچھے نماز پڑھیں۔ کیا ان لوگوں کے پیچھے جن کے دلوں میں اسلام محض ایک قومیت ہے۔ اور رسول اللہ کی عزت صرف اپنے پولیٹیکل حقوق کے محفوظ رکھنے کے لیے کیجاتی ہے۔ بیشک اس تحریک کا اس گروہ سے اٹھنا ہی اس بات پر شاہد ہے۔ کہ یہ تحریک رحمٰن کی طرف سے نہیں۔

اب میں حضرت صاحب کا وہ فتویٰ نقل کرتا ہوں۔ جس میں کہ غیر احمدیوں

کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ

"پس یاد رکھو۔ کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے۔ کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیئے کہ تمہارا وہی امام ہو۔ جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے۔ کہ اِمامکم منکم یعنی جب مسیح نازل ہوگا۔ تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعوے اسلام کرتے ہیں۔ بکلی ترک کرنا پڑیگا۔ اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ پس تم ایسا ہی کرو کیا تم چاہتے ہو۔ کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو۔ جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے۔ وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے۔ اور ہر ایک حال میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے۔ اور ہر ایک تنازعہ کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا۔ اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے۔ پس جانو کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔ کیونکہ میری باتوں کو جو خدا سے ملی ہیں۔ عزت سے نہیں دیکھتا۔ اس لیے آسمان پر اس کی عزت نہیں۔"

اب اس عبارت پر غور کیجیے اوّل تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھتا ہو۔ یا غیر احمدیوں سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ ایسے فعل کا مرتکب ہوتا ہے۔ جو قطعی حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ ہمارے لیے لازمی ہے۔ کہ ہم غیر احمدیوں کو قطعی طور سے الگ رہیں۔ تیسرے یہ کہ جو ایسا نہیں کرتا۔ اُس پر خدا کا الزام ہے چوتھے یہ کہ ایسے شخص کے اعمال حبط ہو جائینگے پانچویں یہ کہ جو حضرت صاحب کا دل سے معتقد ہے۔ وہ آپکے اس فیصلہ اور دیگر فیصلوں کو مانتا ہے چھٹے یہ کہ جو نہیں مانتا۔ اُسکے دل میں خود اختیاری کا مرض ہے۔ ساتویں یہ کہ حضرت صاحب ان الفاظ میں کہ وہ

مجھ سے نہیں۔ اس سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ آخر میں یہ کہ ایسا کرنیوالے کی عزت آسمان پر بھی نہیں کیجائے گی۔ اب باوجود ان فتووں کے ہم کیا کریں۔ اور کس طرح اُن لوگوں کیساتھ شامل ہوجائیں۔ جو ہلاکت کے گڑھے کی طرف ہمکو بلاتے ہیں۔

اب ایک طرف تو خدا کا کلام ہمکو اپنی طرف بلاتا ہے۔ اور دوسری طرف چند لوگ جن کے ایمانوں کا ہمکو کوئی علم نہیں۔ بلکہ واضح طور سے ایک مامور کے منکر ہیں ہم کو اپنی طرف کھینچتے ہیں پس بہتر ہے۔ کہ ہم خدا کی آواز کو قبول کریں۔ اور جس طرح پہلی دفعہ ہم نے انسانوں پر خدا کے احکام کو مقدم کیا۔ اب کر کے بھی نمونہ دکھائیں۔ حضرت صاحب خدا سے خبر پاکر فرماتے ہیں۔ کہ مجھے نہ قبول کرنیوالوں کو راستباز جاننے والا انکے پیچھے نماز پڑھنے والا اور ان سے بکلی قطع تعلق نہ کرنیوالا شیطان کے پنجہ میں ہے۔ اور آپ پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس کے اعمال حبط ہوجائینگے اور آسمان پر اس کی عزت نہ ہوگی پس ہمارے لیے کیسا خطرناک امر ہے۔ ایک طرف تو ظاہری چین اور امن نظر آرہا ہے۔ دشمنوں کی نظروں میں ایک عزت ہوتی ہے۔ اور شاید گورنمنٹ کی نظروں میں بوجہ سرگروہ سے تعلق ہوجانیکے زیادہ وقعت پانے کی امید ہے۔ اور دوسری طرف خدا کے مامور کا فتویٰ ہے۔ کہ اگر تم ان سے بکلی قطع تعلق نہیں کرتے۔ تو پھر تمہارا مجھ سے قطع تعلق ہے۔ اگر عاجلہ کو دیکھا جائے۔ تو پہلی بات میں فائدہ ہے۔ لیکن اگر یوم ثقیل کا خیال کیا جائے تو دوسری بات پر عمل کرنیکے کوئی چارہ نہیں۔ ہم ان لوگوں سے صلح کرتے ہوئے ان آیات قرآنی کو کہاں چھپائیں۔ الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین۔ ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا۔ یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المؤمنین اتریدون ان تجعلوا للہ علیکم سلطانا مبینا۔ ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون

ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلاً اولٰئک ھم الکٰفرون حقا واعتدنا للکٰفرین عذابا مھینا۔ اور خصوصیت سے آخری آیت میں تو ہم خاص طور سے اُسی گروہ کا ذکر پاتے ہیں۔ جو مدعی ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو مسلمان متقی اور راستباز انسان مانتے ہیں۔ لیکن نبی نہیں مانتے۔ اور جو کہتے ہیں۔ کہ نجات ایمان باللہ پر ہے۔ نہ ایمان بالرسل پر اور جن کا خیال ہے۔ کہ رسول اللہ کے انکار کی وجہ سے عذاب ہوا بھی۔ لیکن مرزا صاحب کے نہ ماننے کا کوئی حرج نہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ لوگ سچے ہیں اور پکے کافر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور عذاب کے مستحق ہیں۔ اور حضرت صاحب بھی فرماتے ہیں کہ من فرق بینی وبین المصطفٰی فما عرفنی وما رای۔ اور پھر فرماتا ہے۔ کہ من اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبا او کذب بآیاتہ۔ پس باوجود ان صریح نصوص کے ہم کیونکر انکار کر دیں۔ اور کہدیں کہ تمام رسولوں کا ماننا ضروری نہیں۔ اور یہ کہ مسیح موعود کا ماننا مدار نجات میں شامل نہیں اگر ہم ایسا کہیں۔ تو ہم بھی اُسی گروہ میں شامل ہو جائینگے جن کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اولٰئک ھم الکٰفرون حقا واعتدنا للکٰفرین عذابا مھینا۔ اور جن کی نسبت فرماتا ہے۔ او کذب بآیاتہ فنعوذ باللہ من ذٰلک الکذب والبھتان و نعوذ باللہ من ھمزات الشیطان۔ اور اگر ہم ایسا کریں۔ تو گویا عبد الحکیم مرتد کی پیشگوئی کو پورا کر دیں۔ اور شیطان کے مؤید ہو جائیں۔ کیونکہ اُس کی مخالفت بھی اس بات پر ہوئی تھی۔ اور وہ جماعت سے اسی لیے خارج کیا گیا تھا۔ کہ اُس کا دعوی تھا۔ کہ سوائے ان چند مکفرین کے جنھوں نے مخالفت میں زور لگا رہے۔ باقی سب ناجی ہونے چاہئیں۔ اور کفر کا فتویٰ ان پر نہیں دینا چاہیے۔ پس ہمارا بھی ایسے ہی عقائد رکھنا گویا عبد الحکیم کی پیروی کرنا اور حضرت

مسیح موعود کا انکار کرتا ہے۔ اور اس کی شیطانی پیشگوئی کو پورا کرتا ہے کہ عنقریب
مرزائی مرزا صاحب پر ایمان کو غیر ضروری قرار دیکر باقی تمام غیر فرقوں کو بھی مسلمان
قرار دینگے۔ اور اعمال پر نجات کا مدار جانینگے۔ اور ایمان بالرسل کو مفقود کر دیں گے
پس ان باتوں کا ماننا ہمارے لیے موت ہے۔ اور سلسلہ کی تکذیب آخر میں میں
یہ لکھنا بھی ضروری جانتا ہوں۔ کہ میں ہی ان خیالات سے ایسا متنفر نہیں۔ بلکہ
جہانتک مجھے علم ہے۔ خود ہمارا امام اور دیگر دانا لوگ سب کے سب ان خیالات کو پسند
نہیں کرتے۔ پس میں کہہ سکتا ہوں کہ ہم سب خدا کے فضل سے اس پر امید کرتے
ہیں۔ اور اسی کو اپنا سہارا قرار دیتے ہوئے اور مسیح ناصری کی جماعت کے تجربہ سے
فائدہ اٹھاتے ہوئے بڑے شرح صدر کیساتھ اسبات کا اعلان کرتے ہیں۔ کہ جنہے
خدا کے مامور کو قبول کیا ہے۔ اور اس کے ہر ایک حکم کو مدار نجات یقین کرتے ہیں
اسلیئے بلا کسی تامل کے کہتے ہیں۔ کہ انا براؤ منکم ومما تعبدون من دون اللہ

خاکسار مرزا محمود احمد ولد حضرت مسیح موعود

تتمۂ مضمون

بعض لوگ پیش کرتے ہیں کہ تریاق القلوب میں حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ
میں اپنے منکرین کو کافر نہیں کہتا بلکہ صرف شرعی نبی کے منکر کافر ہوتے ہیں اور
میرے منکرین میں سے صرف وہی کافر ہیں جو مجھے کافر کہکر خود بموجب حدیث
کافر ہو جاتے ہیں اس لئے خود آپکے مطلع نے یہ فیصلہ کر کے بات صاف کر دی ہے
لیکن ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ بات خود حضرت صاحب کے سامنے پیش ہو چکی ہے
اور اس کے دو جواب حضرت صاحب نے دیے ہیں۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی میں ایک شخص

کے اعتراض پر کہ آپ نے تریاق القلوب میں صرف اپنے منکرین کو کافر کہا ہے اور اب سب نہ ماننے والوں کو کہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والوں کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں حالانکہ خدا کے نزدیک وہ ایک ہی قسم کے انسان ہیں اور جو مجھے نہیں مانتا وہ مجھے کافر ہی ٹھہرا کر نہیں مانتا۔ یہاں حضرت صاحب نے اس شخص کو یہ بتایا ہے کہ نہ ماننا اور کافر کہنا ایک ہی چیز ہے اور جو آپ کو نہیں مانتا وہ خدا کے نزدیک آپ کو کافر ہی جانتا ہے۔ پس تریاق القلوب کے فتوے کی بعد کے فتووں سے اس طرح تطبیق ہوگئی کہ گو صرف آپ کو کافر کہنے والا انسان کافر ہے لیکن چونکہ ایک نبی کو نہ ماننا اور اسے کافر کہنا ایک ہی چیز ہے اس لئے جو کوئی اسے نہیں مانتا وہ اسے خدا کے نزدیک کافر قرار دیتا ہے گو زبانی نہ کہے پس اسی طرح کل نہ ماننے والے منکر ہوئے اور کل کافر ہوئے پس تریاق القلوب کے فتوے بھی درست رہا اور پھر بھی آپ کے نہ ماننے والے شریعت اسلام کے رو سے کافر ہوئے۔

دوسرا جواب جو آپ نے دیا ہے وہ یہ ہے کہ میرے نہ ماننے سے ایک شرعی نبی کا انکار بھی لازم آتا ہے یعنی جبکہ میں رسول اللہ کی پیش گوئی کے مطابق دنیا میں ظاہر ہوا ہوں تو جو مجھ کو نہیں مانتا وہ رسول اللہ کو بھی نہیں مانتا اور آپ بھی اسکے ہی تعلق نہیں۔ پس چونکہ آپ کے انکار اور رسول اللہ کا انکار لازم و ملزوم ہیں پہلے جس نے آپ کا انکار کیا اس نے ایک شرعی نبی کا بھی انکار کیا اس لئے کافر ٹھہرا پس اس صورت میں بھی جو کل آپ کے نہ ماننے والے ہیں کافر ٹھہرے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہوئے۔

تیسرے یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت صاحب کا کلام قرآن شریف سے ہرگز خلاف نہیں ہو سکتا ہے اور قرآن شریف میں ایک رسول کو نہ ماننے والے اور دوسروں کو

نہ ماننے والے کو کافر قرار دیا گیا ہے اور وہاں کوئی شرعی نبی کی شرط نہیں لگائی گئی بلکہ داؤد و سلیمان اور ہود اور صالح اور مسیح علیہم و علیٰ نبینا السلام کے منکرین کو بھی کافر قرار دیا گیا ہے اور عقل بھی یہی چاہتی ہے کیونکہ کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ ایک شخص کے صدق میں تردد کرنے والا تو قابل مواخذہ ہو اور دوسرے کے صدق میں تردد کرنے والا قابل مواخذہ نہ ہو۔ ہاں کیسے تعجب کی بات ہے کہ شرعی نبی تو الگ ایک معمولی مومن کے انکار سے جس کو ساری عمر میں ایک خواب بھی نہیں آئی تو ایک انسان کافر ہو جاتا ہے اور اس کو مومن نہ جاننے پر قابل مواخذہ ہوتا ہے لیکن ایک نبی کو نبی نہ ماننے والا اس عذر پر کہ وہ نبی کوئی شریعت نہیں لایا کافر نہیں ہوتا۔ ایسا خیال رکھنے والے بتائیں تو سہی کہ کیا وہ مسیح و داؤد اور ہود اور یعقوب اور اسحٰق اور لوط کے منکرین کی نسبت کیا فتویٰ دیتے ہیں اور ان کے مخالفین کو جو خدا نے کافر کہا ہے تو اس کی کیا تاویل کرتے ہیں پس سوائے اس کے کہ تریاق القلوب کے فتوے کو اس طریق سے حضرت صاحب کے آخری فتووں سے ملایا جائے تو خود آپ ہی نے بتایا ہے اور کوئی راہ نہیں۔

چوتھے یہ کہ تریاق القلوب میں جو فتوے لکھا ہے۔ وہ حضرت صاحب کا اپنا خیال ہے اور دوسرا الہامی ہے۔ چنانچہ عبدالحکیم کے خط میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ بات مجھے الہام سے بتائی گئی ہے کہ جو مجھے نہیں مانتا وہ کافر ہے پس یہ فتوے بہرحال اس فتوے کا ناسخ ہوگا۔

پانچویں یہ کہ بے شک شروع میں حضرت صاحب کا یہی فتویٰ تھا کہ صرف میرے منکرین کافر ہوتے ہیں لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ کی وحی نے اس عقیدہ کو بدلا۔ پس نہ صرف یہ کہ یہ فتویٰ الہامی ہے بلکہ بعد کا بھی ہے اور باوجود اس فتوے

کے اس پہلے فتوے کو لے جانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی مسیح کی وفات کے مقابلہ مین حضرت صاحب کی براہین کی تحریر پیش کرے کہ آپ نے تو لکھا ہے کہ مسیح آسمان پر اُتریگا۔ پس جیسے وہ شخص حق سے دُور ہے یہ بھی دُور ہے۔

چھٹے یہ کہ اگر حضرت صاحب کا مطلب تریاق القلوب سے وہی ہوتا جو پیش کیا جاتا ہے تو جب حقیقۃ الوحی کے تحریر کرنے کے وقت آپ پر اعتراض ہوا ہے کہ آپ اپنے نہ ماننے والے کو جو کافر نہیں کہتا ہے کافر کیوں قرار دیتے ہیں جبکہ تریاق القلوب مین آپ نے اس کے خلاف لکھا ہے تو آپکا جواب یہ ہونا چاہیئے تھا کہ تریاق القلوب کا فتوے ہی درست ہے اور دوسرے فتوی کے معنے تم غلط سمجھے ہو حالانکہ حضرت صاحب نے دوسرے فتوی کے مطلب کو درست قرار دیا ہے اور کہا ہے۔ کہ تم تریاق القلوب کے معنے نہیں سمجھے اس کے معنے بھی یہی ہیں چنانچہ اس کی تطبیق بھی کردی جیسا کہ اُوپر درج ہے پس کسی کا حق نہیں کہ جس طرح اپنی مرضی ہو اس کے معنے کردے بلکہ اس کے معنے وہی کرنے پڑین گے جو حقیقۃ الوحی مین درج ہیں اور وہ مین اُوپر درج کرآیا ہون۔

پس اب مین ثابت کرچکا ہون کہ تریاق القلوب کے فتوی کو پیش کرنا مغالطہ مین ڈالنا ہے اس کے باوجود فتوے وہی ہے جو مین نے اوپر درج کیا ہے

احادیث نبوی

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اول من یدعٰی یوم القیامۃ آدم فترای ذریتہ فیقال ھذا ابوکم فیقول لبیک وسعدیک فیقول اخرج بعث جھنّم من ذریتک فیقول یا رب کم اخرج فیقول اخرج من کل مائۃ تسعۃ وتسعین فقالوا یا رسول اللہ فماذا یبقی منا - قال ان اُمّتی فی الامم کالشعرۃ البیضاء فی الثور الاسود (بخاری)

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم سے کہا جائیگا اپنی ذریت سے جہنم کے قابل نکال - پھر ہر سو میں سے ۹۹ نکال دیں گے اور رسول اللہ کی اُمّت دوسری اُمّتوں کے مقابل میں ایسی ہے جیسی کالے بیل میں سفید بال - اس حدیث میں اس اُمّت کی نسبت امم سابقہ سے بیان کی گئی ہے -

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم - الا من قبلکم من اھل الکتب افترقوا علی ثنتین وسبعین ملۃ وان ھذہ الملۃ ستفترق علی ثلث و سبعین - ثنتان وسبعون فی النّار و واحدۃ فی الجنّۃ و ھی الجماعۃ (ابوداؤد باب شرح السنۃ جلد ۲)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس اُمّت کے ۷۳ فرقے ہوجائیں گے جن میں سے ۷۲ دوزخ میں اور ایک جنّت میں جائے گا - اور وہ الجماعۃ ہے -

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ الامام فقد مات میتۃ جاھلیۃ۔ (ابو داؤد)

فرمایا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو مرجائے اور اس کی گردن میں امام کی بیعت کا رسن نہیں۔ وہ جاہلیت کی موت مریگا۔

جو ہم کو کافر کہتے ہیں ان کی نسبت۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما رجل مسلم اکفر رجلاً فان کان کافراً والا کان ھو الکافر (ابو داؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان نے کسی مسلمان کو کافر کہا پس اگر وہ کافر نہیں تو وہ کافر ہوگا۔

حدیث صحیح مسلم میں مسیح موعود کو نبی اللہ فرمایا ہے اور نبی کے انکار کے متعلق پارہ چھ کے ابتدائی رکوع کو پڑھا جاوے۔



علم فلسفہ

معیار الخیالات

اس عالمانہ کتاب کا مطالعہ کرنے سے ہی پتہ لگ سکتا ہے کہ فاضل مصنف نے مضامین مفصلہ ذیل مثلاً روحانی سیر۔ خدا۔ فضل خدائی۔ عبادت۔ پرستش یعنی پوجا۔ خیرات۔ مذہب۔ جیو اتما برہم اور روح انسانی۔ تعلیم۔ دولت۔ عیش آدب۔ دوستی۔ رحم۔ عمل میں آنے سے ناموت قواعد حفاظت جسم (طبابت) استغفر نرع۔ موت۔ حیات بعد الموت کے اوپر کن عالمانہ دلائل سے بحث کی ہے اور ہر ایک مذہب و ملت کے انسان کو کتاب ہذا کا مطالعہ کر کے کن کن معلومات کا ذخیرہ پیدا کرنا ہے۔

چوں کہ فاضل مصنف نے اس کتاب کے کئی ہزار روپیہ کی لاگت سے باعلم سائلین میں بالکل مفت بلکہ محصول ڈاک بھی اپنی طرف سے چھپوا کر کے تقسیم کیا ہے اس لئے نوٹس ہذا کا مطالعہ فرماتے ہی بذریعہ کارڈ منگوانے جلد اطلاع دیں۔ کیونکہ یہ رسالہ روزمرہ ہزاروں کی تعداد میں معززین و طالبان کی خدمت میں روانہ ہونا شروع ہو گیا ہے اسلئے تاکہ جلدی ختم نہ ہو جاوے اور پھر جناب کے حکم کی تعمیل نہ ہو سکے۔ اور رسالہ یوگ بھی چھپ گیا ہے۔ جو کہ بغیر قیمت اسی رسالہ کے ہمراہ روانہ ہوگا

سکرٹری لائبریری رسالہ معیار الخیالات جگادھری ضلع انبالہ پنجاب

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴۴

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مجرب دوائیں
جو ۴۰ برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں

کھانسی کی دوا

[illegible]

اس دوا پر ... صاحب کی رائے

[illegible]

درد سر و [illegible] کی دوا

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن ۱۳ تاراچند سٹریٹ کلکتہ

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

نمبر ۵ — بابت ماہ مئی ۱۹۱۱ء — جلد ۶

فہرست مضامین

باہتمام [illegible] قادیان سے شائع ہوا [illegible]

اصلی ممیرا اور ممیرے کا سرمہ و ست سلاجیت

اصلی ممیرے اور ممیرے کے سرمہ کا اعلان عرصہ سے شائع ہو رہا ہے۔ اس اثنا میں بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے۔ یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نور الدین صاحب کے مجوزہ نسخہ کے مطابق تیار کیا جاتا ہے۔ اور اصلی ممیرا ہمیں کرتو اصلی ممیرا ہونے کی تصدیق کی اس میں ڈالا جاتا ہے۔ حضرت نے اس سرمہ کے متعلق خود فرمایا کہ **برائے امراض چشم بسیار مفید است** اس شہادت کے بعد مجھ کو کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں کیونکہ کئی لاکھ انسانوں کا امام جو طبی حیثیت اور تجربہ سے طبی امام کہلانے کا مستحق ہے۔ اس کے مفید ہونے کی شہادت دیتا ہے۔ یہ سرمہ دھند جالا پھولا پڑبال سبل اور سرخی ابتدائی موتیا بند وغیرہ امراض چشم کیلئے بہت مفید ہے قیمت سرمہ قسم اول فی تولہ ۱ قسم دوم [illegible] قسم سوم [illegible] اصلی ممیرا قسم اول ۸ روم نے ترکیب استعمال یہ ممیرا پتھر پر گھسکر آنکھوں میں لگاؤ یہ ممیرا خاص کر اس گرمی وغیرہ کے موسم میں جو بیمار ہوتے ہیں بہت مفید اور مجرب ہے۔

ست سلاجیت (منقول از محیط اعظم)

مقوی جمیع اعضا مانع ضعف مشتہی الطعام قاطع بلغم و ریاح دافع بواسیر و جذام و استسقا و ضعف کی رنگ و تنگی غش دق طحال نفخ و فساد ہضم مقاصل کرم شکم سنگ گردہ و سلسل البول و سیلان منی زیروست درد مفاصل وغیرہ وغیرہ بہت مفید ہے بقدر دو نخود حسب طاقت دودھ کے ساتھ استعمال کریں قیمت فی تولہ ۱۲

لنگیاں اور کلاہ

ہر قسم کی لنگیاں مشہدی اور پشاوری بادامی سیاہ اور سفید ریشمی اور سوتی شری صاف سفید اور بادامی اور شادی کی ٹوپیاں اور ہند کی بنی ہوئی جوتیاں ہر قسم کی اور قیمت کی مل سکتی ہیں۔

المشتہر احمد نور کابلی مہاجر سوداگر قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ

کا ذکر ہے کہ صبح کے قریب میں نے دیکھا کہ ایک بڑا محل ہے۔ اور اسکا ایک حصہ گرا رہے ہیں اور اس محل کے پاس ایک میدان ہے اور اس میں ہزاروں آدمی پتھیروں کا کام کر رہے ہیں اور بڑی سرعت سے اینٹیں پاتھتے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ کیسا مکان ہے اور یہ کون لوگ ہیں اور اس مکان کو کیوں گرا رہے ہیں تو ایک شخص نے جواب دیا کہ یہ جماعت احمدیہ ہے اور اس کا ایک حصہ اسلئے گرا رہے ہیں تا پرانی اینٹیں خارج کیجائیں (اللہ رحم کرے) اور بعض کچی اینٹیں پکی کی جائیں اور یہ لوگ اینٹیں اس لیے پاتھتے ہیں تا اس مکان کو بڑھایا جاوے اور وسیع کیا جائے یہ ایک عجیب بات تھی کہ سب پتھیروں کا منہ مشرق کی طرف تھا اسوقت دل میں خیال گذرا کہ یہ پتھیرے فرشتے ہیں اور معلوم ہوا کہ جماعت کی ترقی کی فکر ہمکو بہت کم ہے بلکہ فرشتے ہی اللہ تعالیٰ سے اذن پاکر کام کر رہے ہیں چنانچہ میں نے سوچا

کہ جو کوئی کسی کے کام میں اُسے مدد دیتا ہے تو وہ اس کا دوست اور پیارا بن جاتا ہے تو اگر ہم اسوقت ملائکہ کے کاموں میں مدد کرینگے جو خود اپنی ہی مدد ہے تو ضرور ہے کہ ملائکہ کو ہم سے خالص تعلق ہو جائے اور اس تعلق کی وجہ سے خود ہمارے نفوس کی بھی اصلاح ہو اور ملائکہ ہمارے دلوں میں کثرت سے نیک تحریکیں شروع کردیں چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں دو تحریکیں پیدا کیں کہ جن سے سلسلہ کی خدمت مدنظر ہے ایک تو یہ کہ طاعون شروع اور اب کے سال بہت بڑھیگا۔ اسلیئے ایک اشتہار دیا جائے کہ جس میں لوگوں کو اس سلسلہ کی دعوت دیجائے۔ اور اس موقعہ پر لوگوں کے دل نسبتاً زیادہ سخت نہیں ہوتے اسلیئے اللہ تعالےٰ چاہے تو بہت فائدہ ہوگا اور یہ اشتہار ہزاروں کی تعداد میں کثرت سے بلاد ہند میں شائع کیا جائے۔ چنانچہ یہ اشتہار میں نے لکھکر چھپنے کے لیئے دیدیا ہے جو چند دنوں تک ہی طیار ہو جائیگا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ احمدی احباب خصوصاً جن علاقوں میں طاعون کا زور ہو اس اشتہار کی کثرت سے اشاعت کرینگے اور جن کے دل میں اللہ تعالیٰ یہ تحریک پیدا کرے وہ مجھ سے اشتہار طلب کریں جو فوراً ان کی خدمت میں بھیجدیا جائیگا۔ دوسری تحریک جو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالی ہے کہ ایک انجمن قائم کی جائے جس کے ممبر خصوصیت سے قرآن و حدیث اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ کی طرف توجہ رکھیں اور افراد جماعت میں صلح و آشتی پیدا کرنے کی کوشش کریں اور اس کے ممبران اپنے دنیاوی کام کرتے ہوئے بھی اپنے آپکو دین کے لیئے وقف کردیں یعنی ہر ایک موقعہ سے جو تبلیغ حق کا ملے فائدہ اٹھائیں اور گویا اسی نسل میں اپنے اوپر آرام چین حرام کردیں پس اسلیئے میں اس اعلان کے ذریعہ سے ہر ایک اس روح کو جو اپنے اندر

حق کے پہنچانیکا جوش رکھتی ہے بلا کلام ہوں کہ وہ اس کام میں مدد دے اور اللہ تم
کے فضل وکرم کی امیدوار ہو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا منشا تو پورا ہو کر رہیگا۔ یہ ایک
موقعہ ہے کہ جو تمکو دیا گیا ہے کیا جس نے ایک مامور کو دنیا کی ہدایت اور روشنی کے
لیے بھیجا۔ وہ اس کے نور کو اور ہدایت کو دنیا میں پھیلائیگا۔ کیا دنیا باوجود ایک
مامور من اللہ کے آنیکے تاریک تاریک ہی رہیگی ہرگز نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا
خدا تعالیٰ کی باتیں ٹلا نہیں کرتیں۔ باقی مبارک وہ جو اللہ تعالیٰ کے ارادوں میں
اپنے ارادوں کو شامل کر دیتا ہو اور جیتے جی اپنے مولا کی راہ میں اپنی خواہشوں
اور امنگوں پر موت وارد کر لیتا ہے یہ شخص ہے جو حقیقی زندگی بسر کرتا ہے اور
اس کی حیات سچی حیات ہے۔ ورنہ وہ انسان جو باوجود اشرف المخلوقات
ہونیکے سگ دنیا بن کر طمع وحرص کے مردار پر گرتا ہے اور اپنے ہمسایہ اور
پڑوسی سے لڑ اور جھگڑ کر اپنی زندگی بسر کرتا اس کی زندگی ہی کیا اور اس کے
جینے کا فائدہ ہی کیا بہتر ہوتا کہ وہ پیدا ہی نہ ہوتا اور وہ دن دور نہیں جب کہ اسکو
کہنا پڑے کہ یالیتنی کنت ترابا۔ پس مت سمجھو کہ دنیا کی ترقیوں اور مال و
جلال کے بڑھ جانے سے تم اپنے اصل مقصد کو پہنچ گئے بلکہ جب تک اپنی
اپنے بھائی کی فکر نہ کرو۔ اور دین کی فکر تمہیں سوہان جان ہو کر نہ لگے۔
تمنے اپنی عمر ضائع کر دی اور قیمتی وقت بیہودہ باتوں میں کھو دیا کاش تم اتنا
سمجھتے کہ جسے مسافر نے دور جانا ہو اور لمبی منزل طے کرنی ہو وہ جسقدر ممکن ہو بوجھ
کو ہلکا کرتا ہے اور فضول اور زائد چیزوں کو نہیں اٹھاتا۔ پس کیا افسوس ہے
اسپر جس نے نہ معلوم کیسے دشوار گذار راستوں سے گذر کر میدان حشر میں
پہنچنا ہو اور ہر وقت اسی فکر میں ہے کہ جو کچھ بھی ملے وہ اپنے کندھے پر اٹھا
لوں دنیا کی آسائشوں اور عیش وعشرت کی زندگی ایک بوجھ ہے جو اس

مسافر کو تھکا کر چور کر دیگا اور جنت کے دروازہ پر پہنچنے سے پہلے ہی اس کی ٹانگیں توڑ دیگا لیکن خدمتِ دین میں ایک ایسی سواری ہے جو ہر وقت اسے بہشت بریں کی طرف اڑائے لیے جا رہی ہے کتنے دل ہیں کہ جو اپنے بھائیوں کیلئے غمگین ہیں اور کتنی آنکھیں ہیں جو دنیا کی گمراہی کو دیکھکر چشم پر آب ہیں ہاں کتنے جگر دین کی پراگندگی پر چاک چاک ہو رہے ہیں اور کن کن کے گریبان ایسے پھٹے ہیں کہ وہ سلنے ہی نہیں جاتے۔ ہمارے ہزاروں نہیں لاکھوں نہیں کروڑوں بھائی ہیں کہ جنھوں نے خدا کو بھی نہیں پہچانا جو ملائکہ کے منکر ہیں جو کتب سماوی کے قائل نہیں جو رسولوں پر ہنسا کرتے ہیں جن کے زمانہ میں خدا کا ایک مامور آیا لیکن انھوں نے اسکی قدر نہ کی اور اپنی آنکھوں سے غفلت کی پٹی اتار کر اسے نہیں دیکھا ہم نے انکے لیے کیا کیا اور ان تک اس مجدد دین کے پاک و شیریں کلمات کے پہنچانے میں کس قدر کوشش کی کیا تمنے سنا نہیں کہ خفتہ را خفتہ کے کند بیدار جب ہم خود ہی سوتے رہے اور دنیا کی جھوٹی چمک اور یورپ کی فریب دہ جلوہ آرائیوں پر مرتے رہے۔ تو پھر کس کو جگانے سے پہلے بہتر ہے کہ اپنے آپکو جگائیں اور دوسرے کی آنکھوں سے جہل کی پٹی اتارنے سے پہلے اپنی ہی آنکھوں کا فکر کریں۔ ملائکہ اس کام میں لگے ہوئے ہیں پس بہتر ہے کہ ہم بھی لہو لگا کر شہیدوں میں مل جائیں کام کو اللہ ہی نے کرنا ہے ہماری تو کوششیں ہی ہیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ کوشش کی توفیق بھی اللہ تعالی ہی دیتا ہو ؎

ہمارا کچھ نہیں سب کچھ اسی درگہ سے ملتا ہو
بلا حکم خدا کب ایک تنکا بھی ہلتا ہو

یہ مت سمجھو کہ ہم اس کام کے لایق نہیں اگر ہمت و استقلال ہو تو خدا تم

سے سچا تعلق ہو تو پھر وہ خود ہی قرآن و حدیث کا علم سکھلا دیتا ہے۔ حضرت اقدس فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک رات میں کئی ہزار عربی الفاظ کا مادہ سکھلا دیا گیا تھا۔ پس خدا کے خزانہ وسیع ہیں مگر ہمت کو چست کرو اور دنیا کے کان کھول کر سنا دو کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا مگر خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کریگا۔ اسلام کا سورج گہن کے نیچے ہے خدا کی حضور میں تڑپو آہ و زاری کرو تا وہ گہن دور ہو اور دنیا خدا تعالیٰ کا چہرہ دیکھے اور قرآن اور رسول کریم کی عظمت اس پر ظاہر ہو اور حضرت مسیح موعود کی سچائی سے صاف آگاہ ہو۔ صاف گو ہو اور پیچ اور دھوکے کو چھوڑ دو اور صاف صاف الفاظ میں دنیا پر وہ سچائیاں ظاہر کرو جو خدا نے تمکو دی ہیں تا قیامت کے دن سبکدوش ہو کہ ہم نے اپنی طرف سے تبلیغ کر دی تھی کون جانتا ہے کہ میں کل تک زندہ رہونگا پس ہر ایک انسان کا فرض ہے کہ وہ کل کے آنے سے پہلے ہی اپنے خیالات کا دنیا پر اظہار کرے اور مولیٰ سے جو کچھ ہدایت پائی اسکو لوگوں پر پیش کرے پھر جس کا دل چاہے مانے اور جو چاہے انکار کرے۔ حضرت مسیح نے اس تبلیغ کے کام کے لئے اپنے حواریوں کو کہا تھا کہ من انصاری الی اللہ آج میں بھی حضرت مسیح کے متبع کے طور پر اپنے دوستوں کے آگے یہی کلمہ دہراتا ہوں کہ اپنی کمر ہمت باندھ کر میرے ساتھ اس کام میں شامل ہو اور جہانتک ہو سکے اس کام کو کرو تا خدا تعالیٰ کی درگاہ سے انعام کے مستحق ہو یہ سلسلہ تو ضرور پھیلیگا ہی لیکن ہم نے سستی دکھائی تو ہم مواخذہ سے کیونکر بچینگے لیکن چونکہ یہ بڑا عظیم الشان کام ہے اسلئے ہم یہ شرط لگانی پسند کرتا ہوں کہ جس نے اس کام میں حصہ لینا ہو وہ پہلے سات دفعہ استخارہ کرے تا اللہ تعالیٰ اسکے کام کا ذمہ وار ہو جاوے اور اگر سات دفعہ استخارہ کرنے

کے بعد اس کے دل کو اللہ تعالیٰ اس طرف جھکا دے تو پھر شوق سے اس انجمن میں داخل ہو چنانچہ میں نے بھی اس اعلان کے پہلے خود کئی دفعہ استخارہ کیا۔ اور نہ صرف خود ہی کیا۔ بلکہ کئی ایک نیک اور صالح دوستوں سے بھی استخارہ کروایا اور کئی ایک دوستوں کو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارات بھی ہوئیں تب جا کر یہ کام میں نے شروع کیا اور استخارہ کرنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح سے بھی اجازت لی چنانچہ اس انجمن کے وہ قواعد جن کی پابندی ہر ایک ممبر کو لازمی ہوگی وہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور پیش کر کے اجازت حاصل کر لی گئی ہے وہ قواعد یہ ہیں (۱) اس مجلس کے ہر ایک ممبر کا فرض ہوگا کہ جتنی لوست تبلیغ کے کام میں لگا رہے اور جب موقعہ ملے اس کام میں اپنا وقت صرف کرے جو اپنے گاؤں یا شہروں میں کر سکیں وہاں کریں جنہیں زیادہ موقعہ ملے اور علاقہ میں بھی (۲) ہر ایک ممبر کا فرض ہوگا کہ قرآن شریف اور حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے میں کوشاں رہے (۳) ہر ایک ممبر کا فرض ہوگا کہ سلسلہ احمدیہ کے افراد کی آپس میں صلح اور اتحاد پیدا کرنے میں کوشاں رہے اور لڑائی اور جھگڑوں سے بچے خصوصاً جبکہ آپس میں کوئی جھگڑا ہو تو خود فیصلہ کر لیں ورنہ حضرت خلیفۃ المسیح سے دریافت کریں (۴) ہر ایک قسم کی بدظنیوں سے بچے۔ جو اتحاد اور اتفاق کو کاٹتی ہیں (۵) ہر ماہ کے آخر میں وہ مجھے یا جس کو اللہ تعالیٰ اس کام پر مقرر کرے اطلاع دیں کہ انہوں نے اس ماہ میں کیا کام کیا (۶) اس مجلس کے ممبر آپس میں رشتہ اتحاد پختہ کرنے کیلئے کوشاں رہیں اور تعلق بڑھانے کیلئے ایک دوسرے کے لیے دعا کریں اور حدیث صحیحہ کے مطابق جو قریب کے دوست ہوں ایک دوسرے کی دعوت کریں اور تہادوا تحابوا پر عمل کریں اور عام طور پر عموماً اور ممبران سے خصوصاً ہمدردی ظاہر کریں اور بوقت مشکلات

مدد کریں (۷) تسبیح اور تحمید پر کوشش کریں اور چونکہ رسول کریم کے ہم پر لاکھوں کروڑوں احسانات ہیں ان پر کثرت سے درود بھیجیں اور نماز کے علاوہ درود پڑھنے کے وقت خلفاء کا لفظ بڑھا کر خصوصیت سے حضرت مسیح موعود کو مد نظر رکھیں (۸) اس مجلس کے ممبر خصوصیت سے حضرت خلیفۃ المسیح کی فرمانبرداری کا خیال رکھیں (۹) نماز میں پابندی اوقات سے ادا کریں اور نوافل صلوٰۃ و صدقہ اور روزہ کے لیے بھی کوشش کریں کیونکہ ترقیات روحانی نوافل سے ہوتی ہیں۔

جو صاحب استخارہ مقررہ کے بعد ممبر ہونا چاہیں مجھے اطلاع دیں۔ تاکہ انکا نام درج کیا جائے اور آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین ؕ

(خاکسار مرزا محمود احمد از قادیان)

المجدّد

اِنَّ اللہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا (ابو داؤد) یعنی ضرور اللہ تعالےٰ ہر ایک صدی کے سرے پر ایک شخص کو مبعوث کرتا رہیگا جو دین اسلام کی تجدید کریگا۔

جب رسول اللہ جو ہدایت کے آفتاب تھے۔ تاریکی کے تمام فرزندوں کو اندھیرے سے نکال کر اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے تو آپ نے دنیا میں اپنے پیروں کے لیئے دو چیزیں چھوڑیں ایک کتاب اللہ اور دوسری اپنی سنت۔ ساتھ ہی اپنے متبعین کو ایک خوش کن بشارت دی کہ اگرچہ جمیع کمالات نبوت اُس

ذات پر ختم ہو گئے مگر ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی خدمت اور احیائے سنت کے لیے ہر ایک صدی کے سر پر ایک مجدد مبعوث فرمایا مگر یہ بشارت تو درحقیقت قرآن عظیم کے بعض استعارات لطیفہ کی تفسیر تھی جن میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسلام کے سچے متبعین اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے خادموں کو نعمت قرب الی ذاتہ سے متمتع فرمانیکا وعدہ فرمایا تھا۔ چنانچہ سبع مثانی کی دعا منجملہ انکے ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو شہید انبیاء، صلحاء اور صدیق بننے کی ترغیب دی ہے کیونکہ اس دوسری آیت میں بتا دیا ہے کہ منعم علیہ گروہ کونسا ہے چنانچہ فرمایا ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہدآء والصالحین ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے یہ دعا اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب سکھائی ہے اور اپنے خود اس تبارک و تعالیٰ کا منشا ہے کہ اس امت مرحومہ میں صالحین انبیاء صدیق اور شہداء پیدا ہوں پھر سورہ نور میں اس دعا کو قبولیت کا جامہ پہنا کر ایک وعدہ مومنین کو جو در اصل منعم علیہ گروہ کہلانے کے مستحق ہوں دیا کہ اللہ تعالیٰ انکو زمین میں خلیفے بنائیگا چنانچہ اصل آیت یوں ہے وعد اللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ۔

نہ صرف یہی بلکہ جہاں انبیا کا ذکر فرمایا ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ محسنین کو جو در اصل انبیاء جیسے صفات حسنہ اپنے اندر پیدا کرلیں۔ اور تقوی کے باریک در باریک رستے طے کریں اور اپنے تئیں آسمانی روشنی کے

مبعوث فرمائیں تو ہم ان کو نبوت اور حکمت سے بہرہ اندوز فرمائیں گے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ ووھبنا لہٗ اسحاق ویعقوب کلاً ھدینا ونوحاً ھدینا من قبل ومن ذریتہٖ داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسیٰ وھارون ط وکذٰلک نجزی المحسنین ط (جزو ۷ سورہ انعام) اور اسکے ساتھ ہی دوسرے انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ ومن آبائھم وذریتھم واخوانھم واجتبینٰھم وھدینٰھم الیٰ صراط مستقیم ط

اس آیت میں صراط مستقیم کی ہدایت جن لوگوں کو دیگئی ہے ظاہر ہے کہ وہ انبیاء ہیں پس اسلام میں جو دعا اھدنا الصراط المستقیم کی سکھائی گئی ہے اس میں بھی اس نعمت نبوت وحکمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے

غرض اسلام میں ایسے ریفارمروں اور مصلحوں کا پیدا ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور عقلی طور پر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جب یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے اور ولا تبدیل لسنۃ اللہ نص صریح ہے کہ وہ ہر ایک گمراہی کے وقت کوئی نہ کوئی مصلح مبعوث فرماتا رہا ہے تو یہ ضرور ہے کہ جب تک بنی آدم صفحہ ہستی پر موجود ہیں ایسے لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے رہیں جو خلقت خدا کو راہ راست دکھاتے رہیں اور ایسا نہ ہو گویا اللہ تعالیٰ کی صفات رحیمیت اور رحمانیت کو بٹہ لگتا ہے۔ جبکہ شروع سے اسکا یہ دستور ہے کہ ضرورت زمانہ کے موافق وہ مجددوں اور مصلحوں کو بھیجتا رہا ہے تو کیا وجہ ہے کہ اب اللہ تعالیٰ اپنی سنت اور دستور بالا کے طاق رکھدے اور خواہ کتنی ہی نافرمانی اور سرکشی اور خیانت دنیا میں رواج پا جائے مگر آئندہ کوئی مصلح اور ریفارمر مبعوث نہو غرض یہ امر عقل اور نقل دونوں طرح سے مبین ہے کہ دنیا میں مصلح اور ریفارمر

جو خاص اللہ تعالے کے منشا کے ماتحت کام کرنیوالے ہوں اور جو خاص اسکی
تجلیات کے مظہر ہوں وہ دنیا میں پیدا ہوتے رہیں اسی امر کی طرف یہ آیت
اشارہ فرماتی ہے یا بنی اٰدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون
علیکم اٰیٰتی (سورہ اعراف) پس جب تک بنی آدم ہیں خدا کے فرستادوں کا
آنا بھی ضروری اور لابد ہے اور انسانی کانشنس کے عین موافق اور مطابق
اور درحقیقت مذہب اسی زمانہ تک علم کے رنگ میں رہ سکتا ہے جب
تک خدا تعالیٰ کی صفات تازہ بتازہ تجلی فرماتی رہیں ظاہر ہے کہ جب ایک
امر صدہا سال سے قصہ کی صورت میں ہی چلا جائے اور اس کی تصدیق کے
لیے کوئی تازہ نمونہ پیدا نہ ہو تو اکثر طبیعتیں جو فلسفی رنگ اپنے اندر رکھتی ہیں
اس قصہ کو بغیر قوی دلیل کے قبول نہیں کر سکتیں جب کہ وہی خدا ہے۔ اور
وہی صفات اور وہی ضرورتیں درپیش ہیں تو پھر مامورین کا سلسلہ کیوں بند
ہو اسی پاک عقیدہ کو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ علیہا السلام نے مجمع بحار
صفحہ ۸۵ میں ظاہر فرمایا ہے چنانچہ فرماتی ہیں قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا
تقولوا لا نبی بعدہ - یعنی آنحضرت کو خاتم الانبیاء تو مانو مگر یہ نہ کہو
کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔

مگر ہاں یہ ضرور ہے کہ چونکہ قرآن شریف نے الیوم اکملت لکم
دینکم واتممت علیکم نعمتی سے ثابت کر دیا ہے کہ تمام تکمیل دین کی
بلحاظ احکام امر و نواہی یا شریعت کے ہو چکی ہے اور اس تکمیل کے بعد
کسی تمہ کی ضرورت نہیں اور اسی لیے اللہ تعالے نے قرآن کریم جیسی مکمل
و کامل کتاب بھیجکر جو فیھا کتب قیمۃ کی مصداق ہے تمام آنیوالے زمانہ
کے مفاسد کے روکنے کی تدبیریں اور تمام آنیوالی خرابیوں کے بیخکنی کی تدبیریں

سمجھا دی ہیں اور تمدن اور سیاست کے اصول حصول دین و دنیا کے اسباب اور خدا شناسی کے تمام ذریعے اور کامیابی کے تمام وسایل اور نجات کے تمام مدارت اور اعلیٰ اخلاق اور شایستہ اطوار بتلا دیے ہیں اسلیئے کسی اور کتاب کا آنا اس کتاب کے بعد جو کامل اور مکمل ہر طرح اور ہر پہلو اور ہر رنگ میں ہے لغو اور عبث ٹھہرتا ہے بالخصوص اس حالت جب کہ اسکی حفاظت کا وعدہ اور اسکی عدم تحریف کا بیڑا خود اس قادر مقتدر نے اُٹھایا ہو۔

تجربہ نے بھی یہی ثابت کر دیا ہے کہ اس تیرہ سو کے عرصہ میں تمام خلفاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کتاب سے تمسک کیا ہے اور اسی طرح سے انھوں نے ہر ایک فتنہ کا انسداد کیا ہے ہر ایک خرابی کا دفعیہ کیا ہے اور اسلام کے خلاف ہر ایک اعتراض کا جواب اسی سے دیا ہے۔ غرض مشاہدہ اور تجربہ بھی یہی ثابت کرتا ہے کہ قرآن کریم تمام زمانوں اور ضرورتوں کے لیے کافی ہے اسلیئے تمام آیندہ کے آنیوالے اسی چشمہ کی فیضرسانی خلقت خدا کو کرینگے اور اسی سے ہی اپنی تعلیم اخذ کرینگے اور جس پر ایسی کتاب اتری اسی سے ہی نور معرفت یا نور نبوت حاصل کرینگے اور کیا اچھا کہا ہے ایک مجذوب نے

اس نور پر فدا ہوں۔ اسکا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

غرض جمیع احکام شریعت قرآن شریف پر ختم ہو گئے ہیں۔ مگر جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ لم یبق بعدی من النبوۃ الا المبشرات بشارات کا سلسلہ بند نہیں ہوا بلکہ تشریعی وحی بند ہو گئی ہے اس کتاب کو کوئی مصلح نئی شریعت لیکر نہیں آسکتا بلکہ اسی شریعت کامل کی پوری پوری تبیع کا امت کے بعض افراد کو امامت حقہ کا ثمرہ دیگا۔ اور یہی ایک امتیازی

نشان اسلام کو دوسری اقوام کے مقابل میں حاصل ہے۔

یہ امام یا خلیفہ یا مجدد اپنے وقت کا ظلی اور امتی نبی ہوتا ہے کیونکہ انی جاعل فی الارض خلیفہ کا مصداق نبی ہی تھا مولانا روم امام الزمان کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ او نبی وقت خود باشد اے مرید اور شاہ اسماعیل صاحب اپنی کتاب منصب امامت صفحہ ۹۳ میں فرماتے ہیں خلیفہ راشد نبی حکمی ہے اور دیگر صوفیائے کرام کا بھی یہی مذہب ہے کہ آنحضرت صلعم کے خلفاء لقب نبی سے ملقب ہو سکتے ہیں چنانچہ محی الدین ابن العربی فرماتے ہیں ان النبوة التی انقطعت بوجود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انما ھی نبوة التشریع فلا مقام لھا۔ یعنی نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے منقطع ہوئی ہے وہ نبوت تشریعی ہے نہ کہ نبوت تبشیری پھر اس کیساتھ ہی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے کے اس قول کے معنی و لکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لا نبی بعدی کے یہی معنے ہیں کہ کوئی نبی تشریعی اب ایسا نہیں آسکتا جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنسیخ ملت کرے علاوہ ازیں ابو الحسنات مولانا عبد الحی لکھنوی نے اپنے رسالہ دافع الوسواس فی اثر ابن عباس مطبوعہ مطبع علوی لکھنؤ کے صفحہ بارہ میں تحریر فرمایا ہے کہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یا زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرد کسی نبی کا آنا محال نہیں ہے بلکہ صاحب شرع جدید ہونا البتہ ممتنع ہے چنانچہ علی قاری رسالہ موضوعات میں زیر حدیث لو عاش ابراہیم لکان نبیا کے لکھتے ہیں اے لو عاش لکان من اتباعہ کعیسٰی وخضر والیاس فلا یناقض قولہ تعالیٰ خاتم النبیین اذ المعنی انہ لا یاتی بعدہ نبی ینسخ ملتہ۔"

اب ان امور کے بیان کر دینے کے بعد کہ خلفاء یا مجددین کا آنا اسلام میں قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور یہ کہ کوئی خلیفہ یا مجدد یا امام قرآن شریف کی تعلیم سے باہر یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے باہر نہیں آ سکتا اور نیز یہ کہ آپ کے جانشینوں کا لقب نبی ہرگز ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔ اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کیا یہ ضروری ہے کہ ہم ایسے مجددین یا خلفاء کی اطاعت کو اپنا جزو ایمان سمجھیں تو ہم اس کے بارے میں آیت استخلاف کو ہی لیتے ہیں چنانچہ یہ آیت ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے ومن کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون (در الجزو ۱۸ سورۃ نور) یعنی جنہوں نے خلافت محمدی کی نافرمانی کی۔ یا اس نعمت کی قدر نہ کی۔ اور ناشکری کی تو وہی لوگ فاسق ہیں۔ اب یہ تہدید ایک مومن کے دل کو کپکپا دینے والی تہدید ہے کہ انکار خلافت درحقیقت فسق میں داخل ہے اس کے علاوہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی حدثنا اسود بن عامر انا ابو بکر عن عاصم عن ابی صالح عن معاویہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات بغیر امام مات میتۃ جاھلیۃ مسند احمد صفحہ ۹۶ جلد ۴۔ یعنی جو شخص بغیر اقرار اطاعت یا شناخت امام کے مر جائے تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ قرآن و حدیث دونوں سخت تہدید کر رہے ہیں کہ خلفائے آئندہ کا انکار سخت بدبختی اور بدنصیبی ہے جس سے ہر ایک مسلمان کو ڈرنا چاہیئے۔

پھر شاہ اسماعیل صاحب منصب امامت میں فرماتے ہیں کہ جو خلیفہ وقت کا منکر ہے اس کا ایمان معرض خطر میں ہے ایسے شخص کا نماز روزہ قبول نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ یہ عبارت یوں ہے "تا وقتیکہ در اطاعت امام وقت

گردن نہند و اقرار بامامت نکنند ہرگز عبادات مذکورہ در آخرت کار آمدنی
نیست واز وارد گیر رست قدیر خلاص یافتی نہ من لم یعرف امام زمانہ فقدمات
میتة جاہلیة ۔ اسلیئے ہر ایک مسلمان خدا ترس کا فرض ہے کہ وہ امام وقت کی
شناخت کرے اور اسکی اطاعت کو اپنا فرض عین سمجھے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر ایک شخص جس کو کوئی سچی خواب آئی ہو۔ یا
کوئی الہام ہو جائے تو وہ اس منصب کے لائق نہیں ہوسکتا کیونکہ خواب
اور الہام کا ہونا تو عام مومنوں کے لیے وعدہ دیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا لھم البشریٰ
فی الحیٰوۃ الدنیا بلکہ امام الزمان اپنے اندر چند ایسی خصوصیتیں رکھتا ہے۔ جس
سے وہ عام مومنوں سے تمیز کیا جاسکتا ہے اور وہ حقیقت امام کو وہ کار نامہ
حالت دیا جاتی ہے جو دوسروں میں خواہ وہ ہزاروں نیک اعمال کریں
موجود نہیں ہوسکتی۔ امام کو اللہ تعالیٰ ایک خاص قوت عطا فرماتا ہے جو اسکو
امامت کے قابل بناتی ہے یعنی قوت امامت یا قوت پیشروی۔

پھر امام الزمان کو اللہ تعالیٰ اخلاق حمیدہ عطا کرتا ہے کیونکہ اگر خلق بد ہوگا
تو کون آدمی اس کی صحبت میں مشرف ہوکر فائدہ حاصل کریگا اللہ تعالیٰ آنحضرت
کی نسبت فرماتا ہے لِنتَ لھم پس جو سچا خلیفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا ہوگا اس میں حلم بردباری صبر تحمل یہ تمام صفات موجود ہونگی کیونکہ دنیا
کے بدخلقوں اور شریروں سے اسکو مقابلہ کرنا ہوتا ہے اسلیئے یہ ضروری ہے کہ
وہ عفو اور معافی اپنا طریق رکھتا ہو اور اس امر کا یعنی اخلاق حسنہ کا ہونا امام الزمان
کے لیے نہایت ضروری ہے کیونکہ زیادہ تر چیز جو اسکو دینی لوگوں سے ممیز کر
سکتی ہے وہ اعلیٰ اخلاق کی طاقت ہے آنحضرت صلعم کی نسبت فرمایا گیا ہو
انک لعلیٰ خلق عظیم۔ پس جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امام ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کا سچا

خلیفہ ہوگا۔ وہ خلق عظیم کیساتھ مبعوث ہوگا۔

پھر امام کے لیئے وحی الٰہی کا ہونا نہایت ضروری ہے جو سخت وقتوں میں اسکو بشارت دے اور جن کے ذریعہ علوم دینی اور خدا تعالیٰ کے حقائق کھلیں اور جن سے وہ مخالفین کے مقابلہ پر انذاری نشان بذریعہ پیشگوئی کے دکھلائیں اور جس کے ذریعہ وہ عام مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے عین منشاء کے ماتحت لائیں پھر امام کے لیے بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ کا ہونا لازمی ہے تاکہ اپنے مذہب کے علمی معجزات کا اظہار اس کے ہاتھوں سے ہو اور وہ صحیح تعلیم اور قرآن مجید کے اصل مفہوم پر خلق خدا کو آگاہ کرے پھر امام الزمان کے لیئے اعلیٰ نسب اور شریف خاندان کا ہونا لازمی ہے تاکہ بعض لوگوں کو اسکے ماننے میں کوئی کراہیت نہ پیدا ہو۔

پھر امام الزمان کے لیے عفت اور پرہیزگاری کا ہونا ضروری ہے اور اس کے چال چلن پر کسی قسم کا دھبا نہیں ہونا چاہیئے لَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا۔ اگر ہاں ایک امام کو اپنی صداقت کے لیے محض یہ دعویٰ کرنا کافی نہیں ہے کہ اسکا امن تمام قسم کی بدیوں سے پاک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پوری پوری تابعداری کرتا ہے اور اس کا چال چلن نہایت درجہ کا اعلیٰ ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ایک شخص محض ریاکاری یا دکھاوے کے لیے اپنے تئیں متقی اور راستباز ظاہر کرے اور اپنے ظاہری اعمال ایسے بنالے جس سے کسی شخص کو اسپر حرف گیری کا موقعہ نہ ملے اور ممکن ہے کہ اس کے دل میں تو اللہ تعالیٰ کی کچھ بھی عظمت اور محبت نہ ہو مگر وہ نہ اپنے تئیں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنیوالا اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنیوالا بنالے اسلیئے ظاہر ہے کہ محض ظاہری چال چلن کا عمدہ ہونا کسی راستباز کے لیئے اسکی راستبازی کی مہر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جیسا کہ اکثر لوگوں

کو دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ وہ درپردہ اول درجہ کے بدمعاش ہوتے ہیں مگر ظاہری اعمال اُن کے اچھے نظر آتے ہیں اسلیے حقیقی اور سچی راستبازی کے لیئے **خدا تعالیٰ کی شہادت کی ضرورت ہے جو عالم الغیب ہے**۔ اور در حقیقت اگر یہ شہادت خداوندی نہو تو دنیا میں اندھیر پڑجانے کا اندیشہ ہے کیونکہ ایک شخص درپردہ بُرے اعمال کرنیوالا بھی نیکی کا دعویدار ہو سکتا ہے اسواسطے اللہ تعالیٰ نے شروع سے ہی مابین صدق اور کذب کے ایک مابہ الامتیاز رکھا ہے جس سے صادق پہچانا جاتا ہے۔ ے

گرچہ ہر کس زرہ ولاف بیانے دارد ٭ صادق آنست کہ از صدق نشانے دارد

اور جو امر کہ مابین صادق اور کاذب کے امتیاز دکھاوے اسکا نام دوسرے لفظوں میں **نشان** ہے پس ایک صادق امام اور قابل اطاعت امام کے لیئے نشان کا ہونا ضروری ہے جس سے وہ شناخت کیا جاوے اور اس کو عام لوگوں سے تمیز دیجاوے اس نشان کا دکھانیوالا دنیا میں ایک ہی مذہب ہے جسکا نام ہے **اسلام** نہ صرف اسلیئے کہ اس کے نشانات معطر ذات نبوی سے ہی منقطع ہوگئے بلکہ اس لئے کہ وہ ہر زمانہ مجددین اور خلفاء کے ہاتھوں کو دو وہ نشانات نئے ظاہر کرتا ہے جس سے دوسرے مذاہب بالکل تہیدست ہیں وہ کامل کتب ان تمام نشانات سے بھری پڑی ہے جسکا وقوع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء اور نوابوں سے ظہور پذیر ہوتا ہے اور ہوتا رہیگا چنانچہ دنیا نے اس زمانہ میں ہی ایک امام کے ذریعے ان بعض نشانات کے ظہور کو بامی العین مشاہدہ کر لیا ہے یہ الگ بات ہے کہ بعض متعصب اور بیشرم لوگ ان کو انکار کریں مگر ایسے لوگ وہی ہیں جو کہ خود کو غلطی سے ہی بکتے ہیں ے ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے ۔ کوئی دین دین محمد سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشان دکھلاوے ۔ یہ ثمر باغ محمد سے ہی کھایا ہم نے

فقط محمد مظفر خان قمبر از پشاور

سُلّم الوُصُول الیٰ اسرار اسراء الرّسُول

(مصنفہ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی پر ریویو)

"حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات اسلام کی ترقی کے لیے دکھائی گئی جو کہہ گئے ہیں
نے اس راز کو نہیں سمجھا اور انہوں نے معراج کو ایک سیر قرار دے کر جسمانی و روحانی کی بحث چھیڑ دی ہم
اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کو معراج ایک نورانی جسم کے ساتھ عین بیداری
میں ہوا۔ اس کے متعلق سید صاحب کی تشریح غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔"

ناظرین پر واضح ہو کہ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی نے دو رسالے جن میں سے ایک
کا نام سلّم الوصول الی اسرار اسراء الرسول اور دوسرے کا نام نزول الملائکہ ہے۔ ایک
ساتھ طبع کرائے ہیں اور ان دونوں رسالوں کے اخیر پر ایک اعلان درج کیا
ہے جو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

اعلان

"اگر مرزا صاحب ان رسائل ثلٰثہ یعنی شہادت القرآن اور سلّم الوصول اور
نزول الملائکہ کے دلائل کو ضعیف اور غلط ثابت کر کے ان رسائل کے مدعا کے
خلاف کو بدلائل قرآنیہ پایۂ ثبوت تک پہنچا دیں تو بندہ اپنے قلم کو توڑ
دیگا۔ اور مسیح علیہ السلام کے رفع آسمانی اور رسول اللہ صلعم کے معراج جسمانی
کے خلاف پر اعتقاد کر لینے میں ہرگز تامل نہیں کریگا۔ اور میں اس امر کو نہایت شد

سے باواز بلند ظاہر کرتا ہوں کہ مرزا صاحب اس امر میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکینگے۔ رسالہ شہادت القرآن کا جواب مرزا صاحب کی لیاقت علمی سے باہر ہے"

ریویو نگار۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔ شاید بعض روشن خیال ذی فہم و نکتہ رس حضرات اس شہرت طلب مشیخت آب مولوی کی طفلانہ و سفیہانہ تعلی پر ہنس کر چپ ہو جاینگے مگر میرے نزدیک چونکہ اس اعلان سے ناواقف مسلمان دھوکہ کہا سکتے ہیں۔ اس لیئے ضروری اور نہایت ضروری ہے کہ ایسے متکبرہ بدماغ مدعی علم کی حقیقت لغت از بام کردیجائے اور انکو اُنکے اصلی روپ میں دکھلا دیا جائے۔ اس لیئے میں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ ابراہیم کے دونوں رسالوں یعنے سلم الوصول اور نزول الملائکہ پر ترتیب وار ریویو شایع کیا جاۓ۔ وبالله التوفیق وھو المستعان

سیالکوٹی مولوی نے سلم الوصول کے صفحہ ۲ میں لکھا ہے:

"کہ رسالہ شہادۃ القرآن میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کا بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھایا جانا بغایت تحقیق و نہایت دقیق معقولاً و منقولاً ثابت کردیا گیا ہے اور لفظ توفی کی نسبت بڑی بڑی عجیب و دلچسپ بحث سے بحوالہ کتب لغت و محاورات عرب و تفاسیر معتبرہ محقق کردیا گیا ہے کہ اس لفظ کے معنے بحسب الوضع اخذ الشئی وافیاً ہیں۔ یعنی کسی چیز کو پورا پورا پکڑ لینا اور براہین قویہ قاہرہ سے رفع الی السماء کو معقولی طور پر ممکن الوقوع ثابت کردکھایا ہے اور حضرت روح اللہ علیہ السلام کے رفع آسمانی اور نزول ثانی کی حکمت لطیف طور پر قرآن شریف سے بیان کی گئی ہے۔ جس کے بعد سلیم الفطرت انصاف پسند محقق شخص کو کوئی شک باقی

نہیں رہ سکتا۔ اور مخالف کے پاس اس کے نقض و تردید میں بجز انواع حیل کاسدہ و اوہام فاسدہ کے اور کچھ نہیں "

مولوی ابراہیم کی یہ خودستائی سراسر خلاف واقع و کذب صریح ہے ہمنے رسالہ شہادت القرآن بغور پڑھا ہے اس میں کوئی مجتہدانہ و محققانہ بات نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھایا جانا ابراہیم تو کیا دنیا میں کوئی بھی نہیں جو ثابت کر سکے۔ قرآن کریم کی آیت فیہا تحیون وفیہا تموتون ہی اس عقیدہ کے ابطال کے لئے کافی ہے۔ وہ شخص تو اسی زمین پر اپنی زندگی کے ایام یعنی ایکسو بیس برس پورے کرکے فی الحقیقت وفات پا گیا۔ اور اٹھارہ سو برس سے سری نگر محلہ خانیار میں مدفون چلا آتا ہے۔ اُسکا بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھایا جانا بھلا کوئی شخص معقولاً و منقولاً کیونکر ثابت کر سکتا ہے اگر مولوی ابراہیم کو اپنے رسالہ شہادت القرآن پر ناز ہے۔ تو اُسے لازم ہے۔ کہ وہ اپنے رسالہ سے اُس دلیل کو جسے وہ نہایت زبردست قطعی اور اول اور مایۂ ناز دلیل سمجھتا ہو۔ منتخب کرکے کسی اخبار کے ذریعہ سے پبلک میں پیش کرے پھر انشاء اللہ العزیز اُسے خود معلوم ہو جائیگا۔ کہ جس چیز کو وہ چشمہ آبحیات سمجھ رہا تھا۔ وہ محض سراب ہے۔ اجی مولوی صاحب! ہمارا یہ زمانہ عقل کی تیزی ذہن کی صفائی اور علم کی روشنی کا زمانہ ہے۔ اس لئے آجکل اگر ایسا کوئی مولوی ملا بیہودہ تخیلات و بے بنیاد توہمات کو براہین قویہ قاہرہ قرار دیکر حقیقی کامیابی حاصل کرنا چاہے۔ تو قریب قریب یہ بات غیر ممکن معلوم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جو علم و عقل کی روشنی سے کافی حصہ لے چکے ہیں۔ آپ کے ادلہ کو تار عنکبوت سے زیادہ ضعیف

سمجھکر براہین احمدیہ کی نورانی شمع پر پروانہ وار فدا ہوتے جاتے۔ اور گروہ در گروہ اور جوق درجوق سلسلہ عالیہ میں داخل ہونیکو چلے آتے ہیں۔ چنانچہ فرزند علی بجواب ابراہیم اس دعوے کی تصدیق کے لیے ایک تازہ گواہ موجود ہے۔ الغرض آپ نے جو دلائل حیات مسیح اور رفع الی السما بجسدہ العنصری کے متعلق شہادۃ القرآن میں پیش کیے ہیں۔ انپر آپکا ناز بیجا ہے۔ علاوہ بریں ان سب دلائل کے جواب سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کتابوں اور رسالوں مثل مسل مصفی اور شہادۃ القرآن۔ الدلیل المحکم۔ کشف الدجے وغیرہ میں کافی ووافی موجود ہیں۔ اور میرا ایک رسالہ کشف الاسرار نام جو مطبع بدر قادیان سے حال میں ہی شایع ہو چکا ہے۔ اس میں مدعیان حیات مسیح اور رفع الی السماء بجسدہ العنصری کے تمام حیل کاسدہ اور اوہام فاسدہ کا قلع قمع کر دیا گیا ہے۔ اسے منگا کر ضرور دیکھیے اور ہو سکے۔ تو جواب تحریر فرمایئے۔ مگر اس امر کو میں نہایت زور سے باواز بلند ظاہر کرتا ہوں کہ مولوی ابراہیم صاحب اس امر میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکینگے۔ اور ہرگز نہیں ہو سکینگے کیونکہ رسالہ کشف الاسرار کا جواب مولویصاحب کی لیاقت علمی اور قوت عقلی سے باہر ہے۔ اگر خدانخواستہ مولوی صاحب اسکا جواب لکھدینگے۔ تو بندہ اپنے قلم کو توڑ دیگا۔ اور اسے پھر کبھی نہ بنائیگا۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولوی ابراہیم صاحب کو جس تحقیق و تدقیق پر ناز ہے اور جس کو وہ شہادۃ القرآن کی بڑی عجیب و دلچسپ بحث قرار دیتے ہیں۔ وہ بھی تحقیق و تدقیق ہے۔ جسکا ذکر انہوں نے سلم الوصول میں بہت کچھ فخر کے ساتھ مختصراً تحریر فرمایا ہے۔ یعنی لفظ توفی کی نسبت یہ تحقیق

کہ اس لفظ کے معنے بحسب الوضع پورا پورا کر لینا ہر جگہ میں عرض کرتا ہوں۔ کہ مولوی صاحب کی یہ تحقیق و تدقیق نہ ان کے عجیب و غریب دماغ کی خاص پیداوار ہے۔ نہ اس سے درمیان حیات مسیح کے مردہ دلوں میں زندگی کی روح پھونکی جا سکتی ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالے فاعل اور انسان مفعول ہو تو باب تفعل سے جو لفظ توفی آتا ہے۔ اسکے معنی از روئے لغت صرف روح کو پکڑ لینے کے ہی ہوا کرتے ہیں۔ خواہ وہ پکڑ لینا پورے طور پر ہو یا ادھورے طور پر ہو۔ اب مولوی صاحب کی تحقیق و تدقیق کے مطابق لفظ توفی کے معنے اگر ہر حالت میں ہیں۔ پورا پکڑ لینے کے ان لغویوں کے ہم قبض تام یعنی پورا پورا پکڑ لینے اصلی معنی میں کیسا ہی ٹھیک بجسم ہرگز نہیں۔ اسلیئے مولوی صاحب کے مسلک پر اس لفظ کے معنے بحسب الوضع اخذ الشئ وافیا بلکہ بھی صرف اخذ الروح وافیاً ہی ثابت ہوتا ہے اخذ الروح مع الجسم ہرگز ثابت نہیں ہوتا بنا علیہ مولوی صاحب کی غایت تحقیق و نہایت تدقیق سے بھی یہی نتیجہ نکلا کہ آیت کریمہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم کے مطابق حضرت عیسی علیہ السلام کی صرف روح کو قابض الارواح نے پورا پورا پکڑ کر آسمان پر اوٹھا لیا۔ اور ان کے جسم کو زمین پر بیکار چھوڑ دیا۔ اور اسی کا نام موت ہے۔ پس مولوی صاحب کی اس تحقیق و تدقیق سے حضرت مسیح علیہ السلام کا زندہ بجسد عنصری آسمان پر اٹھایا جانا تو ثابت نہ ہو سکا۔ البتہ مولوی صاحب کا بعید الطبع فبی الذہن سطحی الخیال ہونا بیشک ثابت ہو گیا۔

معزز ناظرین! مولوی ابراہیم صاحب کا رسالہ سلم الوصول صفحہ ۱۲ پر ختم ہوا ہے۔ جس میں ایک مقدمہ اور ایک وصل اور دو فصلیں ہیں۔ مولوی صاحب نے مقدمہ رسالہ میں یہ دکھلایا ہے۔ کہ "تفاوت طبائع کا مسئلہ

حکمائے سلف و خلف میں بالاتفاق مسلم ہے۔" اور پھر انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ "یہ افراد صلوات اللہ علیہم و سلامہ حسب استعداد فیوض رحمانیہ سے مستفیض ہوتے ہیں۔ اور اپنی فطرت کے مطابق انعام جزئیہ و مواہب جلیلہ کے مورد بنتے ہیں۔ ان افراد سے میری مراد انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین میں سے اکابر اولیائے عظام ہیں کہ مخلوق الٰہی میں ان کے میزان پر اور کوئی نہیں تل سکتا۔"

پھر چند معجزات کو مثالاً پیش کر کے لکھا ہے کہ "انکے دیگر کمالات اعجازی طور پر دوسروں سے بدرجہا قوی تر ہیں۔ گو ان کے جسم اور اعضاء دوسروں کی مانند نظر آتے ہیں۔"

اس مقدمہ کے درج کرنے سے اگر مولوی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کی نسبت جو معجزات و خوارق عادات منسوب کیے جائیں وہ اگرچہ نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کے خلاف اور سنن آلہیہ کے برعکس ہی کیوں نہوں لیکن تفاوت طبائع کے مسئلہ پر بلا ثبوت و بے چون و چرا تسلیم کر لیے جائیں تو ظاہر ہے کہ مولوی صاحب کا یہ مطلب سراسر خبط ہے ربط ہے اور اگر منشاء یہ ہے کہ جو معجزات و خوارق عادات حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام کے نصوص قرآنیہ و حدیثیہ و سنن آلہیہ کے موافق دلائل بیّنہ وغیرہ و واقعات صحیحہ و شہادات معتبرہ سے ثابت ہوں وہ قابل تسلیم بلکہ واجب القبول ہیں تو اس سے ہم احمدیوں کو انکار نہیں پس اس مقدمہ کا فیصلہ مولوی صاحب کے حق میں کچھ مفید نہیں ہو سکتا۔ بلکہ صریحاً انکے مقصد کے خلاف ہے۔ لہٰذا محض تفاوت طبائع کے مسئلہ کو معراج جسمانی کی دلیل ٹھہرانا سراسر نادانی ہے۔

مقدمہ کے بعد پس کے زیر عنوان مولوی ابراہیم صاحب اس طرح قمطراز ہیں "بعض لوگ آیت ولن تجد لسنة الله تحویلا کو معجزہ اور کرامت کے انکار کا بہانہ بناتے ہیں حقیقت میں وہ اس قول وخیال میں سخت غلطی پر ہیں کیونکہ اس آیت کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ سارے قرآن شریف میں جہاں کہیں سنت اللہ پر عدم تبدیل کا حکم لگایا ہے۔ ان سب مقامات میں سنت اللہ سے مراد عذاب الٰہی ہے۔ اور قرآن شریف میں اس امر کا ایسا التزام کیا گیا ہے کہ سارے قرآن شریف میں ایک مقام بھی اس سے خالی نہیں۔ سو اللہ تعالےٰ اس عذاب مہلک کی نسبت فرماتا ہے کہ میرے بھیجے ہوئے عذاب کو نہ تو کوئی بدل سکتا ہے اور نہ کوئی ٹال سکتا ہے۔ اس امر کے سمجھنے کا آسان طریق یہ ہے۔ کہ انصاف پسند طالب وہ سب مقامات جہاں یہ الفاظ یا ان کے ہم معنی الفاظ وارد ہوئے ہیں نکالکر ماقبل و مابعد پر بغور نظر کرے۔ تو بفضلہ تعالےٰ ان الفاظ کے ساتھ ہی عذاب الٰہی کا ذکر بالتصریح موجود ہوگا۔ پس قاعدہ نظم و ارتباط قرآن کریم اس کو اس امر کی تسلیم پر مجبور کردیگا۔ کہ ان سب آیات میں سنت اللہ سے مراد عذاب الٰہی ہے۔"

ناظرین! مولوی صاحب کی اس تفسیر کی اصل حقیقت ظاہر ہونیکے لیے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ لفظ سنت کے معنے کیا ہیں۔ چونکہ یہ امر ظاہر ہے۔ کہ لغت کی کتابوں میں سنت کے معنے راہ و روش اور عادت کے لکھے ہوئے ہیں۔ اسلیئے حوالجات پیش کرنیکی ضرورت نہیں۔ اصطلاح فقہ میں اس لفظ کے جو معنی ہیں۔ وہ بھی مشہور ہیں۔ احادیث میں یہ لفظ جس معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ وہ بھی مخفی نہیں حدیث علیکم بسنتی وسنة الخلفا

الراشدین المہدیین بطور نمونہ کافی ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ کن معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس غرض کے پورا کرنیکے لئے قرآن کریم کے وہ تمام مقامات جہاں یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) قل للذین کفروا ان ینتہوا یغفر لہم ما قد سلف وان یعودوا فقد مضت سنۃ الاولین۔ پارہ ۹ رکوع ۱۸

(۲) ولقد ارسلنا من قبلك فی شیع الاولین ۰ وما یاتیہم من رسول الا کانوا بہ یستہزءون ۰ کذلك نسلکہ فی قلوب المجرمین لا یومنون بہ وقد خلت سنۃ الاولین۔ پ۱۴ رکوع ۱

(۳) وان کادوا لیستفزونك من الارض لیخرجوك منہا واذا لا یلبثون خلفك الا قلیلا سنۃ من قد ارسلنا قبلك من رسلنا ولا تجد لسنتنا تحویلا۔ پارہ ۱۵ رکوع ۸

---

(۱) ترجمہ مولوی نذیر احمد۔ اے پیغمبر کافروں کو کہو کہ اگر اب بھی اپنی شرارتوں سے باز آجائیں تو انکے پچھلے قصور معاف کر دیئے جائینگے۔ اور اگر پھر شرارت کرینگے تو اگلے لوگوں کی روش پڑ چکی ہے (وہی انجام انکا بھی ہوتا ہے)

(۲) اور اے پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھی اگلے لوگوں کے (بہت سے) گروہوں میں پیغمبر بھیجے تھے اور ان لوگوں کا بھی دستور تھا کہ جب انکے پاس پیغمبر آتا۔ اس کی ہنسی اڑاتے تو جس طرح اگلے لوگ اپنے پیغمبروں کیساتھ شرارتیں کرتے رہے اسی طرح ہم ان کافروں کے دلوں میں بھی (ویسی ہی) شرارت ڈالدیتے ہیں (تو) یہ قرآن پر ایمان لانیوالے نہیں اور یہ رسم (کچھ انوکھی نہیں) اگلوں ہی سے ہوتی چلی آئی ہے۔

(۳) اور یہ لوگ تو تمکو اس زمین (مکہ) سے دل برداشتہ کرہی چلے تھے تاکہ تمکو

(۴) وما منع الناس ان یؤمنوا اذ جاءهم الهدیٰ ویستغفروا ربهم الا ان تأتیهم سنة الاولین او یأتیهم العذاب قبلا پارہ ۱۵ رکوع ۱۰

(۵) ما کان علی النبی من حرج فیما فرض الله له سنة الله فی الذین خلوا من قبل وکان امر الله قدرا مقدورا ۰ الذین یبلغون رسٰلٰت الله ویخشونه ولا یخشون احدا الا الله وکفیٰ بالله حسیبا پارہ ۲۲ رکوع ۲

(۶) لئن لم ینته المنٰفقون والذین فی قلوبهم مرض والمرجفون فی المدینة لنغرینك بهم ثم لا یجاورونك فیها الا قلیلا ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا سنة الله فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنة الله تبدیلا پارہ ۲۲ رکوع ۵

یہاں سے نکال باہر کریں اور ایسا ہوتا تو تمہارے (نکل گئے) پیچھے یہ لوگ بھی چند روز سے زیادہ (اطمینان سے اپنے وطن میں) نہ رہنے پاتے تم سے پہلے جتنے رسول ہمنے بھیجے ہیں انکو بھی دستور رہا ہے اور جو دستور رہا ہے ٹھہرے ہوئے ہیں اسمیں تم کبھی ردوبدل ہوتا ہوا نہ پاؤگے۔

(۴) اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آچکی تو اب ایمان لانے اور اپنے پروردگار سے مغفرت مانگنے سے انکو اسکے سوا اور کون امر مانع ہو سکتا تھا کہ اگلے لوگوں کا سا (معاملہ) انکو بھی پیش آئے یا ہمارا عذاب ان کے سامنے آموجود ہو۔

(۵) اللہ نے پیغمبر کے لیے جو بات ٹھہرادی ہو اُس کے کرنے میں پیغمبر کیلئے کچھ مضائقہ کی بات نہیں جو پیغمبر پہلے ہو چکے ہیں انہیں کی بھی عادت الٰہی رہی ہے کہ انپر خدا نے نکاح کے بارے میں تنگی نہیں کی اور خدا کے جتنے کام ہیں ایک امر تقدیری ہیں جو روز ازل سے ٹھہرے ہوئے ہیں وہ اگلے پیغمبر اس صفت کے تھے۔ کہ خدا

(۸) ولا یحیق المکر السیئ الا باھلہ، فھل ینظرون الا سنت الاوّلین فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا، ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا، پارہ ۲۲ رکوع ۱۸
(۹) فلم یک ینفعھم ایمانھم لما راوا باسنا سنۃ اللہ التی قد خلت فی عبادہ وخسر ھنالک الکٰفرون، پارہ ۲۴ رکوع ۱۳

کے پیغام (لوگوں کو) پہونچاتے تھے۔ اور خوف خدا رکھتے تھے اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے تو اے پیغمبر تم کیوں ڈرو اور حساب (اعمال) کیلئے اللہ بس ہے (وہ سب سمجھ لیگا۔ لوگوں)

(۷) منافق اور وہ لوگ جنکی نیتیں بری ہیں اور جو لوگ مدینے میں (جھوٹی جھوٹی افواہیں) اڑایا کرتے ہیں اگر اپنی حرکات سے باز نہ آئے تو اے پیغمبر ہم تم ہی کو ایک نہ ایک دن انپر اکسا دیں گے پھر یہ لوگ مدینے میں تو تمہارے پڑوس میں ٹھہرنے پائینگے نہیں مگر چند روز (عارضی طور پر پھر) انکا خیال ہوگا۔ کہ ہر طرف سے پھٹکارے ہوئے جہاں ملے پکڑا اور مار کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ جو لوگ پہلے گذرے ہیں ان میں (بھی) خدا کا یہی دستور رہا ہے (اے پیغمبر) تم خدا کے دستور میں ہرگز کسی طرح کا ردو بدل نہ پاؤ گے۔

(۸) اور بری تدبیر (الٹی) بری تدبیر کرنیوالے ہی پر پڑتی ہے تو جو نہ جو یہ لوگ (اسی بات) کے منتظر ہیں جو اگلے لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ تو اے پیغمبر تم خدا کے قاعدے کو ہرگز بدلتا ہوا نہ پاؤ گے

(۹) مگر جب انھوں نے عذاب کو آتے دیکھ لیا تو اسوقت انکا ایمان لانا ان کو کچھ بھی فائدہ مند نہ ہوا (یہ) دستور الٰہی ہے۔ جو سدا سے اس کے بندوں میں جاری ہے۔ اور جو لوگ منکر تھے۔ نزول عذاب کے وقت وہی گھاٹے میں رہے۔

(۱۰) اور اگر کافر اسوقت (تم مسلمانوں سے) لڑتے۔ تو ضرور پیٹھ پھیر پھیر کر بھاگتے

(۹) ولو قاتلکم الذین کفروا لولوا الادبار ثم لا یجدون ولیا ولا نصیرا سنۃ اللہ التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ؎ پارہ ۲۶ رکوع ۱۱

اب ان تمام آیات قرآنیہ پر نظر ڈالنے سے لفظ سنت کے وہی معنی ثابت ہوتے ہیں جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں یعنی راہ و روش اور عادت پس لفظ سنت کے معنی قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہوجانیکے بعد دو باتین اور تحقیق طلب باقی رہتی ہیں (۱) یہ کہ آیا خداوند تعالے کی صرف ایک ہی روش اور عادت ہے۔ کہ وہ اپنے بھیجے ہوئے عذاب کو تبدیل و تحویل نہیں کیا کرتا یا اسکی کچھ اور روشیں اور عادتیں بھی ہیں (۲) یہ کہ اگر خداوند کی اور روشیں اور عادتیں بھی ہیں۔ تو ان میں تبدیل و تحویل ہوا کرتی ہو یا نہیں۔ ان دونوں باتوں کے متعلق ہم چند آیات قرآنیہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

(۱) (الف) ان اللہ لا یخلف المیعاد۔ اللہ تعالے اپنے قطعی وعدوں میں تخلف روا نہیں رکھتا (ب) لا تبدیل لکلمات اللہ۔ خدا کی باتیں بدلتی نہیں (۲) وما کنا مھلکی القری الا واھلھا ظالمون۔ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ ہم کسی بستی کے لوگوں کو ہلاک نہیں کیا کرتے۔ مگر صرف ایسی حالت میں کہ جب وہ لوگ ظالم ہوں۔

(۳) وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم عذاب عام نازل نہیں کیا کرتے۔ جب تک پہلے کوئی رسول نہ بھیج لیں۔

پھر انکو نہ کوئی حامی ہی ملتا۔ اور نہ کوئی مددگار (۲) اللہ کا دستور ہے جو پہلے سے ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اور اے پیغمبر تم اللہ کے دستور میں کچھ تغیر و تبدل ہوتا ہوا نہ پاؤ گے۔

(۴) وما کان اللہ معذبہم وھم یستغفرون ۔ سنت اللہ ہے ۔ کہ جب لوگ استغفار میں مشغول ہوجاتے ہیں تو پھر عذاب نازل نہیں ہوا کرتا یعنی استغفار کی وجہ سے عذاب ملتوی یا موقوف ہوجاتا ہے ۔

(۵) (الف) ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین ۔ (ب) قد خاب من افتری ۔ سنت اللہ ہے کہ مفتری علی اللہ خائب وخاسر جلد ہلاک کیا جاتا ہے ۔

(۶) (الف) کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی (ب) انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔ مجھے یہ لکھ رکھا ہے کہ ہم اور ہمارے رسول ہی غالب رہینگے پھر فرماتا ہے ۔ کہ ہم اپنے رسولوں اور مومنین کی مدد کیا کرتے ہیں ۔ اس دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ۔

(۷) فیمسک التی قضیٰ علیھا الموت ۔ سنت اللہ ہے کہ جن لوگوں پر حقیقتاً موت وارد ہوجاتی ہے ۔ وہ پھر دنیا میں زندگی بسر کرنیکے لیے واپس نہیں بھیجے جاتے ۔

(۸) والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔ کہ جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کیا کرتے ہیں ۔ ہم انکو اپنی راہیں دکھایا کرتے ہیں

(۹) اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لوگو! یقیناً جان لو کہ اللہ زمین کو اسکے مرنیکے بعد جلایا کرتا ہے ۔

یہ چند آیات قرآنیہ جو نمونے کے طور پر ہمنے نقل کی ہیں ۔ ان سے صاف ظاہر ہے ۔ کہ اللہ تعالےٰ کی صرف یک ہی عادت و روش نہیں ۔ کہ اسکے بھیجے ہوئے عذاب میں تبدیل و تحویل نہیں ہوا کرتی چنانچہ کوئی عقلمند اس بات

سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ خداوند تعالے جس طرح پہلے وعدہ شکنی نہیں کیا کرتا تھا۔ اب
بھی نہیں کرتا۔ نہ آیندہ کریگا۔ اور وہ جس طرح پہلے ظالموں کو سزا دیا کرتا تھا۔
اب بھی دیتا ہے۔ اور آیندہ بھی دیگا۔ اور خدا جس طرح پہلے استغفار کرنیوالوں پر
عذاب نازل نہیں کیا کرتا تھا۔ اب بھی نازل نہیں کرتا۔ اور آیندہ بھی نازل
نہیں کریگا۔ جس طرح اللہ اور رسول اور سچے مومنین پہلے غالب ہوتے رہے
اب بھی غالب ہوتے ہیں۔ اور آیندہ بھی غالب ہوتے رہینگے۔ خدا جس طرح
پہلے مردہ زمین کو بارش سے جلایا کرتا تھا۔ اب بھی جلاتا ہے۔ اور آیندہ بھی جلائیگا
خدا جس طرح پہلے اپنی راہ میں مجاہدہ کرنیوالوں کو ہدایت کیا کرتا تھا اب بھی کرتا
ہے۔ اور آیندہ بھی کرتا رہیگا۔ وغیرہ وغیرہ

اب اگر کوئی نادان اور ضدی آدمی ان عادات الٰہیہ یا مستمرہ روائی تو ٹپز
الٰہیہ کو تبدل و تحول قرار دیکر صرف ایک عادت الٰہی متعلق بعذاب کو غیر متبدل
و غیر محول قرار دے تو پھر تمام صفات الٰہیہ مثل ربوبیت و رحمانیت و رحیمیت کا
سلسلہ درہم برہم ہو کر توبہ توبہ نعوذ باللہ خدا ہی ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ لہٰذا مجبوراً
تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ عذاب کے متعلق جو سنت اللہ ہے۔ اسکے علاوہ سنن الٰہیہ
اور بھی ہیں جن میں تبدیل و تحویل غیر ممکن ہے اور ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاً
ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلاً کا حکم ان سے بھی متعلق ہے۔

جب نصوص قرآنیہ و دلایل نقلیہ سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوگئی۔ کہ
سنۃ اللہ سے مراد صرف ایک عادت ارسال عذاب ہی نہیں بلکہ اور بھی بہت سی ایسی
ہیں جن میں تبدیل و تحویل ممکن نہیں۔ یا یوں کہا جائے۔ کہ سنت اللہ عذاب
الٰہی کے معنے میں محدود نہیں۔ تو مولوی ابراہیم کا یہ من گھڑت اور خود تراشیدہ
قاعدہ کہ سارے قرآن شریف میں جہاں کہیں سنت اللہ پر عدم تبدیل کا حکم

نکلا ہے۔ ان سب مقامات میں سنت اللہ سے مراد عذاب الٰہی ہے محض غلط و خطا
نکلا۔ اور اس قاعدہ کی بنا پر انہوں نے جو یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ عذاب الٰہی کے سوائے
اور سنن الٰہیہ میں تبدیل و تحویل ممکن ہے۔ یہ نتیجہ بھی باطل اور بنائے فاسد علی الفاسد
ہے۔ عجیب بات ہے۔ مولوی ابراہیم صاحب کی تفسیر کے مطابق سنت اللہ سے
مراد صرف عذاب الٰہی ہے۔ اور سورہ یونس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ
عذاب ٹل جاتا ہے۔ اس صورت میں آیت کریمہ ولن تجد لسنة اللہ تحویلا محض
بے معنی قرار پاتی ہے۔ مولوی صاحب کسی نے سچ کہا ہے ؎

گر تو قرآن بدیں نمط خوانی ٭ ببری رونق مسلمانی

مزید تشریح کے لیے پارہ ۲۲ رکوع ۲ کی آیت ذیل کی طرف مولوی
ابراہیم صاحب کو مکرر اور خصوصیت کے ساتھ توجہ دلائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے
ما کان علی النبی من حرج فیما فرض اللہ لہ سنة اللہ فی الذین خلوا من
قبل وکان امر اللہ قدرا مقدورا الذین یبلغون رسلت اللہ
ویخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ وکفی باللہ حسیبا۔ ترجمہ اللہ نے
پیغمبر کے لیے جو بات ٹھہرا دی ہو اس (کے کرنے میں) پیغمبر کے لیے کچھ حرج
کی بات نہیں۔ جو پیغمبر پہلے ہو چکے ہیں۔ ان میں (بھی) یہی عادت الٰہی رہی ہے
کہ ان پر خدا نے نکاح کے بارے میں تنگی نہیں کی۔ اور خدا کے جتنے کام ہیں ایک
امر تقدیری (ہیں) جو روز ازل سے ٹھہرے ہوئے ہیں وہ اگلے پیغمبر اس صفت
کے تھے کہ خدا کے پیغام لوگوں کو پہونچاتے۔ اور خوف خدا رکھتے تھے۔ اور خدا
کے سوائے کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ تو اے پیغمبر تم کیوں ڈرو اور حساب اعمال
کیلئے اللہ بس ہے وہ سب سمجھ لیگا۔

اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کے متعلق ایک سنت اللہ کا بیان

کی گیا ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ یہ سنت اللہ صرف گزشتہ زمانہ کے ساتھ مخصوص و محدود تھی۔ یا ایک دائمی و غیر متبدل قانون کی طرح مستمر و طریق پر جاری و ساری چلی آتی ہے۔ اور اسی طرح چلی جائیگی۔ اگر کہا جائے۔ کہ صرف گزشتہ زمانہ کے ساتھ مخصوص و محدود تھی۔ تو پھر یہ بتایا جائے۔ کہ مسیح موعود کا نکاح جو احادیث مین بیان کیا گیا ہے۔ وہ سنت اللہ کے مطابق ہوگا۔ یا اس کے خلاف۔ اگر مطابق ہوگا۔ تو پھر اس سنت اللہ کا متبدل و زمانہ گزشتہ زمانہ کے ساتھ مخصوص و محدود ہونا باطل ہوا۔ اور لفظ سنت اللہ کا استعمال شادی کے محل بلکہ بیبیوں کی شادی کے محل پر بھی ثابت ہوگیا۔

بوجوہ مذکورہ بالا روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ کہ آیت کریمہ ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا کی صحیح تفسیر وہ نہیں ہے۔ جو مولوی ابراہیم سیالکوٹی نے سمجھ رکھی ہے۔ بلکہ صحیح تفسیر آیت مذکورہ کی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالے نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان دلاتا ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے کذبین و مستہزئین کو مغلوب و مقہور و تباہ و ہلاک کرنا ہماری ایک سنت مستمرہ مجموسنن مستمرہ ہے۔ پس اگر یہ مخالفین شرارت و عناد و مخالفت و فساد سے باز نہیں آئینگے۔ تو سنت اللہ کے مطابق ذلیل و خوار و تباہ و ہلاک کیے جائینگے۔ اس پیشگوئی یا وعید کو قطعی اور اٹل سمجھو چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔

جب آیت کریمہ ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا صرف مخصوص بعذاب نہ ہی بلکہ عام ٹھہری۔ تو جو معجزات و خوارق عادات نصوص قرآنیہ و حدیثیہ و سنن الہیہ کے خلاف بیان کیے جائیں۔ انکے ابطال پر آیت ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا سے تمسک بالکل سچا و درست ہے۔ جس کی صحت و درستی پر آیت کریمہ لا تبدیل لکلمات اللہ شاہد ناطق ہے۔ پس مولوی ابراہیم نے جو حکم امتناعی جاری

کیا تھا۔ وہ باطل کالعدم قرار پایا۔

ناظرین ! ہم اس بات کو قبول کرتے اور مانتے ہیں۔ کہ قوانین آلہیہ کا کوئی شخص احاطہ نہیں کر سکتا۔ اور معجزات صادقہ و کرامات صحیحہ خلاف قانون قدرت نہیں ہو سکتے۔ مگر ساتھ ہی اس بات کو بھی یقینی و قطعی امر جانتے ہیں کہ علیم و حکیم خداوند خدا نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو دائمی اور غیر متبدل قوانین قدرت ہمیں بتا دیئے ہیں۔ ان کے خلاف کوئی معجزہ یا کرامت ہرگز قابل تسلیم نہیں کیونکہ خدا کا قول خدا کے فعل کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ دونوں میں تطابق لازمی ہے۔ فافہم ولا تکن من المجادلین۔ (باقی آئندہ)

(راقم سید صادق حسین مختار عدالت)

ریویو

علما خلف ۔ اتالی میر قاسم علی صاحب اڈیٹر الحق و رسالہ احمدی کا یہ رسالہ بیر عنوان ہی کو ہز سے کچھ دے۔ گو انہوں نے حدیث نبوی علماءھم شر من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود کی تفسیر میں آجکل کے علماء کے ان فتن کا حال لکھا ہے۔ جو انہی کے ہاتھوں سے برپا ہو کر پھر انہی میں پوشیدہ ہو گئے۔ بظاہر یہ رسالہ بہت سخت معلوم ہوتا ہے۔ مگر غور کیجیائے۔ تو میر صاحب نے ایک حرف اپنی طرف سے نہیں لکھا بلکہ ان کا لکھا انہی کے سر پر مارا ہے۔ آپس میں جو گندہ بندگان قوم ایکدوسرے پر پھینک رہے تھے۔ چونکہ اس سے کسی سفید پوش بھلے مانس کے کپڑے خراب ہو جانیکا اندیشہ تھا۔ اس لئے آپ نے نہایت احتیاط سے وہ سب کچھ جمع کر کے انہی کے گھر میں پھینک دیا ہے۔ یہ رسالہ کیا ہے۔ آجکل کے علماء فقراء کے حالات کا آئینہ ہے۔ اپنی خزیم پر ان فتن کا مرکز ہے۔ اُسے خصوصیت سے مخاطب فرمایا ہے۔ ہر ایک احمدی نے منگوا کر

دونوں کا نفع ہے

اس مضمون کو غور سے پڑھیں۔ اور ضرور توجہ فرمائیں

رسالہ تشحیذ الاذہان کو اب چھٹا سال لگا ہے۔ اور پانچ سال کے عرصہ میں مختلف قسم کے ابتلاؤں سے گزرتا ہوا یہ ۱۹۱۱ء میں داخل ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ اور اس کو آئندہ بھی مصائب سے بچائے۔ بڑی بڑی سخت گھڑیاں اس پر آئی ہیں۔ کبھی روپیہ ختم ہوگیا۔ کبھی پریس نہ ملا جس پر چھپوایا جائے۔ کبھی کلرک غائب ہوگیا۔ کبھی مطبع نے جواب دیدیا۔ شروع سے لیکر ابتک جسکا تعلق بلا وقفہ کے اس سے رہا ہے۔ وہ یہی خاکسار ایڈیٹر ہی ہے۔ قضاؤ قدر نہ معلوم کہاں کہاں اسکو لئے پھری۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہرجگہ کشاں کشاں اس کے ساتھ رہا ہوں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی حتی الوسع اس پودہ کو پانی دینے میں کوشاں رہونگا۔ جہانتک ہوسکا ہے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس رسالہ کی امداد میں اپنی گرہ سے روپیہ بھی خرچ کیا ہے اور سب سے بڑھکر اپنا وقت اور اپنا دماغ بھی اور یہ جو کچھ کیا اسی لئے کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی دینی خدمت ہوجاوے اور یہ رسالہ بھی دین اسلام کی اشاعت کا باعث ہوجائے۔ میرے ساتھ میرے بعض اور دوستوں اور ممبران تشحیذ الاذہان نے بھی مدد کی اور بہت کی اور اس کا اجر اللہ تعالیٰ ہی سے انکو ملیگا۔ ان تمام مشکلات کے زمانہ میں خریداران رسالہ سے بہت کم مدد کی درخواست کیگئی بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ کی ہی نہیں گئی۔ اب بھی

بہت سی مشکلات سامنے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ کم سے کم تین ہزار خریدار ہوں تو
تب رسالہ اپنے خرچ پر چل سکتا ہے۔ آجتک ہم بڑی مشکلوں سے رسالہ کا کام
چلاتے رہے ہیں۔ اور اب تو میں دیکھتا ہوں کہ اس میں بھی مشکلات ہیں۔ پہلا یہ
رسالہ کا کام بھی تبھی چل سکتا ہے جب کہ اسپر ایک سارے وقت کا نگران ہو جو
مینیجر بھی ہو۔ اور ایڈیٹر کو بھی اس کے کام میں مدد دے کیونکہ گو میں ایڈیٹر تو ہوں
لیکن میں اپنا سارا دن تو اسپر خرچ نہیں کر سکتا۔ میرے اور بھی ایسے کام ہیں
کہ جنکو میں رسالہ کے کام سے کم ضروری نہیں سمجھتا۔ بلکہ بعض کو اس سے زیادہ
ضروری جانتا ہوں۔ مثلاً مدرسہ احمدیہ کا کام ہے۔ کہ وہ بھی کچھ مدت سے مجھے ہی
کرنا پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں آئندہ مہمان خانے کے کام کی بھی ایک حد تک نگرانی بھی
کرنی پڑیگی۔ اور ان کاموں کے علاوہ میرا مطالعہ الگ۔ اور دن کے کل چوبیس
گھنٹے ہوتے ہیں مگر اڑتالیس ہوتے تو شاید یہ کام میں کر سکتا۔ لیکن مشکل یہ ہے
کہ اس میں انسانی کوشش کا دخل نہیں اور قضائے الٰہی ہی پھر یہ سب کام
کرے تو کون؟ غرض میں دیکھتا ہوں کہ بغیر ایک ہوشیار آدمی کے اب رسالہ
کا کام چلنا ناممکن ہو رہا ہے۔ ادھر رسالہ کی آمدنی ایسی ہے نہیں۔ کہ وہ اپنا
خرچ بھی چلا سکے۔ اس نئے آدمی کو کس مد میں داخل کیا جائے۔ اسلئے میں آج
خریداران رسالہ کے سامنے ایک اپیل پیش کرتا ہوں۔ کہ اگر رسالہ کا قیام منظور
ہے۔ اور اسکو آپ کسی صورت میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو جس قدر جلد ممکن ہو
ہماری امداد کریں۔ دنیاوی اخباروں کے خریدار ہزاروں کی تعداد میں ہوتے
ہیں تب کہیں انکا کام چلتا ہے۔ ولایت میں تو بعض روزانہ اخباروں کی
خریداری دس لاکھ تک ہے۔ اور ہندوستان میں بھی دنیاوی اخبار دس دس
ہزار بلکہ پندرہ ہزار خریدار رکھنے والے موجود ہیں پھر وہ طرح طرح کے اشتہار

شایع کرکے روپیہ بٹورتے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ دوائوں اور کتابوں کی تجارت کرتے ہیں۔ لیکن یہاں ان باتوں میں سے کوئی بھی نہیں۔ پھر کام خراب ہو یا نہ ہو مجھے یقین ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ہماری مدد ضرور کریگا۔ اور ایکدن آتا ہے۔ کہ جب ہر قسم کے ابتلاؤں سے گزر کر امن وچین کیحالت آجائیگی۔ لیکن جو اپنی مدد آپ نہیں کرتا۔ اللہ تعالےٰ بھی اس کی مدد کرتا ہے۔ اس الٰہی منشا کو پورا ہونے کے لیئے ہمارے خریداروں کو بھی تو کچھ کوشش کرنی چاہیئے۔ اسوقت نوسو کے قریب ہمارا خریدار ہے۔ اور اگر سب خریداروں کی قیمت وصول ہوجائے۔ تو اٹھارہ سو روپیہ کی آمدنی ہوسکتی ہے۔ لیکن خرچ کا اندازہ دوہزار سات سو روپیہ ہے گویا آمد حقیقی سے نوسو روپیہ زیادہ خرچ ہوگا۔ اور یہ نوسو بھی مشکل ہے۔ کیونکہ سو کے قریب تو خریداران ہوتا ہے۔ جن کی قیمت بقایا ہی میں پڑتی رہتی ہے۔ اصل میں تو یہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ کوئی پندرہ سو روپیہ کے قریب آمد ہے۔ تو کیا اس سے کام چل سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہمارا ہی فرض نہیں۔ کہ اس مشکل کا حل سوچیں بلکہ سب خریداران کا بھی فرض ہے۔ کیونکہ اخبار۔ اصل میں ایک خاندان ہوتا ہے جس کے خریدار اس کے ممبران ہوتے ہیں۔ پس خاندان کی مصیبت میں حصہ لینا ہر ایک فرد کا کام ہے۔ اور فرض ہے۔ یہ غلط ہے۔ کہ آپ لوگ کچھ نہیں کرسکتے۔ آپ اگر اپنے فرض کو سمجھیں۔ اور اپنی ذمہ واریوں کو محسوس کریں۔ تو آپ اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس مشکل کو حل کرسکتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ ہمارے رسالہ کے خریداران میں سے تین سو کے قریب ایسے آدمی ہیں جنکو اللہ تعالےٰ نے وسعت دی ہے۔ اور وہ عہ روپیہ سالانہ بڑی آسانی سے دے سکتے ہیں یہ قریباً پونے سات آنہ مہینا بنتا ہے اور جن کو اللہ تعالےٰ نے کشائش دی ہے۔ وہ اس سے بھی زیادہ دے سکتے ہیں۔ پس خریداران سلسلہ

ہیں سے تین خریدار عہ روپیہ کی بجائے صہ رسالہ ۱۹۱۱ء سے کم سے کم سالانہ دیا کریں جن کو اللہ تعالیٰ زیادہ توفیق دے۔ وہ زیادہ بھی دے سکتے ہیں۔

۲- جو صہ سالانہ نہیں دے سکتے۔ وہ تین روپیہ سالانہ دیا کریں۔ اور ایسے لوگ بھی کوئی دو سو کے قریب ہونگے۔

۳- علاوہ مذکورہ بالا گروہ کے جو خریدار کہ روپیہ سے مدد نہیں کر سکتے۔ وہ فی خریدار کم سے کم تین خریدار مہیا کرے۔ اور اگر ہمارے سب خریدار اس ذمہ داری کو سمجھیں۔ اور انشاء اللہ امید ہے۔ کہ وہ اس موقعہ پر بڑی تن دہی سے کام لینگے۔ کہ جس میں خاص طور سے نصرت الٰہی کے نشان ظاہر ہونگے تو ایک ماہ یا دو ماہ کے عرصہ میں تین ہزار سے زیادہ خریدار ہو سکتا ہے۔ اور خریداروں کا ملنا مشکل نہیں لوگ اپنے دوستوں کو سیر و تماشا کے لئے لیجاتے ہیں اور ان سے بہت سا روپیہ خرچ کروا دیتے ہیں۔ تو کیا آپ لوگوں میں اتنا بھی جذب نہیں۔ کہ ایک دینی کام کے لئے سال میں دو روپیہ ان سے خرچ کروا دیں اور وہاں تو تھوڑی دیر لذت حاصل کر کے وہ واپس آجاتے ہیں جس میں نہ دین کا بھلا اور نہ دنیا کا۔ اور یہاں تو سال بھر ان کو رسالہ ملیگا جس سے امید ہے۔ کہ کچھ نہ کچھ تو وہ فائدہ اٹھائینگے۔

غرض ان تینوں تجاویز پر اگر ہمارے احباب نے توجہ کی۔ تو بہت جلد سلسلہ کی مشکلات انشاء اللہ حل ہو جائینگی جو صہ روپیہ دے سکیں۔ وہ صہ روپیہ سالانہ دیں جو تے روپیہ دے سکیں۔ وہ تے روپیہ دیں۔ اور علاوہ ازیں سب خریدار کم سے کم تین تین خریدار اس سہ ماہی میں مہیا کر دیں۔ ہم ایسے سب دوستوں کے نام رسالہ میں شائع کرتے رہا کرینگے۔ تاکہ دوسروں کو بھی ترغیب ہو۔

اور یاد رہے۔ کہ جب تک میری اس تحریر پر کافی توجہ نہ دیگی۔ آئندہ پرچہ

میں ساری ہی مضمون بار بار شایع کیا جائیگا۔ پس اگر خریداران رسالہ ان صفحات میں کوئی اور مفید مضمون دیکھنا چاہتے ہیں تو فوراً اس کی طرف توجہ کریں۔ اور براہ راست مجھے اطلاع دیں۔ کہ وہ ان تینوں طریقوں میں سے کون سے طریق سے مدد کرینگے۔

لیکن یہ بھی یاد رہے۔ کہ جو احباب روپیہ سے مدد کریں۔ ان سے خریدار مہیا کرنے کا فرض نہیں اتریگا۔ صرف تین خریدار پیدا کرنا انہیں کے لیے ہے جو پانچ روپیہ یا تین روپیہ سالانہ چندہ نہیں دے سکتے۔

غرضیکہ ان تجاویز پر عمل ہونیکے بعد انشاءاللہ رسالہ بھی اپنی مشکلات سے نکلجائیگا۔ اور اس میں ہمارا نفع ہوگا۔ اور مدد کرنیوالوں کو جو ثواب ہوگا۔ اس میں انکا نفع ہوگا گویا کہ اس کام میں دونوں کا نفع ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد

مضمون مندرجہ بالا بعنوان "دونوں کا نفع" رسالہ ماہ مارچ میں بھی شایع ہوا تھا۔ مگر اس مضمون پر آپ صاحبان نے جیسی کہ توجہ مطلوب تھی۔ نہیں فرمائی حضرت صاحبزادہ صاحب کی یہ تجویز کہ اگر تین ہزار خریدار ہوں۔ تو رسالہ کے مشکلات دور ہوسکتی ہیں۔ تین ہزار خریدار کا ہونا تو درکنار۔ مگر ابتک پچاس خریدار بھی نہیں بڑھے لہذا آپ صاحبان کے اس مضمون پر پھر توجہ مبذول کرائی جاتی ہے کہ ہر ایک صاحبان اپنے آپکو ذمہ وار سمجھکر اس کی ترسیع اشاعت میں کوشش کرے۔ تاکہ اس رسالہ کے مشکلات دور ہوں۔

اور ان اصحاب کا خاص طور سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ جنھوں نے مالی یا خریدار دیکر اس تحریک کا عملی ثبوت دیا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ اور ان بزرگوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

مینیجر

نمبر شمار	نام معاونین	اعانت ... وعدہ ...	... شدہ خریدار	کیفیت
۱	شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویرہوس [illegible]	عصر		
۲	میاں عبد الرحمن صاحب ہیڈ کلرک [illegible]	سے ر	۴	
۳	منشی فرزند علی صاحب ہیڈ کلرک [illegible]	عصر	۱	تین پرچہ [illegible]
۴	بابو فضل کریم صاحب اکونٹنٹ [illegible]	سے ر	۳	دو خریدار [illegible]
۵	سید امیر علی شاہ صاحب [illegible]	عصر		
۶	بابو محمد اسمٰعیل صاحب پنشنر [illegible]	عصر		
۷	قطب الدین صاحب [illegible]	سے ر		
۸	ماسٹر شیر علی صاحب قادیان	سے ر		
۹	شیخ [illegible] صاحب [illegible]	عصر	۲	[illegible]
۱۰	میاں [illegible] صاحب [illegible]	سے ر	۱	[illegible]
۱۱	ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب [illegible]	عصر		
۱۲	عبد الرحمن صاحب احمدی [illegible]	سے	۴	
۱۳	محمد [illegible] صاحب [illegible]	سے ر		
۱۴	سید صادق حسین صاحب مختار [illegible]	سے ر		
۱۵	عبد الرحمن صاحب [illegible]	سے		
۱۶	رحمت اللہ صاحب [illegible]	سے ر		
۱۷	محمد یاسین صاحب [illegible]	سے ر		
۱۸	شیر محمد صاحب [illegible]		۳	
۱۹	[illegible]		۱	
۲۰	منشی غلام نبی صاحب [illegible]		۵	ایک خریدار [illegible]

[illegible]

سکھ صاحبان
اور
گرو نانک دیو جی

کچھ عرصہ سے سکھوں میں میرے رسالہ چولہ گرو نانک دیو جی پر بہت شور برپا ہو رہا ہے۔ اور کئی چیلنج بھی آگئے۔ اور ہماری طرف سے منظور بھی کئے گئے۔ مگر تعجب ہے کہ سکھ قوم کا ابتدا تھا ہے۔ ان لوگوں کو میدان مباحثہ میں پہلی مرتبہ قدم رکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اسلئے ضروری شرائط سے یا تو یہ بزرگ بالکل بےخبر ہیں۔ یا عمداً تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہیں۔ ان لوگوں کو چاہیئے تھا۔ کہ اول تو کتاب کا جواب کتابی صورت میں دیتے۔ اگر وہ نہیں تو مباحثہ کے لئے اخباروں میں باقاعدہ اشتہار شائع کئے جاتے۔ اور انتظام پولیس کرا کر تسلی بخش صورت پیدا کر لیجاتی ہر ایک جانتا ہے کہ بغیر انتظام کے مباحثہ کرنا بجز فتنہ و فساد کے بہتری کا موجب نہیں ہو سکتا۔

میں دوسرے اشتہار دینے والے سیکرٹری خالصہ ست سنگ امرتسر اور ایڈیٹر خالصہ سیوک و نہنگ سنگھ وغیرہم کی خدمت میں باادب التماس کرتا ہوں کہ آپ بزرگوں نے ایسے شبدوں کے لکھنے میں خواہ مخواہ کیوں تکلیف اٹھائی جنکو باور کرنیکے لئے کوئی دانشمند سکھ بھی تیار نہیں۔ یہ بات ٹھیک ہے۔ کہ گرو نانک دیو جی کی تصنیف کردہ وہ کتاب نہیں ہے جسے گرنتھ صاحب کہتے ہیں کیونکہ یہ کتاب گرو نانک جی مہاراج کے دو اڑھائی سو سال بعد جا کر پندرہ آدمیوں کے اشعار اور نتائج طبع سے تیار ہوئی۔ اور بقول تفصیل گرنتھ صاحب میں گرو نانک جی مہاراج کے سنے سنائے شبد بھی درج کر لئے گئے۔ آپ خود دانا ہیں کہ جب گرو نانک رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر گرنتھ صاحب کا ایک ورق بھی تیار نہ ہوا تھا۔ اور جب گرو نانک جی کے چیلے اور شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد بھی مر گئے۔ تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ گرو جی کے وہ تمام بچن سو اقوال بعد میں

آئندہ نسلوں کو حرف بحرف یاد ہو گئے۔ اس طرح یہ گرنتھ صاحب کی تالیف کا اصل محرک امر جو تھا۔ وہ یہی تھا کہ پوشیدہ اغراض و مقاصد کو مد نظر رکھ کر گدی نشین گروؤں نے وہ وہ اشعار بھی درج کتاب کئے جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ سکھوں کو اسلام سے دور پھینکا جاوے۔ اگر اس گرنتھ صاحب میں جسے آدی گرنتھ کہتے ہیں بھگت کبیر جی رامداس جی ارجن داس جی وغیرہم کے اشعار نہ ہوتے۔ اور صرف گرو نانک جی کے بچن ہوتے۔ اور یہ کتاب بھی گرو نانک صاحب کی عین حیات میں تیار ہو کر شائع ہو جاتی۔ تو بیشک یہ کتاب استعمال ہوتی اور اس سے گرو نانک جی کے اقوال اور افعال کا موازنہ کر لیا جاتا۔ اس سے تو کسی قدر جنم ساکھی بھائی بالے والی ہی بہتر ہے جو آپ کی وفات کے بعد تھوڑے ہی سال میں تیار ہوئی۔ اور وہ مقدس مہاپرشوں کے ہاتھ سے تیار ہوئی مگر اس میں بھی بعض مہرشیوں نے بعد کی ایڈیشنوں میں دست برد سے پاک نہیں رکھا۔ جنم ساکھی بھائی بالے والی اور دوسری سے متغائر و مختلف ہی ان اصل تحریر اور اصل گرنتھ کے مقابل سے وہ ترجولہ صاحب ہی ہے جو گرو نانک جی مہاراج کی عین حیات میں لوگوں کے لئے نور و رحمت کا موجب ہوا جس میں آج تک بحمد اللہ کوئی تحریف و تبدیل وقوع میں نہیں آئی۔

جنم ساکھی اور گرنتھ صاحب کے لکھنے والوں نے ایک بڑی کوتاہی کی ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ ان بزرگوں نے گرو نانک جی مہاراج کے ہر دو اقسام اشعار بلا تفریق اول عین درج کتاب کر دیے۔ جو گرو صاحب نے اوائل عمر اور آخری عمر میں فرمائے تھے حالانکہ آخری عمر میں جو آپ پر عظیم الشان روحانی انقلاب آیا ہے۔ اس سے وہ کچھ کے کچھ ہو گئے تھے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ اوائل عمر میں گرو صاحب راقم کی طرح ہندو مذہب کے مؤید تھے۔ اور اس زمانہ کے بہت سے شبد ایسے بھی آپ کے منہ سے نکلے ہیں جو صریح اسلام کے خلاف ہندو مذہب کے مؤید ہیں لیکن آخری عمر میں نزول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تشحیذ الاذہان 1911

مئی صفحہ End Page 1 سائیڈ لائن کٹی ہے۔

یہ صفحہ لائبریری کی ساری جلدوں میں اسی طرح

ہے۔

نے اسلام اور بانئے اسلام کی راستبازی کی بابت دیے وہ درحقیقت ایسے ہیں۔ سکھوں میں جو
جو میرے بزرگ گرو نانک جی کے بیٹے شبد اور شکوک پیش کرتے ہیں جو اسلامی تعلیم کے
مخالف ہیں انہیں غور کرنا چاہیئے کہ اس کتاب میں اسلام کی تائید میں بھی تو ایسے ہی شبد
اور شکوک ہیں۔ اب ہر عقلمند نہایت آسانی سے نتیجہ خود تک پہنچ سکتا ہے کہ گرو نانک
جی صاحب ایسے منافق طبع تو ہرگز نہ تھے کہ ایک ہی منہ سے دو متضاد باتیں نکالا کرتے
تھے۔ اور انکی عقل اور حواس میں فرق آیا ہوا تھا۔ پھر طبعاً انسان اس بزرگ پر حسن ظن کر کے
یہ نتیجہ ان کو دیتا ہے کہ آخری عمر کے شبد اسلامی تعلیم کے موید ہیں۔ اور اول کے شبد قوم ہنود
کے عقائد کی تائید میں ہیں جن سے کہ وہ اپنی اسکا تائب ہو گئے تھے جیسے کہ چولہ صاحب
میں خود فرماتے ہیں لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ یعنی اے قادر کرتار اول
عمر میں تو ظالم یعنی بت پرست مشرک تھا۔ اب تیرے در دروازہ پر گیا ہوں اب میں معاف ہو
ہو گیا اور کل عمر آپ کو مطالعہ نسیان اور سہو میں گذرا۔ اسی طرح آپ فرماتے ہیں ہم پاپی نرگن کرت
پربھو چکو وال دا اک حق تیرے یعنی ہم بڑے پاپی اور گنہگار ہیں کوئی نیکی نہیں خدا ہی اپنا فضل کرے
تب ترس یعنی نجات پا دیں پس اکثر اشعار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ اگلے دنوں میں اپنی
گذشتہ زندگی جو جہالت میں گذری اسکو خطا وار گنہگاری کی طرف منسوب کرتے ہیں پس جب بزرگوں
نے گرنتھ صاحب یا جنم ساکھیوں کے بعض غیر صحیح اشعار درج کئے ہیں [illegible]
جن کے ایک منہ سے دو متضاد باتیں نکل کر درج کی گئی [illegible] ایک نیکی سنگ عزت کے مرتکب
ہوئے ہیں اگر گرو نانک صاحب کی عزت صرف اس صورت میں قائم رہ سکتی ہے کہ [illegible]
اور اعتقادات کو اور گفتار کو واقعات کی کسوٹی پر پرکھا جاوے [illegible] کو الزام [illegible]
حال جو سکھوں کی قوم [illegible] سکتا ہوں کہ سب سوال [illegible]
متضاد باتوں کے نکلنے [illegible] کہ ایک ہی بات میں متضاد [illegible]
ہرگز نہیں کرتے [illegible] سکھوں کی [illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۳

نوٹ یہاں پر پتہ لکھہ دیا جاوے ،، پرچہ نہیں جا

Doctor S. K. Bermon No5
6 Tara Chand Street
Calcata

رسالہ

تشحیذ الاذہان

زیر ایڈیٹری

صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

مضامین	فہرست
مولوی فضل الدین صاحب نوٹ	حافظ عبد الکریم شاہجہانپوری کے افترا مطبوعہ پیسہ اخبار لاہور کا جواب صفحہ ۱۰۴ - ۱۲۴

مکرم خواجہ کمال الدین صاحب وکیل لاہور کی نسبت [illegible] کی ایک غلط فہمی کا ازالہ

اخبار [illegible] مورخہ [illegible] کے پرچہ میں جناب خواجہ کمال الدین صاحب وکیل لاہور کی نسبت ایک نہایت بیہودہ غلط فہمی پھیلانے کی [illegible] خواجہ کمال الدین صاحب وہی بات کہتے ہیں جو عبدالحکیم [illegible] عبدالحکیم کی طرح [illegible] کے خارج [illegible] جائے [illegible] احمدی [illegible] بڑے بڑے [illegible] ہی بگتے چلے جاتے ہیں [illegible] احمدی [illegible] مسلمان [illegible] مسلمان کا لفظ استعمال [illegible] مضمون کا اعلان کیا [illegible] [illegible] ایڈیٹر [illegible] کسی [illegible] مسلمان [illegible] مسلمان [illegible] احمدی [illegible] مسلمان [illegible] ایڈیٹر [illegible] خواجہ صاحب [illegible] ایڈیٹر [illegible] خواجہ صاحب [illegible] حضرت [illegible] مسلمان [illegible] احمدی [illegible] حضرت مسیح موعود [illegible] احمدی [illegible] مسلمان [illegible]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

حافظ عبدالکریم شاہجہانپوری کے اعتراضات (مطبوعہ پیسہ اخبار لاہور) کا جواب

(نوشتہ خاکسار فضل الدین عفی اللہ عنہ قادیان)

خدا تعالیٰ مولوی فضل دین صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس مضمون کو خاص رنگ میں لکھکر اس بحث میں بہت سے ایسے معلومات کا اضافہ کیا جو مباحث میں نہایت کار آمد ہیں۔ ہم اس مضمون کو شکریہ کیساتھ درج کرکے ناظرین سے خواہاں ہیں۔ کہ اسکو بغور پڑھ کر فائدہ حاصل کریں۔ راقم ۔۔۔۔۔ ایڈیٹر

باعث تحریر ہٰذا کوئی آٹھ ماہ کا عرصہ گزرا ہے۔ کہ ہمارے ایک دوست میاں غلام حسین جی سیالکوٹی نے پیسہ اخبار لاہور میں عیسائیوں کی تردید میں ایک مضمون لکھا تھا جس کا عنوان تھا۔ (حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیبی واقعات) ان دنوں غالباً اس بحث پر کئی ایک مضامین مخالف اور موافق دونوں طرف سے نکلے تھے۔ اس مباحثہ میں شاہجہانپور کے ایک غیر احمدی نے بھی ایک تحریر مرتب کر کے پیسہ اخبار میں چھپوائی تھی۔ جس میں یہ کوشش کی تھی کہ حضرت مسیح علیہ السلام

صلیب پر نہیں چڑھائے گئے۔" اس پر قریباً چھ ماہ کی مدت گزرتی ہے۔ کہ شاہجہانپور کے ہی ایک معزز دوست* نے مجھکو فرمائش کی۔ کہ اس کی تردید لکھکر انکی خدمت میں بھیجدوں۔ اس اثنا میں ان کی طرف سے کئی خطوط پہنچے۔ مگر مجھے چونکہ فرصت نہ تھی۔ میں انکی اس فرمائش کی تعمیل سے قاصر رہا۔ بتوفیق الٰہی اب دنوں مجھے موقعہ ملا کہ انکے بار بار کے اصرار پر کچھ لکھ سکوں۔ امید ہے کہ یہ اوراق اس تاخیر کی تلافی کا موجب ہو جاوینگے۔

اس تحریر سے میرا یہ منشا نہیں کہ میں ان تمام مباحث کا اعادہ کروں جو آجتک اس باب میں پیش آچکے ہیں۔ میری غرض محض ان اعتراضات کا ازالہ کرنا بھی ہے۔ جو ۵ مئی ۱۹۱۵ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں ایک غیر احمدی کی طرف سے ہم پر کئے گئے ہیں استصواب کیواسطے سلسلہ احمدیہ کی دیگر مستقل تالیفات کی طرف احباب نظر مراجعت فرماویں اور جن اصحاب کو اشتیاق ہو۔ انکا مطالعہ کریں۔ سب سے اول سمجھنا چاہیے۔ کہ حضرت مسیح کے صلیبی نزاع میں یہود مسیح کے قاتل ہونیکے مدعی ہیں۔ اور وہ مسیح کو خوب جانتے تھے۔ انکے واسطے مسیح کوئی اجنبی شخص نہ تھا۔ وہ کہتے ہیں بموجب کتاب تورات مسیح دعوی نبوت میں جھوٹا تھا۔ اور وہ ہمارے ہاتھوں میں مارا گیا۔ نصاریٰ یہود کے دعوی قتل کی تصدیق کرتے ہیں۔ فرق صرف نتیجہ میں جا پڑتا ہے۔ یہود انکے قتل کو ان کے کذب کی دلیل گردانتے۔ اور انکی موت کو لعنتی موت مانتے ہیں اور نصاریٰ مسیح کی موت کو اپنی نجات کا ذریعہ اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھتے ہیں۔ واقعہ مقتول میں کسی کو بھی فریقین میں سے اختلاف نہیں۔ گو بعض محققین نے بعد صلیب کے پیش آمدہ واقعات اور بعض تاریخی اسناد کی بنا پر مسیح کے صلیب پر چڑھائے کے بعد موت علی الصلیب سے انکار بھی کیا ہے۔ مگر علم یہود ہی ہے غیر احمدی مسلمان

حضرت مسیح کے صلیبی نزاع میں یادگار، کہ تعلق ہو

* سید حافظ محمد احمد صاحب

کہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور وہ آخری زمانہ میں امت محمدیہ کی اصلاح اور قتل دجال وغیرہ کے لیے زمین پر اتریں گے۔ غیر احمدی مسلمانوں کو ایک شخص کے صلیب پر مارے جانیکا اتفاق ہے۔ مگر ذات مقتول میں انکو یہود و نصاریٰ کیساتھ اختلاف ہے۔ اور وہ مدعی ہیں کہ مسیح کے بجائے ایک اور شخص مسیح کا شبیہ صلیب دیا گیا۔ اور اس موقعہ پر مسیح آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔

اسجگہ مجھے یہ مقصود نہیں کہ میں یہود اور نصاریٰ کے دلائل کا ذکر کروں یا غیر احمدیوں کے متضاد بیانات کا تذکرہ کر کے ان پر بحث کروں اور بتاؤں۔ کہ احمدی اس باب میں یہود اور نصاریٰ اور غیر احمدی مسلمانوں کیساتھ کیا کیا اختلاف رکھتے ہیں اور ان کے پاس اس امر کیواسطے کسقدر قوی شہادتیں ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ میں پہلے لکھ آیا ہوں۔ اس نزاع میں مستقل رسائل سلسلہ کی طرف سے شائع ہو چکے ہیں اس تحریر میں مجھو صرف یہ بتانا مد نظر ہے۔ کہ شاہجہانپوری ناسنگار نے باوجود غیر احمدی ہونیکے ایک احمدی کے روزانہ پیسہ اخبار والے مضمون کی تردید کرتے ہوئے حضرت مسیحؑ کے صلیب پر نہ چڑھائے جانیکے دعویٰ کے اثبات میں کیا کیا دلائل دیئے ہیں اور ان میں کیا کیا غلطیاں ہیں۔ ان مذکورہ بالا امور کو مد نظر رکھکر میری آیندہ تحریر کو پڑھنا ہوگا۔ وما توفیقی الا باللہ

+ اس کے مراد موجودہ زمانہ کے غیر احمدی مسلمان ہیں۔ ورنہ متقدمین کا اس باب میں اتفاق نہیں ہے ابوحیان اندلسی نے مسیح کے صلیب اور قتل شبیہ کے بارے میں لکھا ہے۔ لم یثبت بحدیث عن رسول اللہ صلعم حدیث۔ ابن مسعود نے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ یہ کوئی واقعہ ہی نہیں ہوا کہ کوئی شخص قتل ہوا ہو شبیہ کے قتل کا کوئی قائل ہوا۔ تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے ما قتلوہ وما صلبوہ امر ما قتلوا الذی شبہ لھم ام من الجائز ... کو شک ہے۔ امام فخرالدین رازی کی بھی یہی رائے ہے اور انہوں نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اکثر متکلمین کا یہی مذہب ہے۔ تفصیل کیواسطے ملاحظہ ہو ...

شاہجہانپوری نامہ نگار کے تین دعوے

شاہجہانپوری نامہ نگار نے اپنے مضمون میں تین دعوے کئے ہیں (۱) اول یہ کہ اسکا مضمون احادیث نبوی (صلعم) سے مبرہن کیا گیا ہے اور احمدی کا مضمون خلاف احادیث نبی کریم صلعم لکھا گیا ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ احمدی نے قواعد عربیت کا خلاف کیا ہے۔ اور نامہ نگار نے انکی پابندی کر کے احمدی کے مضمون کی تردید کی ہے (۳) تیسرے یہ کہ احمدی نے قرآن کریم کی تفسیر میں کتب سابقہ سے مدد لی ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلعم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ ان تینوں دعووں میں نامہ نگار کہاں تک سچا ہے۔ اور ان امور کی اس نے خود کس حد تک پابندی کی ہے۔ اسکی تفصیل آگے آتی ہے۔

شاہجہانپوری نامہ نگار کے اس دعوی کے دلائل کی تردید کہ قرآن و حدیث سے یہود کا صرف یہ ایک خیال ثابت ہوتا ہے کہ پہلے مسیح کو مارا اور پھر مسیح صلیب پر چڑھایا گیا

احمدیوں کا اس باب میں کیا عقیدہ ہے۔ اسکا مفصل ذکر سلسلہ کی تالیفات میں بسط تمام کئی بار ہو چکا ہے۔ اور تتمہ فیصلہ میں بھی نہایت مختصر لفظوں میں خاتمہ میں اسکا کچھ بیان کرونگا مگر اس جگہ جو بات زیر بحث ہے۔ وہ یہ ہے کہ شاہجہانپوری نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ حضرت مسیح کے صلیبی نزاع میں یہود کا جو خیال احادیث رسول (صلعم) اور آیات قرآنی سے ثابت ہوتا ہو وہ صرف یہ ہے۔ کہ وہ مدعی ہیں ہمنے مسیح کو پہلے مارا۔ اور پھر صلیب پر چڑھایا۔ اثبات دعوی میں۔ اول یہ دو آیتیں پیش کرتے ہیں۔ (۱) فلاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ولاصلبنکم فی جذوع النخل (۲) لاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ولاصلبنکم اجمعین۔ دوم حدیث ابن عباس وجاء الطلب من یہود فاخذوا الشبیہ فقتلوہ ثم صلبوہ" اس پر ہماری بحث بالترتیب اول آیات پر ہوگی۔ اور پھر حدیث ابن عباس پر

آیات قرآنی پیش کردہ سے دعوی ثابت نہیں ہے

آپکا دعوی یہ تھا کہ ان آیات سے یہود کا صرف یہ خیال ثابت ہوتا ہے

؎ دیکھو صفحہ ۲۴۴

کہ ہم نے مسیح علیہ السلام کو پہلے مارا اور پھر صلیب پر چڑھایا۔ مگر قرآنی الفاظ شاہد ہیں۔ کہ ان دونوں آیتوں کو آپ کے اثبات دعوی سے کچھ بھی تعلق نہیں کیونکہ ان دونوں آیات میں صلیب دینے سے پہلے قتل کرنیکا کوئی ذکر نہیں پایا جاتا۔ ان آیتوں سے اگر کچھ ثابت ہے۔ تو صرف یہ کہ صلیب دینے سے پہلے تقطیع ایدی وارجل کا دستور تھا اور کہ دوسری آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہی نہ تھا۔ پڑھو آیت انما جزاؤ الذین یحاربون اللہ ورسولہٗ ویسعون فی الارض ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف۔ کہ اس میں بعض صریح او یصلبوا کے بعد او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف بیان کرکے تقطیع ایدی وارجل کو ایک منفرد سزا تجویز کیا گیا ہے) اور یہ ظاہر ہے کہ تقطیع قبل الصلیب اور قتل قبل الصلیب دونوں کا ایک مفہوم ہرگز نہیں ہے قتل نام ہے اخراج الروح من البدن کا اور تقطیع نام ہے صرف پاؤں اور ہاتھ کے کاٹنے کا۔ یہ دونوں مترادف نہیں۔ پھر (۲) آیت فلاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ولاصلبنکم فی جذوع النخل کے ترجمہ میں آپ خود لکھتے ہیں ضرور میں تمہارے ہاتھوں اور پیروں کو خلاف جانب سے کاٹ دونگا جس سے ظاہر ہے۔ کہ آیت میں قتل قبل الصلیب کا ذکر نہیں بلکہ قطع کا بیان ہے اور شاید (۳) اس بات کو آپ ایک اور مقام پر بھی محسوس کرتے ہیں کہ آپکا دعوی درست نہیں اور اسپر آپکی یہ عبارت گواہ ہے "اسوقت کا تمام دستور ہو رہا تھا۔ کہ اگر مجرم کو صلیب کی سزا دیجائے۔ تو پہلے اسکو دوسری تکالیف مثل قتل کے ہاتھ پیر کاٹنے کی سزا دے لیتے تھے۔ پھر صلیب پر چڑھایا کرتے تھے۔ اس میں آپ مانتے ہیں۔ کہ صلیب سے پہلے بعض تکالیف دیجاتی تھیں۔ نہ کہ سر سے قتل۔ گو آپ کی تحریر میں الفاظ دوسری تکالیف مثل قتل کے محض زیادت علی کتاب اللہ اور تقول ہو کیونکہ ہاتھ پیر کاٹنے کے سوا قبل صلیب اور کوئی تکلیف دینا تعلق قرآنی آیات سے ثابت

نہیں۔ ایک اور بات علاوہ ازیں جو آپ کی اپنی تحریر میں آپ کے اس دعویٰ کے برخلاف پائی جاتی ہو کہ صلیب پر دینے سے پہلے قتل کا دستور تھا۔ یہ بھی ہے کہ آپ لکھتے ہیں: "الصلب الذی ھو تعلیق الانسان للقتل (ترجمہ) کہ قتل کی غرض سے انسان کو لکڑی پر چڑھا کر صلیب کرنا کہتے ہیں" اگر آپ کا یہ قول درست اور صحیح ہے۔ کہ صلیب پر چڑھانے سے پہلے قتل مجرم کا دستور تھا۔ تو بتایئے صلیب کے معنے میں للقتل کا کیا مطلب ہوگا۔ قتل مردہ کو تو ہوا نہیں کرتا۔ ظاہر ہے کہ اگر صلیب کے وہ معنی صحیح ہیں جو آپ نے کئے ہیں۔ تو آپ کا یہ دعویٰ ضرور غلط ہے۔ کہ قتل کرنیکا صلیب دینے سے پہلے ہی دستور تھا۔ اور اس سے واضح ہو گیا کہ آپکا یہ دعویٰ قرآنی آیات سے ہرگز ثابت نہیں۔ اگر آپ کے پاس کوئی اور آیت ہو جس سے آپکا مدعا ثابت ہوتا ہو۔ تو اس سے دعویٰ کو مدلل کیجئے۔ گو آپ سے یہ ناممکن۔

ایک اور غلطی جو آپ نے ان دونوں آیات کے پیش کرنے میں کی ہے اسپر بھی آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ قرآن مجید کی ان آیات میں یہود کے کسی دستور کا بیان نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ اس میں فرعون کی اس تخویف اور توعد اور تہدید کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو اسنے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانیوالے سحرہ کو کی تھی۔ جب کہ انہوں نے فرعون کے خلاف منشاء کے رب موسیٰ کو مان لیا۔ اور فرعون کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اب فرعون کے اس قول سے آپ کا یہ ثابت کرنا کہ یہود میں یہ دستور تھا۔ آپ کی نہایت سوفہمی پر دال ہو اس کی مثال ایسی ہے۔ کہ ایک حاکم کسی شخص کو نقصان رسانی کی تخویف کرتا ہے۔ اور آپ اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ شخص مخوف کا نقصان رسانی کی تخویف کرنا دستور ہو چکا ہے حالانکہ یہ نتیجہ واقعہ کے نقیض ہے پھر آپ کے سند میں دستور کہ صلیب کی ہر سزا سے پہلے قتل کا دستور تھا کی تردید میں قرآن کریم کی سورہ مائدہ کی یہ آیت تمہارے برخلاف ہے۔ انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم الآیۃ کہ یہاں حرف او نے جو واسطے تردید کے ہوتا ہے۔ بتا دیا کہ

صلیب و قتل کی جو دو صورتیں متصور ہوتی ہیں ذکر ہیں مثلیں۔

حدیث سے بھی ثابت نہیں کہ یہود کا خیال تھا کہ مسیح کو پہلے دار پر صلیب چڑھایا

دوسری دلیل میں آپ نے لکھا ہے کہ مرفوع حدیث ابن عباس کر سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہود میں ایسا دستور تھا۔ اور اس کے الفاظ لکھے ہیں۔ جاءوا الطلب من الیہود فاخذوا الشبیہ فقتلوہ ثم صلبوہ۔ مگر آپ نے نہیں بتایا۔ کہ کس قسم کی مرفوع حدیث ہے۔ حدیث کی اصطلاح سے شاید آپ واقف نہیں۔ اگر آپ کو معلوم ہوتا۔ کہ حدیث مرفوع کس چیز کا نام ہے تو آپ ایسا دعویٰ نہ کرتے۔ حدیث مرفوع میں ضروری ہے۔ کہ سند روایت آنحضرت صلعم تک پہنچتی ہو۔ اسکا نام اگر کچھ رکھ سکتے ہیں۔ تو بس قول صحابی۔ مگر مجھکو اس کے قول صحابی قبول کرنے میں بھی کلام ہے۔ جیسا کہ اسکی تفصیل بعد میں بیان ہوگی۔

دوسرے یہ کہ آپ کے نزدیک جب صلب کے معنے لائے تعلیق الانسان للقتل ہیں۔ قتل داخل ہے۔ تو کیونکر جائز ہے۔ کہ آپ اس کے خلاف ایسی دلیل پیش کریں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو۔ کہ صلب کے معنے میں قتل داخل نہیں۔ کیونکہ جس صورت میں آپ نے بیان کیا کہ قتل کا دستور صلیب پر چڑھانے سے پہلے تھا تو ساتھ ہی آپ کو یہی ماننا پڑیگا کہ صلب کے معنے تعلیق الانسان للقتل صحیح نہیں۔ حالانکہ آپ نے اس مضمون میں اسپر آگے چلکر بڑا زور دیا ہے جس کی نسبت ہم آگے چل کر بحث کریں گے۔ ان ھذا الاخبط عشوا۔

تیسرے یہ کہ قتل قبل الصلیب۔ تو اس قول ابن عباس سے جب ثابت ہو کہ پہلے

ہلا میں نے آگے چل کر یعقوب و سکیف کی یہ روایت در اصل نصرانیوں سے اخذ کی ہے۔ تفسیر ابن کثیر ہے۔ جو کسی شخص نصرانی کی اس روایت ابن کثیر میں قتلوہ ثم صلبوہ کا لفظ نہیں آیا۔ بلکہ فقط فصلبوہ آیا ہے۔ اس روایت پر یہ اعتراض بھی پڑتا ہو۔ کہ قتلوہ ثم کی ایزادی راوی کی ہو ان الفاظ نیز جب تحقیق سے شبیہ مسیح اور قتل شبیہ کی داستان ہی غلط ثابت ہوگئی۔ تو یہ جھگڑا ہی فضول ٹھہرا۔ اور اس سے مخالف کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ منہ

اخذ شبیہ کا وقوع ثابت ہو سکتا تھا کہ دوسری روایات اس قسم کی موجود ہیں جن سے شبیہ اور ماخوذی شبیہ کا وقوع ہی غلط ثابت ہوتا ہے۔ مختصر دلائل یہ ہیں۔

۱۔ یہ کہ ابوحیان اپنی تفسیر بحر المحیط میں لکھتے ہیں۔ کان عیسیٰ علی طور سینا وهبت ریح فهرول فرفعه الله فی هرولته وعلیه مدرعة صوف اس کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ طور سینا پر تھے کہ ایک تیز ہوا چلی۔ آپ وہاں دوڑے۔ کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو اسی حالت میں اٹھا لیا۔ دیکھیے۔ ابوحیان کی اس روایت میں نہ شبیہ کا ذکر ہے۔ اور نہ اخذ شبیہ کا۔ اور نہ قتل کا اور وصلیب پر چڑھانے کا۔ اور نہ کوئی ایسا موقعہ ہے جس میں شبیہ کا تجویز کرنا ضروری معلوم ہوتا ہو۔ کیونکہ مسیح کسی کی نظری میں نہیں تھے۔ کہ اخفاء راز کے لیے القائے شبہ کی ضرورت ہوتی۔

۲۔ یہ کہ تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے۔ قال ابو علی الجبائی۔ ان رؤساء الیهود اخذوا انسانا فقتلوه وصلبوه علی موضع عالٍ ولم یمکنوا احدا من الدنو منه فتغیرت حلیته وقالوا انا قتلنا عیسیٰ لیوهموا بذلك علی عوامهم لانهم کانوا احاطوا بالبیت الذی فیه عیسیٰ فلما دخلوه ولم یجدوه خافوا ان یکون ذلك سببا لایمان الیهود ففعلوا ما فعلوا۔

روح المعانی کی اس روایت کا ماحصل بھی یہی ہے کہ شبیہ اور اخذ شبیہ کا وقوع غلط ہو۔ نہ وہاں کسی شخص پر حضرت مسیح کی شبہ ڈالی گئی اور نہ کسی شبیہ کی گرفتاری کا واقعہ پیش آیا۔ بلکہ جب یہود نے حضرت مسیح کو پکڑنا چاہا۔ اور آپ کی گرفتاری کے واسطے گھر میں داخل ہوئے۔ تو آپکو نہ پایا۔ اور نہ وہاں کسی ایسے شخص کو پایا جو حضرت مسیح کا القا شبیہ یعنی ہم شبیہ تھا۔ اس خوف سے کہ مبادا عوام یہودیوں سے کوئی مرتد نہ ہو جائے انہوں نے ایک انسان کو گرفتار کر کے ایک اونچی جگہ پر صلیب پر چڑھا دیا۔ اور اس کے نزدیک کسی کو نہ آنے دیا جب اس مصلوب کی ہیئت اور صورت بدل گئی تو عوام کو دھوکہ اور مغالطہ میں رکھنے کے لیے کہہ دیا کہ حضرت مسیح کو ہم نے قتل کر دیا ہے۔ اس روایت سے

گو تا ثابت ہوتا ہے کہ ایک شخص کو گرفتار کرکے انہوں نے مار ڈالا تھا مگر یہ حصہ بھی غلط ہے مگر کہیں نہیں لکھا کہ وہ شبیہ المسیح تھا بلکہ روایت کے الفاظ میں اس کا انکار ظاہر ہے۔ ۳۔ ابوحیان اس بحث شبیہ میں کیا ایک لطیف فقرہ لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں "اختلف الرواۃ فی کیفیۃ القتل والصلب ولم یثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک شیء غیر مادل علیہ القرآن" ایک اور مقام پر فرماتے ہیں "لم نعلم کیفیۃ القتل ولا من القی علیہ الشبہ ولم یصح بذلک حدیث" ان عبارات کا ماحصل یہ ہے کہ القائے شبہ کے باب میں کوئی حدیث بھی آنحضرت صلعم سے ثابت نہیں گو راویوں کا اسباب میں بہت سا اختلاف ہو سوائے اسکے کہ جو کچھ الفاظ قرآنی سے ثابت ہوتا ہو۔ ابن عباس کے ایک غیر معتبر قول کو جسکا اوپر ذکر ہوا ہے۔ اور جسکی نسبت پوری بحث بعد میں ہوگی یا تو مضمون میں نقل کرکے آپنے اسپات پر ناحق شور ڈالا ہے کہ دیکھو ایک احمدی نے نبی کریم صلعم کی حدیث کے خلاف کیا ہے۔ اب بتائیو کہ آپ کی اس فرضی حدیث کو مفسرین نے کب ذکر کیا ہے۔ آپ تو ابن عباس کے قول کو نبی کریم کی حدیث بنانیکی کوشش کرتے ہیں۔ مگر آپکے پہلے مفسرین صاف اعتراف کرتے ہیں کہ جو کچھ اس باب میں اختلاف ہے۔ اسکے وہ تو راوی ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کی ذات گرامی سے اس باب میں ایک حدیث بھی ثابت نہیں کیا آپکے نزدیک ان لوگوں کا بھی یہ رائے ہے۔ ابن عباس کی روایت کی الفاظ نہیں حالانکہ آپکی یہ روایت جسکی حقیقت کو آگے چل کر میں اور بھی انشاءاللہ کھول کر بتاؤنگا انہی کی کتابوں سے لیگئی ہے کیا آپکے نزدیک یہ مفسرین بھی اسی طرح موردِ الزام ہیں جسطرح آپنے ایک احمدی پر الزام لگایا ہے۔ امید ہے کہ اگر آپ میں کچھ بھی انصاف ہو گا تو آئندہ آپ یہ بھی نہ کہینگے کہ ابن طبری کا یہ قول جاء الطلب من الیہود فاخذوا الشبیہ فقتلوہ ثم صلبوہ رسول کریم کی مرفوع حدیث ہے۔ تفاسیر کے بعض اور اقوال آپ کی دید

میں نقل کرکے بحث کے اس حصہ کو اب ختم کرتا ہوں۔ بحر المحیط میں ہے۔

۳۔ قیل لم یلق شبہہ علی احد و انما معنی ولکن شبہ لہم ای شبہ علیہم الملک المخرق لیستدیم بما نقص واحد من العدۃ وکان باذن الصلب واحد الناس عنہ وقال ھذا عیسیٰ وھذا القول ھو الذی ینبغی ان یعتقد ضرورۃ ولکن مشبہ لہم اما ان الاشتباہ علی الخصم فلم یعصروا لک عن رسول اللہ صلعم فیعتمد علیہ ۔ اس روایت کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت مسیح کی شبہ کسی اور شخص پر ہرگز نہیں ڈالی گئی۔ اور نہ جناب نبی کریم صلعم کی ایسی کوئی حدیث ثابت ہوئی ہے جس پر کہ اعتماد کرسکیں۔ تقدیر و تفکر۔ امام فخر الدین رازی بھی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ ۵۔ قال کثیر من المتکلمین ان الیہود لما قصدوا قتلہ رفعہ اللہ تعالیٰ الی السماء فخاف رؤساء الیہود من وقوع الفتنۃ من عوامہم فاخذوا انسانا وقتلوہ وصلبوہ ولبسوا علی الناس انہ المسیح والناس ما کانوا یعرفون المسیح الا بالاسم لانہ کان قلیل المخالطۃ للناس" اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ اکثر متکلمین نے شبیہ المسیح کے واقعہ سے انکار کیا ہے اور القاء شبہ کے منکرین امام فخر الدین رازی آپ نے اس معاملہ میں یہ لکھتے ہیں کہ جس قدر وجوہ اس باب میں بیان کئے جاتے ہیں۔ یہ سب متعارض اور متدافع ہیں۔ اور کوئی بھی لائق اعتبار نہیں۔ ۶۔ تفسیر ابو سعود میں بعض سلماتو نقل یہ مذہب درج ہے جو نہایت ہی قرین کے قریب ہے لم یقتل احد ولکن ارجف بقتلہ فشاع بین الناس۔ کہ در اصل کسی شخص کو بھی قتل نہیں ہوا تھا لیکن اس کی افواہ اڑا دی گئی ہے۔

آخر میں میں یہ بھی کہہ دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ جب قرآن کریم کی آیات سے قطعی طور پر اس سلسلہ کی تالیفات میں ثابت ہو چکا ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ اپنی طبعی موت سے حسب وعدہ الٰہی انی متوفیک کے وفات پا چکے ہیں۔ اور احادیث صحیحہ نبی صلعم سے بھی وفات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ نہیں اور آیت

خدا تو ختیس اور حدیث معراج وغیرہ ذالک ابن عباسؓ کی تفسیر ستر فیک سبنی وہاںتک جیسا کہ ابھی تعریف سٹ تصنیفات سلسلہ میں لکھی ہے۔ انکو رفات یا نشان میں داخل کرچکے ہیں اور یہ امر بھی ببراہین ثابت ہوچکا ہے۔ کہ واقعہ صلیب حضرت مسیح کی ہی ذات پر گذرا ہے۔ تو اب ان باتوں کے پیش کرنیسے کیا حاصل ہوگا ایسی روایات کے پیش کرنیسے نہ معلوم ہمارے مخالفوں کو کیوں شرم نہیں آتی سچ ہے الغریق یتشبث بالحشیش۔

شاہجہانپوری نامہ نگار کے اس دعوی کے دلائل کی تردید کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں چڑھائے گئے۔

اس دعوے کے اثبات میں کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر نہیں چڑھائے گئے۔ بلکہ آپکا کوئی شبیہ سولی دیا گیا تھا شاہجہانپوری نامہ نگار دو دلیلیں پیش کرتا ہے۔ اول آیت ماقتلوہ وماصلبوہ جسکا ترجمہ کیا ہے کہ مسیح علیہ السلام کو نہ انہوں نے قتل کیا اور نہ انہوں نے صلیب پر چڑھایا۔ دوم وہی قول ابن عباس جسکو نامہ نگار حدیث ابن عباس بتاتا ہے۔ اور اسکی نسبت لکھتا ہے کہ یہ حدیث نسائی کی ہے۔ اور قول ابن عباس کو حدیث مرفوع بنانیکی غرض سے لکھتا ہے "حضرت ابن عباس وہ صحابی ہیں کہ اگر آپ کوئی قصہ بیان کرتے ہیں تو کبھی اہل کتاب سے اسکو نہیں نقل کرتے۔ اور اہل کتاب سے نقل کرنیکو وہ سرور گو انکو منع فرمایا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوگیا۔ کہ یہ قصہ ابن عباس اہل کتاب سے نقل نہیں کرتے ہیں اب ضروری ہوا کہ یا تو اپنی عقل سے انہوں نے بیان کیا ہو۔ یا رسول اللہ صلعم سے سنکر نقل ہو تو بیان کر نہیں سکتے۔ کیونکہ یہ تاریخی بات ہے اس میں عقل کو دخل نہیں۔ بلکہ اور عام قانون الہی کے خلاف۔ پس ضرور ہوا کہ رسول اللہ صلعم سے سن کر فرماتے ہیں اور جب رسول اللہ صلعم سے سن کر فرماتے ہیں تو اسکی حجت ہونے میں کیا کلام ہے اس کی نظیر میں سخاوی کا یہ قول ہی پیش کیا ہے کہ جن اصحاب کی اہل کتاب سے نقل کی عادت نہ ہو وہ اگر کوئی قصہ بیان کریں تو وہ حدیث مرفوع ہو جاتی ہے"۔ اس پر ہماری بحث اس طرح ہوگی۔ پہلے قول

ابن عباس پر گفتگو ہوگی پھر آیت قرآنی پر۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ آیت ماقتلوہ وما صلبوہ
میں صلبوہ کا ترجمہ نہ انہوں نے صلیب پر چڑھایا۔ وہ اصل اسی قول پر نامہ نگار
نے متفرع کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں حدیث ابن عباس جسکو نسائی نے روایت
کیا ہے یہ ہے۔

حدیث ابن عباس پر بحث

لما اراد الله ان یرفع عیسٰی الی السماء خرج الی اصحابه وفی البیت اثنا عشر رجلا فخرج علیهم من عین فی البیت ورأسه یقطر ماء فقال ان منکم من یکفر بی اثنی عشرة مرة بعد ان آمن بی ثم قال ایکم یلقی علیه شبهی فیقتل مکانی فیکون معی فی درجتی فقام شاب من احدثهم سنا فقال اجلس ثم اعاد علیهم ثم قام الشاب فقال اجلس ثم عاد علیهم فقام الشاب فقال انا فقال انت ذاك فالقی علیه شبه عیسٰی ورفع عیسٰی من روزنة فی البیت الی السماء (نسائی) اس
روایت میں مجھکو کئی طرح سے کلام کرنا ہے۔ (۱) اول تو یہ بات ثبوت طلب ہے
کہ آیا یہ قول ابن عباس نسائی میں موجود ہے؟ جہاں تک مجھے معلوم ہے یہ قول نسائی
میں ہرگز نہیں ہے (۲) دوم نامہ نگار نے لکھا ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔ حالانکہ
یہ حدیث مرفوع نہیں۔ بالفرض گر مان بھی لیا جائے کہ ابن عباس تک اسکی سند
پہنچتی ہے تب بھی اسکو قول ابن عباس کہینگے نہ کہ حدیث مرفوع کیا اصول حدیث
میں کسی نے یہ بات لکھی ہے کہ جو بات کوئی صحابی بیان کرے اسکو یہ سمجھ لیا جاویگا
کہ وہ حدیث مرفوع ہے ایسا ہرگز نہیں ہے۔ (۳) تیسرے یہ دعویٰ غلط ہے کہ ابن
عباس اہل کتاب سے نہیں لیتے۔ تفسیر ابن جریر طبع مصر جلد ۹ صفحہ ۹۱ میں مندرج

✤ سارے مضمون میں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ شاہجہانپوری نامہ نگار نے قول ابن عباس
کو حدیث بجگہ ہر جگہ حدیث مرفوع لکھا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے منہ

مہ میرے نزدیک یہ ترجمہ صحیح ہے اس کے واسطے ملاحظہ ہو صفحہ ... نہایت ۱۲۱

ذیل روایت درج ہے حدثنا ھناد قال ثنا حبیبؒ بن عبید عن عمار الذھبی
عن رجل عن کریب قال دعانی ابن عباس فقال اکتب بسم اللہ الرحمن الرحیم
من عبد اللہ بن عباس الی فلان حبرھما سلام علیک فانی احمد الیک اللہ
الذی لا الٰہ الا ھو اما بعد قال فقلت تبدأ او تقول السلام علیک فقال ان
اللہ ھو السلام ثم قال اکتب سلام علیک اما بعد فحدثنی عن مستقر و
مستودع قال ثم بعث بالکتاب الی الیھودی فاعطیتہ ایاہ فلما نظر الیہ قال
مرحبا بکتاب خلیل من المسلمین فذھب بی الی بیتہ ففتح اسفاطا لہ کثیرۃ فجعل
یطرح تلک الاشیاء لا یلتفت الیھا قال قلت ما شانک ھذہ اشیاء کتبھا الیھود
حتی اخرج سفر موسیٰؑ قال فنظر الیہ مرتین فقال المستقر الرحم ...

اس روایت سے ظاہر ہے۔ کہ ابن عباسؓ اہل کتاب سے قرآن مجید کی تفسیر اور انکے معانی پوچھ لیتے تھے۔ اور اس میں حرج نہیں سمجھتے تھے۔ دوسرا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ ابن عباس جب ایسے الفاظ کے معانی بھی ان سے دریافت کرتے تھے۔ کہ جنکی نسبت اہل کتاب کو اوروں کی نسبت کوئی خاص معلومات حاصل نہ ہوتے۔ تو کیا یہ قرین عقل نہیں ہے کہ وہ واقعات اہل کتاب کے گھر میں ہوئے اور جنکا علم ان سے بہتر کسی اور کو ہونا ناممکن تھا۔ ان کی بابت ابن عباس نے ضرور انہی سے یہ واقفیت حاصل کی ہے چنانچہ اس کو آگے چلکر کسی قدر ثبوت بھی دیتا ہوں۔ امید ہے کہ نامہ نگار صاحب اسکو بغور ملاحظہ کرینگے

۴۔ چہارم یہ کہ ابن عباس سے اس ذباح میں کئی روایتیں مروی ہیں ایک روایت جسکو آپ نے نقل کیا ہے اور میں اسکو اوپر لکھ چکا ہوں۔ دو اور روایتیں ہیں جنکو آپ چھوڑ گئے ہیں۔ ان تینوں روایتوں میں واقعات کا اسقدر اختلاف ہے جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ ایک شخص کی طرف منسوب نہیں ہو سکتیں۔ اور اسلئے باہم متعارض اور متنافی ہیں۔ اور ان میں سے کوئی بھی لائق اعتبار نہیں۔ اور اختصاراً انشاء اللہ تعالیٰ سنیئے۔

ابن عباس کی جس روایت کو ابو سعود نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے " لما قصد ملك بنی اسرائیل قتله علیه السلام امر جبریل ان یدخل بیتاً فیه روزنة فرفعه جبریل من تلك الروزنة الى السماء فقال الملك لرجل خبیث منهم ادخل علیه فاقتله فدخل فالقى الله عز وجل شبهه علیه فخرج یخبرهم انه لیس فی البیت فقتلوه وصلبوه" اور لیجیے ابن عباس کی تیسری روایت جسکو خازن نے نقل کیا ہے قال ابن عباس ان عیسٰی استقبل رهطاً من الیهود فلما رأوه قالوا قد جاء الساحر ابن الساحرة والفاعل ابن الفاعلة فقذفوه وامه فلما سمع عیسٰی ذلك دعا علیهم ولعنهم فمسخهم خنازیر فلما رأی ذلك یهودا رأس الیهود وامیرهم فزع لذلك وخاف دعوته فاجتمعت کلمة الیهود علی قتل عیسٰی وثاروا الیه لیقتلوه فبعث الله عز وجل جبریل فادخله خوخة فی سقفها روزنة فرفعه الله من تلك الروزنة فامر یهودا رأس الیهود رجلاً من اصحابه یقال له ططیانوس ان یدخل الخوخة فیقتله فیها فلما دخل لم یر عیسٰی وابطأ علیهم فظنوا انه یقاتله فیها والقی الله علیه شبه عیسٰی فلما خرج ظنوا انه عیسٰی فاخذوه وقتلوه وصلبوه۔ اب آپ ان دونوں روایتوں کو لیکر اس روایت سے مقابلہ کیجئے جس کو آپ نے نقل کیا ہے۔ اور بتائیے کہ ان تینوں روایتوں میں جو ابن عباس کے نام پر مروی ہیں کوئی اختلاف ہے یا نہیں۔ کیا ان پچھلی دونوں روایتوں میں (۱) حضرت مسیح کا اپنے اصحاب کے پاس جانا مذکور ہے اور (۲) کیا ان میں کسی چشمہ کا ذکر کیا گیا ہے جس میں نہا کر حضرت مسیح حواریوں کے گھر میں پہنچے ہوں اور (۳) کیا ان روایتوں میں بارہ حواریوں کا بیان ہے جن میں ایک کی نسبت بتایا گیا ہو کہ وہ میرا انکار کریگا۔ (۴) کیا ان میں یہ کہیں لکھا ہے۔ کہ حضرت مسیح نے اپنے حواریوں سے کہا ہو کہ

تو میرا شبیہ بن جا۔ اور میری جگہ قتل اور سولی دیا جا۔ (۴) کیا کسی نوجوان کا ان پہلی روایتوں میں کوئی تذکرہ ہے جسکو یہ وعدہ دیا گیا ہو کہ تو میرے درجہ میں میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

علی ہذا میں دریافت کرتا ہوں۔ کہ خازن نے ابن عباس کی جس روایت کو نقل کیا ہے۔ کیا اس کے مندرجہ ذیل واقعات آپ والی روایت میں مذکور ہے۔ جبکہ مذکور کہ خازن والی روایت میں تصریح موجود ہے کہ (۱) مسیح کی بددعا سے یہودیوں کی ایک جماعت بصورت خنزیر ہو گئی۔ اور مسیح نے ان پر لعنت کی تھی۔ (۲) یہودیوں نے کمیٹی کی کہ مسیح کو مارنا چاہیئے۔ ایسا ہو کہ لوگ اسکی دعوت کو قبول کرنے لگیں۔ (۳) یہودیوں نے مسیح کے کسی حواری کو نہیں مارا بلکہ انکا اپنا ایک آدمی مسیح کی شبیہ بنگیا۔ اور اس کو انہوں نے قتل کردیا اور صلیب دیدیا۔ وغیرہ ذالک جنکو میں فضول سمجھکر ترک کرتا ہوں۔

۵۔ پانچویں یہ کہ ابن عباس کی اس روایت کا ماخذ جسکی نسبت آپ لکھتے ہیں کہ وہ حدیث مرفوع ہے۔ تفسیر ابن جریر ہے۔ گر وہ خود فرماتے ہیں۔ کہ اس باب میں تیرہ بھی اقوال منقول ہوئے ہیں۔ انھیں وہب ابن منبہ کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے اور اس کے سوا باقی اقوال میں بعید از صواب ہیں۔ اب آپ بتائیں کہ کیا ابن جریر کی رائے آپ کے نزدیک قابل قبول ہے یا نہیں۔ ۶۔ ششم اتقان میں امام سیوطی فرماتے ہیں وغلت التفاسیر الطوال التی اسندوها الی ابن عباس غیر مرضیة ورواتها مجهول۔ کہ وہ لمبی لمبی روایتیں جو ابن عباس کی طرف منسوب ہیں ناپسندیدہ ہیں اور انکے راوی نامعلوم اور مجہول ہیں۔ آپ تو مطلقاً لکھتے ہیں۔ کہ ابن عباس کی روایات قصص کے باب میں حدیث مرفوع کا حکم رکھتی ہیں۔ مگر دیکھئے ابن عباس کے ان لمبے لمبے روایات کی بابت امام سیوطی کیا لکھ گئے ہیں۔ اس کے علاوہ دیکھئے مجمع البحار جلد ۲ صفحہ ۵۰۵ میں لکھا ہے اوہی طرق تفسیر ابن عباس طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فاذا انضم الیه محمد ابن مروان السدی الصغیر فهی سلسلة الکذب وبعده مقاتل بن سلیمان مرات فی

مقاتل مذاھب رد وقد۔ امام احمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ تفسیر الکلبی من اولہ الی
آخرہ کذب لا یحل النظر فیھا۔ ان عبارت کی نقل سے میرا مدعا یہ ہے کہ آپ نے
ابن عباس کے نام کی روایات کے متعلق جو غلط دعویٰ کیا ہے کہ وہ مطلقاً بحکم حدیث
مرفوع ہیں۔ آپ پر واضح ہو جاوے کہ یہ صحیح نہیں اور جو آپ نے لکھا ہے از سرتا پا غلط ہے
۔ ساتویں یہ کہ ابن عباس کے اس قصہ کا اصل ناقل مفسرین میں صاحب تفسیر ابن جریر
ہے۔ اور اسکی نسبت نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم لکھتے ہیں قد ذریت قصۃ
عیسیٰ من طرق مختلفۃ وساقھا احمد بن حمید وابن جریر وابن المنذر علی
صفۃ قریبۃ معانی الانجیل جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ روایت ابن عباس کی اختراع
صادرہ نہیں بلکہ اہل انجیل سے لیگئی ہے۔ ۸۔ اس بات کو کہ یہ روایت اہل کتاب
سے لیگئی ہو شبہ کے علاوہ اور بھی کئی ثبوت موجود ہیں۔ (۱) اول اسباب میں بعض روایات
ہیں جن میں ابن عباس کی روایتیں بھی داخل ہیں۔ انہیں اہم سنت "متناقض" ہے۔ اور
امام شوکانی فتح القدیر جلد اول صفحہ ۳۳۳ میں فرماتے ہیں ھذہ التفاسیر المتناقضۃ
لعلھا وصلت الی ھولاء الاعلام من جھۃ الیھود قاتلھم اللہ فی آذ بعضھا لا الآخر
لقصد التلاعب بالمسلمین والتشکیک علیھم وھکذا کل منقول عن بنی اسرائیل
متناقض ویشتمل علی ما لا یعقل فی الغالب ولا یصح ان یکون مثل ھذہ التفاسیر
المتناقضۃ مرویۃ عن النبی صلعم و اذا کان ذلک الا قائلھم اجل قدرا من التفسیر
بالرای ومما لا مجال للاجتھاد فیہ اما حال رکوب ھذہ الامور المعسفۃ المتناقضۃ*
اس منقولہ عبارت میں امام شوکانی صاحب نے کئی باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے (۱) اول یہ

* اس عبارت کو امام شوکانی نے مفسرین کے منقولہ اقوال متعارض العصابۃ الذی یکون
کذلک اذا خبر بما لا مجال للرای والاجتھاد فیہ یکون للحدیث حکم الرفع
کے ہمراہ ملاکر غور فرمادیں تو انکی حقیقت معلوم ہو جائیگی۔ منہ

بتایا ہے۔ کہ یہ ناممکن ہو کہ نبی کریمؐ سے متناقض تفسیریں منقول ہوں۔ اسواسطے بطور اصول یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جہاں متناقض تفسیریں کسی آیت میں منقول ہوں۔ وہ نبی کریمؐ سے ہرگز بروایت صحیح نقل نہ ہونگی۔ بلکہ دشمنان دین کی کارستانی ہوگی۔

(۲) دوسرے یہ بتایا ہے کہ اہل کتاب دین اسلام اور مسلمانوں کیساتھ مخاصمت کی غرض سے اس قسم کے روایات کو بیان کر دیا کرتے تھے جو علی العموم نہایت غیر معقول باتیں ہوتی تھیں۔ اور بنی اسرائیل کی اس قسم کی روایات کی بڑی تین پہچانیں بتائی ہیں (۱) کل منقول عن بنی اسرائیل متناقض (۲) ویشتمل علی ما لا یعقل فی الغالب (۳) لا یعلم ان یکون مثل هذه التفاسیر المتناقضة مرویاً عن النبی۔

اب ہم یہ انصاف آپ پر چھوڑتے ہیں۔ کہ اس بارہ میں جو روایات اقوال منقول ہیں وہ اس طرح کی ہیں یا نہیں (متناقض روایات کا ایک خاکہ آگے چل کر کھینچونگا) اسکو غور سے پڑھیئے (۳) دوسرا ثبوت اسبات کا یہ ہے۔ کہ ابن کثیر میں ایک روایت ہے۔ جو اسطرح ہے۔ قال ابن اسحاق وحدثنی رجل کان نصرانیاً فاسلم ان عیسیٰ حین جاءه من الله انی رافعک قال یا معشر الحواریین ایکم یحب ان یکون رفیقی فی الجنة علی ان یشبه للقوم فی صورتی فیقتلوه فی مکانی فقال سرجس انا یا روح الله قال فاجلس فی مجلسی فجلس فیه ورفع عیسیٰ فدخلوا علیه فاخذوه فصلبوه فکان هو الذی صلبوه وشبه لهم "نصرانی کے یہ الفاظ آپ اپنی فرضی حدیث ابن عباس کو ملاکر غور کیجئے تو صاف ظاہر ہوگا۔ کہ ابن عباس کی روایت بھی دراصل انہی سے لیگئی ہے۔

اسکے علاوہ اور بھی کئی ایک شہادتیں اس امر کیواسطے موجود ہیں۔ کہ یہ روایت اہل کتاب سے لیگئی ہو مگر میں انکو تطویل کیوجہ سے چھوڑتا ہوں۔

(۴) اس روایت (قول ابن عباس جسکو مخالف نے اپنی تائید میں پیش کیا ہے اور جو زیر بحث ہے) ابن عباس میں بیان ہوا ہے۔ فالقی علیہ شبہ عیسیٰ۔ یعنی ایک حواری پر

حضرت مسیح کی شبیہ ڈالی۔ اور میں ثابت کر چکا ہوں۔ کہ شبیہ مسیح میں اس قدر مختلف خیال ہیں۔ کہ بعض نے اسبات سے بھی انکار کردیا ہے کہ کوئی شخص قتل ہوا تھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے القاء شبہ اور اس پر متفرع واقعات کو نہایت لغو سمجھا ہے۔ پھر ابو حیان اور ابو علی الجبائی امام فخر الدین رازی اور جمہور متکلمین کا جو مذہب اس بارے میں ہے۔ اسکو بھی نقل کر چکا ہوں۔ انکی تفصیل پر نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ محققین ان باتوں کو ہمیشہ سے بیہودہ اور لغو سمجھتے آئے ہیں

(۱۰) دسویں یہ کہ ابن عباس کی یہ روایت ان کتب احادیث میں بیان کی گئی ہے جو باعتبار صحت و شہرت و قبول کے طبقہ رابعہ کی کتابیں ہیں اور جنکی نسبت حضرت شاہ عبد العزیز عجالہ نافعہ میں تحریر فرماتے ہیں "طبقہ رابعہ احادیثے کہ نام و نشان آنہا در قرون سابقہ معلوم نبود۔ و متاخران آنرا روایت کردہ اند" اور پھر فرماتے ہیں "ایں احادیث قابل اعتماد نیستند۔ کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود" پھر فرماتے ہیں "ایں قسم احادیث را و بسیاری از محدثین رد ہ است و بجہت کثرت طرق ایں احادیث کہ دریں قسم کتب موجود ہ اند مغرور شدہ حکم بتواتر آنہا نمودہ و قطع یقین بدان تمسک جستہ برخلاف احادیث طبقات اولی و ثانیہ و ثالثہ مذہبے بر آوردہ اند و دریں قسم احادیث کتب بسیار مصنف شدہ اند برے را شمارم" پھر فرماتے ہیں "بیشتر ساختہ و ضع احادیث در باب مناقب و مثالب و در تفسیر و در بیان اسباب نزول و در باب تاریخ و ذکر احوال بنی اسرائیل و قصص انبیاء سابقین وغیرہ ذلک نیز ایں حادثہ رو دادہ" سنیئے۔ آپنے ابن عباس کی روایت کو حدیث مرفوع بنانے کیواسطے ایک قیاس چلایا تھا۔ اور لکھا تھا۔ "ضروری بات ہے کہ ابن عباس نے اپنی عقل سے یہ قصہ بیان کیا ہے یا رسول اللہ صلعم سے سنکر۔ عقل سے تو بیان نہیں کرسکتے۔ کیونکہ یہ تاریخی بات ہے۔ اس میں عقل کو دخل نہیں۔ پس ضروری ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم سے سنکر فرماتے ہیں انتہی"

☆ تفسیر ابن جریر کو بھی جو آپ کی روایت کا ماخذ ہے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی طبقہ میں [illegible]

رسول اللہ سے سن کر فرماتے ہیں تو اس کی حجیت میں کیا کلام ہے؟ مگر دیکھیے شاہ صاحب بالکل اس کے برخلاف لکھتے ہیں (۱) تاریخ اور قصص انبیاء سابقین اور تفسیر میں اکثر احادیث (دور از بحث روایت تو حدیث بھی نہیں محض ایک قول ہے) موضوع ہیں۔ اور ان میں نہایت مسامحت سے کام لیا گیا ہے۔ اور اس میں کوئی استثنا نہیں کرتے۔

۲۔ دوسرا نتیجہ شاہ صاحب کی اس عبارت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ احادیث طبقہ اولیٰ و ثانیہ و ثالثہ کے خلاف جو مذہب یا عقیدہ اس طبقہ رابعہ کی احادیث پر مبنی ہو۔ وہ اعتبار کے لائق نہیں۔ اور جن محدثین نے ان احادیث سے تمسک کر کے کوئی مذہب یا عقیدہ قائم کیا ہے۔ انہوں نے ٹھیک نہیں کیا (۱) صحیح بخاری میں آنحضرت صلعم کا شب معراج میں حضرت مسیح کو اموات میں دیکھنا صراحتاً مروی ہے۔ (۲) صحیح بخاری میں جو طبقہ اولیٰ کی کتاب حدیث ہے۔ ابن عباس کی مرفوع حدیث مروی ہے۔ جس میں آنحضرت صلعم فرماتے ہیں میں وہی کہوں گا کہ قال العبد الصالح عیسی ابن مریم و کنت علیہم شہیدا مادمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم و انت علی کل شیء شہید۔ جس کو صاف طور پر حضرت عیسیٰ ابن مریم کی وفات ثابت ہے۔ اب آپ فرمائیے کہ اس کے بخلاف طبقہ رابعہ کی کسی حدیث کو کیونکر قابل وثوق سمجھا جاوے جبکہ کل محدثین کا یہ فیصلہ ہے۔

(۳) اگر آپ ابن عباس کی روایت (قول ابن عباس) پیش کرتے ہیں تو تابعین ساتھ ان روایت کو کیوں پیش نہیں کرتے ہیں جن سے وفات حضرت مسیح ثابت ہو رہی ہے اور آپ کے اس قصہ کی پوری تردید ان سے ہوتی ہے جن میں سے بعض یہ ہیں۔ (۱) عن عائشۃ رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی توفی فیہ لفاطمۃ رض ان جبریل کان یعارضنی القرآن فی کل عام مرۃ وانہ عارضنی بالقرآن العام مرتین و اخبرنی انہ لم یکن نبی الا عاش نصف الذی قبلہ و اخبرنی ان عیسی بن مریم عاش عشرین و مائۃ سنۃ فلا ارانی الا ذاھبا علی راس الستین (۲) مرفوع حدیث میں ہے۔ لو کان عیسیٰ و موسیٰ

حیث مات وسمیا (۱) ابیاس (۲) وعن ابن عمر ان عیسیٰ عاش ۱۲۰ وعشرین سنة (۳)
(۴) قال مالک رحمہ اللہ عیسیٰ مات وتمسک ابن حزم بظاهر الآية وقال بموته۔
(۵) حضرت ابن جریر علیہ الرحمۃ اپنی کتاب تاریخ طبری کے صفحہ ۷۳۹ جلد دوم میں ایک کتبہ کا ذکر
کرتے ہیں جس میں یہ عبارت بھی ہے ھذا قبر رسول اللہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام الی اہل
هذه البلاد (۶) شرح عقائد نسفیہ میں ہے وقتلوا انه صلب ثم رفع بعد الصلیب [illegible]

ماصلبوہ کے ترجمہ شاہجہانپوری پر میری التماس

قول ابن عباس ذکر کردہ پر بحث کرنیکے بعد اب میں چاہتا ہوں
کہ آیت ما قتلوہ وما صلبوہ سے جو استدلال شاہجہانپوری صاحب
نے کیا ہے۔ اور اس بارہ میں جو کچھ اُنکی تحریر ہے۔ اسپر کچھ عرض کروں۔ آپ لکھتے ہیں آیت
ما قتلوہ وما صلبوہ میں صلبوہ کا ترجمہ ہے "مسیح علیہ السلام کو انہوں نے صلیب پر نہیں چڑھایا"
اور اس ترجمہ کی صحت کیواسطے آپنے بزعم خود کئی ایک دلیلیں بھی لکھی ہیں جن پر نمبروار ذیل
میں عرض کرتا ہوں۔ پہلی دلیل آپ نے یہ دی ہے کہ مفردات راغب میں لکھا ہے الصلب
الذی ھو تعلیق الانسان للقتل جسکا ترجمہ کئے ہیں۔ انسان کو لکڑی پر چڑھانا اسکو صلیب
کہتے ہیں قتل کی غرض ہو۔ حاصل اسکا یہ ہے کہ مصلوب صرف اُسی کو نہیں کہتے جو قتل
کیواسطے صلیب پر لٹکایا جاکر صلیب پر ہی جان دیدے۔ بلکہ اسکی دو صورتیں ہیں۔ ایک وہ جو
صلیب پر مر جاوے۔ اور ایک وہ جو اس پر نہ مرے اور زندہ ہی اتار لیا جاوے۔ یعنی جس طرح
مصلوب کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہو جو صلیب پر ہی مر جاوے۔ اسی طرح اس لفظ کا اطلاق
اسپر بھی ہو سکتا ہے۔ جو صلیب پر قتل کیواسطے لٹکایا گیا ہو گو صلیب پر اسکی موت واقع نہو
اور وہ زندہ ہی اتار لیا جائے جیسا کہ ہم احمدی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کو صلیب پر بغرض قتل چڑھایا
گیا۔ مگر خدا نے بحکمت وقدرت وتصرف مشیت آپکو صلیبی موت سے محفوظ رکھا۔ چونکہ یہود
کی اصل غرض بھی یہی اصل دلیل ہے جسکے اندر تصفیہ ہونا چاہئیے۔ کہ وہ شخص مصلوب
کہلا سکتا ہے یا نہیں جو صلیب پر صرف لٹکایا گیا ہو۔ اور مرے نہیں۔ اگر یہ ثابت ہوگیا

ہو محض صلیب پر رکھنے سے بھی صلب کا مفہوم متحقق ہو جاتا ہے۔ تو ایک منصف مزاج اس
امر کا اعتراف کریگا کہ ما صلبوہ کا جملہ جس طرح حضرت مسیح کی موت علی الصلیب کی نفی کرتا
ہے اسی طرح تعلیق بلا موت کا بھی نافی ہے۔ سنیئے صلب کے معانی میں مفردات راغب میں
محض تعلیق الانسان للقتل کے موجود ہونے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ بلا موت علی الصلیب کے بھی صلب
کا اطلاق شخص معلق علی الصلیب پر ہو سکتا ہے۔ علاوہ ان امور کے جنکا بعد میں ذکر ہوگا
خود اس کتاب کے رو سے بھی قابل تسلیم نہیں ہو جس کے بعض وجوہ یہ ہیں۔ (۱) الصَّلب
الذی ہو تعلیق الانسان للقتل قیل انما ھو من صلب الودک جس کو ظاہر ہو
کہ صلب اسی تعلیق کو کہینگے جس میں شخص معلق کی چربی بہی ہو (۲) دوسرے یہ کہ مفردات
راغب میں آیت (۱) لاصلبنکم اجمعین اور (۲) لاصلبنکم فی جذوع النخل
اور آیت (۳) ان یقتلوا او یصلبوا اور (۴) آیت ما صلبوہ کو قتیل کے ایک ہی
سلک میں منسلک کیا گیا ہے جس سے صاحب مفردات کا یہ منشا ظاہر ہوتا ہے کہ صلب
کے جو معنی ان دوسری آیات میں ہیں۔ وہی ما صلبوہ میں ہونگے۔ اور مسلّم ہے کہ ما صلبوہ
کے سوا جو تینوں آیتیں مذکور ہیں۔ ان میں محض تعلیق للقتل ہرگز مراد نہیں۔ بلکہ قتل علی الصلیب
مراد ہے (۳) تیسرے یہ کہ مفردات راغب میں صلب کے اصلی اور مقدم معنے استخراج
ودک (چربی نکالنا) لکھتے ہیں۔ جو کہ محض تعلیق للقتل میں متحقق نہیں ہو سکتے جب تک کہ
موت ساتھ واقع نہو اور اصلی معنی کا بلا وجہ ترک کرنا ناجائز ہے۔ اب دیگر ائمہ لغت کی تصریح
پر غور کیجئے (۱) الصَّلبُ ھذہ القتلة المعروفة لان ودکه وصدیده یسیل (۲) الصلب
اصلہ الودک (۳) معنی الصلب ما یسیل من ودکہ (۴) الصَّلیبُ الودک فی حدیث
انّہ استفتی فی استعمال صلیب الموتی۔ اس لغوی تصریح سے چار دلیلیں پیدا ہوتی ہیں
دلیل (۱) صلب کے معنے قتلہ معروفہ ہے یہ بدیہی ہے کہ قتلہ معروفہ موت کی خاص صورت
ہو علی الصلیب واقع ہوتی ہے محض تعلیق للقتل سے تکمیل کو نہیں پہنچتی۔

دلیل (۲) صلب کی اصلیت۔ وہ کہ چربی ہے اور یہ کھلی بات ہو کہ یہ اصلیت صلب میں ثابت نہیں ہوگی جبتک کہ صلیب پر موت واقع نہ ہو محض تعلیق مقتل ہو اسکا تحقق نہ ہو

دلیل (۳) مصلوب کی وجہ تسمیہ جس کو بتلایا گیا ہو کہ مصلوب صرف اس شخص کو کہتے جس کی چربی اور پیپ اسپر صلیبی موت کے وارد ہونیکی وجہ سے بہتی ہو۔ مصلوب کی وجہ تسمیہ اہل لغت نے بتائی ہے یہی۔ اسکا اس شخص کے وجود میں تحقق ہوتا ہو جو صلیب پر سے زندہ ہی اتار گیا ہو۔ ہرگز نہیں۔ (ملاحظہ ہو تاج العروس شرح قاموس اور لسان العرب)

دلیل (۴) لفظ صلیب ہے۔ اس میں وہ بتایا گیا ہو کہ صلیب کو اسوجہ سے صلیب کہتے ہیں کہ وہ ذریعہ ہو شخص مصلوب کی چربی نکلنے اور بہنے کا۔

ان مذکورہ بالا وجوہ سے ثابت ہے۔ کہ شاہجہانپوری نامہ نگار کا یہ لکھنا کہ وقوع موت صلب کے معنی سے خارج ہو بالکل غلط ہو۔ اگر وقوع قتل صلب کے معنے میں داخل نہیں ہو تو ظاہر ہو کہ جو شخص دوسرے کو صلیب پر چڑھائیگا۔ وہ ضرور اس حالت میں قاتل بھی ہوگا جبکہ شخص متعلق علی الصلیب کو زندہ اتارا جائے۔ اور پھر بعض حالتیں صلیب کی ایسی بھی ہونگی جنمیں اس پر قاتل ہو۔ ایکو قاتل نہ شمار کیا جائیگا حالانکہ تاج العروس میں بغیر کسی صورت کے استثنا کے صلب کو خاص قتل بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اس میں بحوالہ مصباح لکھا ہے۔ صلبہ ای قتلہ وغیرہ۔ جملہ مصلوبا جسمیں صریحاً ہو کہ مصلوب صرف مقتول کو کہتے ہیں۔ اور مصلوب کی دو قسمیں، مقتول اور غیر مقتول بالکل نہیں ہیں۔ بلکہ فقط ایک ہی فرد ہے جس پر لفظ مصلوب کا اطلاق ہوتا ہے جبکہ وہ شخص صلیب پر جان دیدے اور زندہ نہ اتار لیا جاوے

باقی رہا کے ترجمہ نوشتہ نامہ نگار کہ مسیح علیہ السلام کو یہودنے صلیب پر بھی نہیں چڑھایا" کی صحت پر دوسری دلیل نہوں نے یہ لکھی ہو کہ مسیح کا تو رفع جسمانی ہوچکا تھا

۱۔ مرقع میں روایات کو یہ اختلاف قابل لحاظ ہے	دوسری روایت میں ہے
ایک روایت میں ہو کہ۔ ا۔ حضرت مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے	ا۔ تین دن کی موت کے بعد آپ کو رفع ہوا۔

وہ کیسے صلیب پر چڑھائے جاتے۔ اور اس مقام پر عیسیٰ کے رفع جسمانی پر دو دلیلیں انجام فرماتے ہیں۔ لفظ بل در آیت ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ کو پہلی✝ دلیل بنایا ہے اس مذکور عاکر ایسے اس طرح پر کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں یہ لفظ آیا ہے سب جگہ اس کے

دلیل بل | قبل والے جملہ کو حکم مابعد والے جملہ کے حکم کے ضرور بضرور مخالف ہوتا ہے یعنی کہیں پر دونوں حکم جمع نہیں ہو سکتے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آیت ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ میں بل کو قبل جملہ ما قتلوہ یقیناً واقع ہے۔ اس کا حکم عیسیٰ کا دفع قتل کرتا ہے۔ اور اس کے بعد جملہ رفعہ اللہ الیہ واقع ہو۔ جسکا حکم عیسیٰ کو اٹھا لینا ہے۔ ان دونوں میں مخالفت ایسی ہونی چاہیئے کہ کہیں جمع نہ ہوں۔ لیکن یہ مخالفت تب ہی ہو سکتی ہے۔ جب عیسیٰ کی رفعت مع جسم کے مانی جاوے۔ اگر ایسا نہ کیا جاویگا۔ تو جمع ہونا بھی ممکن ہو جائیگا۔ کیونکہ عیسیٰ جو رسول تھے اگر آپ قتل بھی کیے جاتے تب بھی آپ کی روح کی رفعت ہوتی۔ پس اگر رفع سے مع کا رفع مانا جائیگا۔ تو قتل اور رفع روح بھی جمع ہو سکینگے۔ اور ایسے وقت میں بل کا لفظ بیکار رہ جائیگا۔ اسلئے کہ قرآن کی شان بہت بعید ہے۔ کہ کوئی لفظ بیکار ہو ضرور ہے کہ جسم کا اٹھانا مانا جاوے۔" اس دلیل سے حضرت مسیح کا رفع جسمانی ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ اسکی تفصیل ذیل میں ہے۔ مقدم اور سب سے بڑی بات اس عبارت میں نامہ نگار نے یہ بھی ہے کہ اگر رفعہ اللہ الیہ سے رفع روحانی مراد لیا جاوے تو بل کے ماقبل و مابعد کے دونوں حکم جمع ہو جاوینگے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کا اگر صلیب پر قتل ہونا بھی مانا جائے تب بھی آپ کا

۲۔ آنچہ جبرئیل فرشتہ آکر لے گئے۔	۱۔ بادل میں لٹک کر آسمان پر گئے۔
۳۔ بحالت بیداری لفظ آپکا رفع ہوا	۲۔ بحالت نوم آپ آسمان پر تشریف لیگئے
۴۔ مسیح کے رفع سے مریم کو علم تھی ... پاس آکر رو گئی۔	۳۔ مریم نے مسیح کیسے ساتھ لے جانا چاہا۔ مگر مسیح نے ساتھ لے جانا پسند نہ کیا۔
۵۔ مسیح نے بوقت رفع مریم کو قیامت کے دن کی ملاقات کا وعدہ دیا۔	۵۔ رفع کے بعد نزول فرما کر حواریوں کو تسلی دی اور حواریوں کو ممالک میں تبلیغ کی خدمت سپرد کی

✝ دوسری دلیل کا بیان بعد میں آئیگا۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۳۰

تب بھی آپکا رفع ہو سکتا ہو۔ انھوں نے کہ آپ ایلی رسول تھے۔ مگر تعجب ہے کہ نامہ نگار نے اتنا نہیں سمجھا
کہ اگر حضرت مسیح صلیب پر قتل ہو جاتے تو انکو بھی کون مانتا جبکہ اس وقت کی شریعت میں مصلوب
مدعی نبوت کی بابت یہ لکھا تھا کہ ایسے شخص کا رفع روحانی نہیں ہو سکتا۔ اور وہ ملعون ہوتا ہے۔
یہ بات کہ حضرت مسیح نبی ہیں اور انکا رفع روحانی ہوا ہے۔ اسکی تو بنیاد ہی یہی ہے کہ وہ صلیبی
موت سے بچائے گئے۔ ورنہ اگر انکا صلیب پر مرنا قبول کیا جاوے۔ تو نہ انکی نبوت ثابت ہو سکتی ہو
اور نہ انکا رفع روحانی۔ ہم جو انکا رفع روحانی مانتے ہیں۔ تو محض اسی بنا پر کہ وہ خدا کے رسول تھے
جو مصلوب نہیں ہوئے۔ ورنہ جو شخص کہ نبوت کا مدعی ہو اور وہ مصلوب ہو جاوے۔ بموجب تورات
شریف اسکی نہ تو نبوت ثابت ہوگی۔ اور نہ اسکا رفع روحانی ہی ہوگا کیونکہ جو شخص نبوت کا
دعویدار ہو کر صلیب کے ذریعہ مارا جاویگا۔ وہ خدا کا سچا نبی نہیں ہوگا۔ اور صلیبی موت کی وجہ سے
لعنتی ٹھہریگا جس کے معنی ہیں کہ نہ خدا سے تعلق ہوگا اور نہ خدا کو اس سے تعلق۔ وہ خدا کی رحمت
سے دور رہیگا۔ اور اسکا رفع روحانی ہرگز نہ ہوگا جب اصل حقیقت یہ ہے تو اس صورت میں نامہ
نگار صاحب بتلاویں۔ کہ بل کے ماقبل و مابعد کا حکم قتل بالصلیب اور رفع روحانی کیسے
جمع ہو سکتے ہیں۔ فتفکر و تدبر۔ اسکے بعد ہم پوچھتے ہیں۔ کہ (۲) نامہ نگار صاحب یہ بتلاویں
کہ وہ صورت آپنے لکھی ہو کہ اس میں بل کے ماقبل و مابعد کے دونوں حکم جمع نہیں ہو سکے
جمع ہو گئے ہیں۔ مگر آپکو خبر نہیں ذرا غور کیجئے۔ آپ لکھتے ہیں۔ بل سے ماقبل جملہ ما قتلوہ ہو
اور اس کا حکم عیسیٰ کا قتل کرتا ہے۔ اور بل کے بعد جملہ رفعہ اللہ الیہ ہے۔ اور اس کا
حکم عیسیٰ کو اٹھا لینا ہے۔ اب بتاؤ کہ کیا آپ کا یہ اعتقاد نہیں کہ عیسیٰ قتل نہیں ہوئے۔
اور کیا آپ یہ نہیں کہتے کہ وہ عیسیٰ اٹھائے گئے ہیں بہ رفع جسمانی۔ جب یہ دونوں ہی
حکم آپ مانتے ہیں۔ اور دونوں کو حضرت مسیح کی ذات میں جمع ہونا بھی قبول کرتے ہیں تو
لیں بتلائیے۔ آپ کا یہ قضیہ کہاں گیا کہ "بل کے قبل والے جملہ کا حکم مابعد والے جملہ کے حکم
کے منافی ضرور مخالف ہوتا ہے۔ اور وہ کہیں جمع نہیں ہو سکتے۔ ع الزام انکو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

* ملاحظہ ہو صفحہ ۲۲۰

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ یہ بھی ارادت کرنا ہو کہ یہ معاملہ اپنے کہاں پڑ جاتے کہ بل کے قبل والے جملہ کا حکم مابعد والے جملہ کے حکم کے ایسا مخالف ہوتا ہو کہ وہ دونوں کہیں بھی جمع نہیں ہو سکتے۔ اسکا نام اسلوب ہے۔

بل کی بحث اصل یہ ہے کہ بل ایک حرف اضراب ہے۔ اگر اس (بل) کے بعد جملہ واقع ہو تو ایسی حالت میں یا تو ابطال کیلئے ہوگا۔ اور اسکی مثالیں یہ ہیں (۱) قالوا اتخذ الرحمن ولدا سبحانه بل عباد مکرمون (۲) ام یقولون به جنة بل جاءهم بالحق یا انتقال (اس غرض) الی آخر کیلئے ہوگا بدون ابطال کے اسکی مثالیں یہ ہیں (۱) ولدینا کتاب ینطق بالحق وهم لا یظلمون بل قلوبهم فی غمرة (۲) قد افلح من تزکی وذکر اسم ربه فصلی بل تؤثرون الحیوة الدنیا (۳) جاؤا علی قمیصه بدم کذب قال بل سولت لکم انفسکم امرا (۴) اتاتون الذکران الی قوله بل انتم قوم عادون اس بیان سے ظاہر ہے کہ بل ابطالیہ کو اسواسطے ابطالیہ کہتے ہیں کہ اس کے پہلے جملہ کا ابطال کیا جاتا ہے۔ برخلاف بل انتقالیہ کے کہ اس میں پہلے جملہ کا ابطال نہیں ہوتا بلکہ دونوں جملے سچے ہوتے ہیں اور بل کے بعد کا جملہ یا قبل کا جملہ کوئی بھی باطل نہیں ہوتا ہر دو نوں جملے واقع میں حق ہوتے ہیں یعنی جس طرح بل ابطالیہ کے استعمال سے بل کے قبل کا ابطال منظور ہوتا ہے اس طرح اسکو (انتقالیہ) بدون ابطال ماقبل محض ایک بیان سے دوسرے بیان کی طرف انتقال کرنیکی غرض سے لایا جاتا ہے۔ اس بیان میں بل ابطالیہ اور بل انتقالیہ کا فرق واضح ہے۔

اسکے بعد اگر آپ یہ تحقیق کرنا چاہتے ہیں۔ کہ زیر بحث یعنی وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ میں کونسی بل مراد ہے۔ تو میں آپ کو کہونگا۔ ان آیت میں دونوں قسم کی بل ہو سکتی ہو انتقالیہ بھی اور ابطالیہ بھی۔ بل انتقالیہ تو اسواسطے کہ وہ محض ایک بیان سے دوسرے بیان کی طرف انتقال کیواسطے ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے۔ کہ وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ

بقیہ یہ ہے کہ آیت زیر بحث میں جو بل ہے اسکو اصطلاح نحو میں بل ابتدائیہ کہتے ہیں اور بل عاطفہ اور ابتدائیہ میں [illegible]

میں ایک بیان سے دوسرے بیان کی طرف انتقال کیا گیا ہے۔ اور ان دونوں جملوں میں کوئی جملہ بھی خلاف واقعہ نہیں۔ کیونکہ دونوں جملے ماقتلوہ اور رفعہ جناب الٰہی کے فرمودہ ہیں۔ اگر بل انتقالیہ کی گذشتہ مثالیں ملاحظہ کریں گے۔ تو آپکو اطمینان ہوجائیگا اور بل ابطالیہ قرار دینے کیواسطے بل سے پہلے ایک تقدیر ہوگی۔ جو کلام سابق سے مفہوم ہے اور وہ اس قسم کی ہوسکتی ہے۔ مثلاً قالوا قتلنا المسیح یقیناً فما قتلوہ کلا بل رفعہ اللہ الیہ۔ اس بات کی نظیر کہ بل سے پہلے بعض اوقات ایسا جملہ مقدر ہوجایا کرتا ہے۔ جو کلام سابق سے مفہوم ہوسکتا ہے۔ قرآن کریم کی ایک آیت بھی ہے۔ جو سورہ رعد میں ہے ولو ان قرآناً سیرت به الجبال او قطعت به الارض او کلم به الموتیٰ بل للہ الامر جمیعاً۔ اس آیت میں بل للہ الامر جمیعاً سے ماقبل ایک مقدر جملہ نکالا گیا ہے جس کو بل کے ذریعہ اضراب کیا گیا ہے۔ اگر کسی نے کچھ لکھا ہے۔ اور کسی نے کچھ۔ مثلاً روح المعانی میں لکھا ہے۔ تقدیرہ لیس لك من الامر شیء بل الامر للہ جمیعاً۔ ایسا ہی ابن جنی نے لکھا ہے۔ بہر صورت آیت ماقتلوہ یقیناً میں بل انتقالیہ کہا جائے یا بل ابطالیہ۔ ہر دو حال میں معنی بالکل صاف ہیں جس کی توضیح ہر دو قسم کے بل کی تمثیلات گذشتہ سے ہوسکتی ہے۔ (رفع کی مزید بحث بعد میں آتی ہے) باقی جو کچھ آپ نے بل کی نسبت لکھا ہے اسکا کوئی ثبوت نہیں۔ گو میں سمجھتا ہوں۔ کہ غالباً آپکو قاموس کی عبارت ذیل سے مغالطہ ہوا ہے۔ "فھی التقریر ماقبلھا علی حالہ وجعل ضدہ لما بعدھا" مگر یہ عبارت بل عاطفہ کی نسبت ہے نہ بل ابتدائیہ کے متعلق۔

رفع جسمانی کی دوسری دلیل

دوسری دلیل علامہ نگر نے حضرت مسیح کے رفع جسمانی کے اثبات میں یہ بیان کی ہے۔ کہ رفعہ میں ہ کی ضمیر عیسیٰ کی طرف راجع ہو کیونکر اسکے قبل ماقتلوہ وماصلبوہ وغیرہ میں جتنی ضمیریں ہیں انکا مرجع عیسیٰ ہیں۔ عیسیٰ نام ہے روح اور جسم دونو کا ہے۔ اسلئے رفع عیسیٰ میں دونوں روح و جسم کا مرفوع ہونا مراد ہوگا۔

؎ مطلب یہ کہ یہ دونوں قول انا قتلنا المسیح وغیرہ کے بموجب ان مدعیان کتاب کے جنکا تذکرہ بعض جگہ میں بیان ہوا ہے سے ہوتے ہیں۔ منہ

مگر مجھکو اس میں یہ کئی اعتراض ہیں۔
اوّل۔ نمبر (۵) سے پہلے جو ضمیریں ہیں۔ ان سب کا مرجع عیسیٰ نہیں ہیں۔
(۱) تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔ کہ شُبّہ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ ہرگز نہیں ہیں
(۲) اسپر اتفاق نہیں کہ اختلفوا فیہ اور شک منہ اور العلم کی ضمائر کا مرجع عیسیٰ ہیں۔
(۳) ما قتلوہ (ہ) میں ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ اس (ہ) کا مرجع ظن ہے نہ کہ عیسیٰ۔ اے ما
قتلوا ظن یقینا۔ دوم اس پر اتفاق نہیں کہ عیسیٰ روح و جسم دونوں کے مجموعہ کا نام
(اول) قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ کی نسبت یہ آیات ہیں۔ (۱) اذ قالت الملٰئکۃ یا مریم
ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسیٰ ابن مریم وجیھا فی الدنیا والاخرۃ
ومن المقربین (عمران) (۲) انما المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وکلمتہ القٰھا
الیٰ مریم وروح منہ (نساء) ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ عیسیٰ کو کلمۃ اللہ اور روح منہ
فرماتا ہے اسپر آپکو معلوم ہوگا۔ کہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ۔ روح اور جسم دونوں کے مجموعہ کو
نہیں کہتے۔ (دوم) شیخ محمد عبدہ مصری جو اس زمانہ میں مجدد اللغۃ العربیۃ سمجھا گیا ہے وہ
اپنی تفسیر میں لکھتا ہے۔ ان الروح ہی حقیقۃ الانسان والجسد کالثوب المستعار
فانہ یزید وینقص ویتغیر و الانسان انسان لانہ روحہ ہی ہی (سوم) امام فخر الدین
رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں فثبت ان الانسان لیس عبارۃ عن ھٰذا الھیکل بل ھو
اما جسم لطیف فی ھٰذا البدن و اما جوہر روحانی مجردۃ فی ذاتہ وھو مدبر فی ھٰذا البدن۔
(چہارم) حقیقت محمدیہ اور حقیقت عیسویہ اور حقیقت حضرت یحییٰ اس وقت بھی متحقق تھی جبکہ
انکا اس عالم میں ظہور نہ تھا۔ یہ بات آپکو آیات ذیل سے واضح ہوگی۔ (۱) و مبشرا برسول
یاتی من بعدی اسمہ احمد (۲) ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسیٰ ابن مریم
(۳) ان اللہ یبشرک بیحییٰ مصدقا بکلمۃ من اللہ (۴) حضرت مسیح کی نسبت اور ری پر

+ ان شاء اللہ تفصیل تفسیر والہ میں تشریح سے موجود ہے۔ اختصار کیوجہ سے ترک کرتا ہوں۔ منہ

ڈالی گئی تھی۔ اسکی نسبت روایات میں ثابت ہے فنفخ الیہم فقال انا عیسیٰ حالانکہ مسیح کی روح اور جسم کوئی چیز بھی اس میں متحقق نہ تھی۔ (۲) شب معراج میں آنحضرت صلعم نے انبیاء کی ارواح سے ملاقات کی۔ اور انپر آدمؑ ابراہیمؑ نوحؑ وغیرہ ہر ایک نبی کا جو نام تھا اطلاق فرمایا حالانکہ اطلاق اسم کیواسطے آپکے نزدیک یہ دوسری شرط تھی۔ وہ موجود نہ تھی۔

میری اس مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے۔ کہ دلیل کے یہ دونوں جزو جن پر استدلال تھا۔ باطل ہیں یعنی (۱) یہ جزو کہ رفع سے پہلے موضوع لہٗ ہیں۔ (۲) اطلاق مسیح عیسیٰ میں (۲) دوسرا یہ جزو کہ عیسیٰ روح و جسم کے مجموعہ کا نام ہے جب دلیل کے یہ دونوں جزو باطل ہو گئے تو ظاہر ہے کہ انکا نتیجہ جو یہ تھا کہ رفع عیسیٰ میں جسم اور روح دونوں کا مرفوع ہونا مراد ہو گا۔ خود بخود باطل ہو گیا۔ پس اصل بات وہی ہے جو احمدی نے بیان کی یعنی کہ آیۃ مذکورہ میں حضرت مسیح کا رفع روحانی بعد الموت مراد ہے۔ جس کے بعض اور قرینے ہیں۔

(۱) سب سے بڑھکر جو دلیل قرآن مجید نے حضرت مسیح کے رفع روحانی میں بیان کی ہے وہ آیت انہ قال یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ الآیۃ ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ مسیح سے وعدہ فرماتا ہو کہ میں تجھے طبعی موت دیکر تیرا رفع کرونگا۔ اور وہ رفع روحانی ہو جس کیلئے آنحضرت صلعم نے بھی دعا کی اللّٰہم الحقنی بالرفیق الاعلیٰ اور حضرت یوسف نے جناب الٰہی میں عرض کی اللّٰہم توفنی مسلما والحقنی بالصالحین۔

(۲) رفع روحانی پر دوسری دلیل جو قرآن مجید میں آئی ہے۔ وہ حضرت مسیح کا اپنا اقرار ہے جسکو جناب باری سورۃ مائدہ میں بیان کرتے ہیں۔ فلما توفیتنی* کنت انت الرقیب علیہم۔

* پس مقصد یہ ہے کہ حضرت مسیح کا رفع ثابت ہو کیونکہ آیت انی متوفیک ورافعک میں حضرت مسیح کو رفع کا وعدہ دیا گیا ظاہر ہو کہ یہ رفع بعد التوفی ہوا ہے اور آیت فلما توفیتنی آ جانے کی وجہ سے بعض وہ جو شخص قرآن مجید کے برخلاف یہ دعویٰ کرتا ہو کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کا رفع جس العنصری ... کبغیر الموت یقال نزید ... تو گویا وہ خدا تعالیٰ کے اس کلام کی تکذیب کرتا ہے جس میں خدا نے فرمایا تھا کہ اے مسیح میں تیری طبعی موت کے بعد تیرا رفع کرونگا۔ انی متوفیک ورافعک

(۳) تیسری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے ولو شئنا لرفعناه بها ولکنه اخلد الی الارض۔ کہ اس میں اخلد الی الارض کے مقابل ہے سو جناب الٰہی نے رفع الی اللہ کی تفسیر یہ کی کہ ان الذین هم المقربین کی قال وقربناه نجیا۔ وقال فی حق عیسیٰ ومن المقربین۔ وجاء فی آیة اخریٰ ورفعناه مکانا علیا (۴) آنحضرت صلعم کی وہ حدیث پڑھیں کہ اذا تواضع العبد رفعه الله الی السماء السابعة (۵) پانچویں دلیل رفع سے رفع روحانی لینے پر ہر مومن کی وہ دعا ہے جس کے نماز میں پڑھنے کا حکم ہے "اللّٰهم ارحمنی واهدنی وارزقنی وارفعنی واجبرنی"۔ (۶) ششم تفسیر کبیر میں ہے انه رفع بالرفعة بالدرجة والمنقبة لا بالمکان والجهة۔ ساتویں وہ تمام شہادتیں جن سے حضرت مسیح کی وفات ثابت ہے آواز بلند بیانگ ہیں کہ بل رفعه اللہ میں سوائے رفع روحانی کے اور کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔

شاہجہانپوری نامہ نگار کے تیسرے و چوتھے دلائل کی تردید

ہمارے احمدی دوست نے اپنے انہیں اخبار کے مضمون میں تیسری بات یہ لکھی تھی کہ الفاظ قرآنی ولکن شبه لهم سے یہ مطلب نہیں کہ صلیب پر مسیح کا کوئی شبیہ چڑھایا گیا تھا بلکہ ان الفاظ سے جناب باری کا یہ منشا ہے کہ مسیح کے قاتلوں کو آپ کے صلیب پر چڑھائے جانے کے بعد شبہ ہوا۔ اور انہوں نے گمان کر لیا کہ مسیح عیسیٰ موت سے مر گئے حالانکہ واقع یہ ہے کہ مسیح ابھی زندہ ہی تھے کہ صلیب پر سے اتار لئے گئے۔ اس پر شاہجہانپوری نامہ نگار رقمطراز ہیں کہ نہیں (۱) حدیث ابن عباس کے خلاف ہے۔ ۲۔ آیت ما قتلوہ وما صلبوہ میں الفاظ ولکن شبه لهم سے ثابت ہے کہ ایک شخص کو حضرت عیسیٰ کا شبیہ بنا دیا گیا تھا۔ اور اسکو بجائے حضرت عیسیٰ کے مصلوب کیا گیا تھا۔ (۳) حضرت مسیح صلیب پر نہیں چڑھائے گئے کیونکہ یہ ما صلبوہ کے خلاف ہے۔ ان تینوں دلیلوں کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔ کہ مرزائی کا دعویٰ غلط ہے۔ اب شکر ہے میں پیشتر ثابت کر چکا ہوں کہ حدیث ابن عباس[عـه] کچھ بھی نہیں ہے۔ اس پر پوری بحث گزر چکی ہے۔ اور اسی طرح حواشی شبہ مسیح[عـه] کی حقیقت بھی بیان ہو چکی ہے اور نیز ۳۔ صلب کی تشریح میں ما صلبوہ کے ترجمہ

عـه دیکھو صفحہ ۲۲۳۔ عـه دیکھو صفحہ ۲۳۲۔ عـه دیکھو صفحہ ۲۳۰۔

کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر نہیں چڑھائے گئے۔ کی اصلیت بھی کھل آئی ہوں۔ اس لیے ضرورت نہیں۔ کہ میں ان ابحاث کا اس جگہ اعادہ کروں۔ البتہ ایک امر ہے کہ جسکو اگلہ جسکی نسبت اس کو پہلے نہیں لکھا گیا۔ اور نامہ نگار نے اسکو اس موقعہ پر بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ لکن کی بابت

لکن کا بیان | فرماتے ہیں لکن معناها الاستدراک وهو ان تثبت لما بعدها حکما مخالفا لما قبلها ولذلك لا بد ان يتقدمها كلام مناقض لما بعدها او ضد له قاموس۔ اس عبارت کو نقل کرکے لکھتے ہیں چونکہ لکن کے پہلے جملہ کا حکم بالکل مغائر اور مخالف اور ضد بعد والے جملہ کے ہوتا ہے۔ اس سے مرزائی لکن شبہ لہم کے یہ معنے کرتے ہیں غلطی پر ہیں۔ کہ یہود کو مسیح کے باب میں شبہ ہوا۔ کیونکہ اس صورت میں لکن کے بعد کے جملہ کا حکم اور لکن کے ماقبل کے جملہ کا حکم ضد نہیں رہتی۔ اسلئے کہ ان کے نزدیک بمصلوب صلیب پر چڑھائے جانیکا منافی نہیں۔ اور شبہ لہم کے معنے جو یہ لوگ کرتے ہیں کہ صلیب پر چڑھائے جانیکے بعد یہود کو شبہ ہوا۔ اور انہوں نے گمان کر لیا کہ مسیح صلیبی موت سے مرگئے اور ظاہر ہے۔ کہ اس حالت میں لکن کے ماقبل و مابعد کے جملوں کے حکم میں ضد باقی نہیں رہتی۔ اور دونوں جملے مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانیکے کو ثابت کرتے ہیں حالانکہ لکن کی اہمیت اور حقیقت چاہتی ہے۔ کہ ان دونوں میں ضد اور منافات ہوتی (یہ خلاصہ ہے نامہ نگار کی لکن کی تقریر کا)

نامہ نگار کی اس تقریر پر میرا اتنا لکھدینا کافی ہوگا۔ کہ آپنے جو کچھ لکن کے متعلق قاموس سے نقل کیا ہے۔ اسکو زیربحث آیت لکن شبہ لہم سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ ہی ان نتائج کا یہاں کوئی تعلق ہے جو آپنے قاموس کی عبارت پر متفرع کئے ہیں۔ اور آپنے یہ سخت مغالطہ کھایا ہے کہ لکن مخففہ اور لکن مشددہ میں آپکو تمیز نہیں رہی۔ آیت لکن شبہ لہم میں لکن مخففہ واقع تھا۔ اور آپنے قاموس سے بحث لکن مشددہ کی نقل کر دی۔ اور اس طرح بنا الفاسد علی الفاسد کے مرتکب ہوئے۔ قاموس میں لکن مشددہ کی نسبت صرف اتنی عبارت ہی "قال

ولیها الانام فهی حرف ابتداء لمجرد الاستدراک. مگر اسکو تو آپ ترک کر گئے۔ اور لٰکن مشددہ کی بحث چھیڑ دی ہے۔ چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا۔ الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ لٰکن مخففہ واسطے استدراک کے ہوتا ہو۔ اور استدراک کے معنی ہیں۔ دفع ما یتوهم ثبوته۔ جیسے کہ لٰکن مشددہ کی بحث میں مغنی اللبیب میں لکھا ہو "ما زید شجاعاً لکنه کریم لان الشجاعة والکرم لا یکاد ان یفترقا فان نفی احدهما یوهم انتفاء الآخر" خلاصہ اس کا یہ ہے۔ کہ شجاعت اور سخاوت دو ایسے وصف ہیں کہ جہاں پر ایک کا وجود ہوتا ہے۔ وہاں دوسرا بھی اغلباً موجود ہوتا ہے۔ اور قریباً یہ ایسے ہیں کہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتا۔ اس واسطے جب ایک شخص نے زید کی نسبت یہ کہا۔ کہ اس میں شجاعت کا وصف مفقود ہے۔ ساتھ ہی اس بات کا وہم ہوتا تھا کہ اس میں سخاوت بھی نہیں۔ اسی وہم کے دور کرنے کے واسطے حرف لایا جاتا ہو۔ جسکو حرف استدراک کہتے ہیں۔ جب اس نے ساتھ یہ بھی کہدیا لکنه کریم تو یہ وہم دور ہو گیا اور معلوم ہو گیا۔ کہ زید میں گو شجاعت تو نہیں لیکن سخاوت موجود ہے۔

اب زیر بحث لکن مشبہ لہم کے متعلق معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ یہ لکن کے جو واسطے استدراک کے ہو کس وہم کا ازالہ کیا گیا ہے جس کے ثبوت کا توہم بصورت نہ ہونے لکن کے ہو سکتا ہے۔ سو ہم احمدی تو کہتے ہیں۔ کہ چونکہ وہ شخص جو صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔ مسیح کی صورت و شکل پر تھا۔ اسواسطے یہ وہم ہو سکتا تھا۔ کہ وہ خود مسیح تھا۔ اسلیئے اللہ تعالیٰ نے لکن حرف استدراک کے لانے سے اس توہم کو دور کر دیا۔ اور بتا دیا کہ وہ مصلوب مسیح نہیں تھا۔ در اصل وہ ایک شبیہ تھا۔ جو مسیح کی جگہ صلیب دیا گیا۔ مگر چونکہ یہ تاویل اس تسلیم پر مبنی ہے کہ مسیح کی جگہ کوئی دوسرا شخص انکا شبیہ صلیب دیا گیا ہے۔ اسواسطے ہم احمدی اس تاویل کا انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ بدلائل عقلی و نقلی یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ حضرت مسیح کا کوئی شخص شبیہ نہیں بنا تھا۔ اور نہ انکی جگہ کوئی اور شخص صلیب

دیا گیا تھا۔ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ اعتقادِ شبہ المسیح کی داستان بالکل لغو ہے جس کا کوئی بھی ثبوت نہیں۔ مگر ہم کو ساتھ ہی روایات بھی محقق ہیں۔ اور یہود اور نصاریٰ اور جمہور اہلِ اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت مسیح کی صورت اور شکل کو ایک انسان ضرور صلیب پر چڑھایا گیا ہے اور جملہ مسلمہ تاریخی ان میں وہ شہادتیں بھی داخل ہیں جو حضرت مسیح کی وفات اور موت طبعی ثابت ہوئی ہے، بھی اس امر کو ثابت کرتی ہیں۔ اس واسطے ہم بات کے قبول کرنے پر مجبور ہیں کہ درحقیقت خود حضرت عیسیٰ صلیب پر چڑھائے گئے۔ گو ہم اہلِ کتاب کے ساتھ اس میں قطعی اختلاف رکھتے ہیں کہ مسیح کی موت صلیب پر واقع ہوئی کیونکہ جن دلائل سے

؎ اعتقادِ شبہ کا مسئلہ جب منقح ہو اس کو تمام مسلمات سے دامن اٹھانا پڑتا ہے۔ اس کو تمام شرائع اور نبوتوں کا ابطال لازم آتا ہے۔ اور اس کو تمام اخبارِ متواترہ کا اعتبار اٹھانا پڑتا ہے۔ تفسیر کبیر

اعتقادِ شبہ کے باب میں تفسیری روایات کا اہم اختلاف	انجیلِ برنباس میں ہے	تفسیری روایات میں ہے
	۱۔ فقط ایک حواری حضرت مسیح کا شبیہ بنا تھا۔	۱۔ بعض حواری تمام کے تمام آپ کی شبیہ ہو گئے۔
	۲۔ جو یہوداہ کے مسیح [illegible] کی لالچ میں [illegible]	۲۔ وہ حضرات جناب باری نے ایک شخص کو شبیہ بنا [illegible]
	۳۔ مسیح آسمان پر اٹھایا گیا اور [illegible] کے [illegible]	۳۔ مسیح کے ساتھ صرف ایک شبیہ تھا اور کوئی نہ تھا
	۴۔ شبیہ مسیح نے کہا۔ میں عیسیٰ	۴۔ شبیہ نے کہا انا عیسیٰ انا صاحبکم
	۵۔ اس بات سے شبیہ نے بہت جزع فزع کی	۵۔ مسیح کو کوئی گھبراہٹ نہیں ہوئی۔
	۶۔ شبیہ یہودی تھا۔ گو اس میں اختلاف ہے کہ (۱) محسن الناس تھا۔ یا (۲) قیصر کا خلیفہ تھا۔ یا (۳) قاتلِ مسیح تھا۔	۶۔ ایک شخص حواری تھا جس کو آپ نے اس عوض میں جنت کا وعدہ کیا۔
	(۸) اعتقادِ شبہ کو واقع صحیح ہو	(۷) ایسا واقع نہیں ہوا۔
	(۹) مسیح کی جگہ وہ شخص قتل ہوا۔	(۸) وارا کوئی نہیں گیا۔ صرف [illegible] گی
	(۹) مسیح کو چند سپاہی گرفتار کرنے آئے	(۹) وہ [illegible] گرفتاری کے واسطے آیا تھا۔

مسیح کو صلیب پر چڑھایا جانا ہمارے نزدیک ثابت ہے اسی درجہ کے دلائل کو یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ مسیحؑ کی موت صلیب پر واقع نہیں ہوئی۔

پس ہمارے نزدیک ماقتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم میں بذریعہ لکن (جو استدراک کے واسطے استعمال ہوتا ہے) جس توہم کو رفع کیا گیا ہے۔ اور جس وہم کے ثبوت کا ازالہ مقصود ہے لکن کے ذریعے تھا۔ وہ یہی ہے کہ اگر لکن شبہ لہم کی زیادتی نہ ہوتی۔ اور فقط ماقتلوہ وما صلبوہ پر اکتفا کیا جاتا۔ تو اس سے ممکن تھا کہ کوئی شخص اس واقعہ کا بھی انکار سمجھ لیتا جو کہ مسیح کے ساتھ پیش آیا کہ انکی حالت صلیب پر چڑھائے جانے کے بعد کو مصلوب ہوگئی تھی اگر کوئی کہا جاتا ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ ایک شخص صلیب پر چڑھایا گیا ہو اور اس پر ایسی حالت طاری ہوئی ہو جیسی کہ مسیح پر طاری ہوئی تھی۔ اور وہ صلیب پر نہ مرا ہو جس کی وجہ سے اہل کتاب نے یہ سمجھ لیا کہ مسیح نے صلیب پر جان دے دی حالانکہ وہ زندہ ہی صلیب پر سے اتار لئے گئے تھے

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اس کے واضح کرنے کو کافی ہے کہ شاہجہانپوری نامہ نگار نے اپنے مضمون میں جو یہ الزام احمدی پر لگایا تھا کہ اس نے احادیث نبی کریم صلعم کو خلاف کیا ہے اور اسکا مضمون قرآن اور عربیت کے بھی مخالف ہے محض غلط ہے۔ بلکہ وہ خود ہی گیا ہوکر ... خود ٹھوکر کھائی ہے۔ اور کوئی بات بھی درست نہیں کہی۔ اسکے بعد اب میں نامہ نگار کے اس بیان پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں جو اس نے اپنے مضمون کی تمہید میں اہتمام کیا ہے۔ کہ

لہ ہم دیکھتے ہیں کہ سلسلہ احمدیہ کی تالیفات میں حضرت مسیحؑ کے رفع جسمانی اور قتل شبیہ اور القاء شبہ کے ابطال میں تفصیلاً بحث کی گئی ہے۔ اور کی اشتراک سے یہ تینوں دعوی ثابت ہیں کہ

(۱) القاء شبہ کی داستان } (۲ و ۳) غلط اور فضول ہے
(۲) قتل شبیہ کی داستان

(۳) یہ کہ اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح کو یہود نے بغرض قتل صلیب پر ضرور چڑھایا۔ مگر خدا نے یہود کو ناکام کرکے انکو لعنتی موت سے بچا لیا اور آپ بحکمت و تصرف الٰہی زندہ ہی صلیب پر سے اتار لئے گئے۔ یہود نے غلطی کی کہ آپ مرگئے ہیں حالانکہ آپ زندہ تھے۔ منہ

لاہوری نے قرآن کریم کی تفسیر میں کتب سابقہ سے روایات لی ہیں۔ حالانکہ آنحضرت صلعم نے اس سے منع فرمایا ہو۔ دوسرے جب توریت شریف اور انجیل محرف و مبدل ہو چکی ہیں۔ تو ان سے قرآن میں مطالب یا ثبوت میں پیش کرنا کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ تیسرے ایک محرف و مبدل کتاب کی تصدیق محض بیہودہ ہے۔"

نامہ نگار نے اس تقریر میں تین باتوں کا دعویٰ کیا ہے۔ (۱) قرآن کریم کی تفسیر میں کتب سابقہ سے دلیل لینا سو آنحضرت نے منع فرمایا ہو (۲) انجیل اور توریت محرف و مبدل ہیں۔ اگر ثبوت میں پیش کیا گیا تو فائدہ نہیں دیتا (۳) محرف و مبدل کتاب اگر کسی بات کی تصدیق کرے تو بیہودہ ہے۔

یہ تینوں دعوی غلط ہیں۔ یا صحیح انکی تفصیل بعد میں ہو۔

کیا آنحضرت صلعم نے کتب سابقہ سے قرآن کی تفسیر میں دلیل لینا منع کیا ہے

(۱) عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلعم بلغوا عنی ولو آیۃ وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج ومن کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار (رواہ البخاری) ترجمہ عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا پہنچاؤ مجھ سے گرچہ ایک ہی آیت ہو۔ اور حدیث بیان کرو بنی اسرائیل سے اس میں کچھ حرج نہیں۔ اور جو شخص قصداً مجھ پر جھوٹ بولیگا تو اسکو اپنا ٹھکانا آگ میں بنانا چاہیئے۔ (۲) فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ (یعنی) اہل التوراۃ والانجیل (الیہود والنصاری) اس حدیث اور آیت شریفہ سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم نے کتب سابقہ سے قرآن شریف کی تفسیر میں کسی جگہ دلیل لینے سے منع نہیں فرمایا۔ گو اس میں جواز ہے لیکن تفصیل ہو کہ کتب سابقہ سے اس حد تک دلیل لینا جائز ہوگا۔ جہاں تک کہ قرآن مجید کی صریح نصوص کی مخالفت نہ ہو۔ اور وہ بھی اس حد میں جسکی تائید عقل و نقل سے ہو سکتی ہو مگر ہم اصل مقصد تفاسیر قدیمہ و جدیدہ میں ثابت ہوا اس کا ظاہر ہو کہ اگر کوئی ممانعت بھی اس باب میں آنحضرت سے ثابت ہوتی تو وہ ایسا نہ کرتے۔ بلکہ المراد یہ تحریر پیدا بھی نہیں کی کہ ان روایات میں کسقدر گند بھرا ہوا ہو اور تمام رطب و یابس کو تفاسیر میں نقل کر دیا ہو۔ محدث حافظ ابن کثیر آیت

ولقد اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل وبعثنا منہم اثنا عشر نقیبا کی تفسیر میں لکھا ہے فقد رأیت فی السفر الرابع من التوراۃ تعداد ہؤلاء النقباء علی اسباط بنی اسرائیل اور اس کے بعد ان نقباء کے نام لکھے ہیں جن کا تورات میں ذکر ہے۔ امام شوکانی نے اپنی تفسیر فتح القدیر جلد اول کے صفحہ ۴۷۹ میں زرہت اور درت کی روایا کی بحث میں لکھتے ہیں "حاصلھا راجع الی اخبار بنی اسرائیل" مختصر یہ کہ مضمون نگار کا یہ دعوے مطلقاً صحیح نہیں کہ آنحضرت نے کتب سابقہ سے روایتے سے ممانعت فرمائی ہو گو ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہدایت کیواسطے کافی مجموعہ قرآن مجید ہی ہے۔

کیا یہ درست ہے کہ انجیل و توراۃ محرف و مبدل ہیں اور انکو کسی ثبوت کیواسطے پیش کرنا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔

تو اسکا جواب جو کہ اہل حدیث ہونیکا مدعی ہو اور جن اہل حدیث کا سرگروہ ہو اور اس نے مدرسہ دار الحدیث ہی میں تعلیم پائی ہو اسکے واسطے اس عنوان کے ماتحت سب سے مقدم ہم زبردست گواہ حضرت محمد بن اسماعیل بخاری کی گواہی پیش کرتے ہیں۔

انکا فیصلہ تحریف و تبدیل کتب سابقہ کی نسبت صرف اتنا ہی ہے کہ ان میں لفظی تحریف و تبدیل واقع نہیں ہوئی۔ اور قرآن شریف میں جو یحرفون الکلم عن مواضعہ وارد ہوا اسکی نسبت فرماتے ہیں کہ معنوی تحریف تھی یعنی انکا یہ مطلب ہے کہ اہل کتاب اپنی کتابوں میں الفاظ کی تبدیلی مگر تفسیر کرتے تھے۔ انکی تحریف صرف اتنی تھی کہ اس کتاب کے الفاظ کی اس قسم کی مراد بتاتے تھے کہ جو کلام الٰہی کا مقصود نہ ہوتی۔ اس فیصلہ کی خوبی یہ ہے کہ ابن عباس کی بھی یہ روایت ہے اسکے بعد اور دیگر محققین کا یہ مذہب اس باب میں منقول ہے۔ اسکو بعینہ تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے: "اعلم ان التوراۃ والانجیل اللذین عند الیہود والنصاری الآن اختلف فیھما ھل ھما مبدلان ومحرفان لفظا او لا وانما فذھب طائفۃ من العلماء والمحدثین الی ان ذلک انما وقع فی التاویل فقد صرح بہ البخاری واختارہ الفخر الرازی وغیرہ لقولہ تعالٰی فأتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صادقین۔ وھو امر للنبی صلعم

بالاستعمال بعبارة المبدل لا يحتج به ولما اختلفوا في الرجم لم يمكنهم تغيير آية منها
آپ نے مفردات راغب کو بھی قابل اعتماد و اوثق اعتبار قرار دیا ہے اسمیں بھی ہے۔ وہاں
لکھا ہے یحرفون الکلم عن مواضعہ قیل انہم کانوا یبدلون الالفاظ و یغیرونہا وقیل انہ کان
من جہت المعنی و ہو حملہ علی غیر المقصد بہ و اقتضاہ و ہذا امثل فی القولین فان اللفظ اذا
تداولتہ الالسنۃ و اشتہر یصعب تبدیلہ" ان عبارات کا ماحصل یہی ہو کہ کتب سابقہ کے
متعلق جس تحریف کا قرآن مجید نے اثبات کیا ہے اس کو مراد تحریف لفظی ہرگز نہیں ہو
اس کو مراد صرف یہ ہو کہ اس امر کا بیان کرتا ہے جو کلام الٰہی کے مرادات کی نسبت انکا
تبادر، وخلاف منشائے الٰہی الفاظ کے ایسے معانی بتا دیتے تھے۔ جو کتاب میں مقصود نہ
ہوتے یہی مذہب ہے۔ امام بخاری اور اکثر محدثین کا۔ اور امام فخر الدین رازی اور ایک طائفہ
فقہا کا ۔ میں نہیں سمجھتا کہ محدثین کا یہ مذہب ہوتے نامہ نگار کو یہ جرأت کیوں پڑی کہ
کتب سابقہ کی نسبت اس نے دعویٰ کر دیا کہ ان میں ایسی تحریف لفظی ہوگئی ہے کہ وہ اب
بالکل کسی امر میں بھی لائق اعتبار نہیں۔ اگر کتب سابقہ میں ایسی ہی تحریف ہوچکی تھی جیسے کہ
نامہ نگار کا زعم ہے۔ تو وہ بتائیں تو سہی کہ قرآن شریف میں جو یہ آیات وارد ہیں اور اس
قسم کی دیگر آیات ان کا پھر کیا مطلب اور مراد ہے۔ (۱) فاسألوا اهل الذكر (ای
اهل التوراة والانجيل اليهود والنصارى) (۲) الذين يتبعون الرسول النبي الامي
الذي يجدونه مكتوبا عندهم في التوراة والانجيل (۳) يا اهل الكتاب قد جاءكم
رسولنا يبين لكم كثيرا مما كنتم تخفون من الكتب (ای التورات والانجيل) (۴)
وعندهم التوراة فيها حكم الله يحكم بها النبيون (۵) لو بقوا من التوراة خلفا
ولكن عندهم التوراة التي فيها حكم الله (۶) و امنوا بما انزلت مصدقا لما معكم
ولا تكونوا اول كافر به (ای صدقوا بما انزلت على محمد من القرآن والقرآن
مصدق لما مع اليهود من بني اسرائيل من التوراة ۔

چو تنقیح بیان میں لکھا ہو۔ قال عبد الرحمن بن خلدونؒ فی کتاب العبر۔ واما ما یقال من ان علماء الیهود هم بدلوا مواضع من التوراة بحسب اغراضهم فی دیانتهم فقد قال ابن عباس علی ما نقل عنه البخاری فی صحیحه ان ذلک بعیدؔ وقال معاذ الله ان تعمد امة من الامم الی کتابها المنزل علی نبیها فتبدله او ما فی معناه قال وانما بدلوه وحرفوه بالتاویل ویشهد لذلک قوله تعالی وعندهم التوراة فیها حکم الله ولو بدلوا من التوراة الفاظها لم یکن عندهم التوراة التی فیها حکم الله وما وقع فی القرآن الکریم من نسبة التحریف والتبدیل فیها الیهم فانما المعنی به التاویل اللهم الا ان یطرقها التبدیل فی الکلمات علی طریق الغفلة وعدم الضبط وتحریف من لا یحسن الکتابة بنسخها فذلک یمکن فی العادة لا سیما وملکهم قد ذهب وجماعتهم انتشرت فی الآفاق واستوی الضابط منهم وغیر الضابط والعالم والجاهل ولم یکن وازع یحفظ لهم ذلک لذهاب القدرة بذهاب الملک فتطرق من اجل ذلک الی صحف التوراة فی الغالب تبدیل وتحریف غیر معتمد من علمائهم واحبارهم ویمکن مع ذلک الوقوف علی الصحیح منها اذا تحری القاصد لذلک بالبحث عنه

اس عبارت میں نہایت وضاحت کیساتھ مطلقاً بتا دیا گیا ہے کہ کتب سابقہ کی نسبت جو خیال نامہ نگار نے ظاہر کیا ہے۔ نہایت غلط ہے:

کیا مسیح ہی کے گرخیں متوازات سے کسی بات کی تصدیق کرانا بیہودہ ہے

اس خیال کی تردید کے دلائل یہ ہیں۔ ۱ فاسئلوا اهل الذکر فی باب تصدیق النبی) ۲- الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوباً فی التوراة والانجیل (وثبت نقل الائمة قدیماً وحدیثاً من التوراة والزبور التصدیق بمحمد بالاستخراج من کتبهم) ۳- قل فأتوا بالتوراة فاتلوها ان کنتم صادقین (زرقانی و تقدمہ جم ...) ان آیات نے نامہ نگار کے تینوں دعوی متعلق کتب سابقہ کی تردید کر دی ہے۔ خلاصہ ان جوابات کا یہ ہے کہ مہدی نے حضرت مسیح کے صلیبی زندگی کے باب میں ان اسناد کے پیش کرنے میں جو کتب سابقہ سے ماخوذ ہیں کسی ایسے امر کا ارتکاب نہیں کیا

آنکا ب نہیں کیا ہو۔ اسکو نہیں کرنا چاہیئے علاوہ بریں ان واقعات پر اس کتاب کی دونوں قوموں یہود و نصاریٰ کا اتفاق ہے اور ان دونوں دشمن قوموں کا یہ اتفاق بھی بنیاد امر حسی[1] پر ہے۔ کوئی معمولی بات نہیں۔ پھر آپ نہیں بتا سکتے کہ یہ واقعات کسی حدیث صحیح یا آیت قرآنی کے مخالف ہیں۔ ان متفقہ واقعات کی اصلیت کا انکار بلا دلیل کسی ذی عقل کے نزدیک بھی قابل تسلیم نہیں ہو گا۔ بالخصوص جب کہ آیت لکن شبہ لہم سے اسکی تصدیق پائی جاتی ہو اور مفسرین نے جسقدر روایات مخالفہ اس تنازع میں نقل کی ہیں وہ سب دور از عقل اور خلاف احادیث صحیحہ اور باہم متناقض ہیں۔ اور ان واقعات کی نسبت جو کتب سابقہ میں اس باب میں مروی ہیں کوئی وجہ عقلی یا نقلی تحریف کیواسطے ثابت نہیں ہے۔ ومن یدعی فعلیہ البیان۔

معترض کے اعتراضات کا جواب یہاں پر ختم ہوا اب آیت زیر بحث کے ترجمہ پر اس مضمون کو میں ختم کرتا ہوں اور اختصار کی وجہ سے تفصیل کو چھوڑتا ہوں۔

آیت زیر بحث | وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيما۔

حل لغات | قتل۔ اماتة بضرب او حجر او سم او علة فهو قاتل یعنی قتل کے معنی ہیں ضرب یا پتھر یا زہر یا کسی اور صورت سے مار ڈالنا اور کہا ہے والقتل اخراج الروح من البدن۔ یعنی جسم سے روح کو نکال دینا قتل ہے۔ الصلب قتلة معروفة یعنی صلب ایک خاص صورت کی موت کا نام ہے جو بذریعہ صلیب ہوتی ہے۔ وما قتلوہ وما صلبوہ۔ حال۔ لکن۔ حرف استدراک رفع التوهم یعنی لکن کا حرف وہم باطل کے ازالہ کیواسطے ہوتا ہے۔ شبہ لہم۔ شبہہ

---

[1] امر حسی سے مراد یہ ہے حضرت مسیح کو شکل صلیب پر چڑھایا گیا۔ الیہود ادعوا انهم صلبوه وكذلك النصارى اولياؤهم وهم يقرون انهم به۔ منہ

الضمیر مسند الی الامر و شبہ من الشبہ کو انہیں صیغہ امر یعنی شبہ کی ضمیر امر کی طرف
پھرتی ہو اور لہٗ کا کلمہ لفظ شُبّہٗ سے مشتق ہو وہ شُبّہ اسم کے معنی میں اندریں صورت شُبّہ اور مشتبہ
گیا۔ تفسیر روح المعانی زیر وہ الذین اختلفوا۔ المراد من الموصول ایضًا الیھود والنصارٰی
جمیعًا یعنے الذین اختلفوا سے مراد یہود و نصاریٰ دونوں قومیں مراد ہیں۔ دوسرا یک قوم
بل رفعہ اللہ الیہ۔ وقع الاضراب فیھا عن جملۃ القول، عن الجملۃ المحکیۃ بالقول
وجملۃ القول اخبار من اللہ عن مقالتہم صادقۃ غیر باطلۃ لم یبطلھا الا المنع انما الذی وقع
الانتقال لاظہار الکثار الی اخبار عن وصف ما وقع الکلام فیہ من اللہ۔ یعنی اس آیت میں
بل رفعہ اللہ بل کے یہود کے دعوی انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ کو اضراب
واعراض واقع ہوا ہے اور اس اضراب کا فائدہ انکے کفر یہود کے دعویٰ قتل مسیح سے
انتقال کرنا ہے طرف اس خبر کے جو اللہ جل شانہٗ نے رفعہ اللہ میں دی ہے۔

اس مذکورہ بالا تشریح کے رو سے جو تفاسیر کا نمونہ اوراس آیت قرآنی کا ترجمہ جو ہوا جو
ہو نزول ہی ہو۔ مگر یہ یاد رہے کہ اس آیت کے ترجمہ کے بموجب متقدم مفسرین کے یہ ترجمہ ایک محل ہو۔ وہ
اسکا ترجمہ کئی طرح پر سلسلہ کے لوگوں نے کیا ہو جو ہم ایک دوسرے کا مضمون اور متحد ہے اور قال سب
کا واحد ہے

ترجمہ الآیت لعنت کا سزاوار ہے۔ یہود کا یہ قول کہ ضرور ہم نے مار ڈالا مسیح ابن مریم رسول اللہ
کو حالانکہ نہ قتل کیا انہوں نے اسکو اور نہ چڑھایا صلیب پر مارا ہو نہیں بلکہ اصل امر یہ معاملہ مشتبہ ہوگیا
اور بیشک جنہوں نے اختلاف کیا مسیح کے اس مقدمہ میں ضرور وہ شک میں پڑے ہیں۔ نہیں
انکو حقیقت احوال کا مطلق علم سوائے پیروی گمان کے اور نہیں مارا انہوں نے مسیح کو یقینًا۔ بلکہ رفع
کیا اسے مسیح کا اپنی طرف رتبہ میں بلند

لہ صلیبؔ کے اس معنی کی صحت اوپر گذر چکی ہے مفصل ذکر کیا گیا ہے دیکھو ہم نے بعض تفاسیر میں بھی یہ
ے ترجمہ میں ان الفاظ کو بنظر آیت یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی لکھا گیا ہو کر بلند مرتبہ پر

۲

مختصر تشریح ۔ مسیح کے قتل کے دعوی میں یہودیوں کا اتفاق نہیں کہ وہ کس طرح مقتول اور ہلاک ہوئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہم نے مسیح کو تلوار سے قتل کر دیا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مسیح کو پہلے سنگسار کیا گیا تھا۔ اور بعد میں عبرت کے لئے کاٹھ پر لٹکا دیا گیا۔ اور بعض کا یہ مذہب ہے کہ پہلے مسیح کو پھانسی دیا گیا۔ اور بعد میں تلوار سے اس کا سر جدا کیا گیا۔ اور بعض کا یہ خیال ہے کہ صرف پھانسی سے مارا گیا۔ آیت اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ میں یہود کے انہی خیالات کا مآل بیان ہوا ہے۔ جس سے ان بے بہبود کا یہ مدعا ہے کہ مسیح جو مقتول اور مصلوب ہو چکے نعوذ باللہ نزد خدا ملعون ہو گئے کیونکہ تورات کی کتاب استثناء باب ۱۸ آیت ۲۰ میں لکھا تھا۔ وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اُسے حکم نہیں دیا۔ یا اور معبودوں کے نام سے کہے۔ تو وہ نبی قتل کیا جاوے گا۔ اور باب ۲۱ آیت ۲۲ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو اور وہ مارا جاوے اور تو اُسے درخت میں لٹکا دے۔ تو اس کی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے۔ بلکہ تو اسی دن اُسے گاڑ دے کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے۔

استثناء باب ۱۳ آیت ۵ میں ہے۔ جھوٹا نبی اور خواب دیکھنے والا قتل کیا جاوے گا۔ اور یرمیاہ ۱۴ باب آیت ۱۵ میں ہے۔ جھوٹے نبی تلوار یا کال سے ہلاک کئے جاویں گے۔ زکریا باب ۱۳ آیت میں جھوٹوں پر خدا کی تلوار چلنے کا ذکر ہے۔ جناب الٰہی نے ان لفظوں میں یہود کے اس دعوی قتل کا انکار کیا جو

میں اُس وعدے کے ایفا کی طرف اشارہ ہے جو اس آیت میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مدعا یہ ہے کہ اوّل موت طبعی واقع ہو گی اور اس کے بعد رفع ہو گا۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ موت اور رفع میں یک ترتیب طبعی واقع ہے۔ ہر ایک مومن کی پہلے وفات ہوتی ہے پھر اس کا رفع ہوتا ہے بخلاف کفار کے کہ ان کے حق میں جناب الٰہی نے لَا تُفَتَّحُ لَھُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ کہکر ان پر رفع کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ رفعہ کی حدیث بصیغہ ماضی ہے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ متوفیک کے معنے میتک حتف انفک تفسیر کشاف میں موجود ہیں۔ منہ

اس کے بعد نفس [illegible] کو سلے کر کسی [illegible] کی [illegible] کو [illegible]

بیک [illegible] مگر [illegible] تخصیص [illegible] صاحب [illegible] کر [illegible] فرمایا ہے۔ اور

[illegible] سے اس [illegible] کو [illegible] فرمایا ہے۔ [illegible]

[illegible] اس [illegible] میں [illegible]

الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ ما لہم بہ من علم [illegible]

یقینا میں فرمایا ہے۔ [illegible]

[illegible] میں یہود کے [illegible] انا قتلنا المسیح [illegible]

[illegible] داخل کرکے [illegible] حقیقت [illegible]

[illegible] والتع [illegible] کے [illegible] الی [illegible]

[illegible] کا [illegible] کرتے [illegible]

[illegible] کو ایک عجیب [illegible] عیسیٰ [illegible]

[illegible] مستد [illegible] رافعک الی [illegible] من قولہ [illegible]

مثل ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا [illegible]

[illegible] الصلاۃ [illegible]

[illegible] یوم [illegible] ولکن شبہ لہم [illegible]

[illegible]

[illegible] ۱۲

خاکسار

فضل الدین [illegible]

رجسٹری نمبر ۵۶۳

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مجرب دوائیں جو ۲۶ برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں

کھانسی کی دوا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اس دوا پر ... صاحب کی رائے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

درد سر و ریاح کی دوا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن لمیٹڈ [illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۹۳

نمبر — رسالہ — جلد

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر جناب صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

بقایا داران توجہ فرماویں

اسباب کا وارومدار کہ رسالہ وقت پر چھپے وقت پر اپنے خریداروں
کے پاس پہنچے تمام ناظرین با تمکین جانتے ہیں پیشگی چندہ سالانہ وصول
ہونے پر ہے مگر بڑے افسوس کے ساتھ یہ امر ظاہر کیا جاتا ہے کہ تشحیذ کے
کئی خریدار ایسے ہیں جنہوں نے تا حال ۱۹۱۰ء کا چندہ بھی ادا نہیں کیا
چہ جائیکہ ۱۹۱۱ء کا ادا کریں جسکا بہت سا حصہ اب گزر چکا ہے اور رسالہ
برابر ایسے حضرات کی خدمت میں پہنچ رہا ہے خیر مضی ما مضی اب ان سب
احباب کی خدمت میں تاکیداً گذارش ہے جنکے نام تشحیذ کا کچھ بھی بقایا ہے
کہ وہ اپنے اپنے ذمہ کا چندہ ادا کرنے کی طرف توجہ فرماویں اگر بذریعہ منی آرڈر
بھیجکر ہمیں وی پی کی محنت سے بچا لیں تو انکی عنایت ورنہ بہ اطلاع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبوب سبحانی

سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی سیرت سے مندرجہ ذیل اقتباس ان
لوگوں کے لیے بہت کچھ ہدایت کا موجب ہوگا۔ جو درویشی۔ تصوف۔ ولایت اسی
کا نام سمجھتے ہیں کہ گیروے کپڑے پہن لیں خوراک میں دیدہ و دانستہ کچھ خرابی پیدا کر لیں
مثلاً دودھ پینا ہو تو ایک چٹکی راکھ ڈال لی۔ لکھا ہے کہ آپ ہر صبح لباس تبدیل
فرماتے اور ایسا اتفاق کم ہوتا کہ ایک ان کا لباس دو دن جسم مبارک پر رہا۔ آپ پہلے
بعض اوقات دو دو روز مبارک لطیف و نفیس کپڑا استعمال فرمایا۔ شیخ ابوالفضل احمد
بن قاسم بزاز بغدادی کے پاس آپ کا خادم آیا اور کہا کہ مجھے ایسا کپڑا دو جو فی گز ایک
دینار ہو۔ اس نے پوچھا کہ یہ کپڑا کس کے لیے چاہیے۔ شیخ عبدالقادر کے لیے۔
آپ فرمایا کرتے تھے میں نہیں پہنتا جب تک مجھ کو اوپر سے پہننے کا حکم نہیں ہوتا۔ اور
فرماتے۔ میت کا کفن اچھا ہونا چاہیے۔ میرا لباس میرا کفن ہے۔ جو مزار
موت کے بعد میں نے حاصل کیا۔

آپ معراج کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ثم سالت عن المعراج قیل لی المعراج عروج من کل شیء سواہ۔ وکمال العروج مازاغ البصر وما طغیٰ

دولت اور پانی

انما مثل الحیوٰۃ الدنیا۔ کماء انزلناہ من السماء

مال اور پانی میں بعض مناسبتیں بہت عجیب ہیں۔

(۱) پانی کو قرار نہیں	(۱) مال کو بھی قرار نہیں۔
(۲) پانی کی کثرت خرابی لاتی ہے۔	(۲) مال کی کثرت بھی خدا سے غافل کر دیتی ہے
(۳) پانی بند رکھیں، تو بو پیدا ہو جاتی ہے۔	(۳) مال کو بند رکھیں صدقہ میں خرچ نہ کریں تو ضائع ہو جاتا ہے
(۴) پانی سے عمدہ و شور زمین کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔	(۴) مال سے سخی اور کنجوس کا حال کھلتا ہے۔
(۵) پانی قطرہ قطرہ جمع ہوتا اور یک دم چلا جاتا ہے۔	(۵) مال بڑی مشکل سے جمع ہوتا اور یکبارگی صرف ہو سکتا ہے۔
(۶) پانی سے نشیب و فراز برابر ہو جاتا ہے	(۶) مال کو اکثر اوقات عیوب ڈھک لیتے ہیں
(۷) پانی کسی جگہ کم کسی جگہ زیادہ	(۷) ایسا ہی دولت کسی کے پاس کم ہوتی ہے کسی کے پاس زیادہ۔
(۸) ہر ایک پانی صاف اور عمدہ نہیں ہوتا	(۸) مال بھی کئی قسم کا ہوتا ہے حلال حرام مشکوک
(۹) پانی سے نجاست دور ہوتی ہے۔	(۹) مال کے صدقہ سے گناہ اور عیوب دور ہو جاتے ہیں۔
(۱۰) پانی ادھر کو چلتا ہے جدھر نشیب ہو	(۱۰) مال متواضع کے پاس بہت آتا ہے۔
(۱۱) پانی مغرب کی طرف بہتا ہے۔	(۱۱) دولت کا عشق بھی زیادہ تر مغرب کی طرف ہے

(۱۲) پانی آسمان سے آتا ہے	(۱۳) دولت بھی آسمانی فضل سے ملتی ہے
(۱۴) پانی محنت کے سوا نہیں ملتا	(۱۵) دولت بھی بغیر محنت کے نہیں ملتی

نبی کریم کی صداقت

کسی بزرگ کا سچا ہونا اگر معلوم کرنا ہو۔ تو اس کے پیرووں کا طرز عمل دیکھو۔ میں دو تاریخی واقعے بیان کرونگا جس سے یہ امر ثابت ہوگا کہ نبی کریمؐ کی صداقت کا اثر کس قدر زبردست تھا۔ اور آپ پر ایمان لانیوالے کس مضبوط چٹان پر قائم تھے۔

انسان کے اندرونی حالات و خصائل سے سب سے زیادہ واقف اس کی بیوی ہوتی ہے۔ اس کے سامنے وہ کسی قسم کا تصنع یا بناوٹ نہیں کر سکتا۔ آپ صلعم کے سچا نبی ہونیکا یقین حضرت عائشہ صدیقہ کے دل میں جس قدر تھا۔ اس کا اظہار مندرجہ ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہے۔

(۱) ہجرت کے پانچویں برس غزوہ مصطلق میں حضرت عائشہ آپ کے ساتھ تھیں۔ واپسی کے وقت جب کہ مدینہ نزدیک تھا۔ آپ قضاء حاجت کو چلی گئیں۔ وہاں ہار گرپڑا جو ان کی بہن اسماء کا تھا۔ ساربان سمجھا آپ کجاوے میں آگئیں۔ اس نے اونٹ چلا دیا۔ اس طرح یہ آپ پیچھے رہ گئیں۔ صفوان بن معطل آرہا تھا۔ اس نے حضرت عائشہ کو سوار کیا۔ عبد اللہ بن ابی منافق نے شور مچایا۔ اور اس قماش کے لوگوں میں کچھ چرچا ہونے لگا۔ نبی کریم صلعم بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر رہے تھے۔ اور اس وقت تک علیحدگی اختیار کرلی۔ آخر عائشہ صدیقہ کی بریت میں آیات نازل ہوئیں جب نبی کریم صلعم سنانے گئے۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ کہ بیٹی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کرو۔ تو آپ کہنے لگیں خدا کا شکریہ ادا کرتی ہوں جس نے میری براءت نازل کی۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ صدیقہ کو یقین تھا نبی اکرم صلعم پر خدا کا کلام نازل ہوتا ہے۔

(۲) کعب بھی ایک صحابی بڑے دولتمند تھے۔ غزوہ تبوک سے بوجہ سستی رہ گئے۔

جب واپسی پر آپ سے جواب طلب ہوا۔ تو آپ نے کہا جھوٹ تو بولنا نہیں چاہیئے صاف صاف جو بات تھی۔ کہدی۔ آپ صلعم نے فرمایا۔ خدا کے فیصلہ کا انتظار کرو۔ اور دوسرے صحابیوں کو حکم دیا گیا۔ کہ اس کے ساتھ کوئی کلام نہ کرے۔ پچاس راتیں بیچارے نے اسی حالت میں گذاریں۔ نمازوں میں شریک ہوتا۔ مگر کوئی اس سے کلام نہ کرتا۔ سلام کا جواب تک نہ ملتا۔ ایک دن کود کر اپنے چچازاد بھائی ابوقتادہ کے پاس گیا۔ اسے السلام علیکم کہا تو اس نے جواب نہ دیا۔ کعبؓ نے کہا آخر میں اللہ اور اسکے رسول کی محبت رکھتا ہوں۔ اسپر بھی ابوقتادہ چپ رہا۔ زیادہ اصرار پر آنا بولا کہ اللّٰہ ورسولہٗ اعلم۔ احباب کا یہ حال تھا۔ رسول اللہ کی بارگاہ سے یوں جواب مل چکا تھا۔ گھر میں بیوی سے مجالست کی ممانعت تھی۔ اس حالت میں غسان کے حاکم کا خط آیا۔ کہ ہم نے سنا ہے تمہارا آقا تم سے ناراض ہے تم یہاں چلے آؤ۔ ہم تمہیں بہت عزت دینگے کعب نے یہ خط نہایت حقارت کے ساتھ تنور میں جھونک دیا اور کہا۔ کہ اللہ اور اسکے رسول کو نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ تھا ایمان اور یہ تھا نبی کریم صلعم کی صداقت کا زبردست اثر کہ ان حالات میں بھی آپکے دن رات پاس بیٹھنے والوں کو آپکے منجانب اللہ ہونے پر یقین تھا۔ اور وہ آپکے قدموں میں بیٹھنے کو کئی ملکوں کی حکومت سے ترجیح دیتے تھے۔ رضی اللہ عنہم ۔

مسیح موعود کی صداقت

یا ایھا الذین ھادوا ان زعمتم انکم اولیاء للہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین یعنی اگر تم اللہ کی دوستی کا دم بھرتے ہو اور یقین رکھتے ہو کہ اللہ تمہارا ولی ہے۔ تو پھر موت کی تمنا کرو۔ کیونکہ پیارے کو موت سے کیا ڈر۔ یہ دنیا تو دار المحن ہے صادق کے لیے اگلے جہان میں یہاں سے بہتر نعمت اور اچھے سے اچھا سکھ ہے اسی بات پر مباہلہ کی بنا ہے نبی کریم صلعم نے کس جرأت وتحدی سے نصاریٰ کے مقتداؤں کیساتھ مباہلہ کا اعلان کیا۔ پھر حضرت مسیح موعود نے

وصیت سابہ میں تمام علماء وفقرا کو نام بنام پکارا ہے مگر کوئی آگے نہ بڑھا۔ اور بڑھتا بھی کس طرح جبکہ اپنے صدق کو یقین نہیں تھا۔ حضرت اقدس کی ایک دعا نے میرے دل پر ایک خاص اثر پیدا کیا جس میں آپ [illegible] صورت میں اپنی موت مانگتے ہیں جس سے صاف ثابت ہے کہ آپ صادق تھے جبھی تو آپ نے اپنی موت چاہی۔ وہ اشعار یہ ہیں:

اے قدیر و خالق ارض و سما — اے رحیم و مہربان و رہنما
اے کہ می داری تو بر دلہا نظر — اے کہ از تو نیست چیزے مستتر
گر تو می بینی مرا پُر فسق و شر — گر تو دیدی کہ ہستم بد گہر
پارہ پارہ کن من بدکار را — شاد کن ایں زمرۂ اغیار را
بر دل شاں ابر رحمت ہا ببار — ہر مراد شاں بفضل خود بر آر
آتش افشاں بر در و دیوار من — دشمنم باش و تباہ کن کار من
ور مرا از بندگانت یافتی — قبلۂ من آستانت یافتی
در دل من آں محبت دیدۂ — کز جہاں آں راز را پوشیدۂ
بامن از روئے محبت کار کن
منکے اظہار آں اسرار کن

کیا یہ اشعار کسی ایسے دل سے نکل سکتے ہیں جو مفتری ہو یا جسے ذرا بھی اپنے سچا ہونے کی بابت تامل ہو ہرگز نہیں۔

دوسرے معنی اس آیت کے یہ ہیں۔ کہ تم جو بڑے بڑے عامل ساحر اور تعویذ نویس یعنیاں پڑھنے والے منصوبے باز ہو اس عظیم الشان شخص مدعی رسالت کی موت چاہو اور خدا سے رو رو کر دعائیں مانگو۔ پھر دیکھتے ہیں کس کی دعا سنی جاتی ہے۔ نبی کریم صلعم ایسے زمانہ ایسے ملک میں تھے کہ آپ کو قتل کر دینا بلحاظ عادات کوئی بڑی بات نہ تھی۔ دیکھو حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ جیسی شوکت اسلام کے وقت شہید ہوئے۔ مگر آپ واللہ یعصمک

من الناس کے وعدے کے مطابق الکمات اکورہ ینگوں کی خواہش کر اپنے محبوب حقیقی سے جاملے۔ اسی طرح مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں سر توڑ کوششیں ہوئیں۔ مقدمے بنائے گئے قتل کی سازشیں کی گئیں ہر ممکن سے ممکن منصوبہ کیا گیا۔ مگر خدا کا برگزیدہ نبی اپنے وقت پر اٹھایا گیا۔ اللھم صل علی محمد و علی خلفاءہم

وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ فرمایا تو اس کے لئے سامان بھی پیدا کر دیئے۔ (۱) جب کوئی آیت نازل ہوتی۔ اسی وقت لکھ لی جاتی (۲) لکھنے والے بڑے معزز اور پاکباز لوگ تھے (۳) اسلامی سلطنتوں میں اس کے حفظ کا خاص اہتمام کیا گیا۔ (۴) نمازوں میں امامت اس کا حق تھا۔ ہر قرہ ہو۔ (۵) نماز پنجگانہ کے فرضوں اور آٹھ وقت کے نوافل۔ تقریباً ۔۔ رکعتوں میں بالالتزام پڑھا جاتا ہے۔ (۶) مسلمان اس کا تدارس کرتے ہیں اور مریضوں کے سامنے پڑھا جاتا ہے (۷) لوگ خطوط تصانیف بات چیت میں اس کی آیات پڑھتے ہیں (۸) باوجود سخت عداوت کے شیعہ سنی۔ خوارج میں قرآن مجید ایک ہی ہے (۱۰) رمضان شریف میں اسکا دور کیا جاتا تراویح میں سنایا جاتا

وفات مسیح

حضرت نبی کریم صلعم نے اپنے آخری خطبہ میں یہ الفاظ فرمائے جن پر ہر مسلمان کو ایمان لانا واجب ہے ایھا الناس بلغنی انکم تخافون من موت نبیکم ھل خلد نبی قبلی فیمن بعث فاخلد فیکم ترجمہ۔ اے لوگو مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم اپنے نبی کی وفات سے ڈرتے ہو مجھے بتاؤ تو کوئی نبی جو مبعوث ہوا۔ زندہ رہا۔ کہ میں تم میں رہوں (حجاب الخاطبہ ...)

شاید [illegible]

گوشت خوری

کل [illegible] قوموں میں گوشت خوری کی عادت پائی جاتی ہے۔ اور کسی ملک کی تاریخ کو اٹھا کر دیکھو تو جب کسی قوم نے ترقی کی ہے۔ اس کے افراد میں گوشت خوری کا رواج ضرور ہوگا۔ ہاں الشاذ کالمعدوم۔

کسی قوم میں کسی جانور کا گوشت پسند کیا جاتا ہو۔ تو کسی قوم میں کسی جانور کا۔ بعض قومیں بکرے کے گوشت کو اعلیٰ سے اعلیٰ گوشت قرار دیتی ہیں۔ بعض دنبہ کے گوشت کو پسند کرتی ہیں۔ بعض گائے کے گوشت کو سب سے زیادہ مزیدار قرار دیتی ہیں۔ بعض اونٹ کو لطیف سمجھتی ہیں۔ پھر بعض کے خیال میں مچھلی کا سا گوشت کسی چیز کا نہیں ہوتا۔ اور بعض کے نزدیک بٹیر کا گوشت سب سے بڑھ کر فائق ہے بعض جنگلی جانوروں کے شکار کو پسند کرتی ہیں لیکن گوشت کا رواج دنیا کے اکثر حصوں میں ہے اور دنیا کی آبادی کا اکثر حصہ اس کا استعمال رکھتا ہے۔

اس زمانہ میں آریوں نے اس بات پر زور دینا شروع کیا ہے۔ کہ گوشت خوری سخت گناہ ہے۔ اور بے زبان جانوروں پر ظلم ہے۔ جب کہ دیگر حیوان بھی ویسی ہی روح رکھتے ہیں جیسے ہم اور ہماری طرح تکلیف کا احساس ان میں بھی ہو تو پھر گوشت خوری کے کیا معنی اور کیوں اپنے مزے کی خاطر جانوروں کو تکلیف میں ڈالا جائے۔ اور جب کہ گوشت کے علاوہ اور کھانے بھی موجود ہیں۔ تو پھر گوشت کا استعمال صریح سنگدلی پر دال ہے۔

لیکن آریہ بھی اس کے مزے سے نہیں بچ سکتے جب کہ ان میں گوشت خوری کے خلاف تحریک ہوئی۔ تو آریوں میں دو پارٹیاں ہو گئیں۔ ایک گھاس خور کہلاتی اور

دوسری نے ماس خور نام پایا چنانچہ کالج پارٹی ماس خوری ہے۔ اور وہی زیادہ کام کر رہی
ہے ۔ دیانند کالج جو پنجاب کے کالجوں میں خاص شہرت رکھتا ہے اسی پارٹی کا بنایا ہوا ہے اور
اور اسی کی کوششوں سے چلتا ہے۔

تعجب ہے کہ حیوانوں کی تکلیف پر تو آریہ اس قدر ناراض ہوتے ہیں اور تمام فرقوں
اور قوموں کو دست بگریباں ہونے کے لئے تیار ہیں۔ اور اپنے جلسوں میں ان کی طرف سے
لیڈر کیا بن کر کل گوشت خور قوموں کو ظالم اور مجرم قرار دیتے ہیں لیکن انسانوں کا گوشت
کھانا ان کا شیوہ ہے۔ کوئی بزرگ کوئی ولی کوئی ریفارمر ایسا نہیں گزرا جس پر ذاتی طور سے
گند اور خبث کا الزام انھوں نے نہ لگایا ہو اور جسے ہر قسم کی گالیوں میں خوش نہ قرار دیا ہو
مسلمان ان کے حملوں میں۔ ان کے ہاتھ سے توں تک آرام و چین سے یہ لوگ زندگی بسر
کرتے رہے ہیں۔ ان کی ریاستوں میں بڑے بڑے عہدوں پر رہ چکے ہیں۔ اور بڑی سے
بڑی ذمہ داری کے کام ان کے سپرد رہے ہیں لیکن باوجود ان کے اسقدر احسانوں کے باوجود
جو سلوک اہل ہنود کا مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ وہ ہر کس و ناکس پر ظاہر ہے۔ غیر مسلمانوں
کی سلطنت تو گذر چکی تھی۔ اب اس زمانہ میں انگریزی گورنمنٹ کے ماتحت ہندو مسلمان
کس سکھ اور چین سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور ہمارے فائدے کے لئے انگریز کیا
کیا محنتیں برداشت کرتے ہیں۔ اور کس کس طرح کی کاوشوں سے ہمارے فائدہ کی
صورتیں نکالتے ہیں لیکن باوجود اس احسان کے ہندو سل سے اہل ہنود میں سے ایک مستقل
گروہ ان کا دشمن ہو رہا ہے۔ اور احسان کے بدلہ ان کی جانوں کے درپے ہو رہا ہے۔ تنزل
کے طور پر مان بھی لیں کہ گورنمنٹ نے بعض ہمارے حقوق دبا لئے ہیں تو کیا محسنوں
کی بعض غلطیوں پر چشم پوشی نہیں کیا کرتے۔ کیا احسان کی قدر اسی طرح کیجاتی ہے۔
کہ جب تک محسن کچھ دیتا رہا آدم ہے ۔ ہے۔ اور ذرا اس سے غلطی ہوئی تو دست گریبان
ہوگئے۔ اور اس کے قتل تک سے باز نہ آئے۔

جو قوم حیوانوں کے گوشت کھانے پر ناراض ہو۔ اُسے کہ سب کم انسانوں کے گوشت کھانے سے تو پرہیز کرنا چاہیئے تھا مگر افسوس کہ آریہ حیوانوں کے لیے تو اس قدر پیٹتے اور چلاتے ہیں۔ مگر انسانوں کی ہمدردی ان میں نام کو باقی نہیں۔ ہر ایک فرقہ اور گروہ ان کے ہاتھوں سو نالاں ہو۔ اس لئے نہیں کہ ان کی وجہ سے کسی مذہب کو خطرہ ہو بلکہ اس لئے کہ ان کی وجہ سے خود تہذیب کے وجود کو خطرہ لگا ہوا ہے اور ممکن ہو کہ ان کے ہاتھوں ہندوستان کی اخلاقی حالت بہت ہی نیچے گر جائے۔

ست جگ کا حال آجکل کے آریہ تو گوشت خوری پر اس قدر شور و شر کرتے ہیں اور ایک گوئے کے بدلہ اگر سو انسان بھی مارنا پڑے۔ تو دریغ نہیں کرتے۔ چنانچہ سکھوں کے زمانہ میں اس قسم کے بہت سے واقعات ہو چکے ہیں کہ ایک گائے کے بدلہ میں بیسیوں انسانوں کا خون کیا گیا۔ اور اب بھی ہندو ریاستوں میں گائے کا مارنا قتل انسان کے برابر رکھا گیا ہو۔ اور پچھلے دنوں کلکتہ میں گائے کی قربانی پر جو فساد ہوئے ہیں اور انسانی خون تک نوبت پہونچی ہو۔ وہ سب باتیں بتاتی ہیں کہ اسوقت ہندؤں میں حیوانوں کے ذبح کرنے اور خصوصیت سے گائے کی قربانی کرنے سے کیا جوش پیدا ہوتا ہو اور کس طرح وہ ایسے موقعہ پر انسانی خون سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔

لیکن اگر اُن کے آبا کا حال پڑھیں۔ اور اُس زمانہ پر نظر کریں جب ہندو اپنے پورے زور میں تھے اور ہندوستان انہیں کے قبضہ میں تہا۔ اور جس وقت کے گیت گاتے ہوئے آج بھی ان کی زبانیں خشک ہوتی ہیں۔ اور جس زمانہ کو یاد کر کے ان کے مردہ دلوں میں فرحت کی لہر پیدا ہو جاتی ہو۔ تو واقعہ کچھ اور ہی معلوم ہوتا ہو۔ اور ہم صرف عام جانوروں کے گوشت کو ہی لکڑیوں کے انبار وں پر پھنتا ہوا دیکھتے ہیں۔ بلکہ برہمنوں کو گائے کے گوشت کے کباب کھاتے ہوئے پاتے ہیں۔ اور یہ نظارہ ان کے دلوں میں ایک خاص ولولہ پیدا کرتا ہو۔ چنانچہ وہ ان دعاؤں میں جو وہ اپنے معبودوں

کے سامنے کرتے ہیں۔ اس کو پیش کر کے اپنے لیے برکتیں اور بخشش طلب کرتے ہیں۔

وید کی کئی شرتیوں سے دوسرے جانوروں کی قربانی تو الگ رہی، گائے تک کی قربانی ثابت ہوتی ہے چنانچہ رگوید میں ہے۔

"اے اندر جو کہ تیز رفتار، طاقتور اور سب کا سوامی ہے۔ اس وترا پر اپنا بجر چلا اور اس کو جدا جدا کر جیسے قصائی گائے کو کاٹتا ہے۔ اگر یہ ہے اور پانی زمین پر بہے، جو بند ہو گیا ہے" انو کا وس سکت ۲ منتر ۱۰۔ اس سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ وید کے زمانہ میں گائے ذبح کی جاتی تھی۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر ذبح کی جاتی تھی کیونکہ قصائی کا پیشہ ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں کثرت سے جانور ذبح کیے جائیں۔ ورنہ کبھی کبھار ذبح کرنے کو قصائی نہیں ہوتے۔ لوگ خود کر لیتے ہیں۔ قصائی اسی جگہ ہوں گے۔ جہاں ذبح کی اجرت سے ان کا گزارہ چل سکتا ہو۔

ڈاکٹر راجندر لعل صاحب مترجو سنسکرت کے ایک بڑے عالم بنگالی گزرے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ جو حیوان ذبح کیے جاتے تھے۔ ان کو وہ پکاتے بھی تھے۔ چنانچہ وید کے بعض سوتروں میں جڑ، دل کے ٹکڑے کے کھانے کی نسبت ہدایتیں دی گئی ہیں اور اتھرین وید کی گوتھ برہمن میں مفصل طور پر ان شخصوں کے نام پائے جاتے ہیں جو قربانی کی رسم کے ادا کرنے میں کچھ نہ کچھ حصہ لیا کرتے تھے اور بتلایا گیا ہے کہ ہر ایک کو قربانی شدہ جانور کا کون کونسا حصہ ملنا چاہیے۔

اسی طرح پروفیسر ولسن صاحب لکھتے ہیں: "اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ گھوڑا ذبح کیا جاتا تھا اور اس کا بدن ٹکڑے ٹکڑے کر کے درست کیا جاتا تھا۔ اور اس میں سے کچھ ٹکڑے تو بھونے جاتے تھے اور کچھ ابالے جاتے تھے"۔

ڈاکٹر راجندر لعل مترا اپنی کتاب اندو آرین میں لکھتے ہیں کہ ہندو مذہب کی تعلیم خواہ کیسی ہی رحم اور مہربانی سے کیوں نہ ہو۔ مگر وہ حیوانوں کی قربانی کے بالکل مخالف نہیں ہے

بلکہ بہت سی بڑی بڑی رسموں کے ادا کرتے وقت کسی قسم کے حیوان اور پرندے کثرت کے ساتھ ذبح کئے جاتے تھے۔ ایک رسم کے پورا کرنے کے لیے رسم ادا کرنے والے کے لیے بھی ضروری ہوتا تھا کہ وہ سمندر میں ڈوب کر مر جائے۔ اس کو وہ جل پرستھنا کہتے تھے۔ ایک اور رسم کفارہ کے لئے ہوتی تھی جس میں گنہگار اپنے تئیں جیتا ہی جلا کر راکھ کر دیتا تھا اسکو تشنا کہتے تھے بنگال کی جاہل عورتیں بہت مدت تک اپنے پلوٹھی بچوں کو دریائے گنگا میں پھینکتی رہی ہیں۔ آجکل اگر ہندو مذہب کے پیرووں نے ان باتوں پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے گورنمنٹ کے ڈر سے مؤلف مضمون ہذا) تو یہ فرض کرنا بھی خلاف عقل سلیم نہیں ہوتا کہ قدیم زمانہ میں دیوتاؤں کے غضب کے شانت کرنے کے لیے انسان قربان کیے جاتے تھے۔ اس اقتباس سے بھی ظاہر ہے کہ ست جگ میں قربانی کیجاتی تھی۔ بلکہ انسان بھی قربان کیے جاتے تھے۔

مونٹ سٹورٹ الفنسٹن لکھتے ہیں کہ منو کے دھرم شاستر میں بڑے بڑے تہواروں میں جل کے گوشت کھانے کے لئے برہمنوں کو تاکید کی گئی ہے اگر نہ کھائیں تو گنہگار ہوں۔

شاستر میں لکھا ہے کہ جو جانور کھانے میں آتے ہیں اور جو لوگ انہیں کھاتے ہیں دونوں کو برہما نے پیدا کیا ہے۔ اسلئے اگر شاستر کے طور پر انہیں کھاویں تو کچھ گناہ نہیں اور دیوتاؤں اور پتروں کو گوشت چڑھا کر کھانا کچھ پاپ نہیں۔ اور برہمنوں کو ساہیہ۔ گوہ۔ چھپکلی کچھوا خرگوش وغیرہ کھانا درست ہے (تاریخ ہند) منو شاستر میں ہے کہ سورج کی اترائن اور دکشائن میں بلیدان یعنی قربانی کرنا اور کھانا فرض ہے (تاریخ ہند)

اسومیدھ اور پشو میدھ اتھرون وید میں ہے کہ جن حیوانات کے تلے کے دانت ہیں وہ خوردہ ہیں خوراک کو خوردہ کو کرنا حاصل کرے (تاریخ ہند)

اس کے علاوہ مہابھارت وغیرہ کتب سے تو گوشت خوری کی عجیب کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ خود راجہ رامچند شکار کرتے تھے اور بھون کر کھاتے تھے

پس جبکہ اسی طرح تمام ست جگ میں جبکہ دنیا میں بدی کا نام و نشان نہ تھا

اور یہ اتر رہا ہو۔ گوشت خوری جاری تھی۔ اور بعض تہواروں کے موقعہ پر فرض تھی۔ تو اس زمانہ میں نعوذ باللہ آریہ صاحبان اس کے خلاف اس قدر کیوں زور لگا رہے ہیں۔ یا تو ویدوں کو اور اس زمانہ کے تمام لوگوں کو گندہ اور ناپاک قرار دیں یا اقرار کریں کہ گوشت خوری کے معاملہ میں جو انکی رائے ہے۔ وہ صرف کمزوری اور ضعف قلب کی وجہ سے ہے۔

اس بات کے ثابت کرنے کے بعد کہ اگر گوشت خوری بری ہے تو ہندو مذہب بھی اس گناہ میں شامل ہو اور خود وید اور منو شاستر جس کی عظمت کا اقرار پنڈت دیانند کر چکے ہیں اسپر شاہد ہیں اور اس رسالہ کے شروع میں ہی ایک اور پہلو گوشت خوری کے مسئلہ پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں!

گوشت خوری کیوں بری ہے؟

اوّل سوال یہ ہے کہ گوشت خوری بری کیوں ہے۔ اسکا جواب سوائے اس کے کیا ہو کہ اس سے دوسری روح کو تکلیف دیجاتی ہے۔ اور اس پر ظلم کیا جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ گوشت خوری اپنی ذات میں بری نہیں بلکہ اس لئے بری ہے کہ جس ذریعہ سے گوشت آتا ہے اس میں ظلم کو شامل ہونا پڑتا ہے کیونکہ جب ایک جانور ذبح ہو چکا۔ اس کے بعد اس کو کیا تکلیف محسوس ہو سکتی ہے۔ اس کو تکلیف تو تب تک تھی جب تک وہ ذبح ہو رہا تھا۔ ذبح ہونیکے بعد وہ ایک جسم بیجان ہے۔ اسکے ٹکڑے کرو۔ اس کی بوٹیاں کرو۔ جلادو۔ خاک کردو۔ اس میں اب تکلیف کا کوئی احساس باقی نہیں رہا جیسے پتھر لکڑی وغیرہ اشیاء جس طرح بیجان ہیں ویسا ہی وہ جسم بیجان جس میں حرکت ہے۔ پس ظلم گوشت کھانے میں نہیں۔ ظلم اس طریق حصول میں ہے جس سے گوشت انسان کو ملتا ہے۔ اور گوشت کھانیوالا اس لئے ظالم ہے کیا تو وہ خود کسی روح کو تکلیف دیتا ہے یا اس کے باعث کسی روح کو تکلیف دیجاتی ہے کیونکہ اگر وہ گوشت نہ کھائے تو لوگ جانور ذبح

ـه لطیفہ۔ اگر یہ اصول درست مان لیا جائے کہ چونکہ گوشت کھانیوالا گوشت کھاتا ہے اسی لئے جانور ذبح کئے جاتے ہیں اسلئے وہ بھی اس گناہ میں شریک ہو تو خود آریہ بھی ملزم ہونگے کیونکہ اس بات کے مسبب جو تیاں یا بوٹ پہنتے ہیں وہ بھی آخر جانوروں کے چمڑوں سے بنتی ہیں اور انکا جوتی یا بوٹ خریدنا

بھی نہ کریں۔ غرضیکہ اصل میں مردہ جانور کا مارنا ہی ہے نہ کھانا آریوں کو تو چاہیئے کہ اس بات پر زور دیں کہ جانور ذبح نہ کئے جائیں نہ کہ اس بات پر کہ کھائے نہ جائیں۔ دریائی شکار بغیر مارنے کے مرتے ہیں اور بہت سی قومیں مردہ مچھلی کھاتی ہیں۔ اس اصول کے ماتحت انکا کھانا جائز ہو گا۔

قربانی ہی میں زندگی ہے

اب جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ گوشت خوری میں بڑی چیز جانوروں کا مارنا یا ذبح کرنا ہو ہم بتاتے ہیں کہ یہ سلسلہ خدا تعالیٰ اور پرمیشور کی طرف سے ہی چلا ہوا ہے اور کوئی جان زندہ ہی نہیں رہ سکتی جب تک کہ وہ اور جانوں کو اپنے لیے قربان نہ کرے اس لیئے اس میں اگر کوئی ظلم ہو تو اس کا پیدا کنندہ خود پرمیشور ہے۔ اور پرمیشور کی طرف ظلم منسوب نہیں ہوتا۔ بلکہ جو بات خداوند تعالیٰ کی طرف منسوب ہو جائے اور ثابت ہو جائے تو اس کو ہم ہمیشہ ہی قرار دیتے ہیں ہاں اس کی وجہ معلوم نہ ہو سکے۔ تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی کسی چیز کی وجہ سمجھ میں نہ آنے سے کسی مذہب پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ مذہب کے لئے اتنا ضروری ہے کہ وہ یہ ثابت کر دے کہ فلاں بات خدا کی طرف سے ہے اور جب وہ ایسا ثابت کر دے تو اب اس کی وجہ نہ ہونے سے جھوٹا نہیں کہا جا سکتا۔ مثلاً اگر آریہ یہ ثابت کر دیں کہ مادہ غیر مخلوق ہے اور اس پر فطرت کی گواہی لادیں اور کسی شخص پر کھلا ہو کہ آپ خدا تعالیٰ نے ہی یہ کہا ہے۔ تو اب وہ اس بات کی بنا پر کہ یہ بات عقل میں نہیں آتی۔ آریہ مذہب کو جھوٹا نہیں کہہ سکتا کیونکہ سینکڑوں باتیں ہیں جن کی وجہ اور حکمت سب لوگوں کو نہیں معلوم لیکن اس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۲۔ اس فعل میں شریک ہوتا ہو اگر یہ نیاں نہیں تو ضرور ان کی خریداری کم ہو جاتی اسی طرح اشکاروں میں جو ان چیزوں کی استعمال ہوتی ہیں ان کو معلوم ہو کر پہلے کے لئے ہر سال لاکھوں جانور مارے جاتے ہیں چنانچہ بعض جانور اسی وجہ سے قریباً مفقود ہو گئے ہیں جس کے شکار کی ممانعت کے لئے کئی ایک پاس کئے گئے ہیں تو جب کہ وہ ان پرندوں کی اشیاء کو خریدتے ہیں تو تجارت کی ترقی کی وجہ سے وہ اور بھی زیادہ مارے جاتے ہیں اسلئے وہ بھی غیر مذاہب کی طرح اس ظلم میں شریک ہیں اور جیسے گوشت کھانیوالا مجرم ہو ویسے ہی جوتی یا ہیٹ پہننے والا ان پرندوں کی اشیاء استعمال کرنیوالا مجرم ہو۔ منہ

سوان کے وجود میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ ایک مریض کے اگر پیٹ میں درد ہوتی ہو تو اس سے کہ اس درد کا باعث معلوم نہیں اس درد کو غلط قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسی طرح اگر یہ ثابت ہو جائے کہ زندگی کا قیام ہی اس بات پر ہے کہ ایک جنس دوسری جنس کو قتل کرے یا ہلاک کرے تو اب اس کا نام ظلم نہیں ہو سکتا بلکہ یہ کہا جائیگا کہ اس کی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی رہا اس کے لئے ہو جس کی سمجھ میں نہ آئے ورنہ ہماری سمجھ میں تو آئی ہوا

دنیا میں ایسے جانور بھی ہیں جو گوشت کے سوا کچھ نہیں کھاتے

میری اس دعوی کی تائید میں کہ اب جانوروں کا گروہ دوسرے جانوروں پر ہو رہا ہے یہ بات ہے کہ پرمیشور نے ایسے جانور پیدا کئے ہیں جو سوائے گوشت کے اور کچھ کھا ہی نہیں سکتے۔ مثلاً شیر چیتا باز شکرہ وغیرہ ان کی خوراک ہی گوشت ہے اور اس کے بغیر ان کی زندگی ہی قائم نہیں رہ سکتی۔ اگر یہ فعل ناپسند تھا تو ایسی مخلوق پیدا ہی کیوں کی۔ اور ایک روح کو ایک گناہ کرنے پر مجبور کیوں کر دیا۔ اگر شیر چیتے وغیرہ کو اختیار دیا جاتا کہ خواہ وہ گوشت کھائیں اور خواہ گھاس وغیرہ تب تو یہ جواب ہو سکتا تھا کہ جب دونوں قدرتیں اس میں رکھی گئی ہیں تو اب یہ اسکا قصور ہے۔ اور پاپ ہے کہ وہ گوشت کھاتا ہے لیکن یہاں تو اس میں کوئی اور طاقت اور قدرت رکھی ہی نہیں گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پرمیشور اسی طرز زندگی کو اس کے لئے پسند کرتا ہے پھر اگر یہ ظلم ہے تو پرمیشور کی طرف سے ہے لیکن پرمیشور کی طرف ظلم منسوب نہیں ہوتا۔ اس لئے ماننا پڑیگا کہ یہ ظلم نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی کہے کہ وہ تو مجبور ہے۔ انسان تو مجبور نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ ظلم تھا تو پرمیشور نے اسے مجبور کیوں کیا کیا پرمیشور ظلم پر مجبور کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا اسے مجبور کرنا ہی ثابت کرتا ہے کہ یہ ظلم نہیں ہے۔

ایک اور یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ جون اس روح کو سزا کیلئے ملی ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ گناہ تو کیا تھا اس شیر کی روح نے اور عذاب ہو رہا ہے دوسروں کو وہ کسی ہرن کو کسی گائے کو کسی انسان کو کھا رہا ہے سزا تو دوسروں کو مل رہی ہے اسکا کیا نقصان ہوا۔ لیکن اعتراض

تو یہ ہے کہ کیسی سزا ہے جس کا نتیجہ اور گناہ پیدا ہوتا ہے۔ گورنمنٹ کسی کو قید اس لیے کرتی ہے کہ وہ چوری اور ڈاکے سے بچے۔ یا اس لیے کرتی ہے کہ اور چوریاں کرے۔ تو ایسی سزا ہے۔ جیسے ایک جج کسی چور کو یہ سزا دے کہ اس چوریاں اور کرے۔ سزا تو مجرم کو گناہ سے بچانے کے لیے دی جاتی ہے یہاں ایک گنہگار کو ایسی سزا دی گئی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ اور گناہ کرے۔ اور اسی طرح آریوں کے بیوقوفوں کے چکر میں پھنسا ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ شیر کی جون میں جو خون وہ کریگا۔ انکی سزا اس کو نہ ملیگی۔ تو پھر لازم آئیگا کہ جب اس کے اتصل سو خون کرانیکا کوئی نتیجہ نہ نکلیگا تو اس سے خون کرا کے جانوروں پر بلاوجہ ظلم کرتا ہے۔ تو اس ظلم کی ابتدا نعوذ باللہ خدا کی طرف سے ہوگی۔ نہ کہ انسان کی طرف سے

غرض اس قسم کے گوشت خور جانوروں کے وجود جو گوشت کے سوا کچھ اور نہیں کھاتے۔ ثابت ہوتا ہے کہ کسی جاندار کو ذبح کرنا ظلم نہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ پر نعوذ باللہ ظلم کا اطلاق ہوگا۔

گوشت خوری کے مضمون پر بحث کرتے ہوئے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ آریوں کے اعتقاد کے مطابق کل حیوانوں کی روحیں اصل میں ایک ہی قسم کی ہیں کیونکہ کبھی ایک روح سانپ بن جاتی ہے۔ اور کبھی انسان اور کبھی شیر اور کبھی بندر تناسخ کے مسئلے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب حیوانوں کی روحیں ایک ہی قسم کی ہیں خواہ وہ خورد بینی کیڑے کی روح ہو یا ہاتھی کی اور جو کہ روح کو آریہ غیر فانی مانتے ہیں اس لئے یہ بھی ماننا پڑیگا کہ روح میں تغیر نہیں جس حالت میں روح انسان میں تھی۔ اسی حالت میں اب وہ سانپ یا بچھو کی قالب میں ہوگی پس ضروری ہے کہ باریک کیڑوں کی حرکت ایسی ہی ظالمانہ کارروائی ہوگی جیسی کہ انسان یا ہاتھی کی حرکت۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ علاوہ ان جانوروں کے جو کہ پیدا ہی گوشت خور کئے گئے ہیں۔ باقی سب جاندار بھی اپنی زندگی کے قیام کے لیے دوسرے جانداروں کی ہلاکت پر مجبور ہیں۔

پیدائش سے موت تک انسان مختلف بیماریوں میں مبتلا رہتا ہو بار ہا اسے زخم لگتے ہیں اندرونی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں خوردبینی کیڑوں کی وجہ سے کئی بیماریاں اسکو لاحق ہوتی ہیں اور ان بیماریوں کا علاج یہی ہوتا ہو کہ ایسی کرم کش دوائیاں استعمال کیجائیں کہ جن سے وہ کرم ہلاک ہوں اور انسان اس دکھ اور بیماری سے بچے اور کوئی مذہب اس فعل کو برا نہیں کہتا۔

جب تک خوردبین کی ایجاد نہ ہوئی تھی۔ اسوقت تک تو بہت سے کیڑے دریافت نہ ہوتے تھے لیکن خوردبین کی ایجاد نے ثابت کردیا ہو کہ اس ہماری دنیا میں باریک سے باریک کیڑے موجود ہیں جنکی ہزاروں قسمیں ہیں۔ اور جن کے ہلاک کرنے سے ہم بچ نہیں سکتے۔ اور وہ ایسے چھوٹے قد کے ہیں کہ اعلیٰ سے اعلیٰ خوردبین کے بغیر ہم انہیں دیکھ بھی نہیں سکتے۔ چنانچہ زولوجیکل اصطلاح کے رو سے ان کیڑوں کو پروٹوزوا کہتے ہیں علاوہ بعض انتڑیوں کی بیماریاں اور زخموں کے تعفن کی ایک قسم بھی کیڑوں کی ہی پیدا ہوئی ہو لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہو کہ ان کیڑوں کا ہلاک کرنا گناہ ہو خود آریہ ڈاکٹر اپنے ہاتھوں سے ہزارہا کیڑوں کا روزانہ خون کرتے ہونگے مگر انہیں کوئی ظالم نہیں کہتا حالانکہ جیسی انسانی روح ہو ویسی ہی آریہ اعتقاد کے رو سے ان کیڑوں کی روح ہو پھر کیا وجہ ہے کہ ایک جان بچانے کے لئے ہزاروں جانوں کو ہلاک کیا جاوے۔ بجائے اپنی طرف سے بڑی کوشش کرتے ہیں اور بعض منہ پر کپڑا باندھ لیتے ہیں تاکہ جرم منہ میں داخل نہ ہوسکیں لیکن خوردبینی اجرام کو یہ رکاوٹیں کب روک سکتی ہیں اور انسان خواہ کتنی ہی کوشش کرے انکی ہلاکت سے کب محفوظ رہ سکتا ہو۔ پس یہ خیال کہ مسلمان یا عیسائی قومیں جانداروں کو ہلاک کرتی ہیں غلط ہو آریہ بھی روزانہ ہزاروں پروٹوزوا کا خون کرتے ہیں اور انکے مذہب کے رو سے انسانی روح اور ان کیڑوں کی روح میں کچھ فرق نہیں۔

اسی طرح سوتی ریشم اور مشک ایسی اشیاء ہیں کہ بغیر جان لینے کے حاصل ہو ہی نہیں سکتیں۔ اور مشک کا استعمال تو ہندو بھی عبادت کا ایک ضروری جزو ہو۔

سل کا علاج یہی مچھلی کا تیل ثابت ہوا ہو اسی طرح معدہ کی مختلف بیماریوں کیلئے پیپسین نظیر دوائی

ہی گئی ہے ہو کر معدہ کے گلینڈز کا رس ہوتا ہو گر میں نہیں جانتا کہ ان مفید وسائل کے استعمال سے تو یہ پرہیز کرینگے۔

اسی طرح انسان کی پیدائش میں ہی مختلف کیڑوں کی ہلاکت لکھی گئی ہے انسان کی منی میں بہت سے سپرمیٹوزوا پائے جاتے ہیں اور انہی میں سے ایک کا بچہ بنتا ہے اور وہ رحم مادر میں زندگی کا کام دیتا ہے لیکن باقی سب تباہ ہو جاتے ہیں مر جاتے ہیں یا فنا ہو جاتے ہیں اب بتائیے اسکا علاج کیا ہو سکتا ہے جو سینکڑوں دفعہ انسان اپنی عمر میں جماع کرتا ہوگا اور اس سے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا تو ہر دفعہ وہ کئی جانوں کا قاتل بنتا ہے لیکن آریہ اس پر اعتراض نہیں کرتے۔

چونکہ شہوت انسان کے اندر ایک زبردست طاقت رکھی گئی ہے اس لئے اس خون سے بچنا تو انسان کی طاقت سے باہر ہے ہر ایک انسان کو اس میں مبتلا ہونا پڑیگا۔ اور اگر انسان جماع کرنا ہی چھوڑ دیں تو پھر نسل انسانی کا خاتمہ ہے۔ اور اگر ایک جماع میں ایک بچہ بھی پیدا ہو تب بھی بہت سے سپرمیٹوزوا بیچارہ ہلاک ہو جائینگے پس معلوم ہوا کہ انسان حیوان کو زندگی کے مختلف اوقات میں اپنی جان کی حفاظت کے لئے مختلف جانوں کا خون کرنا پڑتا ہے بلکہ انسان وحیوان کی نسل ہی تب چل سکتی ہے جبکہ بعض جانوں کا خون کیا جائے اب اگر یہ فعل ظلم ہے تو اس ظلم کا بانی نعوذ باللہ پرمیشور ہے جس کی طرف ظلم کا منسوب کرنا ایک کبیرہ گناہ ہے اس لئے ماننا پڑیگا کہ یہ ظلم نہیں ہے۔

حیوان تو حیوان بعض پودوں کو بھی اپنی پرورش کے لئے جان لینی پڑتی ہے چنانچہ خلائی ٹریپ ایک پودہ ہوتا ہے کہ جس کے پتوں میں ایک خاص حس ہوتی ہے اور جس وقت ان پر کوئی کیڑا آکر بیٹھے۔ تو وہ چھوئی موئی کے پودہ کی طرح اپنے پتوں کو سکیڑ لیتا ہے اور اسکو کھا جاتا ہے۔ اور بغیر اس کے اس کی کامل پرورش ہوتی ہی نہیں ہے کیونکہ وہ اگر کیڑوں کو نہ کھائے تو کافی نائٹروجن ان کے جسم میں نہیں پہنچتی اور اس کے بغیر ان کی پرورش محال ہے پس انسان تو خیر انسان تھا پرمیشور نے تو جانداروں کو ہلاک کرکے کھانیکا حکم تو پودوں کے

اب باوجود اس قدر دلائل کے کہ تمام حیوان اور بعض پودے اپنی جان کی حفاظت کیلئے دوسرے جانداروں کی ہلاکت پر مجبور ہیں یہ الزام لگانا کہ جانداروں کا ذبح کرنا ایک بڑا ظلم ہے خود ظلم ہے جب ہماری زندگی کا دارومدار ہی اسباب پر رکھا گیا ہے تو پھر یہ ظلم کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور جب یہ ظلم نہیں تو ہم اپنی ضرورت کے پورا کرنے کیلئے بعض کو ذبح کر سکتے ہیں اور جب ان کا ذبح ہی ظلم ثابت نہ ہوا۔ تو گوشت کا کھانا تو پھر کسی صورت میں قابل اعتراض رہا ہی نہیں کیونکہ ذبح کردہ جانور کا گوشت ایک بیجان چیز ہے۔ اس کے کھانے یا پکانے میں کسی قسم کے ظلم یا دکھ کا کچھ تعلق نہیں۔

کوئی شخص یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ جس قدر مثالیں پیش کی گئی ہیں ان میں تو انسان مجبوری کی وجہ سے یہ کام کرتا ہے اور گوشت کھانے کیلئے جو جانور ذبح کئے جاتے ہیں ان میں کوئی مجبوری نہیں ہے بلکہ صرف شوق ہے۔ اس کا جواب میں پہلے دے چکا ہوں لیکن اب پھر لکھتا ہوں کہ مجبوری بیشک استثنا میں داخل ہوتی ہے لیکن ہم تو دیکھتے ہیں کہ اس ہلاکت کے فعل پر تمام کے تمام انسان قریباً ہر روز کسی نہ کسی طریق پر مجبور ہیں اگر یہ مجبوری اس قسم کی ہوتی کہ کروڑوں میں سے ایک آدمی برسوں میں ایک دفعہ اس فعل پر مجبور ہو جاتا تو ہم کہتے کہ تھا تو ظلم لیکن مجبوری پیش آگئی کیا کیا جائے لیکن یہاں تو بات ہی اور ہے۔ ایک فعل کے کرنے پر ہم سب کے سب قریباً ہر روز مجبور رہتے ہیں۔ اب اسے ظلم کیونکر کہہ سکتے ہیں اتفاقی بات ہوتی تو خیر یہ بہانہ ہو سکتا تھا لیکن یہ رکاوٹ تو ہر ایک انسان کیلئے راستہ میں در پیش ہے اسلئے اسکو مجبوری کہکر ظلم نہیں کہہ سکتے۔

دوسرے جس قدر مثالیں دی گئی ہیں وہ سب کی سب مجبوری سے نہیں ہیں موتی مشک ریشم کا حصول اور ہیرے وغیرہ کا اور عمدہ چیزوں کا استعمال اس میں کوئی مجبوری نہیں لیکن ہزاروں ہیں جو گوشت کے استعمال کو برا کہتے ہیں اور ان چیزوں کا استعمال کرتے ہیں پھر جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں ایک دفعہ کے جماع میں کئی جانوں کا نقصان ہو جاتا ہے وہ کہاں گئی۔

آریہ گوشت خوری مذکورہ بالا دلائل کے علاوہ ایک بات اور خاص طور سے قابل غور ہے وہ یہ کہ خود پنڈت دیانند اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں لکھتا ہے جو نہایت درجہ کے تموگنی ہیں وہ نہ چلنے والے درخت وغیرہ کا کیڑے کوڑے مکھی سانپ بچھو۔ مویشی اور مرگ جنگلی چوپایہ کا جنم پاتے ہیں صفحہ ۳۳۶۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ پودے اور درخت بھی جان رکھتے ہیں کہ جو انسان میں ہے پھر جانور کے ذبح کرنے یا درخت کے کاٹنے یا اس کا پھل توڑنے یا کھیتی کو کاٹنے میں کیا فرق رہ گیا جیسا کہ ایک جانور کو ذبح کرنے سے گناہ ہوتا ہوگا۔ ایسا ہی اس کو بھی زندہ درخت یا اسکے پھل کے کاٹنے سے ہوتا ہوگا کیونکہ جانور تو ایک منٹ میں ذبح ہو جاتا ہے اور درخت کاٹتے ہوئے بھی دیر لگتی ہے۔ پھر پھل کاٹنا یا شاخ کاٹنا تو اور بھی خطرناک ہے اور بالکل ایسا ہے جیسے ہم آدمی کی انگلیاں کاٹیں یا ہاتھ پاؤں توڑیں پس اس صورت میں آریہ مسلمانوں کی نسبت زیادہ پاپ کماتے ہیں اور گوشت خوروں کی نسبت انکو زیادہ خون لگا ہوا ہے۔ اور جب ان اشیاء میں بھی جان ہے تو انسان آپ کھائے گیا۔ اور زندہ کس طرح رہے۔

حرام وحلال کی حقیقت اب اسبات کے ثابت کرنے کے بعد کہ جانوروں کے ذبح کرنے کا کل پاپ نعوذ باللہ پرمیشور کے اپنے حکم اور سر پر ہے۔ حتی کہ یہ بھی مسلمانوں یا دیگر اقوام کی طرح اس فعل میں شریک ہیں میں بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی فعل حرام یا حلال کیوں قرار دیا ہے سو یاد رہے کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز حرام نہیں کیجاتی ہے کہ جب وہ عقل کے یا جسم کے لیے اخلاق کے لیے یا روحانی ترقی کے لیے مضر ہو اس کے سوا اللہ تعالیٰ کسی فعل کو منع نہیں کرتا خواہ وہ کھانے کا ہو۔ پینے کا ہو معاملات سے ہو عبادات سے ہو اور منع صرف اسی صورت میں کرتا ہے کہ جب مذکورہ شرائط میں کوئی شرط پائی جاوے۔ یا ایک سے زیادہ شرائط پائی جائیں اسی طرح گوشت خوری کے متعلق جن جانوروں کا گوشت مذکورہ بالا شرائط کے ماتحت آ گیا۔ تو انکا منع کر دیا جیسے سور کا گوشت

کھانا یا انسان کو مارنا کہ یہ کام اخلاق کیلئے اور روح کے لئے مضر ہیں اور جن جانوروں کا مارنا یا کھانا ان شرائط کے تحت نہ تھا۔ انکی نسبت منع نہیں فرمایا جسکا جی چاہے کھائے اور فائدہ اٹھائے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ جسم انسانی گوشت پوست ہڈیوں اور اعصاب وغیرہ سے بنا ہوا ہے اور اس کی اصلی غذا وہی ہوگی جو ان اشیاء کی جن سے انسان مرکب ہے پرورش کرے۔ اور ایسی غذائیں اکثر حیوانات و نباتات میں پائی جاتی ہیں اور انسان کے لیے ضروری ہے کہ جن کروہ غذائیں استعمال کرے جو اس کے لیے زیادہ مفید ہوں ادنیٰ سے ادنیٰ پودہ و ادنیٰ سے ادنیٰ حیوانات جن غذاؤں کو استعمال کرتے ہیں وہ ادنیٰ درجہ کی مرکب ہوتی ہیں۔ اور جوں جوں وہ نباتی یا حیوانی مادہ میں ترقی کرتے ہیں انکی غذا زیادہ مرکب ہوتی جاتی ہے اور وہ ضروری اغذیہ کو ادنیٰ مرکبات سے نہیں لے سکتے۔ انسان چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ حیوان ہے اسکے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ مرکبات کا استعمال ضروری ہے اور البیومن کے استعمال کے بغیر انسانی جسم کی زندگی بالکل ناقص رہتی ہے بعض پودوں میں بھی البیومن ضرور پایا جاتا ہے لیکن گوشت میں تو ایک بڑا حصہ البیومن کا ہوتا ہے اسلئے البیومن کی ضرورت کو پورا کرنیکے لیے گوشت بہ نسبت دوسرے پودوں کے زیادہ مفید ہے ہاں بعض اغذیہ السیٹا آئیڈ بھی نباتات سے زیادہ عمدہ ملتی ہیں اسلئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نباتات و حیوانات دونوں کے استعمال سے نہیں روکا۔ اور دونوں کا استعمال انکے لیے جائز قرار دیا ہے لیکن جو اشیاء کسی مقصد میں مضر تھیں ان سے منع کر دیا ہے چونکہ انسانی جسم کے لیے البیومن کی بہت ضرورت ہوتی ہے اور یہ بہت جلد خون میں بدلتی ہے۔ اسلئے گوشت کا کھانا بھی انسان کے لیے ضروری ہے کیونکہ یہ گوشت میں بہت کثرت سے پائی جاتی ہے اسی طرح بعض ضرورتوں کے لیئے نباتات کا استعمال عمدہ و مفید ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مفید اشیاء کے استعمال سے انسان کو نہیں روکتا۔

گوشت کا استعمال ایک بہت معمولی بات تھی لیکن آریوں نے خواہ مخواہ اسے بڑا بنا کر اور ایسی اہمیت دی ہے کہ ایک دوست کے بیان کرنے پر ہم کو بھی رسالہ کے کئی صفحے وقف کرنے پڑے لیکن ان صفحات کا کوئی افسوس نہ ہوگا اگر کسی شخص کو فائدہ پہونچ جائے اور وہ سمجھ لے کہ یہ باتیں معمولی ہیں اور مذہب کی سچائی کا ان سے کچھ تعلق نہیں مذہب کچھ اور ہی ہے اور پھر اس اصول کو سمجھ کر مذہب کی طرف توجہ کرے۔

(مرزا محمود احمد)

سیدنا نور الدین

شاہ پور کی خاک سے وہ بے بہا لعل اور بیش بہا ہیرا پیدا کیا۔ کہ جس کی ایک ایک بات کا مول اگر کوہ نور ہیرا رکھ دیا جائے تو بھی نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز کہنا پڑتا ہو:

جس طرح پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات . . . تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات کی جامع تھی۔ ویسے ہی ہمارے مقتدا خلیفۃ المسیح کا وجود باجود ذات محمدیہ کے طفیل سے فضائل کا مجموعی طور پر اپنی اندر رکھتا ہو آپ کی بزرگی و سیادت کسی وراثت میں حاصل نہیں کی جیسا آجکل کے گدی نشینوں میں قاعدہ ہے کہ باپ کے بعد بیٹا۔ بیٹے کے بعد پوتا خواہ وہ کس قدر نالائق اور اس عہدے کے نا اہل ہو۔ بلکہ آپ نے باقاعدہ تحصیل علم کی اور نہ صرف ہندوستان میں بلکہ یمن و عرب میں اپنی عمر کا حصہ گذارا۔ اور حج بیت اللہ سے مشرف ہو کر حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے عارف باللہ مہاجر الی اللہ کی صحبت سے مستفیض ہوتے رہے۔ پھر خدا تعالےٰ نے دنیا میں آپکو ہر طرح عزت و برتری دی اور شاہی طبیب ایک معقول تنخواہ پر رہے لیکن اس ملازمت میں آپ کی ذاتی آزادی قائم رہی اور اپنے مذہبی شغل کو ترک نہیں کیا جس میں زیادہ تر قرآن مجید

کی اشاعت کا جوش تھا جبھی تو آپ نے قادیان میں آ کر اور آپ نے زندگی کی گھڑیاں اپنے امام کی ملاقات
کی کر کر خدمت کر کے مخدوم مرشد کے مطابق خادم سے مخدوم تک آپ ہی کی خصوصیت ہے کہ تمام
قوم نے آپکو بالاتفاق اپنا امام تسلیم کیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ میرے خیال کے واہمہ میں بھی کبھی
یہ بات نہیں گذری کہ لوگ مجھے پیر بنالیں۔ آپ ہمیشہ فرمایا کرتے ہیں کہ جب میں بیعت لینے
لگتا ہوں تو کانپ جاتا ہوں۔

پھر آپ نے بارہا سنایا ہے اور اپنے عمل سے اس قول کی تصدیق کی ہے کہ میں کسی بات میں تمہارا
محتاج نہیں۔ نہ تم سے کوئی اجر مانگتا ہوں حتیٰ کہ تمہارے سلاموں کا خواہشمند بھی نہیں۔
جب میں رات کو سوتا ہوں تو الحمدللہ کسی کیساتھ کوئی ناراضگی کوئی حرص میرے دل میں نہیں ہوتی
اور مَیں فارغ البال ہو کر سوتا ہوں۔

آپ کی طبیعت میں فیض رسانی کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ دوست دشمن آپ کے
احسانوں کے دست نگر ہیں۔ جس شفقت و دلسوزی سے آپ طبابت کرتے ہیں وہ آپ ہی کا
حصہ ہے۔ اور کسی سے ہرگز ہرگز کبھی کچھ معاوضہ لینے کی خواہش ظاہر نہیں کی۔ بلکہ دوا
بھی اپنی گرہ سے دیتے ہیں غریبوں مسکینوں کی نبضیں راتوں کو وہ اٹھکر لیتے ہیں کبھی نسخہ
بتانے میں آپ نے بخل سے کام نہیں لیا۔ آپ کی طبابت کا طریق ویدک یونانی ڈاکٹری کا مجموعہ
ہے اور اپنے مجربات کو کبھی پوشیدہ نہیں رکھا اور آپ نے کبھی یہ خیال نہیں کیا جیسے بعض
طبیب کرتے ہیں کہ ہمارا نسخہ اگر ظاہر ہو گیا تو ہماری دکان نہیں چلیگی۔ باوجود اس قدر کھلم کھلا
کاروائی کے آپکا مقابلہ کوئی نہیں کر سکا۔ تشخیص مرض کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص
مہارت بخشی ہے۔ غرض آپ کے لئے یہ وصف تو ایک ثمرہ ہے لیکن جس بات نے آپکو حضرت مسیح
موعود کے بعد چودھویں صدی کا ایک بے نظیر صاحب علم ثابت کیا ہے وہ آپ کا دینی علم اور پھر
اس کے مطابق عمل ہے آپ کی زندگی نبی کریم صلعم کی زندگی کا نمونہ ہے اور بہت سے مسئلے
صرف آپ کے طرز عمل سے حل ہوتے ہیں آپ صبح سے لیکر عشاء کے بعد تک قرآن شریف

اور حدیث پڑھاتے رہتے ہیں حتیٰ کہ سننے والے تھک جائیں۔ مگر پھر بھی یہی فرمایا کرتے ہیں کہ میری پیاس نہیں بجھی۔ اور پھر ہر روز باقاعدہ ایسا ہی کرتے ہیں نہ صرف مردوں میں بلکہ عورتوں میں بھی باقاعدہ درس دیتے ہیں اور کئی سبق پڑھاتے ہیں۔

جس طرح قرآن شریف ہر طبقے ہر مذاق کے لوگوں کے لئے یکساں مفید و بابرکت ہے اسی طرح پر آپ کے درس سے ہر قسم کے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ بی۔ اے ایم۔ اے اور بڑے بڑے آزاد و فلسفی مزاج اور بڑے بڑے عالم آپ سے قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ اور وہ وہ نکات معرفت سنتے ہیں کہ سر دھنتے ہیں۔ آپ میں حاضر جوابی کا وصف ایسا بے نظیر ہے۔ کہ ابھی سائل سوال پورا کرنے نہیں پاتا۔ کہ اس کا مفصل و مدلل جواب سن لیتا ہے اور آپ کے معلومات کی وسعت کا یہ حال ہے کہ کوئی مسئلہ ہو آپ کی رائے اس میں نہایت ہی صائب ہوگی اور آپکو مطالعہ کا ایسا شوق ہے کہ جہاں کسی علمی کتاب کی خبر پائی فوراً منگوائی اور کئی ہزار روپیہ صرف نادر الوجود کتابوں کے مہیا کرنے میں خرچ کر دیا ہو اور پھر منگوا کر ان کو اول سے آخر تک پڑھتے ہیں ان پر نوٹ لکھتے ہیں چنانچہ آپ کے کتبخانہ میں جس قدر کتابیں ہیں اکثر پر آپکے حواشی لکھے ہیں۔ اور فرمایا کرتے ہیں کہ میں اگرچہ دودھ بھی نہیں پیتا۔ مگر میری قوٰی ایسے مضبوط ہیں اور دماغ ایسا قوی کہ میں خدا کے فضل سے سو سو سات سات سو صفحے کی کتاب ایک رات میں پڑھ سکتا بلکہ پڑھ لیا کرتا ہوں۔

باوجود اس علم و فضل کے آپ اعلیٰ درجہ کے خوش اخلاق ہیں

آپ ایسی سادہ زندگی بسر کرتے ہیں کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے اس زمانہ میں جبکہ پوشاک و خوراک کے اخراجات ایسے بیحد بڑھ گئے ہیں اور طرح طرح کی دلربا چیزیں نکل آئی ہیں آپکا ذاتی خرچ صرف چند روپے ہے۔ تکلف اور بناوٹ سے آپ کی طبیعت کوسوں دور ہے۔ اور آپ کی سادگی نور علیٰ نور ہے۔ پھر مشکل سے مشکل وقت میں بھی دیکھا گیا ہے کہ آپ ایسے بشاش رہتے ہیں جیسے معمولی حالات میں اور ہمیشہ فرمایا کرتے ہیں مومن لا خوف ولا یحزن

ہوتا ہے۔ آپ یتامیٰ کی پرورش کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ اور ہمیشہ آپ نے کسی یتیم لڑکے لڑکی کو اپنے گھر میں اپنی اولاد کے برابر رکھا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا آپ سے خاص وعدہ ہے کہ وہ آپ کو غیب سے رزق دیتا ہے اور بارہا آپ نے سنایا ہے کہ میرے رزق کا کوئی پتہ نہیں لگا سکتا کہ کہاں سے اور کس طرح سے آتا ہے۔ پہلے طبابت کا کچھ پردہ تھا۔ پھر بیماری میں اللہ تعالیٰ نے وہ بھی اٹھا دیا۔ اور آگے سو سو کر روپیہ آیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بے حساب رزق دیتا ہے اور اسی طرح آپ اسے اپنے دامن پکڑنے والے غربا و مساکین و فقرا پر خرچ کرتے ہیں۔ سائل کے سوال کو آپ نے رد نہیں کیا بارہا دیکھا گیا۔ پانچ لاکھ کی جماعت آپ پر مال و جان نثار کرنے کو طیار ہے مگر آپ نے کبھی ان سے کوئی طمع نہیں رکھی بلکہ ہر کار خیر میں جس کا اعلان ہو ضرور سب سے حصہ لیتے ہیں اور اتنا دیتے ہیں کہ سب سے بڑھ جاتے ہیں۔ عورتوں کے ساتھ نیک برتاؤ کے خاص طور پر حامی ہیں اور ان کے حقوق اور ان پر شفقت و رحم کو برتاؤ کے متعلق آپ ہر ایک وعظ میں کچھ نہ کچھ ضرور ذکر کرتے ہیں۔ آپ کے علم و فضل کے دوست و دشمن مداح ہیں چنانچہ ہمارے مخالف بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آپ ایک بے نظیر عالم ہیں اور آپ کا طرز سلوک کچھ ایسا ہے کہ باوجود مذہبی مخالفت کے سب آپ کی تعریف کرتے ہیں۔ آپ علم مناظرہ میں بھی ایک خاص طرز کے موجد ہیں اور خصم کو ایک دو باتوں ہی میں روک دیتے ہیں۔ آپ کے زہد و تقویٰ کا حال یہ ہے کہ کوئی فعل کوئی قول کوئی حرکت کوئی سکون ایسا نہیں جو نبی کریمؐ کی سنت کے خلاف ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ایسے گداز ہیں کہ حد بیان سے باہر ہے۔ آپ باوجود اس سادگی و بے تکلفی کے ایک خاص رعب رکھتے ہیں بڑے بڑے امرا و فضلا دم بخود رہ جاتے ہیں۔ ایک اور بات عجیب ہے کہ جو لوگ اپنا رعب قائم کرنا چاہتے ہیں یا اس بات کے خواہشمند ہوں کہ ہماری بات کا اثر ہو وہ اکثر اختلاط سے پرہیز کرتے ہیں لیکن آپ صبح سے شام تک پبلک میں رہتے ہیں پھر بھی خاص رعب ہے اور جو بات کرتے ہیں چونکہ دل سے نکلتی ہے اسلئے دل پر اثر کرتی ہے

آپ کی عمر ستر برس کی ہو چکی ہے مگر آپ کے ہوش و حواس عقل اور قویٰ اسقدر عمدگی کی حالت میں ہیں کہ جوانوں کو شرم آتی ہے۔

اس بیماری میں آپ کے بہت چھپے ہوئے اوصاف کا اظہار ہوا ہے سخت سے سخت کرب کی حالت میں بھی آپ کے منہ سے سبحان اللہ وبحمدہٖ ہی نکلتا رہا۔ اور آپ پورے طور پر راضی برضا ہو کر اپنے متعلقہ امور میں دلچسپی لیتے۔ اور خدام کو نیک مشورہ دیتے رہے اور جب ہوش آیا۔ قرآن مجید سنا یا سنایا۔ غرض آپ ایک بے مثال بے نظیر بزرگ ہیں اللہ تم بہت مدت تک آپکو ہمارے سروں پر قائم رکھے ہم اگر غیر ہوتے تو خوشامد یا مبالغہ کا گمان ہو سکتا ہے مگر حضرت مسیح موعود جو خدا کے مرسل تھے اور جن میں خوشامد بالکل نہیں ہوتی اور جو خدا تم کے مقابل میں مخلوق کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے۔ انھوں نے آپ کی تعریف میں بہت کچھ لکھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں ؎

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

الکمل

ارشادات امیر

ہمیشہ یہ دستور العمل چاہیئے۔ (۱) پانچ وقت نماز با جماعت ادا کریں (۲) قرآن شریف ترجمہ کیساتھ ضرور پڑھو (۳) اکثر تر برائی چھوڑ دو (۴) بڑی صحبتوں کو لازمی طور پر کنارہ کش رہو (۵) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر بہت کرتے رہو۔

۲۔ دکھوں اور مصیبتوں کیوقت تین علاج ہیں (۱) اللہ کا ذکر کرتے رہنا (۲) قرآن شریف اکثر پڑھتے رہنا (۳) پاک لوگوں کی صحبت میں رہنا۔ اور غافلوں کی صحبت سے کنارہ کشی۔

۳۔ اللہ کے تمام اسماء کے ترانہ خواں بن جاؤ۔ اور مشتاق رہو۔ شرک نہ کرو۔ خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر کرو۔ تو اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ اپنی جناب سے دین و دنیا کے امور کی ہدایت کریگا ✦

نماز جمعہ کی ادائیگی کیلئے میموریل

شہنشاہ جارج پنجم شاہ برطانیہ و قیصر ہند کے دربار تاجپوشی کا عظیم الشان دربار جو ماہ دسمبر کو ہندوستان کے شاہان اسلام کے قدیم دار الخلافہ میں منعقد ہونیوالا ہے وہ تاریخ ہندوستان میں ایک ایسا اہم واقعہ ہے کہ اس کے متعلق طبائع میں عجیب ولولے پیدا ہو رہے ہیں ہندوستان کو صدیوں بعد یہ حسرت نصیب ہوگی کہ اس کا شہنشاہ اسکے قدیم دار الخلافہ میں تخت نشین ہوگا اور شہنشاہ بھی ایسا کہ اپنی وسعت ملک کے لحاظ سے اس زمانہ میں بلکہ کسی پہلے زمانہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا ہے پس یہ ایک ضروری امر تھا کہ ایسے عظیم الشان اور مبارک موقعہ پر ہر طرح کی امنگیں طبائع میں پیدا ہوتیں اور خصوصاً رعایا کے اس حصہ کے دلوں میں جو اپنے بادشاہ کی وفاداری کو اپنے مذہب کا ایک جزو سمجھتے ہیں۔

اس مبارک موقعہ پر میں سلسلہ احمدیہ کا امام ہونے کی حیثیت سے ایک اہم امر کی طرف تمام مسلمانان ہند کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ سلطنت انگریزی نے جب سے ہندوستان میں قدم رکھا ہے یہ مذہبی اصول ہمیشہ اپنے مدنظر رکھا ہے کہ ہر قوم کو پوری مذہبی آزادی حاصل ہو اور اپنے فرائض مذہبی کی ادائیگی میں اسے کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہو چنانچہ سب قومیں جو اس وسیع ملک میں آباد ہیں اپنے اپنے مذہبی فرائض اور مذہبی رسوم کی ادائیگی میں ویسی ہی آزاد ہیں جیسے کہ وہ اپنے ہم مذہبوں کی حکومت کے نیچے ہوتیں گورنمنٹ انگریزی کا نہ یہی منشا ہوا اور نہ ہی ہو سکتا ہے کہ کسی قوم کو بلا وجہ اسکے کسی مذہبی فرض کی ادائیگی سے روکا جاوے یا ایسے اسباب پیدا کیے جاویں جن سے ایسی ادائیگی میں کسی قسم کی رکاوٹ واقع ہو بلکہ اگر کسی قوم کی کوئی ایسی تکلیف محسوس ہو تو گورنمنٹ کو اسکی اطلاع دینا یا اسکی طرف متوجہ کرنا بھی خود اس قوم کا فرض ہے اہل اسلام سلطنت انگریزی کی ان برکات سے پوری طرح سے فائدہ اٹھا

مخاطب ہیں لیکن ایک امر ابھی تک ایسا ہے کہ اس کی طرف گورنمنٹ کو پورے زور سے توجہ نہیں دلائی گئی۔ اور مسلمانوں کو قیصر ہند کے ہندوستان میں تاجپوشی کے مبارک موقعہ سے بڑھکر بہتر موقعہ اس غرض کیلئے دیکھنا میسر ہونا مشکل ہوگا۔

جمعہ کا دن اسلام میں ایک نہایت مبارک دن ہے۔ اور یہ مسلمانوں کی ایک عید ہے بلکہ اس عید کی فرضیت پر جس قدر زور اسلام میں دیا گیا ہے ان دو بڑی عیدوں پر بھی زور نہیں دیا گیا جن کو سب لوگ خاص و عام جانتے ہیں کیونکہ جمعہ نہ صرف عید ہے۔ بلکہ اس دن کے لئے قرآن کریم میں بخاص طور پر حکم دیا گیا ہے۔ کہ جب جمعہ کی اذان ہو جائے تو ہر قسم کے کاروبار چھوڑ کر جمعہ ادا کرنے میں جمع ہو جاؤ جیسا کہ فرمایا یا ایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع یہی سبب ہے کہ جب سے اسلام ظاہر ہوا۔ اسلامی ممالک میں جمعہ کی تعطیل منائی جاتی رہی ہے اور خود اس ملک ہندوستان میں برابر کئی صدیوں تک جمعہ تعطیل کا دن رہا ہے کیونکہ آیت مذکورہ بالا کے رو سے وہ گنجائش نہیں رکھی گئی کہ جمعہ کی نماز کو معمولی نمازوں کی طرح علیحدہ علیحدہ بھی ادا کیا جا سکتا ہو بلکہ جماعت میں حاضر ہونا اور خطبہ سننا اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا اس کیلئے ضروری قرار دیئے گئے ہیں بلکہ عید کی نماز کے لئے بھی اس قدر تاکید اسلام میں نہیں جس قدر کہ جمعہ کی نماز کے لئے ہے اور مذہب اسلام کے رو سے جو شخص جمعہ کو چھوڑتا ہے۔ وہ سخت گنہگار ہے ہندوستان کی تین بڑی قوموں یعنی ہندوؤں عیسائیوں اور مسلمانوں میں سے ایک خاص دن میں عبادت کے لئے جس شد و مد سے قرآن شریف میں جمعہ کے متعلق حکم ہے باقی دو قوموں کے سبت کے متعلق اس زور سے قطعاً انکی مقدس کتابوں میں ذکر نہیں۔ ان تمام باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ ایک عظیم الشان اسلامی تہوار ہے۔ اور نماز جمعہ کے تمام شرائط کے ساتھ ادا کرنے کی ہر ایک مسلمان کو ایسی سخت تاکید کی گئی ہے کہ بڑے صاف الفاظ میں حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس وقت کسی دوسرے کام کو قطعاً نہ کرے۔

اب یہ امر ظاہر ہے کہ جس قدر کسی بڑی قوم کے بڑے بڑے تہوار ہیں۔ اُنکے منانے کے لئے گورنمنٹ نے اپنی سب رعایا کو یکساں آسانی دے رکھی ہے سب سے زیادہ مشکلات ایسے تہواروں کے منانے میں ان لوگوں کو ہو سکتی ہیں جو بوجہ ملازمت گورنمنٹ اپنے وقت کے آپ مالک نہیں مگر ہماری مہربان گورنمنٹ نے صرف مذہبی آزادی کو مدنظر رکھکر یہ ضروری قرار دیا ہے کہ سب قوموں کے بڑے بڑے تہواروں کے دنوں میں تمام سرکاری دفاتر اور سب عدالتیں وغیرہ بند رہیں تاکہ وہ حصہ رعایا جو ملازم گورنمنٹ ہیں۔ اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ ان تہواروں کے منانے میں شریک ہو سکیں درحقیقت اگر گورنمنٹ اپنے ملازمین کو اتنی آزادی نہ دیتی۔ تو پھر مذہبی آزادی بڑے نام ہوتی لیکن گورنمنٹ کے اس طریق عمل ہو کر اپنے ملازمین کیخاطر سے بڑے بڑے قومی تہواروں کے دنوں میں اپنے سب دفاتر کو بند رکھتی ہے یہ امر تو ظاہر ہو گیا کہ گورنمنٹ کا دلی منشا یہ ہے کہ کسی قوم کو اپنے مذہبی فرائض کی ادائگی میں کسی قسم کی روک محسوس ہو لیکن جمعہ کی نماز کی ادائگی کے لیے یہاں تک دیکھا گیا ہے اس قسم کی آزادی ابھی تک حاصل نہیں اور شہنشاہ ہند کی اہم سعی کے مبارک موقعہ پر اس آزادی کے حصول کیلئے جس قدر زور دیا جائے کم ہے؛

یہ تو ظاہر ہے کہ نظام گورنمنٹ اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ کہ ہر ہفتہ میں دو دن کی تعطیل ہو۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اتوار شاہ وقت کے مذہب کے لحاظ سے تعطیل کا ضروری دن ہے۔ پس کوئی ایسی تجویز گورنمنٹ کے سامنے پیش کرنی چاہیے جس سے انتظام گورنمنٹ میں بھی کوئی مشکلات پیش نہ آویں اور اہل اسلام کو یہ مذہبی آزادی بھی مل جائے اسکی آسان راہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن نماز جمعہ کے وقت یا تو سب دفاتر اور عدالتیں سکول کالج وغیرہ دو گھنٹے کے لیے بند ہو جاویں یا کم از کم اتنی دیر کے لیے مسلمان ملازمین و مسلمان طلبار کو اجازت ہو کہ وہ نماز جمعہ ادا کریں اور اس کے متعلق جملہ دفاتر و جملہ محکموں میں گورنمنٹ کی طرف سے سرکلر ہو جاوے۔ گو اس وقت بعض افسر اس قسم کی اجازت اپنے ماتحتوں کو دیتے ہیں مگر ایسی مثالیں

کم ہیں اور خصوصاً سکولوں اور کالجوں میں تو بالکل نہیں۔ ایسی اجازت نہ صرف مسلمانوں کی راہ سے ایک بڑی روک کو اٹھا دیگی بلکہ آخرکار گورنمنٹ کے لیے بھی بہت مفید ثابت ہوگی کیونکہ نماز جمعہ میں ایک لازمی جزو خطبہ کا سننا ہے اور خطبہ کیا ہے اس میں یا تو اخلاقی سبق ہوتا ہے یا پیشتر معاملات میں مسلمانوں کو جو راہ اختیار کرنی چاہیئے اسکا ذکر ہوتا ہے گورنمنٹ خود اس ضرورت کو محسوس کرتی ہے کہ طلباء کی مذہبی تعلیم کا کوئی انتظام ہو تاکہ جو نتائج خالی دنیوی تعلیم سے پیدا ہوتے ہیں جس کیساتھ اخلاقی اور دینی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں انکا انسداد ہوسکے میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر گورنمنٹ اور علمائے اہل اسلام توجہ کریں تو جمعہ کے خطبہ سے بڑھکر کوئی بہتر صورت اخلاقی اور دینی وعظ و تعلیم کی نہیں لیکن اس سے سب متعلقین علم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

اور یہ امر کہ جمعہ کے دن دو گھنٹوں کے لیے مسلمان ملازمین اور مسلمان طلباء کو نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے اجازت دیدی جاوے کوئی ایسا امر نہیں جس کو گورنمنٹ کی راہ میں کوئی مشکلات پیدا ہوتی ہوں کیونکہ سکولوں اور کالجوں میں تو یہ ضرورت صرف سردیوں کے موسم میں پیش آئیگی گویا سال میں صرف چھ ماہ کے لیے اس انتظام کی ضرورت ہوگی باقی چھ ماہ اس وجہ سے کہ سکول اور کالج گرمیوں میں گیارہ بارہ بجے بند ہوجاتے ہیں کسی ضرورت نہ ہوگی اور ملازمین گورنمنٹ کی اسقدر دیر کے لیے غیرحاضری سے جس قدر نقصان ہوگا اسکی تلافی وہ خود بعد از وقت کام کرکے کرسکتے ہیں کیونکہ جو کام انکے ذمہ ڈالا گیا ہے وہ انہیں بہرحال پورا کرنا ہوگا۔ برٹش گورنمنٹ کے نظام میں اس قسم کی مثالیں پہلے موجود ہیں کیونکہ اس گورنمنٹ کو مختلف قوموں پر حکمرانی کا موقعہ خدا نے دیا ہے اسلیئے وہ حتی الوسع ان مختلف اقوام کی مذہبی اصولوں کو مد نظر رکھکر کام کرتی ہے چنانچہ مصر میں جہاں بڑا حصہ آبادی کا مسلمان ہے اور خدیو مصر برٹش نگرانی کے نیچے حکمرانی کرتے ہیں وہاں تعطیل کا دن بجائے اتوار کے جمعہ ہی ہے چنانچہ سکول کالج دفاتر عدالتیں وہاں جمعہ کو بند ہوتی ہیں۔

اسی طرح پر اہل اسلام کو اس حکم کے بجالانے میں جو نماز جمعہ کے متعلق تاکیدی طور پر
قرآن کریم میں دیا گیا ہے کوئی دقت نہیں مگر وہاں چونکہ ایک کثیر حصہ اعلیٰ عہدہ داران کا انگریز
ہے جو عیسائی مذہب رکھتے ہیں سلطان گورنمنٹ نے انکو یہ سہولت دے رکھی ہے کہ وہ اتوار کے
دن چاہیں تو کام پر حاضر نہیں ہوتے اور کام کو باقی دنوں میں پورا کریں۔ لیکن جہاں اعلیٰ عہدہ داران
کا بعض ان کی مذہبی آزادی قائم رکھنے کیلئے برٹش گورنمنٹ نے اس قدر اجازت
دے دی ہو۔ ہندوستان میں مسلمان ملازمین کو جن کی نسبت بھی کل عملہ سے بہت تھوڑی
ہو۔ صرف دو گھنٹے کے لیئے اجازت کا بجالانا ایک یقینی امر ہے کیونکہ صرف ساتویں
دن دو گھنٹے کے لیے چند ملازمین کی غیر حاضری سے جو وہی اکثر غیر ذمہ داری کے
عہدوں پر ہونگے۔ کام کا کوئی ہرج متصور نہیں اور اگر کوئی حرج ہو بھی تو وہی ملازم خود ایسے
کام کو پورا کرنیکے ذمہ دار ہونگے۔

غرضیکہ ایک طرف ہم جب نماز جمعہ کے لیئے سخت تاکیدی حکم قرآن شریف
میں پاتے ہیں جس میں اس قدر تاکید ہو کر صاف الفاظ میں یہ کہا گیا ہے کہ جب نماز جمعہ کا
وقت آجائے تو تم دنیا کے ہر ایک قسم کے کاروبار چھوڑ کر نماز جمعہ کی ادائگی میں مصروف ہو
جاؤ۔ اور جب تک نماز ادا نہ کر لو کسی کام کی طرف متوجہ نہ ہو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی سخت گرفت
کے نیچے آؤ گے۔ اور اس کے ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ نماز جمعہ کے خطبہ میں جو اخلاقی تعلیم
مسلمانوں کو دی جاتی ہے وہ ملک اور گورنمنٹ کے لیئے کس قدر مفید ہے اور پھر دوسری
طرف ہم ایسی نظیر بھی پاتے ہیں جس میں اسی قسم کی وقت ایک دوسرے ملک میں پیش آنے
پر انگریزی گورنمنٹ نے اپنے ملازمین کے مذہبی حقوق کی ادائگی کو ان کے سرکاری
کام میں حاضری پر ترجیح دیکر علاوہ تعطیل کے دن کے ایکدن اور بھی انہیں غیر حاضر رہنے
کی اجازت دی ہے اور جو امر ہم پیش کرتے ہیں اسکی وقت اس وقت سے بدرجہا کم
بھی ہے کیونکہ صرف دو گھنٹے کی رخصت نماز جمعہ کی ادائگی کے لیئے نہ آرام کے لیئے ہم

چاہیے تھی۔ پس اب ہمیں یقین کامل ہوتا ہے کہ شہنشاہ جارج پنجم کی تاجپوشی کے موقعہ پر اگر کل ہندوستان کے مسلمان متفق ہو کر اس مذہبی رکاوٹ کے دور کیا جانے کی درخواست کریں تو گورنمنٹ انگریزی ضرور اس وقت پر غور فرما کر اس کی اصلاح اس مبارک موقعہ پر کر کے ہند کے سات کروڑ نہیں بلکہ کل دنیا کے مسلمانوں کے دلوں کو مسخر کر لیگی کیونکہ مسلمان قوم سب سے بڑھ کر مذہبی آزادی کی ہی قدر کرنے والی قوم ہے۔

وجوہات مذکورہ بالا کی بنا پر ہم نے ایک میموریل تیار کیا ہے جو حضور وائسرائے ہند کی خدمت میں بھیجا جاویگا لیکن چونکہ جس امر کی اس میموریل میں درخواست کی گئی ہے وہ جملہ اہل اسلام کا مشترک کام ہے اس لئے قبل اس کے کہ یہ میموریل حضور وائسرائے کی خدمت میں بھیجا جاوے ہمیں یہ ضروری سمجھا ہے کہ اس کا خلاصہ مسلمان پبلک اور مسلمان اخبارات اور انجمنوں کے سامنے پیش کیا جاوے تاکہ وہ سب اس پر اپنی اتفاق رائے کا اظہار بذریعہ ریزولیوشن و تحریرات وغیرہ کے گورنمنٹ پر اس کی ضرورت کو ظاہر کریں تاکہ اس مبارک موقعہ پر یہ آزادی اہل اسلام کو حاصل ہو جاوے۔ ہمیں غرض صرف اس امر سے ہے کہ جملہ اہل اسلام کے اتفاق سے یہ ظاہر ہو کہ بضرورت شفقت یہ درخواست حضور وائسرائے ہند کی خدمت میں پیش ہو۔ ہمیں یہ غرض نہیں کہ ضرور ہم ہی اسکو پیش کرنیوالے ہوں چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دل میں یہ تحریک ڈالی ہے اس لئے ہم اسے پیش کر رہے ہیں۔ اگر کوئی انجمن یا جماعت ایسی ہو جو صرف اس وجہ سے اس کے ساتھ اتفاق نہ کرے کہ یہ میموریل ہماری طرف سے کیوں پیش ہو تو ہم بڑی خوشی سے رضامند ہیں کہ میموریل کو گورنمنٹ کی خدمت میں انہیں کے ذریعہ سے بھیجے جانے کا اور کوئی مناسب انتظام کر لیا جاوے۔

پس یہ اشتہار جملہ ایڈیٹران اخبارات اسلامی و سیکرٹریان انجمنہائے و شاخہائے لیگ و حضرات اہل اسلام کی خدمت میں اس غرض کیلئے بھیجا جاتا ہے کہ بہت جلد بذریعہ ریزولیوشنوں کے اور بذریعہ تحریرات کے اس پر اظہار رائے کریں تاکہ عام مسلمانوں کی طبیعت کا میلان دیکھ کر اس درخواست کو پیش کیا جاوے۔

المعلن

نورالدین (خلیفۃ المسیح الموعود) قادیان ضلع گورداسپور یکم جولائی سنہ ۱۹۱۱

ستیارتھ پرکاش پر ایک مختصر ریویو

آریہ سماج کا سارا دارومدار ستیارتھ پرکاش پر ہے۔ اور اُسی کی وہ کثرت سے اشاعت کرتے ہیں اس میں علاوہ اپنے مذہب کے اصول بیان کرنے کے پنڈت دیانند صاحب نے دوسرے مذاہب پر اعتراض بھی کئے ہیں۔ اور اس طرح اپنے متبعین کے لیے مباحثات کا ایک نیا دروازہ کھول دیا ہے اور اسی کا اثر ہے۔ کہ آریہ سماج تمام مذاہب پر اعتراض کرنے میں وہ یدطولیٰ رکھتی ہے۔ اور غلط و درست عیب چینی میں لگی رہتی ہے۔

ستیارتھ پرکاش میں یوں تو بہت سی باتیں قابل اعتراض ہیں لیکن اس موقعہ پر ہم چند مجابات پر ریویو کرنا چاہتے ہیں جن کا حل ہماری سمجھ میں کوئی نہیں آتا۔ امید ہے کہ آریہ سماجی پرچارک اور اخبارات خصوصاً پرکاش و مسافران آگرہ و جالندھر ان عقدوں کو حل کرکے ستیارتھ پرکاش کے مصنف کا دامن بیہودہ تحریروں کے الزام سے پاک کیجئے۔

پنڈت دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش کے باب ۱۳ میں عیسیوں کے خلاف لکھتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۶۴ - پس جو کوئی ان حکموں میں سے سب سے چھوٹے کو توڑ دے۔ اور ایسا ہی آدمیوں کو سکھلاوے گا آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلاویگا (متی باب ۵ آیت ۱۹)

... محقق (یعنی پنڈت دیانند) . . . . یہ تو صرف لالچ اور خوف دکھلایا ہے کہ جو ان حکموں کو نہ مانیگا۔ وہ آسمان میں سب سے چھوٹا شمار کیا جائیگا (...)

پنڈت صاحب معلوم نہیں کس حالت میں تحریر کیا یہ کہنا کہ فلاں آیت کے خلاف کرنیوالا وہ پائیگا اور بڑی ... ہوگا۔ لالچ اور خوف ہے؟ اور اگر ایسا ہو تو کیا پنڈت دیانند جو بالجبر لکھتے ہیں۔ کہ اصل آتی ذہی ہے۔ جو ویدکی تعلیم پر عمل کرے۔ اور دوسرے سب

جوتوں میں پڑے بیٹھے تو کیا یہ وہم وخوف نہیں اگر یہ وہم وخوف نہیں تو مسیح کا مندرجہ
بالا فقرات کہنا بھی وہم وخوف نہیں۔ اسکا جواب تو یہ ہو سکتا تھا کہ مسیحیت کی تعلیم کو ناقص یا
غلط ثابت کر کے پنڈت صاحب کہتے کہ یہ تعلیم الٰہی نہیں اور اسکا خلاف کرنے سے
کچھ خوف نہیں نہ کہ وہ جواب دیتے جو لکھا گیا ہے

اعتراض نمبر ۹۶۔ ہر ایک جو مجھ کو خداوند خداوند کہتا ہے آسمان کی بادشاہت میں داخل ہوگا۔
(متی باب ۷ آیت ۲۱) محقق غور کیجیے کہ اگر بڑے بڑے پادری بشپ اور کرسچین لوگ عیسیٰ کا
یہ قول بجا سمجھتے ہوں تو عیسیٰ کو خداوند کبھی نہ پکاریں۔ اگر اس بات کو نہ مانیں گے تو گناہ
سے کبھی نہ بچ سکینگے۔ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۶۶۲)

مسیح تو ایسے مردوں کو یہ کہتا ہے کہ صرف زبانی خداوند خداوند کہنے سے کام نہ چلیگا بلکہ
ایمان بھی ہونا چاہیے۔ پنڈت صاحب یہ نہ سمجھے کہ جو خداوند کا لفظ مسیح کی نسبت استعمال
کرے وہ گنہگار ہو جاوے گا مگر عبارت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ اور نہ الفاظ پنڈت صاحب کے معانی
کی تائید کرتے ہیں جو شخص اردو کی عبارت بھی نہیں سمجھ سکتا اس کو یہ حوصلہ کس طرح ہوا کہ تمام
کل دنیا کی مذہبی کتب پر ریویو کرنے بیٹھے۔ پنڈت صاحب کے اس اعتراض سے آپ کی
لیاقت علمی ظاہر ہوتی ہے۔ کاش کہ آریہ پرتی ندھی سبھا اس قسم کے فضول تعلیقات کو
ستیارتھ پرکاش سے نکالدیں۔

اعتراض نمبر ۹۷۔ اس واسطے ایسے خدا کے تخت کے آگے ہیں اور اسکی ہیکل میں رات
دن اسکی بندگی کرتے ہیں (مکاشفات یوحنا باب ۷ آیت ۱۵)

محقق۔ کیا یہ اول درجہ کی بت پرستی نہیں ہے اور کیا خدا انسان کی مانند مجسم اور
محدود المکان نہیں ہے کیا وہ رات کو سوتا بھی ہے اگر سوتا ہے تو رات کو وقت بندگی
کیسے کرتے ہونگے اور اس کی نیند بھی دور ہو جاتی ہوگی اور اگر رات دن جاگتا رہتا ہو گا تو ترت
پژمردہ اور بیمار رہتا ہوگا۔ (ستیارتھ پرکاش ۶۶۰)

اس اعتراض کو دیکھکر بیساختہ پنڈت صاحب کے ذہن رسائی اور ذہنی پرتی پر کیا معقولیت کیساتھ وہ قضیہ بناتے ہیں اصل تو یہ کہ کیا پرمیشور اکھنڈ رس ہوتا ہے اگر سوتا ہو تو وہ لوگ اس کی بات دن بندگی کیونکر کرتے ہیں اور اگر نہیں سوتا۔ تو پھر ضرور مردہ اور بیمار رہتا ہوگا۔ پنڈت صاحبکو یہ خیال نہ آیا کہ آریوں کے خدا کا کیا حال ہے جو کہ دنیا گول ہے اسلئے ہر وقت اس کی عبادت ہوتی ہوگی پھر اگر وہ سوتا ہے تو عبادت کیونکر ہوتی ہے اور اگر جاگتا ہے تو خود بقول پنڈت صاحب کے وہ بہت بڑا مردہ اور بیمار رہتا ہوگا۔ واقعی پنڈت صاحب کی معرفت یہ بات نہیں معلوم ہوتی ہے کہ دیانند کے لیے بھی مضرت ہے۔ ع

بدین عقل و دانش بباید گریست

پھر اسلام کی نسبت اعتراض کرنیکی سوجھی ہے اور قرآن شریف کا کوئی ترجمہ لیکر ایک آیت کا ترجمہ پہلے نقل کرتے ہیں پھر اس پر اعتراض جماتے ہیں اعتراض تو سب غلط و بے بنیاد ہیں لیکن بعض بعض تو نہایت قابل مضحکہ ہیں چنانچہ چند ایک ذیل میں لکھے جاتے ہیں

اعتراض نمبر ۳۰۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو داخل ہو بیچ اسلام کے (سورہ بقر آیت ۲۰۴) منتقی۔ اگر مسلمانوں کے مذہب میں داخل ہونے سے خدا راضی ہوتا ہو تو مسلمانوں ہی کا خدا ہے سب دنیا کا خدا نہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نہ قرآن خدا کا بنایا ہوا ہے نہ اس میں کہا ہوا خدا ہو سکتا ہے

اول تو پنڈت صاحب نے آیت کا ترجمہ ہی غلط کیا ہے آیت تو یہ ہے یا ایہا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ تمام کے تمام کمال فرمانبرداری اور سلامت روی کے طریقوں کو اختیار کرو۔ جبکہ وہ پہلے ہی مسلمان تھے تو اس کے کیا معنی ہوئے کہ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ یہ تو ظاہری ایمان کے بعد حقیقی اخلاص اور نیکی کی تعلیم دیگئی ہو دوسرے اگر بفرض محال پنڈت صاحب کے اعتراض کو رد کرنے کے لئے اس ترجمہ کو صحیح قرار بھی دیا جائے تب بھی اعتراض فضول اور خلاف عقل ہے کیونکہ جب خود پنڈت دیانند کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ ان کے مذہب میں داخل ہو کر ہی نجات مل سکتی ہے اور بغیر ویدوں کے انکو

کے انسان سرخرو نہیں ہو سکتا۔ تو کیا انکے اعتقاد پر یہ اعتراض نہ وارد ہوگا کہ کیا خدا صرف ویدوں
کے ماننے سے خوش ہوتا ہے گویا وہ آریوں کا طرفدار ہے۔ اور پھر ہر ایک سچائی پر اعتراض ہو
کہ کیا خدا اس سچائی کا طرفدار ہے۔ جب اسلام کا دعویٰ ہے کہ کل سچائیاں اسکے اندر پائی جاتی
ہیں۔ تو کیا یہ کہا جائے کہ اسلام کے ماننے سے بندوں پر ہی اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ اور
انہیں میں سے انسان کو نجات عطا کرتا ہے۔ جب آریہ لوگ ویدوں کی نسبت یہی عقیدہ رکھتے
تو پنڈت صاحب کو اسلام پر اعتراض کرنے کی کیا سوجھی۔ ؎

نیش عقرب نہ از پئے کین است ⁂ مقتضائے طبیعتش این است

اعتراض نمبر ۱۴۔ جو کچھ آسمان اور زمین پر ہے سب اسی کے لئے ہے (سورہ حجرات)
محقق۔ جو آسمان اور زمین پر چیزیں ہیں وے سب انسانوں کیواسطے خدا نے پیدا
کی ہیں اپنے واسطے نہیں کیونکہ اسے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ صفحہ ۶۷۹

جس آیت پر پنڈت صاحب نے اعتراض کیا ہو وہ یہ ہے لہٗ ما فی السمٰوٰت و الارض
یعنی جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے اور یہی اعتقاد
زبانی طور سے آریوں کا بھی ہے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ کوئی دانا انسان جو اللہ تعالیٰ کے
وجود پر ایمان رکھتا ہو یہ کہے کہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں نہیں ہیں بلکہ کسی اور
کے قبضہ میں ہیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ایک سچائی کو بیان کیا ہے
تو اس پر پنڈت صاحب کو کیا اعتراض ہے۔ یہ زیادتی انھوں نے کہاں سے نکالی کہ زمین و
آسمان میں جو کچھ ہے اسے خدا خود استعمال کرتا ہے اور بندوں کی طرح ان اشیا کا محتاج
ہے یہاں اس بات کا ذکر تو نہیں کیا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اشیا کس کے لئے پیدا کی
ہیں۔ بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ یہ سب چیزیں کس کی ملکیت میں ہیں اور ان اشیا پر خدا تعالیٰ
کی ملکیت کا انکار خود آریہ صاحب بھی نہیں کرتے۔ پھر یہ اعتراض نہ معلوم کیا سوچ کر کیا
گیا تھا۔ شاید کہا جائے کہ یہ پریس کی غلطی تھی۔ پنڈت صاحب نے یہ اعتراض نہیں کیا تھا۔

پر بعض علماء نے اپنی طرف سے لا دیا لیکن یہ بات تب درست ہوگی کہ جب آریہ پرتی ندھی سبھا اس اعتراض اور اسی طرح دیگر کل اس قسم کے اعتراضات کے اخراج کا ریزولیشن پاس کرے۔ اور آئندہ ایڈیشن میں ستیارتھ پرکاش میں درج نہ کئے جائیں۔

اعتراض نمبر ۳۵ ۔ اور نہیں ہے اللہ کہ خبردار کرے تم کو اوپر غیب کے لیکن اللہ پسند کرتا ہے پیغمبروں اپنے میں سے جس کو چاہے پس ایمان لاؤ اوپر اللہ کے اور اس کے رسولوں کے (سورہ آل عمران ۳-۱۰۳)

محقق۔ جب مسلمان لوگ سوائے خدا کے کسی پر ایمان نہیں لاتے اور نہ کسی کو خدا کا شریک مانتے ہیں تو پیغمبر صاحب کو کیوں خدا کیساتھ ایمان میں شریک کیا ہے اپنے پیغمبروں پر ایمان لانا لکھا ہے۔ اس لئے پیغمبر بھی شریک ہوگیا۔ پھر لا شریک کہنا ٹھیک نہ ہوا۔ اگر اس کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ محمد صاحب کے پیغمبر ہونے پر ایمان لانا چاہیے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ محمد صاحب کی کیا ضرورت ہے اگر خدا بلا پیغمبر کے اپنی خواہش کے مطابق کام نہیں کر سکتا۔ تو ضرور خدا لاقدرت ہوا۔ صفحہ ۶۹۲

اس اعتراض میں پنڈت صاحب نے دو ایکادیں کی ہیں۔ اور دونوں عجیب ہیں۔ اول تو یہ کہ خدا کے سوا کسی اور پر ایمان لانا بڑا گناہ ہے۔ اور شرک ہے لیکن آپ کو یہ کچھ نہیں آئی کہ ایمان کہتے ہیں ماننے کو کیا پنڈت دیانند صاحب کے پیرو بتا سکتے ہیں کہ وہ خدا کے سوا کسی اور چیز کو نہیں مانتے۔ اگر ایسا ہے تو خود آریہ سماج ہی کا ماننا اور یہ کہنا کہ آریہ سماج کوئی چیز ہے۔ شرک ہو جائیگا کیونکہ وجود میں خدا اور آریہ سماج برابر ہو جائینگے۔ اور اگر خدا کے سوا کسی اور کی فرمانبرداری شرک ہے یا کسی کی بات ماننی شرک ہے۔ تو والدین کی فرمانبرداری اور گورنمنٹ کی اطاعت خود پنڈت دیانند کی اتباع اور وید وغیرہ کا اقرار سب شرک ہوگا اور کوئی کام نہ رہیگا جس میں شرک نہ ہو کھانے پکاتے ہوئے شرک کرنا پڑیگا۔ کہ ایک چیز آگ ہے پھر دو جگہ دوسری اشیاء

کو بگاڑتی ہے پھر ایک چیز آتی ہے۔ جو کھانے سے پیٹ کو بھر دیتا ہے۔ اور ان تمام اشیاء کا وجود ماننا اور ان کے خواص پر یقین لانا بھی شرک ہوگا۔ پانی پیتے ہوئے پانی کے وجود کا ایمان اور اس کے خواص پر یقین بھی شرک ہوگا۔ خود شرک کا ماننا یعنی شرک پر ایمان لانا شرک ہو جائیگا۔ اور ایک عجیب دور تسلسل ہو جائیگا۔ شرک کی یہ تعریف تو نہیں کہ خدا کے سوا کسی اور چیز کو مانا جائے۔ بلکہ شرک کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ ان صفات میں کسی کو خدا کا شریک کرنا جو اس کے لیے خاص ہیں اور جس میں کسی اور کا دخل نہیں اور یا اس حد سے زیادہ کسی کو صفات الہیہ میں شریک کرنا جو اس نے مخلوقات و مصنوعات میں ودیعت کی ہیں۔ شرک اول کی مثال خلق ہے کہ اس میں اس نے کسی کو شریک نہیں کیا۔ اور شرک دوم کی مثال سمع ہے کہ اس نے انسانوں اور حیوانوں میں سمع کی طاقت رکھی ہے لیکن ایسی طاقت کسی کو نہیں دی کہ انہیں کانوں کے ساتھ کل دنیا کی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی آوازوں کو سن لے پس کسی کو خالق ماننا یا اس قسم کا سمیع ماننا کہ کل باریک اور موٹی مخفی اور جلی آہستہ اور اونچی سب آواز وہ ہر دم سن لیتا ہے شرک ہوگا نہ کہ کسی کا محض وجود ماننا یا کسی کی عام فرمانبرداری شرک ہوگی۔

دوسری بات جو پنڈت صاحب نے اس آیت سے نکالی ہے وہ یہ ہے کہ اگر ایمان کے معنی آنحضرت کی رسالت کا ماننا ہے جیسا کہ میں نے اوپر لکھا ہے تو اس پر دوسرا اعتراض پڑتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت کیا تھی۔ اور جبکہ آپ کی خدا کو کوئی ضرورت تھی اور آپ کے بغیر خدا کوئی کام نہ کر سکتا تھا۔ تو خدا قدرت سے خالی ہوا۔ لیکن اس اعتراض کے کرتے وقت گھر کا خیال نہیں رہا۔ انکو یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ بھی ایک کی بجائے چار رشیوں کو قبول کرتے ہیں پس یہی اعتراض ان پر پڑیگا۔ کہ ان چار رشیوں کی ضرورت کیا تھی جو کیا پرمیشور انکے بغیر کام نہیں کر سکتا تھا۔ اور وید انکے سوا نہیں بھیج سکتا تھا اور اگر نہیں بھیج سکتا تھا تو پھر پرمیشور بے قدرت ہوا۔ بلکہ خود ہی کیوں نہیں دکھیں کر کیا

ویدوں کا خدا محتاج تھا۔ اور کیا ان کے بغیر دنیا کو ہدایت نہیں دے سکتا تھا۔ اور اگر نہیں تو وید وہ محتاج ہوا لیکن کیا آریہ صاحبان اس قسم کے بیہودہ اعتراضات کو اپنے رشیوں یا اپنی کتب سماوی کی نسبت برداشت کرینگے۔ اور اگر نہیں تو قرآن شریف پر ان اعتراضات کے کرنیکے کیا معنی ہیں؟

کاش پنڈت صاحب سمجھتے کہ گو خدا کو ہاں کسی نبی کی ضرورت نہیں لیکن اس دنیا کو اُسنے ایک حد تک اسباب کے ساتھ جکڑ دیا ہے۔ بیشک نبی کی اس کو ضرورت نہیں لیکن ہمکو ضرورت ہے ہر ایک تو اس لائق نہیں ہوتا کہ اسپر کلام آسکے جیسے چار رشیوں پر وید اُترے لیکن اُنکے علاوہ دوسری مخلوقات پر نہ اُترے۔ پس جبکہ ہر ایک پر کلام نہیں اتر سکتا۔ اور بندوں کو کلام الٰہی کی بھی ضرورت ہے۔ جیسے آریہ ویدوں کے وجود کو مان کر اس بات کے قائل ہیں تو ضروری ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاک بندوں کو چن کر انپر کلام نازل کرے جو اوروں کو اس کلام سے خبردار کریں۔ اب اگر رشیوں کے وجود سے شرک لازم نہیں آتا۔ تو رسولوں کے وجود سے بھی شرک لازم نہیں آتا اور اگر اسباب کا سلسلہ کوئی بس تو جیسے انسانوں کی معرفت مختلف اشیاء کے ملنے سے معطی خدا کا شریک نہیں بنجاتا۔ اور نہ ہی مذکورہ بالا اشیاء کے وجود سے خدا کا بیقدرت ہونا ثابت ہوتا ہے ویسا ہی رشیوں کے وجود سے بھی خدا کا بیقدرت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

یہ اعتراضات تو مشتے نمونہ از خروارے ہیں اگر آدمی جواب لکھنے لگے تو چودھواں سمولاس سارا کا سارا غلط اور بے بنیاد اعتراضات سے بھرا ہوا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ہم انشاء اللہ ان اعتراضات کا جواب کبھی کبھی مختصراً اسی ہیڈنگ کے نیچے دیا کرینگے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

خاکسار مرزا محمود احمد

خریداران رسالہ

توجہ فرمائیں کہ انکے ذمہ تشحیذ کا بہت کچھ قرض ہے یعنی انھوں نے ابتک رسالہ کی مدد اور اشاعت کی ترقی میں کوئی خاص کوشش نہیں کی۔ اسلئے مضی مامضی پر عمل کرتے ہوئے آیندہ کیلئے خاص کوشش فرمائیں۔ اور اس سال کے ختم ہونے سے پہلے کم سے کم تین ہزار خریدار مہیا کرنیکی کوشش کریں۔ اور خدا تعالیٰ سے مدد و نصرت کی امید رکھیں ہم دو دفعہ ناظرین کو اس بات کی طرف توجہ دلا چکے ہیں اور اب تیسری دفعہ پھر توجہ دلاتے ہیں اور اسوقت تک توجہ دلاتے رہینگے جب تک وہ متوجہ نہوں۔ ان احباب کا بھی شکریہ ادا کیا جاتا ہے جنھوں نے

رسالہ کی خریداری کی ترقی میں سعی فرمائی ہے جزاہم اللہ احسن الجزا
و دیگر احباب بھی توجہ فرماویں (۱)۔ اور خریداران رسالہ میں سے
تین سو خریدار ہا کی بجائے صرف ۱۹۱۱ء سے کم سے کم سالانہ دیا کریں جنکو اللہ تعالیٰ
زیادہ توفیق دے وہ زیادہ بھی دے سکتے ہیں (۲) جو صرف سالانہ نہیں دے سکتے۔ وہ
ے سالانہ دیا کریں ایسے لوگ بھی کوئی دو سو کے قریب ہونگے (۳) ایسے لوگ نذر و
بالا گروہ کے جو خریدار کو روپیہ مدد نہیں کر سکتے۔ وہ فی خریدار کم سے کم
تین خریدار مہیا کریں۔ لوگ اپنے دوستوں کو سیر و تماشا کیلئے لیجاتے ہیں اور
انپر بہت سا روپیہ خرچ کروا دیتے ہیں تو کیا آپ لوگوں میں اتنا بھی
جذبہ نہیں کہ ایک دینی کام کیلئے سال میں محض اتنی خرچ کر دیں وہاں
تو تھوڑی دیر لذت حاصل کر کے وہ واپس آجاتے ہیں جس میں نہ دین کا
بھلا نہ دنیا کا۔ اور یہاں تو سال بھر ان کو رسالہ ملیگا جس سے امید ہے کہ کچھ نہ
کچھ تو وہ فائدہ اٹھائینگے لیکن یہ بھی یاد رہے کہ جو احباب روپیہ مدد کریں انسے خریدار مہیا
کرنیکا فرض نہیں اتریگا صرف تین خریدار پیدا کرنا انہیں کیلئے ہے جو پانچ روپیہ یا تین روپیہ
سالانہ چندہ نہیں دے سکتے

(ایڈیٹر)

سن لیں کہ اگست کا پرچہ ایسے سب احباب کے نام وی پی کیا جاویگا۔ اور
مجھے کامل امید ہے کہ تشحیذ الاذہان کے خوش معاملہ خریداران بڑی خوشی سے یہ
وی پی وصول فرما کر ہمیں شکریہ کا موقعہ دینگے۔ انکی بروقت امداد سے
کارخانہ کی حالت بہتر ہو جائیگی اور پھر تشحیذ بہت اچھے طریق سے ان
کی خدمت ادا کرنیکے قابل ہو گا۔ روپے کے نہ ہونیکی وجہ سے بعض وقت
ایسی مشکلات پیش آجاتی ممکن ہیں کہ رسالہ تیار پڑا ہو مگر روانہ نہیں ہو
سکتا۔ اور اسطرح ان خریداروں کی بھی حق تلفی ہوتی ہے جو پہلے
قیمت ادا کر چکے ہیں مجھے امید ہے کہ یہ تحریر بقایاداران کی توجہ مبذول
کرنیکے لیئے کافی ہوگی۔ وفقکم اللہ لخدمات الدین۔ آمین یارب العالمین

مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

اصل عرق کافور

دیکھو گرمی کا موسم آ گیا ... ہیضہ ... [illegible] ... عرق کافور ... [illegible]

... قیمت فی شیشی ... محصول ڈاک ... [illegible]

عرق پودینہ

[illegible] ... پودینہ کی ہری پتیوں ... [illegible] ... ڈاکٹر برمن ... [illegible] ... پیٹ کا پھولنا ... [illegible]

قیمت فی شیشی ... محصول ڈاک ... [illegible]

جلاب کی گولیاں

[illegible] ... ڈاکٹر برمن ... [illegible]

[illegible] ... قیمت ... [illegible]

درد سر یا [illegible] درد کی دوا

[illegible]

[illegible]

رسالہ

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

[illegible]

خریداران تشحیذ الاذہان کو اطلاع

ہم اس امر کو محسوس کرتے ہیں کہ تشحیذ کے پرچہ جات لیٹ ہوئے اب کامل انتظام کر لیا گیا ہے۔ امید ہے کہ ماہ اکتوبر کا رسالہ اپنے وقت پر شائع ہوگا۔ مضامین کی ترتیب کے متعلق بھی ایک خاص پہلو مدنظر رکھا گیا ہے جو امید ہے ناظرین کی نظروں میں ہر پہلو سے پسندیدہ ہوگا۔

۲۔ ہر ایک خریدار مہربانی فرما کر اپنے پتے کی چٹ کو غور سے پڑھے۔ اگر کوئی اس میں غلطی ہو تو ضرور اطلاع دے تاکہ درستی کر لی جاوے۔ بعض صاحب اپنے مقام سے تبدیل ہو جاتے ہیں مگر ہمیں اطلاع نہیں دیتے۔ بعض شکایت کرتے ہیں کہ رسالہ نہیں پہنچا۔ اطلاع دینے کا یہ طریق نہیں کہ [illegible] دفتر میں خط کے کسی گوشہ پر لکھ دیا۔ اسی طرح ہر وقت [illegible] اطلاع نہیں پہنچتی۔ غرض اپنے اپنے ایڈریس ضرور مستقل طور پر دفتر میں درست کرا لئے جاویں۔

۳۔ ماہ ستمبر کا رسالہ ان خریداروں کے نام وی پی ہوگا جنہوں نے تا حال چندہ [illegible] صرف [illegible] نہیں دیا۔ اگر کسی صاحب کو [illegible] وی پی [illegible] مگر [illegible] کریں۔ وی پی واپس نہ کریں کہ اس طرح نقصان ہوتا ہے۔

۴۔ بعض صاحبان نے تا حال [illegible] کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ وہ براہ مہربانی اپنے فرض سے سبکدوش ہوں۔

۵۔ [illegible] کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے جنہوں نے اعانت رسالہ [illegible] فرمائی ہے جو لوگ اعانت کریں [illegible] سے [illegible] ہوں یعنی اپنا [illegible] فرمایا کریں۔

فہرست اسماء معاونین رسالہ

نمبر شمار	اسم معاونین مع مقام	اعانت مالی	کیفیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سلم الوصول الی اسرار اسراء الرسول

(مصنفہ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی پر ریویو)
گذشتہ اشاعت سے پیوستہ

مولوی ابراہیم صاحب نے سلم الوصول کے صفحہ ۷ فصل اول سے معراج جسمانی کا ثبوت پیش کرنا شروع کیا ہے۔ آپ نے پہلے آیت کریمہ سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا انہ ھو السمیع البصیر نقل کی ہے پھر اس سے معراج نبوی کے جسد عنصری ہونے پر استدلال فرمایا ہے۔ خلاصہ استدلال مولوی صاحب حسب ذیل ہے:

"سبحان الذی ... تسبیح ایک ایسا کلمہ ہے جسے ذات باری نے صرف اپنی ذات کے لیے خاص کیا ہے اور غیر پر اس کا اطلاق جائز نہیں اور چونکہ قصہ معراج میں اللہ تعالیٰ کے کسی مکان میں متحیز ہونے کا وہم ہو سکتا تھا جو شان الٰہی کے شایان نہیں۔ اس لیے اس سورۃ اسراء کو لفظ سبحان سے شروع کر کے وہم تحیز و تمکن کو دور کر دیا۔"

دیگر یہ کہ معجزہ ایک ایسا عظیم امر ہے کہ جو بوجہ خلاف عادت ہونے کے بہت سے کوتاہ نظر منطقیین کے لیے موجب حیرانی و باعث سرگردانی ہوتا ہے اور سیر معراج۔ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجازی کمال ہے۔ اور اس میں جسم عنصری کیساتھ جانا ان کے نزدیک مستبعد ہے اللہ تعالیٰ حکیم و علیم نے اس سورہ اسراء کو عنوان سبحان سے بیان فرمایا"

اسریٰ۔ فعل اسراء متعلق معراج کے ہے۔ اور اس کے چنانچہ علامہ فیومی مصباح میں فرماتے ہیں سریت بہ لیل و سریت بہ اسری والاسم السریۃ اذا قطعتہ بالسیر اور لسان العرب میں ہی آیۃ سبحان الذی اسری بعبدہ کے معنی سیر عبدہ نقل کئے ہیں پس ثابت ہوا کہ اسراء نبوی صلعم جسمانی تھا۔ نہ کشفی و منامی قرآن شریف میں دیگر مقامات میں یہ لفظ انتقال مکانی کے معنوں میں آیا ہے"

دیگر یہ کہ ذات باری سبحانہٗ نے فعل اسراء کی اسناد اپنی طرف کی ہے۔ نہ رسول اللہ صلعم کی طرف کیونکہ سیر معراج جسمانی اگرچہ رسول اللہ صلعم کی ذاتی قدرت سے مستبعد معلوم ہوتا ہے مگر نظر بر قدرت باری سبحانہٗ اس میں کوئی استبعاد نہیں"

بعبدہٖ فرمایا۔ بروح عبدہ نہیں کہا۔ کیونکہ عبد سے مراد روح مع جسم ہوا کرتا ہے۔ جو روح مع جسم چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے۔ فان العبد عبارۃ عن مجموع الروح والجسد وقد قال اسری بعبدہٖ اور امام فخر الدین رازی نے بھی آیت کے ذیل میں اس امر کو بسط محقق کیا ہے"

لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ جملہ کتب نحو میں یہ امر صحیح ہے۔ کہ من ابتداء کے لئے آتا ہے اور الیٰ انتہا غایت کے لئے پس جب اس سیر کی ابتداء اور انتہا ذکر کی تو ثابت ہوا کہ کشف باطل ہوا اور صاف ظاہر ہوگیا۔ کہ یہ سیر بصورت انتقال من مکان الی مکان آخر تھا کیونکہ حالات کشفیہ کے ذکر میں ابتداء اور انتہاء سے بحث نہیں کی جاتی۔ بلکہ صرف شئی مکشوف کا ذکر ضروری ہوتا ہے اور بس۔ . . . کیونکہ کشف کی حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ جسمانی حجاب بر شئی مکشوف دیکھنے سے مانع ہوتے ہیں مرتفع ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ بینائی میں ایسی قوت بخشے۔ کہ شئی مکشوف کا ادراک حسب دلخواہ اچھی طرح سے ہو سکے۔

پس جب اس قصہ اسراء میں اس سیر کی ابتدا و انتہا ذکر کی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ انتقال مکانی نہ تھا۔ نہ اور کسی طرح سے ؟

مولوی ابراہیم صاحب کے نزدیک چند دلائل ایسے زبردست اور قطعی دلائل ہیں کہ ان سے معراج نبوی کا بجسدہ العنصری ہونا خواہ مخواہ یقینی طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ مگر میرے نزدیک دلائل مذکورہ بالا میں سے کوئی ایک دلیل بھی ایسی نہیں جس سے قطعیت کیساتھ مولوی صاحب کا دعویٰ ثابت ہوتا ہو۔ اسلئے میں ان دلائل میں سے ہر ایک دلیل پر علیحدہ بحث کرتا ہوں۔

مولوی صاحب کی پہلی دلیل سبحان الذی کی تفسیر پر مبنی ہے۔ مگر مولوی صاحب کی یہ دلیل انکے دعوے کو ثابت کرنے کی بجائے قطعی طور پر اس کا ابطال کر رہی ہے چنانچہ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ یہ امر قطعاً ہے کہ خدا جسم جسمانی نہیں نہ محدود و متحیز ہے بلکہ لطیف و غیر محدود اور ہر جگہ موجود ہے اس کی صفت قرآن کریم میں اس طرح بیان ہوئی ہے فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ اے لوگو! تم جس طرف منہ کرو خدا اسی طرف ہے۔ پھر فرماتا ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ ہم انسان کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ پس جب خدا انسان کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب اور ہر جگہ موجود ہے۔ تو اس کو ملنے کے لیے آسمان پر جسم عنصری کیساتھ چڑھ جانا کیا معنی رکھتا ہے۔ اور ایسا ہی کیونکر ممکن ہے اس کی معراج نبوی کو عنصری اور خاکی جسم کیساتھ تسلیم کیا جاوے یعنی حقیقت دوسرے لفظوں میں خداوند تعالیٰ کو جسمانی اور کسی مکان میں متحیز قرار دینا ہو جو شان الٰہی کے شایان نہیں چونکہ واقعہ اسراء کے بیان سے بعض لوگوں کو سیر جسمانی عنصری کا شبہ پیدا ہو سکتا تھا۔ اور یہ شبہ خدا کی ذات میں جسمانیت و تحیز کا نقص پیدا کرتا تھا اسلئے اس شبہ کو رفع کرنے اور ذات الٰہی کو جسمانیت اور تحیز کے نقص سے منزہ اور پاک ثابت کرنیکے لیے خداوند علیم و حکیم نے بیان واقعہ اسراء کے شروع میں ہی لفظ سبحان استعمال فرمایا ہے۔ کہ اس قرینہ قویہ سے مخاطبین متنبہ ہو جائیں کہ اس صورت میں جس واقعہ اسراء کا بیان آگے آتا ہے وہ عنصری جسمانی رنگ میں نہیں چنانچہ مولوی صاحب نے

خود ہی اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ تم کو خدا معراج میں اللہ سبحانہ کے کسی مکان میں متحیز ہونیکا وہم ہو سکتا تھا۔ جو شان حق کے شایاں نہیں۔ اسلئے اس سورت اسراء کو لفظ سبحان سے شروع کرکے وہم تحیز و تمکن کو دور کر دیا۔ مگر افسوس کہ مولوی صاحب موصوف اپنی خیالی اور علمی پردہ پوشیدہ کی دیرینہ محبت کی وجہ سے نصوص قرآنیہ و حدیثیہ و ادلہ عقلیہ کے خلاف معراج کو عنصری جسمانی قرار دیتے ہیں۔ اور اس سے انکے کلام میں جو تناقض اور تضاد کا نقص پیدا ہوتا ہے۔ اسکی بھی پرواہ نہیں کرتے۔

خداوند حکیم و رحیم نے قرآن مجید میں علاوہ اس قرینہ قویہ کے جو لفظ سبحان میں پوشیدہ ہے۔ اور بھی قرائن قویہ سورہ بنی اسرائیل اور نیز اور سورتوں میں ایسے قائم کر دیے ہیں کہ جن سے روز روشن کی طرح ثابت ہو کہ روحانی آفتاب جو شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلائے گئے۔ وہ عنصری جسمانی رنگ کے نہ تھے بلکہ عالم مثال و کشف کے حیرت انگیز و حیرت خیز نظارات میں سے اعلیٰ جیتل و انتہا اعجوبے تھے۔ چنانچہ دوسرا قرینہ جس سے معراج نبوی کا عنصری جسمانی رنگ میں نہ ہونا ثابت ہوتا ہو اور جو اسی سورت بنی اسرائیل ہی میں موجود ہے۔ جس میں واقعہ معراج بیان کیا گیا ہے حسب ذیل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس

ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب۔ اور نہیں کیا ہمنے وہ نمود یعنی خواب جو دکھائی تجھکو مگر آزمائش واسطے لوگوں کے

شاہ عبد القادر صاحب نے موضح القرآن میں اس آیت پر یہ تفسیری نوٹ لکھا ہے "اور وہ دکھاوا معراج ہے کہ لوگ جانچے گئے۔"

تیسرا قرینہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ اسی سورہ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے کہ یہ بخت کافر کہتے ہیں کہ اگر حضرت محمد صلعم آسمان پر چڑھ جائیں۔ اور وہاں سے ایک کتاب لے آئیں جسے ہم پڑھ لیں تو ہم سمجھینگے رسالت محمدیہ و معراج پر ایمان لے آئینگے۔ مگر اے پیغمبر تو ان کافروں سے کہدے۔ کہ تمہاری یہ درخواست منظور نہیں ہو سکتی کیونکہ میں ایک بشر رسول ہوں۔ وہ

آیت یہ ہے۔

أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهُ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا	ترجمہ شاہ عبد القادر۔ اور یا چڑھ جاوے تو آسمان میں اور ہم یقین نہ کرینگے تیرا چڑھنا جب تک نہ اتار لاوے ہم پر ایک لکھا جو ہم پڑھ لیں تو کہہ سبحان اللہ میں کون ہوں مگر ایک آدمی ہوں بھیجا ہوا۔

اب اس آیت پر غور و تدبر کی نظر ڈالنے سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے کافروں کی یہ درخواست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر آسمان پر چڑھ جائیں اور وہاں کتاب لے آئیں اس بنا پر نامنظور کی کہ آنحضرت بشر رسول ہیں۔ اور بشر رسول آسمان پر نہیں جا سکتے ورنہ کفار کی اس درخواست کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ جواب دلانا کہ میں ایک بشر رسول ہوں۔ تمہاری درخواست کے مطابق آسمان پر نہیں جا سکتا۔ محض ایک غیر متعلق جواب ہو جاتا ہے جو علیم و حکیم خداوند خدا کی شان کے شایان نہیں۔

اگر کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گو بقدرت الٰہی آسمان پر چڑھ سکتے تھے مگر چونکہ وہ اپنے ارادہ اور اختیار سے آسمان پر نہیں چڑھ سکتے تھے اسلئے ایسا جواب دیا گیا تو میری گزارش یہ ہے کہ اول تو اس آیت کے کسی لفظ سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ کفار کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست اس بنا پر تھی کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائی کا دعویٰ تھا۔ دوسرے یہ کہ اگر خداوند تعالیٰ کا منشا اس کلام سے یہ ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ارادہ اور اختیار سے تو آسمان پر نہیں چڑھ سکتے تھے مگر جب خدا ان کو آسمان پر چڑھا لینا چاہے تو چڑھ سکتے ہیں تو پھر جواب بھی اسی رنگ میں ہونا چاہئے تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخواست کا جو جواب باعلام الٰہی دیا ہے وہ تو یہی ہے کہ میں ایک بشر رسول ہوں۔ پس اس جواب میں لفظ بشر کے استعمال سے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آسمان پر چڑھ جانیکا انکار رسول بشر ہونیکی وجہ سے ہے۔

تیسرے یہ کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ منشا ہوتا کہ جسم میں خدائی کی طاقتیں نہیں ہیں۔ میں تو صرف ایک رسول ہوں اپنی ارادہ اور اختیار سے ایسا کام نہیں کر سکتا۔ تو ظاہر ہے کہ یہ بات صرف هل کنت الا رسولاً کہنے سے بھی حاصل ہو سکتی تھی۔ لفظ بشر کے استعمال کی ضرورت نہ تھی۔ مگر چونکہ حکیم و علیم خدا کے کلام میں کوئی لفظ بیکار اور حشو کے طور پر نہیں ہو سکتا اسلئے یہ لفظ اس بات پر قطعی دلالت کرتی ہے کہ یہ قید اسلئے لگائی گئی ہے۔ کہ ملک رسول آسمان پر پہنچ سکتا ہے مگر بشر رسول آسمان پر نہیں جا سکتا۔ مفصل بحث اس آیت پر ہم وہاں کرینگے جہاں مولوی ابراہیم صاحب نے اپنے رسالہ میں اس آیت کے متعلق بحث کی ہے۔

چوتھا قرینہ جو اسی سورۃ بنی اسرائیل میں بیان کیا گیا ہے اور جو واقعہ معراج کو عنصری جسمانی رنگ میں ہونے سے روکتا ہو وہ آیت کریمہ [illegible] ہے جس پر ہم پہلے مفصل بحث لکھ چکے ہیں حاجت اعادہ نہیں۔

علاوہ ان قرائن کے جو اسی سورت میں بیان ہوئے ہیں جس میں واقعہ اسراء کو عنصری جسمانی رنگ کا واقعہ قبول کرنے سے منع کرتے ہیں منجملہ قرائن کے ایک آیت کریمہ یہ بھی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الم نجعل الارض کفاتا احیاءً و امواتا

کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کو اپنی طرف اور کائی سنترل فیز اپنی طرف کھینچنے والی اور اپنے پاس جمع کرنیوالی نہیں بنایا؟

ناظرین! اب یہ امر غور طلب ہے کہ جب خداوند تعالیٰ اپنے پاک کلام میں یہ فرماتا ہے کہ ہم نے زمین کو ایسا بنایا ہے کہ وہ اپنی کشش کی طاقت یا قوت جاذبہ کی وجہ سے ارضی چیزوں کو اپنے پاس ہر وقت کھینچتی رہتی ہے اور انکو اوپر جانے نہیں دیتی۔ اور قانون قدرت اس کلام کی صداقت پر زبان حال سے شہادت دے رہا ہے تو پھر قوانین قدرت کے خلاف عنصری خاکی جسم زمین کی قوت جاذبہ کو مغلوب کر کے نظام عالم کو درہم برہم کرتا ہوا آسمان پر کیونکر پہنچ سکتا ہے۔

کلام الٰہی کی صحیح تفسیر اور اسکے رموز و نکات معلوم کرنیکے لیے قرآن کریم میں نیچرل فلاسفی یعنی علم مناظر قدرت و مظاہر فطرت کی تحصیل کی طرف مختلف پیرایوں میں رغبت دلائی گئی ہے چنانچہ ایک آیت نمونہ کیطور پر یہاں نقل کیجاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے:

ان فی السمٰوٰت والارض لاٰیٰت للمؤمنین ۔ وفی خلقکم وما یبث من دابۃ اٰیات لقوم یوقنون ۔ واختلاف اللیل والنھار وما انزل اللہ من السماء من رزق فاحیا بہ الارض بعد موتھا وتصریف الریٰح اٰیات لقوم یعقلون (جاثیہ)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ آسمانوں اور زمین کی خلقت میں مومنین کے لیے نشانات ہیں اور اے لوگو! تمہاری خلقت میں اور جو متحرک اور جاندار مخلوق دنیا میں پھیلائی گئی ہے اسکی خلقت میں یقین کرنیوالوں کے لیے نشانات ہیں اور دن رات کے بدلنے میں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے رزق کی قسم سے آسمان سے اتارا پھر اسکے ساتھ زمین کو اسکے مرنیکے بعد زندہ کیا اور ہواؤں کے ادھر ادھر چلانے میں اس قوم کے لیے نشانات ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

اس فرمان الٰہی کے مطابق جب نظام عالم اور انسان کی خلقت اور فطرت پر نظر ڈالی جاتی ہے تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ قدرت نے انسان کی خلقت اس قابل نہیں بنائی کہ وہ جسم عنصری کیساتھ ہوا میں اڑکر آسمانوں تک بلند پروازی کرے۔ پس انسانی فطرت خود ایک بڑا قرینہ ہے اس بات پر کہ معراج جسم خاکی کیساتھ نہیں ہوا۔ (باقی آئیندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

(سید صادق حسین مختار رسالت اٹاوہ)

پہاڑی وعظ

انسان کو اپنی عمر میں کئی ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔ جنکو اگر محفوظ رکھا جائے اور تحریر میں لایا جائے۔ تو نہ صرف اس کے لیے بلکہ بہت سے اور لوگوں کے لیے مفید و با برکت ثابت ہوں۔ بعض دفعہ ایک چھوٹی سی بات بڑے بڑے نتائج پیدا کرتی اور ایسے ایسے ثمرات اس سے نکلتے ہیں کہ جو سننے والے کے لیے خضر راہ ہو جاتے ہیں مسیحیوں میں پہاڑی وعظ ایک ایسا اعلیٰ درجہ کا پر مغز اور پر معارف وعظ سمجھا جاتا ہے۔ کہ جس کے مقابل میں دنیا کی کوئی تقریر اور نوشتہ نہیں ٹھہر سکتا۔ اور وہ انیس سو سال سے ایک ہی رنگ سے پڑھتے ہیں۔ اور اس کی لطافت و نزاکت پر سر دھنتے ہیں۔ مسیح نے نہ معلوم کن جذبات اور کن خیالات کے ماتحت وہ الفاظ کہے ہونگے مگر مسیحیوں کے نزدیک آئندہ آنیوالے خطرناک اور مہیب راستوں میں اور قبر کے اندھیروں اور حشر و نشر کی تشویش افزا میدان میں وہ ایک ایسا دوست اور راہنما ہے۔ کہ جس پر عمل کر کے انسان ہر قسم کے دکھوں اور مصیبتوں سے بچ سکتا ہے۔

مجھے بھی پچھلے دنوں پہاڑ پر جانیکا اتفاق ہوا۔ اور وہاں پنجاب کے ایک مشہور و معروف پادری صاحب سے ہمکلامی کا موقعہ ملا۔ چونکہ وہ گفتگو جو میرے اور پادری صاحب کے درمیان ہوئی میرے خیال میں صراط مستقیم کے متلاشیوں کے لیے کسی صورت میں پہاڑی وعظ سے کم نہیں۔ اور چونکہ اسکی متکلمین ایک مسیحی صاحب ہیں۔ اسلیئے میں نے مناسب سمجھا کہ میں بھی اس گفتگو کا نام پہاڑی وعظ ہی رکھوں۔ امید ہے کہ پادری صاحبان مندرجہ بالا وجوہات پر غور کرتے ہوئے اس پر اظہار ناپسندیدگی نہ فرمائینگے:

عصر کے بعد حسب معمول میں اور میرے دوست ڈلہوزی سے بیلون کی طرف
سیر کے لیے گئے۔ شام کے وقت گھر کو واپس آتے ہوئے راستہ میں ایک طویل القامت
کثیر اللحیہ پادری صاحب سڑک پر جاتے ہوئے ملے۔ مجھے خیال آیا کہ یہ پادری صاحب
نہ معلوم کہاں سے اور کن کن امیدوں کو ساتھ لیئے ہوئے اس دور دراز اور گوشہ میں پڑے
ہوئے پہاڑ پر تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اسلیئے مناسب ہے۔ کہ ان سے مل کر ان کی کوششوں
کی داد دی جائے۔ اسلیئے میں نے سید عبدالحیی صاحب عرب مولوی فاضل کو جو اسوقت
میرے ہمراہ تھے کہا کہ وہ پادری صاحب سے بڑھکر دریافت کریں۔ کہ ہم ان کی کوٹھی پر
ان سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ کیا وہ اسے ناپسند تو نہ فرمائیں گے۔ پادری صاحب نے
اس بات پر بہت خوشی کا اظہار کیا۔ اور ہمیں مسیحیت کا شکار سمجھکر بڑی خوشی سے ملاقات
کی اجازت دی۔ اور بتا دیا کہ آپ کی کوٹھی بائیں جانب پوسٹ آفس کے نیچے ہے اور
یہ کہ ہم جس وقت چاہیں۔ ان سے مل سکتے ہیں؛

دوسرے یا تیسرے روز پادری صاحب مجھکو ڈلہوزی کے بازار میں کتابوں کا
ایک بنڈل ہاتھ میں لیئے ہوئے نظر آئے۔ جو قریباً تمام کی تمام اسلام کے خلاف
تھیں۔ اور اسی غرض سے لکھی گئی تھیں۔ کہ نادان اور جاہل مسلمانوں کو پھسلا کر دائرۂ
اسلام سے خارج کرکے مسیح کی بھیڑوں میں شامل کیا جائے۔ پادری صاحب نے
عندالملاقات دو رسالے مجھے بھی دیئے۔ جن میں اسلام اور اس کے بانی پر مختلف
پیرائیوں میں حملے کیئے گئے تھے۔ انہیں پڑھکر میری طبیعت میں اور بھی جوش آیا۔ کہ
پادری صاحب سے ملکر ضرور چند باتوں کا تصفیہ کرنا چاہیئے؛

اس اتفاقی ملاقات کے دوسرے یا تیسرے دن فرصت نکال کر میں اور دو اور
صاحب پادری صاحب کی ملاقات کے لیئے گئے۔ نصف گھنٹہ کی تلاش کے بعد پادری
صاحب کی کوٹھی کا پتہ لگا۔ جو ایک ایسی پرفضا اور خوبصورت مقام پر بنی ہوئی تھی۔ کہ

اس کو دیکھکے بے اختیار مسیح کا وہ قول یاد آتا ہے کہ دولتمند اسوقت تک خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے گذر جائے۔ ڈلہوزی پر بہت ہی عمدہ کوٹھیاں ہیں۔ اور اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات پر بنی ہوئی ہیں لیکن ایسی خوبصورت اور دلکش جگہ کسی کو بھی میسر نہیں آئی۔ جو صرف مشن ہی کی کوٹھی ہے کہ جس کو ایسی دلربا جگہ میں واقع ہونیکا فخر حاصل ہے۔ چار بجکر پہنچے۔ روز عرب صاحب ہی پادری صاحب کو لے تھے اسلئے ابھی کر آگے کیا گیا۔ کہ استیذان حاصل کریں پادری صاحب برآمدے میں ہی کھڑے تھے۔ دیکھکر بڑے تپاک سے ملے۔ اور اندر لے گئے۔ اور ملاقات کے کمرے میں ہم تینوں کو بٹھا کر ایک دومنٹ کے لیے باہر تشریف لیگئے۔ واپس آنے پر پادری صاحب نے حسب معمول مختلف واقعات پر گفتگو شروع کی۔ اور انگلستان کی موجودہ حالت پر باتیں ہوتی رہیں۔ اسی درمیان میں معلوم ہوا کہ پادری صاحب چھتیس سال سے کام کر رہے ہیں۔ اور گجرات وزیرآباد سیالکوٹ میں مدت مدید تک آپ نے مشن کی خدمات کی ہیں۔ اور آجکل ایک سال سے یہاں ہیں۔ ان پادری صاحب کا نام ینگسن ہے چونکہ ہمارے رسالہ کے بہت سے ناظرین جو سیالکوٹ گجرات اور وزیرآباد سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ سے واقف ہونگے جیسا کہ ہمنے باہر سنا تھا ہم نے عند الملاقات پادری صاحبکو بہت ہی خلیق اور نرم پایا؛

ادھر اُدھر کی گفتگو کے بعد پادری صاحب نے گفتگو کا رخ مسیحیت کی طرف پھیرا۔ اور چاہتے تھے کہ مسیحیت کے متعلق طول طویل تفصیلوں میں پکڑ لیجائیں۔ اور جو احسانات مسیحیت نے یورپ پر کئے ہیں ہمارے سامنے بیان کریں۔ لیکن چونکہ وقت کم اور فرصت قلیل تھی ہمنے عرض کی۔ کہ ہم صرف تثلیث کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتے ہیں جس کی پادری صاحب نے بڑی خوشی سے اجازت دی؛

یہ گفتگو گو کہ دو گھنٹے تک رہی لیکن جہانتک محفوظ رہ سکی اسے ہم یہاں درج کرتے

ہیں۔ اور جس طرح سوال وجواب کے پیرایہ میں ہوئی۔ اسی طرح لکھتے ہیں۔ چونکہ میں نے پہلے ہی پادری صاحب سے عرض کر دیا تھا کہ میں آپ سے جو گفتگو کرونگا۔ وہ طالب حق ہونیکی حیثیت سے کرونگا۔ نہ کسی مذہب کے پیرو ہونیکی حیثیت سے۔ اسلئے میں سلسلہ وار گفتگو میں اپنے نام کی بجائے طالب حق کا لفظ استعمال کرونگا۔

طالب حق۔ پادری صاحب آپکا تثلیث کے متعلق کیا خیال ہے؟

پادری صاحب۔ میرا خیال ہے کہ تثلیث تین اقنوم کا نام ہے۔ ایک اقنوم خدا باپ۔ ایک اقنوم مسیح بیٹا۔ اور ایک روح القدس۔ اور میں ان تینوں کی خدائی کا قائل ہوں۔

طالب حق۔ پادری صاحب۔ آپکی اقنوم سے کیا مراد ہے۔

پادری صاحب۔ مسکرا کر اقنوم آپ ہی کی زبان کا لفظ ہے

طالب حق۔ بیشک ہماری زبان کا لفظ ہے لیکن ہم خدا تعالیٰ کی نسبت اس لفظ کا استعمال نہیں کرتے۔ اسلئے جب خدا تعالیٰ کی نسبت یہ لفظ استعمال ہو۔ تو ہمیں اسکے معنے سمجھنے میں دقت ہوتی ہے

پادری صاحب۔ میں تو اور اس کے لیے کوئی لفظ تجویز نہیں کر سکتا۔

طالب حق۔ اگر آپ اردو یا عربی میں اس کے لیئے کوئی اور لفظ تجویز نہیں کر سکتے تو انگریزی میں ہی بتا دیں۔

پادری صاحب۔ انگریزی میں ہم اس کے لیے پرسینیلیٹی[1] استعمال کرتے ہیں۔

طالب حق۔ میں نے ایک امریکن پادری سے دریافت کیا تھا۔ تو انھوں نے اس کے معنے ہستی کے بتائے تھے۔

پادری صاحب۔ نہیں نہیں اس کے معنے پرسنیلیٹی کے ہیں۔

---

[1] پرسینیلیٹی کے معنی ذات اقنوم کے معنی اصل۔ اظہر من الشمس فرمادیں۔ یا حیثیت

طالب حق۔ مجبوراً ۔ ۔ ۔ ۔ نہ اقنوم کے معنی سمجھ آتے ہیں۔ اور نہ پرسونلٹی کے میں آپ سے کھول کر پوچھنا چاہتا ہوں آپ یہ فرمایئے کہ یہ تینوں کیا حیثیت رکھتی ہیں مثلاً یہی کہ دنیا کا خالق کون ہے۔

پادری صاحب۔ آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ محبت ہے۔ اس میں محبت کا مادہ ہے وہ چاہتا ہے کہ کسی چیز سے محبت کرے۔ اور یہ تمام دنیا کی چیزیں فانی ہیں۔ اصلی نہیں ہیں۔ اسلئے ضروری تھا کہ ایک ایسا وجود ہوتا کہ جس سے خدا محبت کرتا۔ سو بیٹے کی ضرورت تھی اور اس کو تو آپ بھی مانتے ہونگے کہ اگر کوئی ایسا وجود نہ ہو کہ جس سے خدا محبت نہ کرے۔ تو وہ محبت فضول ہو جائیگی۔

طالب حق۔ پادری صاحب آپ نے بہت ہی معقول بات فرمائی ہے۔ لیکن میں اس وقت تثلیث کو سمجھنا چاہتا ہوں۔ نہ کہ تثلیث کی ضرورت کو۔ میرا سوال تو یہ تھا۔ کہ یہ دنیا کس طرح پیدا ہوئی۔ اور کس نے کی؟

پادری صاحب۔ کلمے سے پیدا ہوئی۔ خدا نے کی۔

طالب حق۔ کلمہ دنیا بن گیا۔ اور یہ دنیا اسی کا حصہ ہے۔ یا خدا نے حکم دیا اور وہ ہو گئی۔

پادری صاحب۔ مسکرا کر تمہارا یہ خیال نہیں ہے کہ دنیا نیست سے پیدا ہوئی۔ یہ آریوں کا خیال ہے مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ایک آریہ ملا تھا۔ اور اس نے مجھ سے پوچھا تھا۔ کہ دنیا کس طرح پیدا ہوئی نیست سے ہست کس طرح ہو سکتا ہے۔ میں نے اسے جواب دیا۔ کہ ہمارا ہرگز یہ مذہب نہیں۔ کہ نیست سے ہست ہوا۔ خدا نے حکم کیا جو جا وہ ہو گئی ہم نہیں مانتے۔ کہ اس نے نیست کو کہا۔ کہ تو کچھ بن جا۔

طالب حق۔ اوہو آپ نے بہت اچھا جواب دیا۔ اور بہت لطیف بات کہی۔ لیکن میری غرض پہنچی کہ کلمہ سے دنیا پیدا ہوئی یا خدا کے امر سے دنیا موجود ہو گئی۔

پادری صاحب۔ ہاں کلمہ سے ہے۔ انجیل میں لکھا ہے۔ کہ ابتدا میں کلام تھا۔ اور کلام

خدا کیساتھ تہا۔ اور کلام خدا تہا۔ یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں اس سے موجود ہوئیں۔ اور کوئی چیز موجود نہ تھی جو بغیر اس کے ہوئی۔ زندگی اس میں تھی۔ اور وہ زندگی انسان کا نور تھی۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ ابتدا میں خدا کیساتھ مسیح تہا۔ اور مسیح سے دنیا پیدا ہوئی۔ آپکے مذہب اسلام میں بھی مسیح کو کلمۃ اللہ کہا گیا ہے۔ کیا میں آپ کو اس کی نسبت کچھ سناؤں؟

طالب حق۔ پادری صاحب میں نے آپ سے ابتدا ہی میں عرض کر دیا تھا کہ میں ایک ایسے انسان کی حیثیت میں آپکے پاس آیا ہوں جس کی نظر میں تمام مذاہب برابر ہیں۔ اور گو میں مسلمان ہوں لیکن اسوقت میں ایسے پیرایہ میں گفتگو کرونگا۔ گویا کل مذاہب ابھی میرے لئے زیر تحقیق ہیں۔ اسلئے آپ ابھی انجیل کی نسبت کلام فرماویں۔ اگر قرآن شریف کی تحقیقات کی ضرورت ہوگی تو میں کسی مولوی کے پاس چلا جاؤنگا۔ قرآن شریف کی تحقیقات کے لئے مجھے کسی پادری کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے۔ وید کی نسبت میں پنڈت سے پوچھونگا۔ قرآن شریف کی نسبت کسی مولوی سے اور بائبل کی نسبت پادری صاحب سے تحقیقات کروں گا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ میں بائبل سمجھنے کے لئے کسی مولوی کے پاس جاؤں اور قرآن شریف سمجھنے کے لئے کسی پادری کے پاس۔ آپ اسوقت بائبل سے کلام فرماویں۔

پادری صاحب (مسکرا کر) ہاں تو ٹھیک آپ بائبل کی نسبت سوال کرتے ہیں۔ بائبل سے جیسا کہ میں نے بتلایا ہے۔ یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ کلام سے دنیا پیدا ہوئی۔

طالب حق۔ تو پادری صاحب آپ تثلیث کے کیوں قائل ہیں۔ کلام ایک صفت ہے اور خدا میں بیسیوں صفات پائی جاتی ہیں۔ وہ یکتا ہے دیکھتا ہے سنتا ہے قادر ہے علیم ہے خالق ہے۔ آپ صرف صفت کلام کو ہی کیوں خدا قرار دیتے ہیں۔ آپ کل صفات الٰہیہ کو اپنے الٰہیہ قرار دیں۔ آپکے مذہب کے رو سے تو صرف تثلیث پر ہی کفایت نہیں کیجا سکتی۔

پادری صاحب (او ہو) آپکو غلطی لگ گئی کیا آپ خدا کے کلام کو انسانی کلام

سمجھتے ہیں۔ اسبات کو تو آپ بھی مانتے ہیں کہ خدا میں اور انسان میں مشابہت نہیں ہے کلام صفت نہیں کلام قدرت ہے۔

طالب حق! پادری صاحب! کلام وہ ذریعہ ہے کہ جس سے ہم اپنا مافی الضمیر دوسرے پر ظاہر کرتے ہیں یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ میں اور ہم میں بہت فرق ہے۔ وہ خالق ہے اور ہم مخلوق ہیں لیکن جیسے انسان کے دیکھنے کی طاقت سننے کی طاقت اور اس کے علم کو آپ لوگ صفات انسانی قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی بھی ان طاقتوں کو صفات ہی قرار دیتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ خدا کی صفت علم کو یا صفات سمع کو تو آپ صفت قرار دیں۔ اور صفت کلام کو اس بنا پر کہ خدا اور انسان میں بہت فرق ہے۔ دوسری ذات قرار دیں۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ ہم زبان سے زید کو حکم دیتے ہیں کہ تو آ۔ اور وہ آجاتا ہے ہمارے مافی الضمیر کے اظہار کا یہی طریقہ ہے لیکن ہم اپنے اس کلام کو اپنے جیسا انسان قرار نہیں دیتے۔ نہ یہ کہتے ہیں کہ ہم دو ہیں۔ ایک ہم اور ایک ہمارا کلام۔ اور اگر ایسا ہو تو کلام کو ایک ذات قرار دینا اور سمع و بصر کو نہ قرار دینا ترجیح بلا مرجح ہو گا۔ پھر علاوہ ازیں آپ صرف اسی کلام کو جس کے واسطے سے دنیا پیدا کی گئی۔ کیوں خدا کہتے ہیں کیوں توریت اور انجیل اور دیگر صحف انبیاء کو خدا قرار نہیں دیتے۔ اگر آپ خدا کی صفات سمع و بصر اور علم کو خدا قرار نہیں دیتے تو آپ کو دیگر انجیل یوحنا کے اس فقرہ کہ ابتدا میں کلام تھا۔ اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلام خدا تھا۔ انجیل و توریت کو اور دیگر صحف انبیاء کو خدا قرار دیں۔

پادری صاحب! مسکرا کر نہیں نہیں ہم انجیل توریت کو خدا نہیں مانتے۔ ہمارے مذہب میں ایسا جائز نہیں۔ اور ہم تو کلام کو صفت قرار نہیں دیتے۔ بلکہ ایک ذات قرار دیتے ہیں

طالب حق۔ تو آپ کلام کو کیا سمجھتے ہیں۔

پادری صاحب۔ قدرت!

طالب حق: آپ جناب نے فرمایا ہے کہ ہم کلام کو قدرت سمجھتے ہیں لیکن آپکو یاد رکھنا چاہیئے کہ قدرت بھی کوئی علیحدہ ذات نہیں۔ مثلاً میرے ہاتھ میں پکڑنے کی قدرت ہے۔ یہ قدرت میرے ارادے کے ماتحت ہے۔ اس میں خود کوئی علم نہیں جب ہاتھ کو حکم دیتا ہوں۔ کہ تو پکڑ تو وہ پکڑ لیتا ہے۔ اسی ہاتھ سے میں مفید سے مفید اور مضر سے مضر چیز کو پکڑ سکتا ہوں۔ اور میرے علم اور ارادے کے ماتحت میرے ہاتھ کو جس چیز کو میں حکم دوں پکڑنا ہوگا۔ مثال کے طور پر یہ چیز میرے سامنے پڑی ہوئی ہے۔ پس اپنے ہاتھ کو حکم دیتا ہوں کہ تو اسکو پکڑ۔ چنانچہ اس نے میرے ارادے کے ماتحت اسکو پکڑ لیا۔ لیکن خود میرے ہاتھ کے پکڑنے کی قدرت میں تو کوئی علم نہیں۔ اگر آپ مسیح کو قدرت بھی قرار دیں۔ اور کلام کا دوسرا نام قدرت رکھیں۔ تب بھی تو مسیح کوئی علیحدہ ذات قرار نہیں پا سکتا۔ ورنہ ہر ایک چیز میں کچھ نہ کچھ قدرت ہوتی ہے۔ تو اس طرح ہر ایک ذات کو دوہ ذات قرار دینا پڑیگا۔ اور دوسرے اس صورت میں یہ بھی لازم آتا ہے۔ کہ مسیح علم اور ارادے سے خالی تھا کیونکہ جیسا کہ میں ثابت کر آیا ہوں کہ قدرت صفت علم و ارادہ کے بالکل ماتحت ہوتی ہے۔ اس صورت میں مسیح خدا کے علم و ارادہ کے بالکل ماتحت ہوا۔ اور وہ چیز جو علیم و قدیر ہستی کے ہاتھ میں ایک ہتھیار کے طور پر ہو۔ اور خود اس کا کوئی دخل نہ ہو۔ وہ خدا نہیں کہلا سکتی۔ خدا تو وہی ہے۔ جو علیم و قدیر ہو۔ اور تمام نقائص سے مبرا اور خوبیوں سے متصف ہو۔

پادری صاحب: ہم تو مسیح کو علم سے خالی نہیں کہتے۔ مسیح ضرور علیم ہے۔

طالب حق: یہ بیشک درست ہے۔ کہ آپ مسیح کو ایک علیم ہستی مانتے ہیں۔ اور گو مسیح انجیل میں اپنے علم کا منکر ہے مگر اسوقت مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں۔ میں آپ ہی کی بات کو مانتا ہوں۔ اور چونکہ مسیح خدا ہے۔ اسلئے ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے۔ لیکن یہ اعتقاد کی بات ہے۔ اور جیسا کہ پہلے بیان کر آیا ہوں۔ آپ کی خدمت میں ایسے انسان کی حیثیت سے حاضر ہوا ہوں جس نے عام دنیا کے اعتقادوں کو دیکھکر فیصلہ کرنا ہے۔ کہ کون سا

اختلاف سچا ہے۔ اور چونکہ ایسا متلاشی کسی کتاب کا قائل نہیں ہوتا۔ ضروری ہے۔ کہ اس کے سامنے عقلی دلائل پیش کیے جائیں۔ جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں۔ مسیح کو اگر کامل انسان مان لیا جاوے تو قول تو وہ ایک صفت اور یہ علم سے خالی ثابت ہوتا ہے۔ اور چونکہ میں عقلی دلیل سے ہی فائدہ اٹھا سکتا ہوں۔ اسلئے ضرور ہے کہ یا تو آپ سے مسیح کے کلمہ ہونیکا ہی انکار کر دوں یا آپ کے قول کو مانتے ہوئے اسے کلمہ تو قرار دوں۔ لیکن علم سے خالی۔

پادری صاحب: بیشک عقل تو یہی کہتی ہے۔ لیکن انجیل اس بات کو نہیں مانتی۔

طالب حق۔ تو کیا عقل کی رو سے تثلیث کا ماننا ممکن ہے۔

پادری صاحب: اس میں کیا شک ہے کہ عقل انسانی ہستی باری کی کنہ تک نہیں پہنچ سکتی۔

طالب حق۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے عقل ہی ایک سمجھ کا ذریعہ بنایا ہے تو بغیر عقل کے ہم کسی بات کو مان کیونکر سکتے ہیں۔ بیشک بعض باتیں عقل سے بالا ہوتی ہیں لیکن کوئی الٰہی مذہب اپنے پیروؤں سے خلاف عقل باتیں نہیں منواتا۔ میں اس بات میں آپ کا متفق ہوں۔ کہ ذات الٰہی کی کنہ کو پہنچنا انسانی عقل کا کام نہیں۔ کیونکہ وہ محدود ہے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ جن باتوں کا ماننا مدار نجات ہے۔ وہ انسانی عقل کی پہنچ کے اندر ہونی چاہئیں کیونکہ اگر بعض ایسی باتیں مدار نجات قرار دی جائیں۔ جو عقل کے خلاف ہوں تو انسان کیلئے نجات کا دروازہ ہی بند ہو جائیگا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لانا نجات کے لیے ضروری ہے۔ تو ہستی باری کا ثبوت ضرور ایسا ہونا چاہیئے۔ جو عقل کے خلاف نہ ہو۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ وحشی انسانی عقل مختلف ذرائع سے اس بات پر مجبور ہے۔ کہ ہستی باری کو مانے۔ اور خلاف اس کے اللہ تعالیٰ کے وجود کی کیفیت انسان کے دماغ میں نہیں آ سکتی۔ اسلئے اس کو الٰہی مذہب چھیڑتے تک نہیں۔ ہاں جو حصہ صفات الٰہیہ کا تھا۔ چونکہ وہ سمجھ میں آ سکتا تھا۔ اسلئے وہ بیان بھی کر دیا گیا۔ پس چونکہ تثلیث کا مسئلہ آپ کے مذہب کی رو سے نجات کو

جزو اعظم ہو اسلئے یہ ضروری ہے کہ ایسے پیرایہ میں بیان کیا جاتا جس کو عقل انسانی سمجھ سکتی

پادری صاحب: بیشک عقل یہی کہتی ہے۔ لیکن تثلیث کے ماننے سے پہلے انجیل کا ماننا ضروری ہے۔

طالب حق: انجیل کو انسان تب مانے جب اصول مسیحیت ثابت ہو جائیں۔ ان مسائل کے حل ہونے سے پہلے انسان انجیل کو کب مان سکتا ہو۔

پادری صاحب: جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے۔ انجیل کے ماننے سے پہلے ان مسائل کا سمجھنا مشکل ہے۔

طالب حق: بہت اچھا۔ آپ اس مسئلہ کو تو عقلی طور پر حل نہیں کر سکتے یہی فرمائیے موجودہ زمانے میں اس تمام دنیا کا انتظام کس کے سپرد ہے۔ خدا باپ کے یا خدا بیٹے کے۔

پادری صاحب: انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوقات کا انتظام مسیح یعنی بیٹے کے سپرد ہے

طالب حق: تو کیا خدا باپ دنیا کو محض معرفت پیدا کر کے اب خالی بیٹھا ہے۔

پادری صاحب: نہیں صفات الٰہیہ کا تعطل تو جائز نہیں۔ تمام جہان کا انتظام وہی کرتا ہو

طالب حق: پادری صاحب۔ ابھی تو آپ نے فرمایا تھا کہ بیٹا انتظام کرتا ہے۔ اب اس بات کے تین پہلو ہو سکتے ہیں۔ یا تو یہ کہ ایک معطل ہے۔ اور ایک کام میں لگا ہوا ہے۔ اس صورت میں ایک خدا کی صفات پر تعطل ثابت آئیگا۔ جو جائز نہیں۔ دوسری صورت یہ ہو کہ دونو بانٹ کر کام کرتے ہیں۔ اس صورت میں یہ ماننا پڑیگا۔ کہ ایک خدا سارا کام نہیں کر سکتا۔ بلکہ دونوں خدا اپنے اپنے حصہ کا کام نپٹاتے ہیں۔ اس صورت میں خدا تعالیٰ پر نعوذ باللہ محدودیت کا الزام ثابت آتا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے۔ کہ دونوں مل کر سارا کام کرتے ہیں تو اس صورت میں بھی یہ الزام آئیگا۔ کہ خدا تعالیٰ نعوذ باللہ بیہودہ کام میں لگا ہوا ہے۔

پادری صاحب: میں آپکو ابھی بتا چکا ہوں۔ کہ یہ مسائل عقل میں نہیں آسکتے۔ بلکہ خدا کے کلام انجیل پر ایمان لانیکے بعد سمجھ میں آسکتے ہیں۔

طالب حق: جبکہ بنیادی اصول ہی سمجھ میں نہیں۔ تو ہم انجیل کو کیونکر مانیں۔ اور چونکہ آپ مسئلہ تثلیث کو خود عقل کے خلاف تسلیم فرماتے ہیں۔ اس لیے ہمیں اجازت دیجئے کہ زیادہ گفتگو فضول ہے ہمیں کچھ اور بھی مسائل پر پوچھنے تھے مگر اس کے لیے پھر کسی وقت آئینگے۔

پادری صاحب: ذات باری کی نسبت عقل فیصلہ نہیں کرسکتی۔ ہمارا بڑا اصول کفارے کا مسئلہ ہے۔ اور اسی پر ہم زیادہ زور دیتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ پھر کسی وقت تشریف لاکر اس مسئلے پر گفتگو فرمائیں گے۔

اسی طرح کے وعدہ کرنیکے بعد ہم پادری صاحب سے رخصت ہوکر اپنے گھر واپس آئے اور دیر تک پادری صاحب کے اس جواب پر حیران و ششدر رہے۔ اور بعض بعض احباب باوجود ہمیں منع کرنیکے اس گفتگو کو یاد کرکے بار بار کمال کھلکھلا کر ہنس پڑتے تھے۔ فقط

تشحیذ الاذہان کے پچھلے فائل

تشحیذ الاذہان کے مضامین کچھ ایسے تو ہوتے نہیں کہ صرف وقتی بہار رکھتے ہوں اسلیے اسکی پچھلی جلدیں اپنے اندر بہت سے معارف و حقائق اور دلچسپ مفید اور دلپسند تحریروں کا خزینہ رکھتی ہیں۔ ہمارے پاس ۱۹۰۶ء و ۱۹۰۷ء و ۱۹۰۸ء کے مکمل فائل موجود ہیں۔ دو روپے فی سال کے حساب سے احباب منگوا سکتے ہیں۔

نبی کا ظہور

منشی محمد ظہیر الدین صاحب سکنہ اروپ نے اس نام سے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک نبی کی حیثیت میں پبلک کے سامنے پیش کیا گیا ہے منشی صاحب نے پہلے تو خاتم النبیین کے معنے بتائے ہیں۔ اور ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت ممتنع نہیں بلکہ ضروری ہے کہ آپ کے متبعین میں کوئی نبی پیدا ہوں۔ پھر ایک نبی کے دعوے کو پرکھنے کے نشان بتائے ہیں۔ اور ان کا مسیح موعود پر صادق آنا ثابت کرکے آپ کی وحی و الہام پر تفہیم پیش کی ہے جو بجز اپنے مطالعہ کے یقین دلا سکتی ہے کہ یہ باتیں وحی کے سرچشمے کے سوا کہیں سے نہیں نکل سکتیں۔ ایک سو چھبیس صفحے پر یہ کتاب ختم ہوئی۔

یہ شیخ الٰہی بخش محمد بخش تاجران کتب گجرات پنجاب سے ۸ قیمت پر مل سکتی ہے۔

مقامِ محمودؑ

انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ وہ اپنی نسبت تعریف سننا چاہتا ہے جب کوئی اس کو بڑا کہے تو ضرور اسکو بڑا معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے دل میں ایک انقباض محسوس کرتا ہے لیکن جب اسے کوئی برا کہے تو اسے بہت معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے قلب میں ایک انقباض معلوم کرتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر انسان فطرتاً مقام محمود حاصل کرنیکے درپے ہے!

مگر خالق قدرت کے مقرر کردہ قوانین کے خلاف چل کر کوئی شخص کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ ہر مقصد کے حصول کیلئے ایک اصل ہے جب تک اسپر کاربند نہ ہوں۔ کامیابی محال بلکہ ناممکن ہے۔

ہمارے سامنے نبی کریم صلعم کا نمونہ موجود ہے۔ آپ ایک ریگستانی ملک میں پیدا ہوئے۔ جہاں اپنی قومیت بڑھانیکے ظاہری سامان موجود نہ تھے۔ آپ نے اپنا اعلیٰ کیرکٹر دکھا کر اپنا لقب امین کہلوایا اور سب لوگ یک زبان ہو کر آپکو محمد امین پکارتے تھے۔ پھر اس کے بعد جب آپکو خدا تعالیٰ سے مکالمہ مخاطبہ حاصل ہوا۔ تو آپ نے اپنی قوم سے مقابلہ شروع کیا۔ یہ وقت امتحان کا وقت تھا۔ جب انکے مزعومہ معبودوں کے خلاف تقریریں ہونے لگیں تو بجائے مشرکین آپ کی مذمت کرنے لگے۔ مگر یہ عارضی بات تھی۔ حضرت عمرؓ کے بعد مطلع صاف ہوگیا۔ اور زمین پر آپ کی حمد ہونے لگی۔ جیسا کہ آسمان پر ہوتی تھی۔ یہ تو بلحاظ مکان ہوئی باعتبار زمان دیکھئے کہ جوں جوں زمانہ گزرتا ہے اور مختلف تجربات کے بعد کوئی قوم اپنا قانون مقرر کرتی ہے تو وہ قانون وہی ہوتا ہے جو اسلام پہلے مقرر کر چکا۔ اور اس طرح پر نبی کریم صلعم کی حمد ہوتی ہے۔ اور ثابت ہوجاتا ہے کہ آپ مقام محمود پر پہنچے ہوئے ہیں۔ اسی نشان کے لیے تمام مسلمان دن رات کے ہر ایک حصہ میں نبی کریم صلعم پر درود بھیجتے ہیں۔ اور آپ کی حمد کیجاتی ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کی حمد ہوتی ہے وہاں ساتھ ہی اس سرور کائنات فخر موجودات

کا علم آج ہو تو دنیا کا مال آخرت کے متعلق ایک حدیث ﷺ ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ لوگ حضرت آدم کے پاس جا کر شفاعت کی درخواست کرینگے مگر ان کے انکار پر پھر اور انبیاء اولوالعزم کے حضور دوڑے جائینگے جب سب کی طرف سے معذرت ہی ملیگی تو انہی کی ہدایت کے مطابق حضرت خاتم النبیین کی خدمت میں حاضر ہونگے تب نبی کریم صلعم فرماتے ہیں کہ میں سجدہ میں گر پڑوں گا۔ اور بہت عرصہ تک خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا رہونگا آخر ارشاد الٰہی ہوگا کہ آپ کی شفاعت سنی جاویگی اور آپ کی شفاعت سے ایک تعداد معین جنت میں داخل ہو جاویگی۔ پھر آپ سجدہ میں پڑ جائیں گے تو پھر ایک جماعت کثیر بخشی جاویگی۔ تین بار ایسا ہی ہوگا یہ مقام محمود کی برکات ہیں اس مقام محمود کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو طریق بتایا ہے وہ اس آیت میں ہے

أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ۭ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا
وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا وَقُلْ
رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا
نَّصِيْرًا یعنی زوال کو لیکر رات کے اندھیرے تک نمازیں پڑھا کر۔ اور فجر کا قرآن جس کو طلب ہو وہ کہ نبی کا نزول ہوتا ہے۔ پھر رات کو تہجد بھی زینت سے جاگ کر نماز پڑھ۔ مطلب یہ ہے کہ دن رات [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

پردہ کا حکم قرآن مجید میں

مسلمانوں میں بعض اوقات ایسی نکمی بحثیں چھڑ جاتی ہیں کہ انکو پڑھکر دل پر سخت صدمہ ہوتا ہے۔ اصل میں ایسی باتوں کی تہ میں یہ بات ہے کہ لوگوں نے خدا تعالیٰ کی کتاب کو پس پشت ڈالدیا ہو۔ اور وہ اپنے من گھڑت خیالوں اور اپنی رسموں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ وہ جب کسی مسئلہ پر بحث شروع کرتے ہیں تو سب سے پہلے خدا کی کتاب کھولکر نہیں دیکھتے کہ اس میں کیا حکم ہے۔ بلکہ وہ اٹکل کے تیر چلاتے ہیں۔ اور اس طرح بحث بے طرح بڑھ جاتی ہو۔ اور کبھی کوئی فیصلہ نہیں ہوتا۔ پردے کو لیجئے۔ بیسیوں کتابیں اسپر لکھی گئی ہیں۔ پھر کوئی رسالہ اٹھاؤ۔ کوئی اخبار کھولو۔ پردے پر ضرور بحث ہوگی۔ نہیں معلوم کہ بحث کیوں ہو۔ جو لوگ پردہ اٹھانا چاہتے ہیں اور پردہ کو تہذیب شائستگی و ترقی کا دشمن خیال کرتے ہیں۔ انکے گھروں میں دیکھو۔ تو انکے خلاف عملدرآمد ہے۔ اور جو پردے کے حامی ہیں۔ انکے اعمال دیکھو۔ تو انکے گھروں میں بھی وہ پردہ نہیں جس کا حکم خدا اور رسول نے دیا ہے۔ محض نیک نیتی سے یہ اچھا ہو کہ صرف وہ آیات جو قرآن کریم میں پردے کے متعلق ہیں۔ لفظی ترجمہ کیساتھ درج کر دی جائیں۔ تاکہ کم از کم مسلمانوں میں تو بحث بند ہو سکے اور وہ جان لیں کہ خدا تعالیٰ کا کیا حکم ہے۔ پھر وہ اپنے اپنے گھروں پر نظر کر لیں کہ ان کا عملدرآمد خدا کے حکم کے مطابق ہے یا خاندانی رسموں میں الجھ گئے ہیں۔ یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری ہے کہ اسلام چاہتا ہے فرمانبرداری کا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب کہا ہے جو اکثر حضرت جری اللہ فی حلل الانبیا بھی پڑھا کرتے تھے ع بزہد و ورع کوش و صدق و صفا ٭ و لیکن میفزائے بر مصطفےٰ ٭ بس یہ کوئی خوبی کی بات نہیں کہ رسول اکرم و صحابہ کرام سے بڑھکر پردے میں شدت دکھلائی

جاتی ہو کہا جائے کہ ہماری کی کے مساوات اور یہ کہ خدا نے جو شریعت الی یوم القیامہ مقرر کی تو وہ خوب جانتا تھا کہ اسلام مختلف قوموں اور مختلف ملکوں میں پہنچے گا۔ پس اس نے جو حکم دیا۔ تو وہ ضرور ایسا ہے۔ جس پر ہر مقام پر عمل ہو سکتا ہے۔ اور یہی اسلام کی خوبی ہے کہ اس کے احکام عملی زندگی میں آ سکتے ہیں۔ قرآن کریم کا کوئی حکم نہیں جو دیکھنے میں تو خوش کن ہوں مگر عمل میں نہ آ سکیں۔ مثلاً یہ حکم ہو کہ جو تیری ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسری بھی اس کی طرف پھیر دے۔ تو اب کوئی اسکی عملی مثال نظر نہیں آتی۔ اگر اس پر عمل ہونے لگے تو نظام عالم درہم برہم ہو جائے اور تمام عدالتیں موقوف کرنی پڑیں۔ پس اسلام میں یہی تو خوبی ہے۔ کہ اسکے حکم ہر زمانہ ہر حالت میں قابل عمل ہیں اور یہی ثبوت اس بات کا کہ قرآن مجید خاتم الکتب ہے۔ اس تمہید کے بعد میں آیات مع ترجمہ کے لکھتا ہوں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا	اے مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے
غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ	گھروں میں داخل نہ ہو جب تک کہ اجازت نہ لو۔ اور
أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿﴾	گھر والوں پر سلام نہ کر لو یہ تمہارے لئے بہتر ہے
فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا	اگر تم سمجھ رکھو۔ اور اگر ان گھروں میں کوئی نہ پاؤ
حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ ۖ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا	تو جب تک اجازت نہ لو انہیں داخل نہ ہو اور اگر تمہیں کہا
فَارْجِعُوا ۖ هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿﴾	جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ یہ تمہارے لئے بڑی پاکیزگی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو
لَّيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ	اللہ جانتا ہے۔ تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم غیر رہائشی مکانات میں جہاں
مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ	تمہارا اسباب ہو چلے جاؤ۔ اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور
مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿﴾ قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ	جو چھپاتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔ مومنوں کو کہہ دے
يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ	کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا
ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿﴾	کریں یہ ان کے لئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کچھ تم
وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ	کرتے ہو اللہ اس سے آگاہ ہے۔ اور مومن عورتوں کو کہہ

يَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ
زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ
بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ
زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ
آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ
بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ
أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ
أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ
مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا
عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ
لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى
اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

اگر کسی انسان پر ظاہر نہیں کی تھی تو خود بچاتی ہو اور
مومن عورتوں کو بھی کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی
رکھیں۔ اور اپنی ستروں کی حفاظت کریں۔ اور اپنی
زینت ظاہر نہ کریں مگر وہ جو خود بخود ظاہر ہو اور اپنی
اوڑھنی چہرہ پر ڈال کر اپنی آنکھیں ڈھک لیں اور اپنے سینوں پر
وہ پٹے اوڑھے رہیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں
بجز اپنے خاوند یا اپنے باپ اور اپنے خاوند کے
باپوں کے اپنے بیٹوں کے اپنے خاوند کے بیٹوں کے
اپنے بھائیوں کے اپنے بھائی کے بیٹوں کے اپنی عورتوں کے
اپنی لونڈیوں کے اور ایسے خدمتگار مردوں کے جو عورتوں
سے بے غرض ہیں یا ایسے لڑکوں کے جو عورتوں کی پردہ کی
باتوں سے واقف نہیں اور یہ بھی کہ پاؤں زمین پر
مار کر نہ چلیں کہ جو زینت پوشیدہ ہو وہ ظاہر ہو۔ سب
خدا کے حضور جھکو۔ اے مومنو تاکہ تم مقصود کو پہنچو۔

لہ یعنی قدرتاً جو عورتوں کے دو حصے ہاتھ اور منہ ہیں ان سے بے شک کھلیں۔ یہ قدرتی ہیں تو خصوصیت سے آنکھیں کھل
کر چھپانا چاہئیں حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ ایک نابینا آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ میں اور میمونہ آئیں آپ نے
ہمیں فرمایا پردہ میں ہو جاؤ۔ کہنے لگیں۔ وہ تو اندھا ہے۔ ہمیں کیا دیکھے گا۔ آپ نے فرمایا۔ تم تو اسے دیکھ
سکتی ہو۔

ع ان لوگوں پر افسوس ہے جو یہاں تک سختی کرتے ہیں کہ جب شادی ہو جائیں تو چھوڑ دال دیتے ہیں۔ تاکہ
شادی کا علم کسی کو نہ ہو۔ دوسری کو چپ سے سمجھے کہ نہیں تاکہ گھر کے اندر ان لڑکیوں میں بیگانی عورتیں بڑی
آزادی ہیں جن سے بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

۲ یا ایها الذین آمنوا لیستأذنکم
الذین ملکت ایمانکم والذین
لم یبلغوا الحلم منکم ثلث مرات
من قبل صلوة الفجر وحین تضعون
ثیابکم من الظهیرة ومن بعد صلوة
العشاء ثلث عورات لکم لیس علیکم
ولا علیهم جناح بعدهن طوافون علیکم
بعضکم علی بعض کذلک یبین الله
لکم الآیات والله علیم حکیم وإذا
بلغ الاطفال منکم الحلم فلیستأذنوا
کما استأذن الذین من قبلهم کذلک
یبین الله لکم آیاته والله علیم حکیم
والقواعد من النساء التی لا یرجون نکاحا
فلیس علیهن جناح ان یضعن ثیابهن
غیر متبرجات بزینة وان یستعففن
خیر لهن والله سمیع علیم
(۳) وإذا سألتموهن متاعا فاسألوهن
من وراء حجاب

اے مسلمانو! اجازت لیکر آئیں تمہارے غلام اور وہ جو
بالغ کو نہیں پہنچے۔ تین اوقات میں نماز فجر سے پہلے
دوپہر کو جب تم کپڑے وغیرہ اتار دیتے ہو۔ اور
نماز عشاء کے بعد۔ یہ تین پردے کے
وقت ہیں۔ ان اوقات کے بعد پھر تم
پر یا ان پر کوئی مضائقہ نہیں۔ کہ وہ آئیں
جائیں۔
اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں بیان کرتا
ہے۔ اور اللہ علیم حکیم ہے۔ اور جب تمہارے
لڑکے جوان ہو جائیں۔ تو وہ بھی غیر مردوں
کی طرح اطلاع دیکر آیا کریں۔ اسی طرح اللہ آیات
بیان کرتا ہے۔ اور اللہ علیم و حکیم ہے۔
اور بوڑھی عورتیں جو بیٹھ گئی ہیں نکاح کی امیدوار
نہیں ان پر گناہ نہیں اگر وہ اپنی اوڑھنی اتار کر
رکھیں۔ اور زینت کی نمائش نہ ہو اور اگر بچا کریں
بھی تو بہت بہتر ہو اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے
جب ان سے کچھ مانگنا ہو۔ تو پردے
کی اوٹ میں کھڑے ہو کر مانگو۔

یہ اس لیئے کہ اندر عورتیں بے تکلفی سے بیٹھی ہوتی ہیں۔ یکدم اندر چلا جانا یا معمولی کام کے
لئے بار بار غیر مرد کا پردہ کرنا ایک تکلیف کا موجب ہے۔

(۴) یا ایها النبی قل لازواجک وبناتک

اے نبی اپنی بیبیوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں

وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

کی عورتوں کو کہہ دو کہ وہ اپنی چادروں کو اپنے آگے بڑھا لیا کریں تاکہ پہچانی جائیں کہ یہ مسلمان عورتیں ہیں اور ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے (لوگ راستے سے ایک طرف ہٹ جائیں کہ پردہ دار بی بی آ رہی ہے)

(۵) فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَّقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى

تم باتوں میں نرمی نہ کرو۔ کہ جس کے دل میں مرض ہو ایسا نہ ہو کہ وہ کچھ لالچ کرے اور گھروں میں بیٹھی رہو اور باہر نکلو تو برقعہ سے [illegible] کھلم کھلا جاہلیت سابقہ کے طریق پر نہ نکلو۔

پس یہ ہیں پردے کے متعلق احکام۔ اب تم مسلمان عورتیں خود سوچو کس طرح کی ہو کر عمل کر سکتی ہیں۔ یہ پردہ زندگی کے کاروبار میں حائل ہے۔ اور کسی کی عزت خاندانی [illegible] عمل [illegible] وہ اس پر عمل کرے۔

(مکمل)

ثنائی مرزہ درائی سید قاسم علی صاحب [illegible] نے کتاب [illegible] ثناء اللہ صاحب امرتسری کے جواب میں لکھی ہے [illegible] کا جواب [illegible] عمل کرتے ہوئے یہ کتاب [illegible] مولوی ثناء اللہ پر [illegible] ہوں لیکن حق پسند لوگوں کے لیے اس سے مفید [illegible] نہیں ہو سکتا۔ قیمت [illegible] کاغذ پر خوشخط چھپا ہے۔

صادقوں کی روشنی یہ کتاب حضرت [illegible] مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر مخالفین کے اعتراضات کے جواب میں [illegible] لکھی [illegible] کتاب [illegible] [illegible] مفصل [illegible] احمدی کے پاس [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] قیمت [illegible]

انبیاء کی جماعت

سنت اللہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے، جب لوگوں کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ ان میں دینی غیرت نہیں رہتی۔ نیک و بد میں کوئی امتیاز نہیں کیا جاتا۔ عالم و جاہل ایک ہی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ متقی اور فاسق سوسائٹی میں یکساں تعظیم سے پائے جاتے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ ایک نبی کو مبعوث کرتا ہے جو ان کے سینوں میں ایک پاکیزگی کی روح نفخ کرتا ہے اور وہ زندہ قوم بن جاتے ہیں۔ وہ ان لوگوں کے لئے بطور نمونہ کے ہوتے ہیں۔ جو ان کے طرز عمل کی پیروی کرتا ہے وہ ہلاکت سے بچایا جاتا ہے اور جو ان کی مخالفت کرتا ہے۔ یا ان کے نیک نمونہ کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ ہلاکت کے گڑھے میں گرتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت میرے بیان کی مصدق ہے۔ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

انبیاء نے ہمیشہ یہی کوشش کی ہے۔ کہ ان کی قوم دوسری قوموں سے الگ رہے۔ تاکہ انبیاء کی صحبت کے جو اثرات سے محفوظ رہے۔ اور جو ترقی قلت تعداد اور ضعف ابتدائی کے باعث ان میں مل کر اپنی ہستی کو نہ کھو بیٹھے۔ چنانچہ اس کا یہاں تک اہتمام ہے۔ کہ جب بنی اسرائیل کو بری طرح فرعون اور فرعونیوں کے شکنجے میں دیکھا۔ تو حضرت موسیٰ نے با علام الٰہی انہیں ان کے پنجے سے نکال کر اس ملک سے ہجرت کر جانا ضروری سمجھا تا کہ ان سے تعلقات منقطع ہو جائیں۔

پھر اس کامل و مکمل کتاب میں جو تمام جہان کے لئے ہدایت ہے۔ خود نبی کریم کو ارشاد ہے۔

جو اپنی مکمل استقلال میں تمام اہل اسلام کی مجموعی طاقت سے بھی بڑھ کر ہیں۔

وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ وَإِذًا لَاتَّخَذُوكَ خَلِيلًا وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتَ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا إِذًا لَأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا ؎

قریب تھا کہ یہ کافر اس سے جو ہم نے تیری طرف وحی کی ہے تمہیں پھسلا دیں تاکہ تم ہمارے اوپر اس کے سوا افترا کرو پھر تمہیں دوست بنالیں اور اگر ہماری طرف سے ثبات کی قوت نہ ہو تو ان کی طرف جھک جاتے پھر تمہیں دوہرا عذاب زندگی کا اور دوہرا عذاب موت کا دیتے۔

پھر نبی کریم صلعم کے صحابہ کرام کی صفت میں ارشاد ہے۔ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ یعنی وہ کفار کے اثر سے متاثر نہیں ہوتے۔ اور ان کی صفت میں یہ کیوں نہ آئے جبکہ دلوں کا کمال اور حالت میں اپنی تسلیم و گستی کافروں سے تعلق نہ رکھو۔

چنانچہ انہیں کہا گیا۔ وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ یعنی ان ظالموں کی طرف نہ جھکو۔ ورنہ تمہیں بھی وہ آگ چھو جائے گی پھر تمہارا اللہ کے سوا کوئی والی نہ ہوگا۔ پھر تم مدد نہ دیے جاؤ گے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ یعنی مومن مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں۔ اور جو ایسا کریگا وہ اللہ کی حمایت میں نہیں۔ الا یہ کہ تم ان کے شر سے بچو۔ اور اللہ تمہیں اپنے جلال سے ڈراتا ہے۔ اور اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ گویا نبی کی ... کوئی شخص اگر کفار سے تعلق پیدا کریگا۔ اللہ کی حمایت سے محروم رہ جائیگا۔ اور اسے کوئی نصرت نہیں ملیگی۔

(۲) وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ حَتَّى يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا

چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر بن جاؤ جیسے کہ وہ کافر ہو گئے۔ پھر سب یکساں ہو جاؤ۔ دیکھو تم انہیں دوست نہ بناؤ یہاں تک کہ وہ بھی اللہ کی راہ میں ہجرت کر جائیں۔ اگر وہ منہ پھیرتے ہیں۔ تو انہیں پکڑو قتل کرو۔ جہاں کہیں تم پاؤ اور کسی کو اپنا دوست و مددگار نہ بناؤ۔ ان آیات سے بھی واضح ہے کہ کفار چاہتے ہیں کہ دینی کی جماعت ہماری ساتھ مل جائے۔ اور ہم اور وہ ایک ہی ہو جائیں۔ مگر اس پاک گروہ کو تاکید فرماتا ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرنا اور اپنے کسی دینی کام میں ان سے مدد بھی نہ لینا کیونکہ انکو حامی بنانے سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا۔

(۴) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ فَتَرَى الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِیْبَنَا دَآىٕرَةٌ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَیُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِیْنَ ...

اے مسلمانو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ جو کوئی تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کریگا وہ بھی انہی میں سے ہو جائیگا۔ (بعد چند آیات) [illegible] تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ... [illegible] کبھی کامیاب نہیں کرتا جن لوگوں کے دل میں مرض ہے۔ وہ کفار کی محبت کرنے میں جلدی کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں ہم مشکلات میں نہ پڑ جائیں اور کفار کی قوم کو دنیا میں عروج پر دیکھتے ہیں۔ تو کمزور رنگ والے خیال کرتے ہیں کہ اگر ہم ان کے ساتھ تعلقات رکھیں گے۔ تو ہمارا دنیا میں عزت سے رہنا ضرور ہو جائیگا۔ ان کے ساتھ محبت کرتے رہتے ہیں اور تعلقات بڑھاتے ہیں۔)

عنقریب اللہ فتح ظہور میں لائیگا۔ یا کوئی اور امر ظاہر ہو جائے تو اس وقت ان خیالات والے اپنے کیے پر پشیمان ہونگے۔ اس وقت مومن کہیں گے کیا یہی لوگ ہیں۔ جو بڑی بڑی قسمیں کھاتے تھے کہ وہ ہمارے ساتھ ہیں۔ ان کے اعمال اکارت ہو گئے اور نقصان میں رہیں گے۔ ان آیات میں صاف طور ان تعلقات کا انجام بھی بتا دیا۔ کہ جس امید پر ان سے تعلقات پیدا کرتے ہیں وہ بجائے فائدہ کے

نقصان ہی پہنچاتے ہیں۔

(۴) لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۔ تو کبھی ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم الآخر پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان سے تعلقات دوستی رکھتے نہیں پائیگا جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے یا بھائی یا کنبے کے عزیز رشتہ دار۔ پس یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے۔ اللہ نے اپنے کلام سے انکو مدد دی۔

(۵) قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ ۔ تمہارے لیے اچھی نمونہ ہے حضرت ابراہیم اور انکے ساتھیوں میں جب انھوں نے اپنی قوم کو کہدیا کہ ہم تم سے بیزار ہیں۔ اور جس کی تم اس کے سوا پرستش کرتے ہو ہم تمہارے عقائد کے منکر ہیں۔ ہمارے تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے بغض و عداوت ہو چکا تاوقتیکہ تم اللہ پر ان صفات کے ساتھ جن کے ساتھ ہم مانتے ہیں اسی وقت پر ایمان لاؤ جس پر ہم ایمان لائے۔

ان آیات میں نبی کی جماعت کے طرز عمل کو واضح کر دیا ہے کہ اسے اپنے دوسرے بھائیوں سے کیا طریق اختیار کرنا چاہیئے۔

اس زمانہ میں بھی خدا کا ایک فرستادہ آیا جسے خدا نے اپنے الہاموں میں یا نبی اللہ کر کے مخاطب فرمایا خود نبی کریم صلعم نے اسے نبی اللہ کہا۔ خود مسیح نے اپنے تئیں نبی کہہ کر اس نے اپنے کافر کہنے والوں اور منافقوں کو یکساں ٹھہرایا۔ اپنی جماعت کو اس دودھ سے اور دوسرے مسلمانوں کی جماعت کو پھٹے ہوئے دودھ[1] سے تشبیہ دی۔ اور بتایا کہ ان دونوں کے ملنے سے دونوں دودھ پھٹ جائینگے۔ آپ نے جن باتوں میں اشتراک ہو سکتا تھا۔ ان میں شرکت

[1] حضرت اقدس کے اصل الفاظ صفحہ [illegible] پر دیکھو۔

سے قطعی ممانعت کر دی۔ مشتبہ نماز ہے جو اپنی جماعت پڑھنے کی تاکید ہے۔ آپ نے فرمایا تم پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے۔ (دیکھو اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۸)

اس کلام سے بھی ظاہر ہے کہ تکفیر کرنے والے اور تکذیب کی راہ اختیار کرنے والے ہلاک شدہ قوم ہے۔ اس لئے وہ اس لائق نہیں ہیں کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص ان کے پیچھے نماز پڑھے۔ کیا زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ پس یاد رکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ امامکم منکم یعنی جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑیگا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ پس تم ایسا ہی کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو۔ جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے اور ہر ایک حال میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے اور ہر ایک تنازع کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے۔ پس جانو کہ وہ مجھ میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں عزت سے نہیں دیکھتا۔ اس لئے آسمان پر اس کی عزت نہیں۔

معاملات میں اشتراکِ نکاح کے بارے میں تھا۔ سو اس کی نسبت بھی اپنی جماعت کی پوزیشن واضح کر دی۔ یعنی لڑکی دو نہیں لڑکی لے لیں۔ دوسرے مسلمانوں کو بمنزلہ اہل کتاب سمجھا جیسا کہ اس پیشگوئی سے بھی واضح ہوتا ہے جو حدیث میں ہے کہ اخیر زمانہ میں میری امت کے بعض لوگ یہود ہو جائیں گے۔ اور یہ سب مسیح کی مخالفت سے ہوگا۔

غرض نبی کی جماعت کو دعوۃ الی اللہ اور حقوق العباد کی طرز کی بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ وہ طرح طرح سے خود غرض ان کو بہلاتے ہیں۔ مگر ان کے قدم ایسے استوار رہتے ہیں کہ وہ اپنے مرکز سے نہیں ہٹتے۔ بعض چالاک اس نبی کی بعثت کو ایک لغو و عبث قرار دیکر پہلے اس

طرح گمراہ کرتے ہیں کہ جس خدا کی طرف وہ بلاتا ہو جب ہم اس پر ایمان لائے، تو پھر اس نبی کے ہم کو کیا ضرورت۔ مثلاً نبی کریم صلعم کی بعثت کا مقصد تو یہ تھا کہ لوگ ایک خدا پر ایمان لائیں جب لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ پڑھ لیا، تو محمد رسول اللہ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ اسی طرح تو مسلمانوں میں افتراق و فساد پڑتا ہے۔ دراصل یہ توحید ناقص توحید ہے کیونکہ خدا کو دیکھنے کا یہی آئینہ ہے نبی۔ اب اسکو ہٹا لیا گیا، تو پھر خدا تعالیٰ بھی نظر نہیں آئیگا بلکہ جو کچھ ہوگا وہ ان کے وہموں کا بنایا ہوا خیالی بت ہوگا۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ مسیح موعود نبی کریم صلعم کی متابعت اور اسلام کی تعلیم بتانے کے لیے آیا جب ہم اس خاتم النبیین کو مانتے ہیں، اسکی تعلیم پر چلتے ہیں، تو پھر اسکو ماننے کی کیا ضرورت؟ نادانوں کو معلوم نہیں، کہ اسی خاتم النبیین تک پہونچنے کی یہی ایک کھڑکی ہے۔ بیشک اس راہ سے نہ گزریں گے، اس شہنشاہ ملک رسالت کے حضور میں نہ جا سکیں گے۔ اصل بات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام "یہ جو ہم نے دوسرے مدعیانِ اسلام سے قطع تعلق کیا ہے۔ اول تو یہ خدا تعالیٰ کے حکم سے تھا نہ اپنی طرف سے اور دوسرے وہ لوگ ریاپرستی اور طرح طرح کی خرابیوں میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ اور انکی ایسی حالت کے ساتھ اپنی جماعت کے ساتھ ملا دینا یا ان سے تعلق رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عمدہ اور تازہ دودھ میں بگڑا ہوا دودھ ڈال دیں۔ جو سڑ گیا ہے اور اس میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔ اسی وجہ سے ہماری جماعت کسی طرح ان سے تعلق نہیں رکھ سکتی، اور نہ ہمیں ایسے تعلق کی حاجت ہے۔"

(الحکم)

۱؎ دیکھو پاکٹسٹم رکوع ۱

ستیارتھ پرکاش پر ایک مختصر ریویو

"جولائی کے پرچہ میں پنڈت دیانند صاحب بانی آریہ سماج کے بعض اعتراضوں کا جواب لکھا تھا جو انھوں نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں مسیحیت اور اسلام پر کیے ہیں۔ اور ناظرین سے وعدہ کیا تھا کہ انشاء اللہ اس مضمون پر آئندہ بھی اسی ہیڈنگ کے نیچے کچھ لکھا کریگا۔ چنانچہ اس پرچہ میں اس وعدہ کا ایفا کیا جاتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی۔ تو جب تک اسکا منشا ہوگا یہ سلسلہ جاری رہیگا"

میں نے پچھلے پرچہ میں ان اعتراضات پر بھی کچھ لکھا تھا جو پنڈت صاحب نے مسیحیت پر کیے ہیں۔ لیکن آئندہ سے میرا ارادہ ہے۔ کہ صرف انہی سوالات کو لیا کروں۔ جو اسلام کی نسبت پیش کیے گئے ہیں۔ اور اسلامی تعلیم کو اصل رنگ میں پیش کر کے دکھایا جائے۔ کہ کیا اس پر کسی قسم کے اعتراض پڑتے ہیں۔ یا پنڈت صاحب نے محض تعصب سے اپنے دماغ سے اس قسم کے اعتراض پیدا کیے ہیں۔ میں نے یہی مناسب جانا ہے۔ کہ چودھواں سمولاس چونکہ سارے کا سارا اسلام کے خلاف اعتراضات سے بھرا ہوا ہے۔ اور بانی آریہ سماج نے قرآن شریف پر شروع سے لیکر ترتیب سے اعتراض کیے ہیں۔ اسلیے میں بھی اسی ترتیب سے ان اعتراضات کا جواب لکھوں۔ تا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے۔ اور یہ جوابات تکمیل کو پہنچ جاویں۔ تو آخر میں ایک کتاب بن جائے۔

بہتر تو یہ ہوتا۔ کہ چند مستقل رسالے اس کام کے لیے وقف کیے جاتے۔ اور کتاب کی صورت میں ہر رسالہ میں چند صفحات لکھے جاتے۔ تا آخر میں ناظرین ان کو اکٹھا کر کے جلد بندھوا سکتے۔ لیکن اس صورت میں اکثر ہر رسالہ میں مضمون ادھورا رہ جاتا ہے۔ اور پڑھنے

وہ لطف نہیں آتا۔ اور بعض اشد ضرورت کا بیان بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ اسلئے مجبوری کی وجہ سے یہی تجویز ہے۔ کہ رسالہ میں تھوڑے تھوڑے جوابات شائع کئے جاویں۔ اگر ختم ہونے پر ضرورت بھی جائے۔ تو کتاب کی صورت میں اس کو شائع کر دیا جائے۔ اتنی تمہید کے بعد اب میں اصل مضمون کو شروع کرتا ہوں۔

اعتراض اول پنڈت صاحب کا سب سے پہلا اعتراض بسم اللہ الرحمن الرحیم پر ہے (دیکھو سلسلہ ورد پنڈت صاحب کے کہ یہ ہے: چاہئے کہ لفظ قرآن سے اعتراضات کا سلسلہ شروع کرتے من المؤلف) اور اپنے آپکو محقق قرار دیکر یہ یوں اعتراض کئے ہیں۔

محقق۔ مسلمان لوگ ایسا کہتے ہیں۔ کہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے لیکن اس قول سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسکا بنانے والا کوئی دوسرا ہے۔ کیونکہ اگر خدا کا بنایا ہوا ہوتا۔ تو "شروع ساتھ نام اللہ کے" ایسا نہ کہتا۔ بلکہ "شروع واسطے ہدایت انسانوں کے" ایسا کہتا۔

اس اعتراض کرنے سے پنڈت صاحب کا یہ مطلب ہے۔ کہ چونکہ اس میں مخاطب خدا ہے۔ اسلئے یہ کلام خدا کا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ انسان کا ہو کیونکہ اگر خدا نازل کرنیوالا ہوتا۔ تو قرآن شریف ایسی طرز سے شروع ہوتا۔ جس میں یوں معلوم ہوتا۔ کہ اللہ تعالیٰ بول رہا ہے۔ اور بندہ مخاطب ہے۔ لیکن اس آیت سے ایسا یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ بندہ بول رہا ہے۔ اور خدا مخاطب ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ کلام انسانی ہے۔

جواب اول۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے۔ اور سورہ فاتحہ ایک دعا ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ نے سکھلائی ہے۔ کہ تا وہ اسے خدا کے سامنے پڑھکر اپنا حال عرض کرے۔ چنانچہ عربی کے قاعدہ کے مطابق بسم اللہ میں جو با آئی ہے۔ اسکا ایک متعلق ضرور مقدر ماننا پڑیگا۔ کیونکہ عربی میں با کا متعلق ضرور آتا ہے جو کہ یا فعل ہوتا ہے۔ یا معنی فعل یا شبہ فعل پس اس قاعدہ کے ماتحت بسم اللہ کا مقدر متعلق جب ہم نکالتے ہیں۔ تو فقرہ یوں بن جاتا ہے اقرأ بسم اللہ یعنی میں اللہ تعالیٰ کا نام لیکر دعا یا یہ قرآن شریف پڑھتا ہوں۔ سورۂ کے

حدیث میں ہے کہ کل امر ذی بال لم یبدء بسم اللہ فهو اقطع و ابتر۔ اس قرینہ سے یہاں لفظ اقرأ کے ابتدا کی تقدیر نکلیگی۔ اور اس آیت کے یہ معنی ہونگے کہ میں اللہ تعالیٰ کے نام سے استعانت طلب کرتا ہوا اس کلام کو پڑھنا شروع کرتا ہوں یا اس کام کو کرتا ہوں۔ پس سورۃ فاتحہ ایک دعا ہے جو انسان کو سکھائی گئی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ دعا خدا کی طرف سے نہیں۔ بلکہ بندہ کی طرف سے ہوتی ہے گر پنڈت صاحب کا یہ مطلب ہے کہ اس دعا میں اللہ تعالیٰ سائل ہوتا اور بندہ مسئول تب قرآن شریف خدا کا کلام ثابت ہوتا۔ تو آریہ سماج کو ضرور ہے جلد یہ اعتراض ستیارتھ پرکاش میں سے مثل اور اعتراضوں کے اہل دانش کی ہنسی سے بچانا چاہیئے۔ دعا بندہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ خدا کی طرف سے نہیں کیونکہ جو شخص سوال کرتا ہے۔ وہ محتاج ہوتا ہے۔ اور جس سے سوال کیا جاتا ہے۔ وہ محتاج الیہ یعنی اس کے حضور میں دوسرے لوگ محتاج ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں اور زمین و آسمان اور ذرہ ذرہ کا مالک ہے کسی کا محتاج نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اگر وہ محتاج ہو۔ تو اس لفظ اللہ کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اللہ کے معنی ہیں۔ ہر ایک خوبی سے متصف اور ہر ایک عیب سے مبرا۔ اور کسی کا محتاج ہونا تو بہت بڑا بھاری عیب ہے جو اللہ تعالیٰ میں ہرگز نہیں پایا جا سکتا۔ پس میں نہیں سمجھ سکتا کہ پنڈت صاحب کو اس اعتراض کرنیکا خیال ہی کیوں پیدا ہوا۔ کیونکہ جب سورۃ فاتحہ ایک دعا ہے جو کہ اللہ نے بندوں کو سکھائی ہے۔ تو ضرور تھا کہ وہ ایسے الفاظ میں ہوتی جس سے ظاہر ہوتا کہ بندہ عرض کر رہا ہے۔ اور مالک سن رہا ہے

اس کی مثالیں دنیاوی گورنمنٹوں کے دفاتر میں بھی بہت کثرت سے مل سکتی ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ انگریزی نے بھی مختلف عرائض کے لیے خود الفاظ بنا کر دیئے ہیں۔ اور لازمی ہے کہ ہر ایک سائل جب کوئی درخواست کسی خاص محکمہ میں دے۔ تو وہی الفاظ استعمال کرے۔ جو گورنمنٹ نے اس غرض کے لیے خود مقرر کیے ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ جو کہ دفاتر کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ یا جنہیں کبھی کسی دفتر میں حاضر ہونا پڑا ہو اس بات کو خوب جانتے ہیں۔ علاوہ کے

لیے بھی چیف کورٹ نے خاص الفاظ مقرر کیے ہوئے ہیں کہ جو انہیں جج کے سامنے تقریر کرتے پیش کرنے پڑتے ہیں۔ اسی طرح مختلف سوسائٹیوں میں وفد کے لیے خاص طرز پر کرنے پڑتے ہیں اور یہ سب کچھ اس لیے ہوتا ہے کہ ہر ایک انسان کچھ بھی نہیں سکتا۔ کہ کن الفاظ میں اپنا مافی الضمیر ادا کرے۔ اور وہ وہ جان سکتا ہے کہ کون سے الفاظ مضر اور نقص سے زیادہ پاک ہیں۔ اسی لیے دنیاوی گورنمنٹیں اپنی احتیاط خود بخود سے الفاظ مقرر کرتی ہیں۔ اور سائل کو ضروری ہوتا ہے کہ ان الفاظ کو استعمال کرے۔ تاکہ بہت سے نقصوں سے محفوظ رہے۔

اسی خیال کو مد نظر رکھکر اللہ تعالیٰ نے بھی ابتداء سے قرآن میں سورۃ فاتحہ جیسی نہایت ہی پاک اور بے عیب الفاظ میں انسان کو سکھائی ہے۔ تاکہ وہ اس کے ذریعے سے اپنے ہر قسم کے مطالب کو اللہ تعالیٰ سے طلب کرے۔ پس پھر اعتراض کرنا تعصب نہیں تو اور کیا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دعا کے ہوتے مسلمان ہر ایک مذہب پر غالب ہیں۔ اور کوئی مذہب نہیں جو اپنے پیرووں کو ایسی [illegible] اور جامع دعا سکھاتا ہو جس میں مختصر الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی کل صفات کا بیان بھی ہو۔ بندوں اور انسان کے تعلقات بھی بیان کیے گئے ہوں پھر انسانوں کے آپس کے تعلقات بھی مذکور ہوں۔ اور پھر ایک ایسی جامع و مانع دعا بھی ہو۔ یہ ایک اسلام اور صرف اسلام ہی ہے جس میں اپنے پیرووں کو اس کامل دعا کو سکھا دیا گیا ہے۔ اور چونکہ دعا کے ماتحت ہی نتائج نکلتے ہیں اسلئے مسلمانوں کی طرح کوئی قوم خدا تعالیٰ سے نیک فراست کی امیدوار نہیں ہو سکتی۔

وید خدا کا کلام نہیں یہاں تک یہ ثابت کرنے کے بعد کہ ہر ایک انسان دعا میں اپنے الفاظ میں پوری طرح مدعا کو نہیں بیان کرسکتا۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سورۃ فاتحہ ایک کامل دعا سکھلائی ہے۔ اور یہ کہ اس کی مثال دنیاوی گورنمنٹوں کے انتظام میں بھی ملتی ہے۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پنڈت صاحب نے جو اعتراض قرآن پر کیا ہے۔ وہی وید پر الٹ کر پڑتا ہے۔ اور قرآن شریف میں تو صرف ایک قلیل حصہ ہے جو بطور حکایت از انسان بیان کیا گیا ہے۔ لیکن وید سارے کا

سلا اس الہام کے نیچے ہے۔ اور چونکہ پنڈت صاحب اس بات کو قبول کرتے ہیں۔ کہ جس کلام کا کوئی حصہ انسان دوسرے کا ثنا خوان ہو۔ وہ الہی نہیں ہو سکتا بلکہ انسان کا کلام ہوتا ہے۔ پس ان کے پیرووں کو لازماً اقرار کرنا پڑیگا۔ کہ وید خدا کا کلام نہیں ہے چنانچہ۔ کہ رگ وید چاروں ویدوں میں سے سب سے معتبر مانا گیا ہے۔ اس کا اکثر حصہ دیکھنے پر ہمیں نے ایک بھی منتر ایسا نہیں پایا جس میں خدا مخاطب ہو۔ اور بندہ مخاطب ہو۔ بلکہ ہر جگہ برعکس ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مخاطب ہوتا ہے۔ پس بقول پنڈت دیانند صاحب وید خدا کا کلام نہیں ہو سکتا کیونکہ گر وہ خدا کا کلام ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ بولنے والا ہوتا۔ چند مثال کے طور پر ہم رگ وید کے چند منتر ذیل میں درج کرتے ہیں جس سے ناظرین پر کھل جائیگا۔ کہ پنڈت صاحب قرآن شریف پر اعتراض کرتے وقت کس قدر جلدی کی طرف مائل تھے۔ چنانچہ رگ وید اشٹک اول ادھیائے اول سکت اول کا منتر اول اس طرح شروع ہوتا ہے۔

۱- میں اگنی دیوتا کی جو ہوم کا پیشوا اور یگیہ کا دیوتا اور دیوتاؤں کو نذریں پہنچانے والا ہے۔ اور بڑا ثروت والا ہے۔ مہما کرتا ہوں۔

اب ہر ایک عقلمند غور کر سکتا ہے کہ جیسے قرآن شریف کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو اسی طرح وید کا شروع بھی اس رنگ میں کیا گیا ہے۔ کہ بندہ بول رہا ہے۔ اور خدا مخاطب ہے پھر جو انسان اس وید کے شروع میں اس منتر کو پڑھ کر پھر بھی اسے خدا کا کلام مانتا ہے اور ہمیشہ دیوتوں کی بڑائی کے گن گاتا رہا ہے کیسے شرم کی بات ہے۔ کہ جب قرآن شریف کی طرف آتا ہے۔ تو یہ بات اسے تعجب میں ڈالتی ہے۔ اور بے اختیار چلا اٹھتا ہے کہ ایسا کلام خدا کا نہیں ہو سکتا کاش وہ غور کرتا۔ اگر قرآن شریف جیسی چند آیتوں کی وجہ سے جو کہ بطور انسان کو بیان کی گئی ہیں خدا کا کلام نہیں ہو سکتا تو وید سارے کا سارا اسی رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ خدا کا کلام کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہاں ایک صورت ہو سکتی ہے۔ اور وہ یہ کہ وید کے کل منتر خدا کا کلام تو مانے جائیں لیکن یہ بھی یقین کیا جائے۔ کہ ویدک عقیدہ کی رو سے خدا میں

اور وید میں ایک خدا اور ست شاستر ہے جو اس سے بڑا اور بہتر کہتا ہے۔ ہم کو عجب ہے لیکن آریہ صاحبان امید نہیں کہ اس تجویز سے بھی متفق ہو سکیں۔

یہ تو ابتدا کا حال ہے۔ لیکن اگر وید کو کہیں سے کھول کر دیکھ لو۔ ہر جگہ بندہ خدا سے دعا کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ جس سے یقین ہوتا ہے۔ کہ وید ہرگز خدا کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ وقتاً فوقتاً چند دانا بزرگوں نے جو دعائیں کی ہیں۔ ان کا مجموعہ ہے۔ ہم مختلف جگہوں سے چند دعائیں درج کرکے دکھاتے ہیں۔ کہ رگ وید میں ایک بھی منتر نہیں جس میں خدا متکلم ہو۔ اور بندہ مخاطب چنانچہ اشٹک ۱ سکت ۳ کا پہلا منتر یوں ہے۔

میں اندر کے وہ بہادرانہ کام جو اس نے بجلی لیکر نے پہلے زمانہ میں کئے ہیں۔ بیان کرتا ہوں۔ اس نے بادل کو چیر ڈالا۔ اس نے مینہ برسایا۔ اس نے ان ندیوں کیواسطے جو پہاڑ سے آتی ہیں۔ راستہ بنایا۔

پھر اشٹک ۱ سکت ۱ میں یوں لکھا ہے۔

اے ہمارے دیوتا اے اگنی تیرے قدموں کے کھوج لگاتے ہوئے تیرے پیچھے ہولئے جبکہ تو نے اپنے تئیں پانی ہی کی تہہ میں اس طرح چھپا دیا جیسے [illegible] اپنے تئیں چھپاتا ہے۔ [illegible] تلاش کرتے وہ [illegible] کو دعوی کرتے تھے۔ اور جانتے تھے کہ تو دیوتاؤں تک اس [illegible] کو پہنچائے۔ تمام دیوتا جو پوجا کے مستحق ہیں تیرے پاس بیٹھ کر

اشٹک ۳ سکت ۱ میں یوں لکھا ہے۔

یگ میں جلدی جاکر اے ہم اگنی کی جو [illegible] منتر [illegible] ہماری دور سے سنتا ہے۔ اسی طرح ساتویں [illegible] کے اشٹک ۵ سکت ۱ میں ہے۔

تیری جو بڑا اجالا ہے [illegible] روشنی آسمان میں پھیل جاتی ہے۔ اے اگنی [illegible] کیا ہے ہمیں اپنی بے عیب اور [illegible] سے بچا۔

نمونہ چند منتر مختلف جگہ سے لیکے نقل کر دئے ہیں۔ کہ حق کے متلاشیوں کو معلوم ہو جاوے کہ

کہ گویا سارے کا سارا اسی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ اور کہ پنڈت دیانند جی کو قبول حق سے اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آیا۔ اور دوسرے کی آنکھ کے خود ساختہ تنکے کو نکالنے کی فکر میں پڑ گئے۔

قرآن شریف ضرور تھا کہ بسم اللہ سے شروع ہوتا

اس کے جواب میں ہم ثابت کرتے ہیں (انشاء اللہ) کہ ضرور تھا کہ قرآن شریف اسی آیت سے شروع ہوتا۔ اور اس آیت سے شروع ہونا قرآن شریف کے لیے کوئی عیب کی بات نہیں بلکہ اس کی سچائی کا ثبوت ہے۔

جب کوئی کام بھی انسان شروع کرتا ہے۔ تو دو قسم کی اغراض اس کے مد نظر ہوتی ہیں۔ یا نیک یا بد۔ بعض لوگ بدنیتی سے کام شروع کرتے ہیں۔ اور بعض نیک نیتی سے۔ اسی طرح بعض اپنی ذاتی اغراض کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے نفس پر یا دوسرے اسباب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور خدا کی طرف توجہ نہیں ہوتی لیکن غور کر کے دیکھا جائے۔ تو ماننا پڑتا ہے۔ کہ اس کام میں برکت ہو سکتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ہے۔ کیسے شرم کی بات ہے کہ ایک آدمی خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہاتھوں سے کام کرے۔ اسی کے دیئے ہوئے پیروں سے چلے۔ اسی کی عطا کردہ آنکھوں سے دیکھے۔ دماغ سے غور کرے۔ اور پھر اپنے نفس پر بھروسہ کرے۔ پھر بعض دفعہ ایسا بھی ہو جاتا ہے۔ کہ انسان اول تو نیک نیتی سے کام شروع کرتا ہے بعد میں نیت بدل جاتی ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے ہم کو سکھایا۔ کہ قرآن شریف کے پڑھنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیئے۔ اور ہر ایک سورت کے شروع میں یہ آیت نازل فرما کر انسان پر لازم کر دیا کہ ابتدا اسی آیت سے ہو۔ پھر حدیث کے ذریعہ ہر ایک بڑے کام سے پہلے اس کا پڑھنا سنت ہوا۔

اس آیت کے یہ معنی ہیں۔ کہ میں یہ کام اپنے نفس کے لیے نہیں کرتا۔ اور کوئی گندی اور ناجائز خواہشات کو دل میں چھپاتے ہوئے شروع نہیں کرتا۔ بلکہ میں اللہ تعالیٰ کا نام لیکر اور اسی پر بھروسہ کر کے اور اسی سے اس بات کی مدد مانگتے ہوئے کہ وہ مجھ پر ایک قسم کی

بدمستوں اور شرارتوں سے بچانے شروع کرتا ہوں۔ اب بتاؤ کہ کیا یہ پاک الفاظ اس قسم کے ہیں جن پر اعتراض ہو سکے۔ ان مختصر سے الفاظ میں کیسے معارف بھر دیئے گئے ہیں۔ کہ کوئی کتاب انکا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ وید کا ابتدا بھی میں اوپر درج کر چکا ہوں کہ آگ کی تعریف سے شروع ہوتا ہے۔ توریت و انجیل کے ابتدا بھی لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ نہیں پھر قرآن شریف کے ابتدا کو بھی دیکھو کہ کس طرح ہوا ہے۔ اور پھر غور کرو۔ کہ کیا یہ خدا کا کلام ہے۔ یا وہ۔ ان تین چار الفاظ میں کس طرح اول انسان کو اپنی نیت صاف رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر خالص خدا پر بھروسہ رکھنے کا حکم ہے۔ پھر وہ ہدایت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سے ہر ایک کام کے شروع میں مدد اور استعانت طلب کرنی چاہیئے۔ تاکہ انسان راہ سے گمراہ ہو جائے۔ اور جادۂ اعتدال سے اسکا پاؤں دوسری طرف نہ پھر جائے۔ کیا اس قسم کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ خدا کا کلام نہیں تو پھر اور کونسا کلام ہو سکتا ہے۔ جسے خدا کا کلام کہا جائے۔

پھر اسی آیت پر پنڈت صاحب دوسرا اعتراض یوں کرتے ہیں۔ کہ اگر اس آیت کے معنی مان لیے جائیں۔ کہ انسان کو حکم ہے۔ کہ ہر ایک کام کے ابتدا میں یہ آیت پڑھا کر تو پھر گناہوں کا ابتدا بھی اسی آیت سے لازم آئیگا چنانچہ اسی وجہ سے مسلمان گوشت وغیرہ کے ذبح کے وقت یہ الفاظ کہتے ہیں۔

جواب اول۔ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ مطلق بیان نہیں فرمایا کہ ہر ایک کام کے ابتدا کے وقت یہ آیت استعمال کی جائے۔ بلکہ یہاں تو صرف سورہ فاتحہ کے ابتدا میں بیان فرمائی ہے۔

جواب دوم۔ جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ یہ آیت تو ابتدا قرآن میں اسلئے رکھی گئی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ کہ الٰہی مجھے ہر ایک بدی سے محفوظ رکھ۔ اور گناہ سے بچا اور میں نفس کی غلط کاریوں میں پڑنے سے بچنے کے لیئے تیرے نام سے برکت طلب کرتا اور تیری استعانت کا خواہاں ہوں۔ پھر یہ آیت گناہ کے ابتدا میں کس طرح پڑھی جا سکتی ہے۔

جواب سوم۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اسلام میں بدیوں کو اور گناہوں کو جائز قرار دیا ہوتا۔

تب تو یہ اعتراض پڑتا لیکن جب کہ اسلام کا خدا ہر ایک مسلمان کو قطعی حکم دیتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ۔ یعنی اے انسان اللہ تعالیٰ عدل اور احسان اور قریبیوں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم کرتا ہے۔ اور ایسی باتوں سے جو فحش ہوں، جو لوگوں کے لیے ضرر رساں ہوں جن سے حکام یا حاکموں کے حقوق تلف ہوتے ہوں منع کرتا ہے۔ تو باوجود ایسے صریح حکم کے جو شخص برائیوں میں مبتلا ہے، وہ مسلمان کب ہو سکتا ہے۔ اور اس کے کاموں کا اسلام پر کیا الزام۔

جانور وغیرہ ذبح کرنے کے متعلق آگے چل کر بحث کریں گے۔ کہ یہ ظلم ہے یا نہیں؟

(محمود)

روزہ کی فلاسفی ایک کافر بھی کھانا کھاتا ہے پانی پیتا ہے۔ اپنی بی بی کو تعلقات زوجیت نبھاتا ہو اور ایک مسلمان بھی لیکن مسلمان کا دعویٰ ہے کہ میں خدا کے حکم کے ماتحت شریعت سے کھاتا ہوں خدا کے حکم سے پانی پیتا ہوں۔ خدا کے حکم سے بیوی کے ساتھ رہتا ہوں۔ اور یہی امتیاز ہے ایک کافر و مسلم میں لیکن اس بات کا علم دوسرے لوگوں کو کس طرح ہو اور یہ بات پایہ ثبوت کو کس طرح پہنچے کہ مسلمان واقعی اللہ کے لیے یہ سب کام کرتا ہے۔ کیونکہ زبان سے تو ایک منافق بھی کہہ سکتا ہے کہ میں خدا کے لیے سب کچھ کرتا ہوں۔ پس اس صدق کے امتحان کے لیے روزے فرض ہیں جس سے عملی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ مسلمان واقعی اللہ کے لیے کھاتا پیتا اور بیوی سے مجامعت کرتا ہے کیونکہ جب اس کے مولیٰ کا حکم آگیا کہ ترک کر دو تو مسلمان نے فوراً کھانا پینا اور اپنی خواہشات کو اپنے آقا کے حکم سے چھوڑ دیا۔ اور اس طرح وہ امتحان میں کامیاب نکلا۔

البرق مرزا احمد علی بیگ کی کتاب الفرق پر ایک تنقیدی نظر ہے۔ جو حکیم منصور علی خان صاحب مشرقی آف اسلام نے کی جو مسئلہ تشیعہ کے بعض اعتراضوں کا جواب ہے۔ جو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات پر کئے ہیں۔ قیمت ہر دو آنے فی جلد کے حساب سے احباب منگا سکتے ہیں۔ ملنے کا پتہ۔ دفتر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور

نمبر	نام	مقام	اعانت	کیفیت
۶۱	چوہدری عبدالستار خاں صاحب	[illegible]	عہ سالانہ	
۶۲	میاں سردار علی صاحب سٹیشن ماسٹر	[illegible]	ے	
۶۳	بابو سراج الدین صاحب اسٹیشن ماسٹر	[illegible]	ے	
۶۴	محمد عبدالغنی صاحب [illegible]	پٹیالہ	ے	
۶۵	بابو ظہیر الحسن صاحب			ایک سالہ [illegible]
۶۶	میاں محمد اسمٰعیل صاحب [illegible]	حیدرآباد [illegible]	صہ	
۶۷	سید علی شاہ صاحب [illegible]	[illegible]	ے	
۶۸	میاں [illegible] صاحب	[illegible]		[illegible]
۶۹	میاں [illegible] صاحب [illegible]	[illegible]	ے	
۷۰	منشی [illegible]	[illegible]	صہ	
۷۱	مولوی [illegible] صاحب	[illegible]	صہ	
۷۲	میاں [illegible]	[illegible]	ے	

قابل توجہ ناظرین

[illegible] کو وقت پر نکالنے کے لیے ایک تنخواہ دار کاتب کی خدمات حاصل کی گئی ہیں جس کے لیے دس روز کا کام تو رسالہ کو ہے۔ باقی بیس دن خالی ہیں۔ ہمارے احباب [illegible] کی معرفت [illegible] کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی کتاب یا رسالہ یا اشتہار لکھوانا ہو تو [illegible] کے ساتھ [illegible] فیصلہ [illegible] ہے جو سکتا ہے [illegible] ہم [illegible] سکتے ہیں۔ اس کی طرف توجہ کی جاوے گی۔

مینیجر

ڈاکٹر ایس کے برمن کی مشہور دوائیں

اصل عرق کافور

دیکھو گرمی کا موسم [illegible] اس طرح ڈاکٹر ایس کے برمن کا اصل عرق کافور [illegible]
[illegible]
[illegible] قیمت فی شیشی [illegible]

عرق پودینہ

[illegible]
[illegible]
[illegible]
قیمت فی شیشی [illegible]

جلاب کی گولیاں

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

درد سر یا آدھی درد کی دوا

[illegible]
[illegible]
[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۳ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

[illegible]

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ [illegible]

ایڈیٹر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

[illegible] قادیان [illegible]

خریداران تشحیذ الاذہان کو اطلاع

۱۔ ہر ایک خریدار مہربانی فرما کر اپنے پتے کی چٹ کو غور سے پڑھ لے۔ اور اگر کوئی اس میں غلطی ہو تو فوراً اطلاع دیں تاکہ درستی کر دیا جاوے۔ بعض احباب اپنے مقام سے تبدیل ہو جاتے ہیں مگر ہمیں اطلاع نہیں دیتے بعد میں شکایت کرتے ہیں کہ رسالہ نہیں پہنچا۔ اطلاع دیں تو یاد رہتی نہیں۔ کیونکہ دفتروں میں خط کے کسی گوشے پر لکھ دیا۔ اس طرح بروقت اور بعض اوقات اطلاع نہیں پہنچتی۔ غرض اپنا پتہ بالکل صاف خوشخط حروف میں درست کرا دیے جاویں۔

۲۔ رسالہ ان خریداروں کے نام وی پی ہوگا جنہوں نے سال حال ۱۹۱۳ء کا چندہ ۱۹۱۲ء ادا نہیں فرمایا۔ اگر کسی صاحب کو حساب میں تامل ہو۔ تو وی پی وصول فرما لیں اور بعد میں لکھ کر فیصلہ کریں۔ وی پی واپس نہ کریں۔ کہ اس طرح نقصان ہوتا ہے۔

قابل توجہ ناظرین

تشحیذ کو وقت پر نکالنے کے لیے ایک تنخواہ دار کاتب کی خدمات حاصل کی گئی تھیں جس کے لیے دس روز کا کام تو رسالہ کا ہو۔ باقی بیس دن خالی ہیں۔ ہمارے احباب تشحیذ الاذہان کی مدد فرماویں۔ جس کی صورت یہ ہو کہ اگر کوئی کتاب یا رسالہ یا اشتہار لکھوانا ہو تو پیشگی اجرت کیساتھ اس کا فیصلہ خط و کتابت سے ہو سکتا ہے یہاں بھیج دیں ہم انشاء اللہ اس کو خوشخط لکھوا کر بھیج سکتے ہیں۔ امید کہ اس کی طرف توجہ کی جاوے گی۔

مینیجر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سلم الوصول الی اسرار اسراء الرسول

مصنفہ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی پر

ریویو

(گذشتہ سے پیوستہ)

قرآن کریم کے علاوہ احادیث نبویہ اور بالخصوص احادیث معراج میں بہت سے ایسے قرائن موجود ہیں جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسراء اور اسراء سماوی کیسا تھا ۔ چنانچہ اس موقع پر ایک حدیث معراج سے چند قرائن پیش کیے جاتے ہیں

(۱) مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸ ۔ ۱۰۹ میں ایک متفق علیہ حدیث قتادہ سے مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ ایکا ایک ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور اس نے میرے سینہ کو حلق سے لیکر زیر ناف تک چیرا ۔ میرا دل نکالا پھر ایک سونے کا طشت ایمان و حکمت سے بھرا میرے سامنے لایا گیا پھر میرا دل دھویا گیا اور بدستور اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا

اب مولوی ابراہیم صاحب اور ان کے ہم خیال لوگ ذرا غور فرمائیں کہ اس کلام میں تو صاف بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث معراج کے شروع میں ہی یہ قرائن بیان فرما دیے ہیں جن کو ایک نکتہ رس اور فہیم آدمی ہی سمجھ سکتا ہے کہ معراج کا واقعہ اس عالم شہادت کا واقعہ نہیں بلکہ تمثیلی و کشفی واقعہ ہے ۔ ظاہر ہے کہ دل کی حرکت بند ہو جانا موت کا طاری ہو جانا ہے پھر حلق سے زیر ناف تک سینہ کا چیرا جانا اور پھر دل باہر نکال لینا اور پھر اس کو دھویا جانا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ رہنا ۔ سب اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ واقعہ روحانی

شک نہیں، بلکہ اس کو مراد حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم شہادت سے عالم مثال میں داخل ہونا ہے چنانچہ اس کی تائید وہ واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو اس کے ساتھ بیان کیا گیا ہے یعنی ایک سونے کا طشت ایمان کو بھرا ہوا آپ کے سامنے لایا گیا۔ کیونکہ یہ بات تو ایک معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ ایمان کوئی محسوس مجسم شئی نہیں جو سونے کے طشت میں بھر جائے پس کچھ شک نہیں کہ اس سے مراد عالم مثال کی ایک ایسی کیفیت ہو جس کی تعبیر ہے لفظوں میں کی گئی ہو جس سے عالم شہادت و عالم مثال کے دو طبقات تمیز ہو سکیں۔

(۲) دوسرا قرینہ جو اسی حدیث معراج میں ان دونوں کی تائید کرتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں آسمان پر ایک درخت کا دیکھنا بیان فرمایا ہے جس کا نام حدیث معراج میں سدرۃ المنتہیٰ آیا ہے۔ شارحان حدیث لکھتے ہیں کہ سدرۃ المنتہیٰ وہ مقام ہے جو علوم عقول خلائق کا منتہیٰ ہے۔ پھر سدرہ کے بعد آسمان پر چار نہروں کا اس طرح ذکر فرمایا ہے: جیسی [illegible] وہاں چار نہریں تھیں دو نہریں چھپی ہوئی اور دو نہریں ظاہر جو اس میں سے نکلتی ہیں، یہ دونوں طرح کی نہریں ظاہر اور باطن کی بابت جبرئیل کہا جبرئیل نے دو نہریں چھپی ہوئی بہشت میں ہیں سلسبیل اور کوثر اور . . . . دو نہریں ظاہر . . . . نیل اور فرات۔ [illegible] کہ نیل صفات سے مراد نیل مصر اور فرات کوفہ ہے۔

معزز ناظرین! اس حدیث میں ان چار نہروں کے سلسلہ کیساتھ نیل مصر اور فرات کوفہ کا آسمان پر مشہود ہونا جو بیان کیا گیا ہے اس بات پر ایک زبردست قرینہ قائم نہیں کرتا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد عنصری نیل مصر اور فرات کوفہ کو دیکھنے کے لئے آسمان پر تشریف لے گئے تھے بلکہ آپ نے مقام [illegible] روحانی لطافت آپ نے دیکھ کر ان لطائف میں کوئی دوسرا آپ کا شریک مسیر نہیں ہو سکتا۔

(۳) تیسرا قرینہ معراج نبوی کو جسد عنصری ا نے سے روکتا ہے وہ یہ جو اسی حدیث معراج میں آگے چل کر اس طرح بیان کیا گیا ہے

پھر لائے گئے میرے پاس ایک باسن شراب کا اور ایک باسن دودھ کا اور ایک باسن شہد
کا پس میں نے اختیار کیا دودھ میں نے کہا ہوں ان میں سے کس پیالہ میں دودھ پس کہا جبرئیل نے کہ
دودھ فطرت ہے تو ہو گا اس طرح سے اور امت تیری" مظاہر حق صفحہ ۴۸۵

شارح مظاہر حق نے لکھا ہے کہ دودھ اس عالم میں شکل دین اور علم کی ہو جو کوئی
خواب میں دیکھے کہ دودھ پیتا ہوں تو تعبیر اس کی یہ ہو گی کہ دین اسلام و شرع اور مضبوط ہو گا۔"

دیکھا ناظرین! آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمثالات سیر معراج میں دودھ
کو پیش کیا گیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا یہ تعبیر دینا کہ دودھ اس فطرت ہے جو طرز
اسلام کا اس واقعہ کو عالم مثال کا واقعہ تسلیم کر لینا سب ہی باتیں ایسی ہیں کہ جن سے معراج نبوی
کے مثالی و کشفی ہونے میں کچھ شک باقی نہیں رہتا۔ پھر بھی اس واقعہ کو جسمانی قالب میں ڈھالنا
اور دین اسلام پر مخالفین کو ہنسی ٹھٹھے کا موقعہ دینا مولوی ابراہیم صاحب جیسے ہی حضرات
کا کام ہے۔

(۲۰) ہم ثقہ قرینہ جو معراج نبوی کو بجسدہ العنصری ہونے سے مانع ہے۔ وہ اسی حدیث میں جو حدیث
ابن شہاب اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"پھر چلا گیا مجھکو یہاں تک پہنچایا گیا مجھکو طرف سدرۃ المنتہیٰ جا ڈھکا تھا
سدرۃ المنتہیٰ کو رنگوں نے پھر داخل کیا گیا میں بہشت میں پس ناگہاں اس میں تھے گنبد موتی کے"

حضرات! اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم معراج
کی رات بہشت میں داخل ہوگئے اور بہشت میں داخل ہونے والوں کے لیے قرآن کریم میں یہ ارشاد ہو
وما ہم منہا بمخرجین یعنی بہشت میں داخل ہونے والے بہشت سے نکالے نہیں جائیں گے۔
مولوی ابراہیم صاحب اس حدیث کو یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم معراج کی رات
بہشت میں داخل ہو کر پھر نکل آئے تھے یہ عقیدہ ان کا قرآن کریم کے برخلاف ہے۔ اور ان کے
لیے سوائے اسکے کوئی اور چارہ نہیں کہ معراج نبوی کو کشفی و مثالی واقعہ تسلیم کر لیں۔

(۵) پانچواں قرینہ جو معراج نبوی کا مثالی جسم کے ساتھ ہونا بتاتا ہے وہ اس حدیث معراج میں مذکور
ہے جو مسلم میں ابو ہریرہ سے مروی ہے اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں حضرات
ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ وغیرہم انبیاء علیہم السلام جمع ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے
انھوں نے نماز پڑھی (مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۵۲۹)

اب ہر شخص جس پر تعصب اور ضد غالب نہ ہو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ شب معراج میں سیر نبوی بجسد العنصری نہ تھی بلکہ ایسے جسم لطیف کے ساتھ تھی کہ جیسے اجسام لطیفہ انبیاء علیہم السلام کو بعد وفات قدرت سے عطا ہوتے ہیں کسی عاقل کو اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ شب معراج میں متوفی انبیاء علیہم السلام کے جو اجسام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس میں نظر آئے وہ خاکی اجسام نہ تھے کیونکہ متوفی انبیاء علیہم السلام کے خاکی اجسام تو ان میں سے ہر ایک کی وفات کے بعد قبروں میں مدفون تھے ان کا آسمان کو اترنا اور پھر آسمان پر چڑھ جانا کیا معنی رکھتا ہے پس یہ امر بھی ایک نہایت قوی قرینہ ہے اس امر پر کہ واقعہ معراج اس جسم خاکی کے ساتھ نہ تھا۔

(۶) چھٹواں قرینہ جس سے اسرا یا معراج نبوی کے مثالی اور کشفی ہونے میں کچھ شبہ نہیں رہتا وہ ایک اور حدیث ہے جو احادیث صحاح میں مذکور ہے۔ اور جس کو مولوی ابراہیم صاحب نے سلم الاصول کے صفحہ [illegible] میں نقل کیا ہے۔ اقتباس اس کا حسب ذیل ہے۔

"روایت ابو ہریرہ سے کہا فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے البتہ تحقیق دیکھا میں نے اپنے تئیں حجر یعنی حطیم میں کھڑے ہوئے اس حال میں کہ جماعت قریش پوچھتی تھی مجھ سے احوال جانے میرے کا شب معراج میں طرف بیت المقدس کے پس پوچھیں مجھ سے چیزیں اور نشانیاں بیت المقدس کی کہ یاد نہیں رکھا تھا میں ان کو یعنی وقت جانے کے بسبب مشغول ہونے کے امر اہم میں پس غمگین ہوا میں ایسا کہ ہرگز نہیں غمگین کیا گیا میں مانند اس کے پس بلند کیا بیت المقدس کو اللہ تعالیٰ نے واسطے میرے [illegible] کو دیکھتا تھا میں اسکو یعنی اللہ تعالیٰ اسکو اٹھا لایا پردہ درمیان سے تا دیکھوں اسکو اور بتلاؤں لوگوں کو جو پوچھیں۔ فرماتے ہیں:

نہیں پا سکتے تھے آرزش ہے کہ پھر مجھ کو جو دیتا تھا میں تھا اس حالت مستغرق میں۔"

ناظرین یہ حدیث مسئلہ معراج کی تحقیق کشائی کے لیے پیمانہ کا حکم رکھتی ہے کیونکہ اس سے ظاہر ہے کہ اسرار نبوی جس طرح دوسری مرتبہ ہوا اسی طرح پہلے بھی ہوا تھا۔ آپ اس سیر کے لیے جب وہ ملائکہ کہیں تشریف نہیں لے گئے بلکہ اپنے مقام پر قائم رہ کر کشفی طور پر عجائبات عالم کی سیر فرماتے رہے پس احادیث معراج کے ان قرائن و شواہد سے معراج کے مثالی و کشفی ہونے میں کچھ شک باقی نہیں رہتا

دوسری دلیل جو مولوی ابراہیم صاحب نے اپنے دعوی کی تائید میں پیش کی ہے اسکا انحصار لفظ اسریٰ کے معنی پر ہے مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ فعل اسریٰ متعلق ہوا روح کے ساتھ روح کے جسم کے۔ اس عذر کو ہم تسلیم کر کے یہ عرض کرتے ہیں کہ ہم بھی اسکا یہ عذر احمدیوں کے مقابلہ میں کچھ مفید نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم احمدی اسرار و معراج کو صرف روحی قرار نہیں دیتے بلکہ روح اور ایک مثالی و نورانی جسم کے ساتھ قرار دیتے ہیں پس ظاہر ہے کہ فعل اسریٰ کا متعلق ہونا احمدیوں کو کیا مضر ہو سکتا ہے۔ اگر مولوی صاحب یہ فرمائیں کہ اس جسم خاکی کے بغیر روح اور اعضا کے سوا کے ہم کسی مثالی و نورانی جسم کے جوارح اور اعضا کا وجود تسلیم نہیں کر سکتے تو انکا یہ انکار سراسر نادانی حقیقت یا عدم واقفیت پر مبنی ہوگا کیونکہ محققین اسلام نے تسلیم کر لیا ہے کہ بعض ارواح اشراق کو یہ قوت حاصل ہوتی ہے کہ وہ ایک ہی وقت جسم خاکی کیساتھ تعلق رکھنے کے علاوہ ایک مثالی جسم کیساتھ بھی تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب [illegible] میں لکھتے ہیں

"متعلق روح گرد [illegible] بدنوں کیساتھ جو جگہ میں سے ہر ایک بدن [illegible] عالم میں ہو محال نہیں ہے اور درویش پر مختلف بدنوں میں نظر آتے ہیں [illegible] صورتیں بھی لوگوں نے دیکھا۔ [illegible] انکے بارے میں کیا کہو گے۔ دیکھو ایک روح دو جسموں میں نظر آئی۔ . . . . قیامت کے [illegible] کے بہت سے احتمال ہیں ایک قیاسی عالم مثال کا وجود اس عالم کے علاوہ ایک اور عالم ہے جس میں اس عالم کی ہر چیز کا نمونہ وہاں موجود ہے اسے عالم مثال کہتے ہیں اور اس میں جسموں کا وجود اگرچہ ایک اسی کیساتھ ظاہر کرے اور ان جسموں کو اپنی زبردست قدرت سے وجود کسی کا رنگ [illegible]

بیدارشن ہی یہ عالم ظاہر اپنی ہی قوم میں یا کہ جسم پیدا کرے۔ اور یہاں کی جو کچھ صورتیں کہ جو کرتی ہیں یہاں سو متعلق کرکہ انسان کی حقیقت نہیں روح مجرد ہے۔ اور بدن اس کا لباس ہے۔ اور جو ثواب اور عذاب بدن پر ہوتا ہے اگر روح مجرد ہے جو پہلے از جسم میں تھی۔ تو عذاب و ثواب کسی دوسرے آدمی پر نہیں رہا۔ امام غزالی کا مسلک اس مسئلہ میں ایسا ہی ہے۔ یا تو ٹھیک ہے۔ اگر تسلیم دوسری جسمانی ترکیب ہے۔ بہر حال عقل صادق کی تردید ہے۔ کہ خدا تعالیٰ دوبارہ دو بدنوں کو پیدا کریگا۔ اور ان کے اعمال کی جزا دیگا۔ وہ دوسرا جو پیدا کئے ہیں۔ ان کا کریگا۔ یعنی بہشت اور دوزخ۔ لیکن یہ بات کہ وہ دیکھیں جو پیدا ہوگیا ہو سوالات کا نہیں ہوتا کہ ہم متفرق ہوگئے ہیں۔ جمع کریگا۔ اور اس کے اوپر بدن بنا دیگا۔ صاف طور سے نصوص میں ہی نہیں۔ یعنی قرآن حدیث میں۔ اطلاعات حق ترجمہ ازالۃ الخفا مطبوعہ لفضل المطابع دہلی صفحہ ۱۰۸۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ اس عالم شہادت کے علاوہ ایک عالم مثال بھی ہے۔ اور بعض اس میں یہ ایک ہی وقت ہو اجسام عنصری کے علاوہ اجسام مثالی سے بھی تعلق رکھتی ہیں۔ اور یہ امر محتاج بیان نہیں۔ کہ اجسام مثالیہ اعضاء ہو اس سے خالی نہیں ہوتے۔ بلکہ جسم مثالی انہیں کے برابر کا جسم ہے کیونکہ وہ اجسام عنصری کا لازم ہوتے ہیں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اجسام مثالیہ بہ نسبت اجسام عنصری کے نہایت لطیف ہوتے ہیں۔ اسی طرح عالم مثال عالم شہادت سے بہت زیادہ لطیف اور عالم ارواح و ملائکہ سے بہت زیادہ مشابہ ہے۔ چنانچہ عالم مثال کا حال ہم آسانی ذرا توضیح بھی ہیں۔ تحقیق کے کتاب آئین مصنفہ سید صفدر حسین صاحب مہتمم تعمیرات سرکار نظام مطبوعہ حیدرآباد دکن کے صفحہ ۲ عبارت ذیل نقل کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

"عالم مثال کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جس کے ادراک میں قوت متخیلہ شرط ہو اور صوفی لوگ اس کو مثال متصل کہتے ہیں۔ یہ عالم خواب و خیال ہی ہے۔ لیکن کا ظہور خواب و تخیل کے متعلق ہو۔ دوسری قسم وہ ہے جس کے ادراک میں قوت متخیلہ کی شرط نہیں۔ اس کو عالم مثال منفصل کہتے ہیں۔ یہ عالم نہایت وسیع ہے۔ اسی عالم میں جبرئیل علیہ السلام انبیاء علیہم السلام پر وحی لاتے تھے اور آپ

پھر ظاہر ہوتے تھے اور حضور رسول کریم بجسد مثالی لیکر اسی عالم میں ظاہر ہوتے ہیں۔ امیر المومنین عمرؓ کا مدینہ منورہ میں خطبہ پڑھتے ہوئے نہاوند شام میں حضرت ساریہ پر ظاہر ہو کر یا ساریۃ الجبل کہنا اور حضرت ساریہ کے ہمراہی صحابہ کا ایک پہاڑی کی طرف سے ایک مدد کی آواز سننا اسی عالم کا ایک نمونہ ہے۔ اسی عالم میں حضرت عزرائیل علیہ السلام ان روحوں میں داخل ہیں اور مومنوں اور کافروں کو وقت موت مشہود ہوتے ہیں۔ اور بعد موت کے روح اسی عالم میں مجسم ہوتی ہے اور اسی عالم میں منکر نکیر کا سوال واقع ہوتا ہے۔ اسی عالم میں عذاب و سوال قبر کا ہوتا ہے۔ اسی عالم میں اعمال صور مثالیہ لیتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے متبرک بندوں پر اسی عالم میں ظاہر ہوتے ہیں۔ روایات صحیحہ میں ہے کہ آپ کا جسد مطہر حرم مدینہ منورہ میں مدفون ہے اور قبر میں سے نکل کر حضرت اس عالم میں متمثل ہو کر آپ اولیاء اللہ کو اپنے دیدار سے مشرف فرماتے ہوں۔

غرض عالم مثال کے عجائبات اور اجسام مثالیہ کیساتھ تعلق بیرون اسرار ہو کے حیرت انگیز حالات اور علمائے اسلام و محققین صوفیہ کرام کی تصنیفات میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی سوانح عمری میں جو حال ہی میں دہلی سے شائع ہوئی ہے۔ اسکی بہت سی نظیریں موجود ہیں۔

جب یہ بات ثابت و منقح ہو گئی کہ بعض اہل طبیعہ ایک ہی وقت جسم خاکی کے ساتھ جو مثالی اور نورانی ہوتا ہے۔ اور بوجہ لطافت کے اعتبار سے روح کا حکم رکھتا ہے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جسم مثالی جو روح اور اعضا کے اعتبار سے جسم خاکی کا نمونہ ہوتا ہے۔ تو تعلق اسری کو عنصری خاکی جسم کے ساتھ مخصوص سمجھنا ایک فاش غلطی ہے۔ اسلئے مولوی ابراہیم صاحب کا خیال کہ لفظ اسری سے معراج جسدی کا عنصری و خاکی جسم کیساتھ ہونا ثابت ہو گیا غلط و لغو ہے

تیسری دلیل جو مولوی ابراہیم صاحب کی مایہ ناز دلیل ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسری بعبدہ فرمایا اور چونکہ عبد سے مراد روح مع جسم ہوا کرتا ہے نہ مجرد روح۔ اسلئے ثابت ہو گیا کہ معراج نبوی روح اور جسم خاکی دونوں کیساتھ تھا۔

مولوی صاحب کی اس دلیل کو بزعم حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ پر بہ مباحثہ کشفی آئی تو اس میں اس بات
کے اظہار میں ذرہ بھی تامل نہیں کہ ہر ایک مولوی صاحب ایسے لوگ اس سلسلہ عالیہ کی مخالفت کر
کے ایک مسلک سے مفقود ہیں۔ ناظرین ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ احمدی اصحاب مسیح نبوی کو صرف
روحی و اقتضائی نہیں تو جسد روح اور مثالی و نورانی جسم دونوں کے ساتھ مانتے ہیں۔ پس ان کے حق میں ایک ذرہ بھی
کے مقابلہ میں مولوی صاحب کی یہ دلیل ہرگز کچھ بھی کام نہیں آسکتی۔ ہاں اگر خدا نخواستہ مولوی صاحب
یہ ثابت کر دیتے کہ جب کا لفظ روح اور جسم خاکی کے مجموعہ پر ہی بولا جاتا ہے۔ اور روح اور جسم
مثالی کے مجموعہ پر نہیں بولا جاتا۔ نہ مجرد روح پر بولا جاتا ہو۔ بلکہ روح اور جسم مثالی کے مجموعہ اور مجرد
روح پر اس کا اطلاق قواعد و محاورات لسان عرب کے مطابق غلط ہو تو ان کی یہ دلیل بیشک ایک
نہایت زبردست بڑی قوی دلیل ہوتی۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ خود مولوی صاحب نے بھی اپنے رسالہ
نزول المسیح میں اپنی اس دلیل کو آنحضرت صلعم کے مبارک کلام ہی سے باطل کر دیا ہے کہ ہمیں اس کی کمزوری
کے متعلق اور زیادہ بحث کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مولوی
ابراہیم صاحب نے اپنے رسالہ نزول الملائکہ و الروح علی الارض [illegible] شائع ہوا ہے اس کے صفحہ ۲۰۰-۲۰۱
میں ایک طویل حدیث مشکوٰۃ شریف سے جان کنی اور عذاب قبر کے متعلق نقل کی ہے اور [illegible]
میں انتقال خود اس کا ترجمہ بھی لکھا ہے۔ اس حدیث کا خلاصہ مولوی صاحب کے الفاظ میں بطور ذیل کیا
جاتا ہے جس وقت کوئی مومن دنیا سے علاقہ توڑ کر آخرت میں جانے کو ہوتا ہے۔ تو اس کی طرف
فرشتے اترتے ہیں پھر ملک الموت آتا ہے ..... اور کہتا ہے کہ اے پاک جان چل اللہ تعالیٰ کی
بخشش اور خوشنودی کی طرف پس وہ پاک جان ایسی سہولت سے نکلتی ہے جیسے پانی کی
مشک سے قطرہ ٹپکتا ہے۔ ملک الموت اس جان کو قبض کر لیتا ہے۔ اور اس کو وہ دوسرے فرشتے جھٹ
ایک لمحہ میں لے لیتے ہیں ..... پس وہ اس کو لے کر چڑھتے ہیں۔ اور فرشتوں کی جس جماعت کے
پاس سے گزرتے ہیں وہ سب کہتے ہیں کہ یہ پاک روح کون ہے تو وہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ فلاں بن فلاں

اس حدیث کے الفاظ میں [illegible] مولوی صاحب کو [illegible] ترجمہ [illegible]
[illegible]

کی روح ہے۔ اور اسکو نیک جسم روا کرتے ہیں کہ وہ دنیا میں پایا جاتا تھا۔ اسی طرح سوال ہوتا
جاتا ہے۔ . . . یعنی کہ اسکو ساتویں آسمان تک لے پہنچتے ہیں۔ اور جناب الٰہی میں پیش
کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کا اعمالنامہ علیین میں ثابت رکھو۔ اور اس کی روح
کو زمین کی طرف جہاں اس کا بدن مدفون ہے واپس لیجاؤ۔"

آخری فقرہ کے متعلق الفاظ حدیث نبوی جو خود مولوی صاحب نے نقل کئے ہیں یہ ہیں۔

(یقول اللہ اکتبوا کتاب عبدی فی اعلیٰ علیین واعیدوہ الی الارض)

اب ظاہر ہے۔ کہ خود مولوی صاحب کی تحریر کے مطابق اور اس حدیث نبوی کی شہادت
کے موافق خداوند رحیم و کریم نے عبد کا لفظ روح یا روح و مثالی جسم پر بولا ہے۔ روح اور جسم
خاکی کے مجموعہ پر نہیں بولا کیونکہ فرشتے مومن کی وفات کے بعد صرف اس کی روح کو آسمان پر
لیجاتے ہیں۔ اور اس روح کی نسبت بارگاہ خداوندی سے یہ حکم صادر ہوتا ہے۔

"اکتبوا کتاب عبدی فی اعلیٰ علیین واعیدوہ الی الارض"

پس اس حدیث کے پڑھ لینے کے بعد مولوی ابراہیم صاحب کی اس دلیل کے باطل اور غلط
ہونے میں جو انہوں نے علم الاصول میں عبد کی نسبت تحریر فرمائی ہے کچھ شک باقی نہیں رہا۔ کیونکہ
مولوی صاحب کی دلیل کے ابطال پر ایک طرف تو خدا اور رسول کی شہادت اور دوسری
طرف خود مولوی صاحب کی عبارت بھی موجود ہے۔ ایسی صورت میں امید ہے کہ مولوی ابراہیم صاحب
کچھ انصاف دیانت سے کام لیکر خدا اور رسول کو زیادہ عربی دانی کے حق بخشینگے۔ اور اپنی علمی حیثیت اور
سخن پروری کی عادت کو چھوڑ دینگے۔ لیکن اگر وہ اب بھی اپنے اس دعوے کہ عبد سے مراد
روح مع جسم ہوا کرتا ہے نہ مجرد روح ہمیشہ کے لئے دست بردار نہ ہونگے اور حدیث
وغیرہ عبارات میں یاد دعوی شائع کر دینگے تو میں انہیں چیلنج دیتا ہوں۔ کہ وہ یہ بات ثابت کر دیں کہ
حدیث "اکتبوا کتاب عبدی" مندرجہ بالا میں عبد کا لفظ روح اور جسم خاکی کے مجموعہ پر بولا گیا ہو
اگر مولوی صاحب ایسا ثبوت پیش کر دیں۔ تو میں پختہ وعدہ کرتا ہوں کہ مبلغ سو روپیہ نقد مولوی صاحب

1911

موصوف کی خدمت میں اجرت حق محنت پیش کرکے بغرض تحقیق مولوی صاحب کی علمی لطافت اور اُنکے اسلام اور رسول کی اصل حقیقت پبلک پر روز روشن کی طرح ظاہر ہوجاویگی (باقی آئندہ انشاءاللہ)

(یہ مضمون [illegible] شائع ہوا)

ستیارتھ پرکاش پر ایک مختصر ریویو

پنڈت دیانند صاحب نے چودھویں سمُلّاس میں اعتراضات آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کئے ہیں۔ اسکے جواب میں [illegible] جس میں ایک اعتراض گوشت خوری کے متعلق پنڈت جی نے مختصراً ذکر کر دیا ہے لیکن کتاب میں جس جگہ گوشت خوری کا مسئلہ بیان ہوگا وہیں اس اعتراض کو حل کیا جاویگا۔ سردست اس سے اگلی آیت پر جو اعتراض کیا گیا ہے اُسکو لیتا ہوں۔

پنڈت صاحب اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا ترجمہ کرتے ہوئے اس پر دو اعتراض کرتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر خدا رب العالمین ہے تو کفار و غیر ذات کے قتل کا کیوں حکم دیا اور دوسرے یہ کہ اگر رحمن ہو تو رحم کیا گیا ہوگا اور گناہ بھی معاف کریگا۔ اور اگر معاف کریگا تو پھر گناہ کی نسبت [illegible] کا حکم کیوں دیا۔ اور اصل ان دونوں اعتراضوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ جب اسلام نے خدا کو رب العالمین قرار دیا ہے اور رحمن کی صفت بیان کرتا ہے تو پھر کفار اور مسلم کے ساتھ ایک سلوک کیوں نہیں۔ اور بعض حیوانات یعنی انسان اور حیوان کی ہلاکت کا حکم کیوں دیا گیا ہو۔

جواب اول۔ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کل دنیا کا رب ہے۔ اور کوئی نہیں چنانچہ انسان اُسی کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ سب تعریف تیرے لئے ہے۔ جو کل دنیا کا رب ہے یعنی تیرے سوا کوئی رب نہیں۔ ہمارا ایک [illegible] ہے۔ جس کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا جیسے [illegible] جانور [illegible] رب نہیں [illegible] اس کے [illegible] ایک [illegible] ذرہ ذرہ کا رب ہے۔ اسی طرح زمین اور سورج

اور ستاروں کے وجود اپنے زوال نہیں بلکہ ہیولانی مادہ کے بغیر ایک دم بھی قائم نہیں رہ سکتے۔ اور ہر ایک چیز شہادت دے رہی ہے کہ خدا ہی سب کا ربّ ہے۔ اور وہی رب ہے۔ پس اس صورت میں اس آیت کے یہ معنی ہو گئے کہ رب ہے ایک۔ وہ تمام کی اللہ تعالیٰ ربوبیت کرتا ہے بلکہ یہ معنی ہوئے کہ جس کی ربوبیت ہوتی ہے خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور جس کی وہ ربوبیت نہیں کرتا۔ اس کی ربوبیت کوئی اور نہیں کر سکتا۔ اور اس بات سے کسی عقلمند کو انکار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ کل مذاہب کا متفقہ مسئلہ ہے۔ اور اس پر اعتبار کرنا نادانی سے خالی نہیں۔ خدا کا نہ مقابل اگر کوئی ہو۔ تو وہ اس کے مقابلہ میں کسی کی ربوبیت کرے جب وہ یکتا ہے تو وہی رب العالمین ہے۔ ایک وقت اس تک کسی کو یقین ہو جب تک خدا اس کی ربوبیت کرتا ہے جب وہ ربوبیت بند ہو جاتی ہے۔ وہ مر جاتا ہے۔ ایک انسان چلتا پھرتا ہے جب تک خدا کی ربوبیت اس کو تھامتی ہے جب وہ روک دی جاتی ہے۔ تو وہی انسان جو اشرف المخلوقات ہونے کا فخر کرتا تھا۔ اور دم بدم حرکت کرتا تھا۔ اور زمین تو زمین آسمان پر [illegible] جسم بیجان ہو جاتا ہے اور [illegible] زمین کے کیڑوں کی خوراک ہو جاتا ہے پس خدا کے سوا کون ہے جو کسی کی ربوبیت کرتا ہے۔ اس آیت میں یہ سب کا دعویٰ نہیں کہ اللہ تعالیٰ خود اس کی ربوبیت ضرور کرتا ہے بلکہ یہ دعویٰ ہے وہی سب کا رب ہے۔ اور یہ ممکن نہیں کہ جب وہ کسی کی ربوبیت ترک کر دے تو اور کوئی اس کی ربوبیت کا دعویٰ کرے جیسا کہ ہم انسانوں میں اکثر دیکھتے ہیں کہ ایک نوکر کو ایک آقا موقوف کر دیتا ہے۔ اور دوسرا رکھ لیتا ہے گو پہلی اس کی ربوبیت سے ایک رابطہ تھی۔ دوسرے سے ہو جاتی ہے لیکن خدا کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کہ جب وہ کسی کی ربوبیت ترک کر دے تو دوسرے اس کے اور کوئی طرح نہیں اور وہ انسان [illegible] کے لئے بھی [illegible] رب العالمین ہے اور کوئی نہیں۔

جواب دوم۔ [illegible]
[illegible]

ہم دیکھتے ہیں کہ وہ سورج جو مومنوں پر چمکتا ہے وہی کافروں پر اول جب برستے ہیں تو جیسے انکے پانی سے مومن
فائدہ اٹھاتے ہیں کافر بھی لطف اٹھاتے ہیں حاصل کرتے ہیں جیسے خدا کی بنائی ہوئی ہوا میں مومن سانس لیتے
ہیں کافر بھی لیتے ہیں اور جس طرح مومن اسکی زمین پر چلتے ہیں کافر بھی چلتے ہیں۔ اور اس صورت میں
دونوں میں ہم کوئی تفاوت نہیں پاتے۔ ہاں بعض تھوڑا اور بعض لوگ زیادہ فائدہ حاصل کرتے ہیں
وہ سو یہ کیونکر ربوبیت دونوں کی ہو۔ یہی کہ پنڈت صاحب کے خیال میں گو فرد کے لیے ہو کسی دوسرے
جانی ہو یا دیہہ کے ناتے والا انکو روٹی کپڑا دیتا ہو پھر تنگی کی کوئی بات ہو جیسے مومن انکے
رزق پاتے ہیں کافر بھی انکے اپنے پورے کھانے پر زندگی گزارتے ہیں اس مشاہدہ کا انکار کون کر
سکتا ہو الّا یہ کہ ہم کافر وغیرہ ... اور قرآن شریف میں کافر کا ذکر ہو تو ... کو
کوئی حکم نہیں ہاں ... کی جائیگی لیکن ... یہاں ضروری ہو کہ باوجود
اجازت قتل کے پھر بھی خدا کی ربوبیت میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کئی صفات ہیں
چنانچہ اسی سورۃ میں چار صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ رب العالمین بھی ہے رحمن بھی ہے رحیم بھی ہے اور پھر مالک
یوم الدین بھی ہے یعنی شریر کو سزا اور نیک کو اسکے اعمال کا نتیجہ دیتا ہے۔ پس جب کہ
دنیا میں ہر طرف ربوبیت عامہ کی صفت اپنا کام کر رہی ہے۔ تو مالک یوم الدین کی صفت کیوں
معطل رہے کافر مومن کو گو اللہ تعالیٰ رزق مہیا کرتا ہے۔ اسی طرح چاہیے کہ شریر سزا بھی پائیں اور
کیونکہ کوئی ربوبیت کو اسپر تو نہیں لگاتا۔ مثلاً ایک شخص کو چوری کی ہو تو بادشاہ اسکی سزا دے تو کیا
کیا وہ صفت ربوبیت سے الگ ہو جائیگی کہ مالک یوم الدین کی صفت نے سزا دی ہے۔ اللہ کیا کرتا ہے
لیکن ربوبیت کی صفت اس ... اعلیٰ ہوا ہے ... لطیف سے لطیف غذائیں
خوبصورت سے خوبصورت لباس تیار کرتی ہو پھر شریر کو اسکی شرارت پر سزا دینے کو وہ رب العالمین
کی صفت پر اعتراض کرنا دانائی نہیں تو ایسا کیا ہو کہ ایک شریر آدمی قتل کیا جاتا ہو اور وہ پھر قتل ہو
جاتا ہے۔ خدا کی ربوبیت سے الگ نہیں ہو جاتا کیونکہ جسم ایک طرف خدا کی ربوبیت کے ماتحت رہتا ہے
اور روح دوسری طرف اسکی ربوبیت کے ماتحت رہتی ہو۔ صفت سو صفت سزا پاتے ہوئے بھی کوئی

بوجہ ربوبیت عمل میں منتقل نہیں کیا جاتا۔ پھر کیا وجہ ہو کہ پنڈت صاحب کی نظر میں کسی مجرم کو سزا دینا ربوبیت عالمین کے خلاف نظر آیا۔ پھر تو روزانہ مشاہدہ میں یہ دونوں کام ہوتے دیکھتے ہیں ایک چور کا ہاتھ بھی کاٹ دیا جاتا ہے۔ پھر خدا کی بنائی ہوئی ہوا سے وہ سانس بھی لے رہا ہوتا ہے ہاں اس نکتہ کے سمجھنے کیلئے ضروری ہو کہ انسان رب العالمین کی صفت کیساتھ صفات شدید العقاب اور منتقم کو بھی زیر نظر رکھے۔

تیسرا جواب۔ اس اعتراض کا یہ ہے کہ خود صفت رب العالمین کے ماتحت شریر کو سزا دینا بھی آجاتا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ رب العالمین ہو تو دنیا کی بہتری کے لیے ہر قسم کے سامان پیدا کرنا اپنی شفقت اور رحمت سے اس نے اپنے ذمہ کیا ہوا ہے۔ تو یہ بھی ضروری ہو کہ وہ ان اشیاء کو جو ترقیات عالم یا ربوبیت عالم کے راستہ میں روک کے طور پر آتی ہیں، دور کرے۔ جس طرح ایک باغبان ہر قسم کے درخت لگاتا ہے پھر ان کی ربوبیت کرتا ہے۔ اور ان شاخوں کو جو ایک یا ایک سے زیادہ درختوں کے لیے مضر ہوں تراش دیتا ہے۔ کبھی اس بات کا لزوم نہیں قرار دیا جاتا کہ تو ایک شاخ کی رعایت کرتا ہے۔ اور دوسرے کو نقصان پہنچاتا ہے بلکہ ہر ایک دانا اور ذی عقل انسان اُسے کل باغ کا محافظ اور سب درختوں کا رب جانتا ہے۔ اسی طرح اگر ان انسانوں یا اشیاء کو جو اپنے گند اور خبث کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں روحوں کے لئے ٹھوکر یا گمراہی کا باعث ہو جاتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ باغ عالم سے اکھاڑ کر پھینک دے تو اس پر کب یہ الزام آسکتا ہے کہ وہ کسی کا طرفدار ہو۔ اور رب العالمین نہیں۔ رب العالمین کی صفت ہی چاہتی ہے کہ اس نقصان دہ وجود کو الگ کر دیا جاوے۔ ایک ڈاکٹر ایک انسان کی ٹانگ کاٹ دیتا ہے یا ہاتھ قطع کر دیتا ہے یا آنکھ نکال دیتا ہے لیکن مریض یہی کہتا ہے کہ آپ نے مجھ پر بہت احسان کیا۔ یہ نہیں کہتا کہ آپ نے میرے ایک حصہ پر احسان کیا۔ وہ اس سارے انسان کا محسن کہلاتا ہے۔ اگرچہ اس کے ساتھ استثنا شامل کر دیا جاتے ہیں کہ اس کا ہاتھ یا ٹانگ نکال کر پھر باقی کا وہ محسن ہے گورنمنٹ شریروں کو سزا دیتی ہے لیکن نہیں کہا جاتا کہ وہ سارے ملک کی محسن نہیں بلکہ ایک حصّہ کی ہے۔

وہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص کہے کہ برٹش گورنمنٹ نے ہندوستان پر احسان کیا ہو تو کوئی یہ کھڑا ہو
ہو۔ اور نیک نیتی سے اسکی تردید کی ہو کہ نہیں صرف ایک حصہ ہند کی محسن ہے پس اگر اللہ تعالیٰ بادشاہ و
رب العالمین ہونگے شریر کو سزا دیتا ہے تو یہ صفت رب العالمین کا مقتضی ہے۔ اسکے خلاف نہیں اور
اس میں کسی خاص قوم کی ربوبیت نہیں مسلمان ہوں کہ یہودی ہندو ہوں کہ سکھ یا عیسائی پارسی یا جو کوئی
ہو جو دنیا کے لیے مضر ہو۔ وہ لوگوں کی ربوبیت جسمانی اور روحانی میں روک پیش حائل کرتا ہو اسکو
اسکو اس دنیا سے جدا کرکے دوسرے جہان میں بھیجدیا تو۔ اور یہ بات رب العالمین ہونے کے
خلاف نہیں۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ کوئی انسان نہیں جس کی ربوبیت کو قطع کیا جاتا ہو۔ بلکہ شریر قاتل یا
فتنہ پرداز مفسد کو اگر قتل یا پھانسی کی سزا دی جاتی ہو۔ تو صرف اس دنیا میں اس کی ربوبیت
الگ ہوتی ہے۔ اگلے جہان میں تو پھر بھی وہ ربوبیت اس کے ساتھ رہتی ہے کیا اگر کوئی مدرسہ
کا شخص ایک مدرسہ سے چلا جاوے تو کیا جاتا ہے کہ اسکی ربوبیت سب بند ہوگئی ہے۔ پھر اگر اس دنیا کے لیے
مضر جان کر ایک شخص کو اسی دنیا میں بھیجدیا جاتا ہے۔ جہاں اسکی شرارت کسی کو نقصان نہیں پہنچا
سکتی بلکہ بیمار مریضوں کی سکول کی طرح وہ خود ہی۔ ہاں ایک جو جاتا ہے تو اس تبدیلی سے صفت ربوبیت
کے انقطاع کا پتہ کیونکر ملتا ہے۔ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ اس کی ربوبیت کرتا تھا۔ بعد میں اگلے جہان
میں ربوبیت تبدیل ہوگئی۔

پانچواں جواب مسلمانوں یا آریوں کے عقاید کو الگ رکھتے ہوئے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا خود
میں دنیا میں خدا کی طرف سے کوڑھیوں کی ربوبیت ہو رہی ہے یا نہیں اگر ہو رہی ہے اور باوجود
شریر کو سزا بھی ہے تو اس وقت شاید یہ اعتراض کرنا کیسا فضول ہے اور اگر کوئی اعتراض پڑتا
ہے تو اس کے جواب وہ جیسے مسلمان ہیں ویسے ہی آریہ بھی ہیں کیونکہ گو مختلف اعتقادات کے
لحاظ سے دونوں مذہب پر مختلف اعتراضات ہونگے لیکن جو اعتراض کہ وید یا شاستر کی بنا پر
خلاف مشہور ہو جو اس کے جواب دونوں میں کیونکر ہی اسکا حل کرتے ہیں۔ اور وہ بھی

بس جب باوجود کو فردوس کی رہبری کے دنیا میں ہو کر کر سوال ہی ہے۔ اور شاہد اس پر شاہد ہے۔ تو اعتراض صرف اسلام پر نہیں بلکہ کل مذہب پر پڑتا ہے۔

چھٹا جواب۔ پنڈت صاحب اسلام پر اعتراض کرنے کو تو تیار ہو گئے لیکن دروغگو را حافظہ نباشد کی مثال پر عمل کرتے ہوئے آپ کو یہ یاد نہ رہا کہ آپ ستیارتھ پرکاش کے ساتویں باب میں کیا لکھ آئے ہیں صفحہ ۲۰۴ پر آپ لکھتے ہیں کہ ایشر دنیا کا پیدا اور پرورش کنندہ وغیرہ اس کی تائید میں رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۱۲۱ کا حوالہ پیش کرتے ہیں کہ ایشر کہتا ہے کہ میں کل جگت کے لیے راحت دینے والی قسم قسم کی خوراکوں کی تقسیم حسب غرض پرورش کرتا ہوں۔ اسی طرح صفحہ ۲۰۹ پر لکھتے ہیں کہ **وہی تمام دنیا کا پیدا کرنے والا قائم رکھنے والا** اور فنا کرنے والا اور منصف حاکم ہے جس کو معلوم ہوتا ہے کہ صرف پنڈت صاحب اللہ تعالیٰ کو رب العالمین قرار دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں بھی یہی ذکر ہے لیکن ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۲۳ پر پنڈت صاحب یجروید ۱۹-۹ کا حوالہ دیتے ہیں کہ انسان کو یہ دعا سکھلائی گئی ہے کہ اے پرمیشور آپ بدی کا دور اور نیک کام کرنے والے لوگوں پر فضیلت رکھتے ہیں مجھ کو بھی ویسا ہی کر دیجئے۔ پھر رگوید اشٹک ۸ سوکت ۹ منتر ۱۰ میں ہے کہ اے خدا اس **گروہ** کو جو ہمارا مخالف ہے اور نہیں کرتا ہون اور نہ تیری تعریف کرتا ہے **غارت کر** وہ تو ہمارے لائق دولت والے اندر ہمیں ہزاروں عمدہ گھوڑے اور گائیں دیکر خوشحال کر۔ پھر اسی کے منتر سات میں ہے۔ **ہر ایک کو جو ہمیں گالی دیتا ہے۔ غارت کر** ہر ایک ایسے شخص کو جو تکلیف پہنچاتا ہے قتل کر۔ اور اے دولت والے اندر ہمیں ہزاروں عمدہ گھوڑے اور گائیں دے۔ پھر رگوید ساتواں ادھیائے اوک ۵ سوکت ۸ منتر اول میں لکھا ہے۔ اس کی جو جماعت خوش ہو جا ہو بھوگ لگا کر پوجا کرو جس نے رجوان کے ساتھ کرشنا کی حاملہ استریوں کو قتل کیا ہم بہشت کے خواہشمند اس کو جو خصمتوں کا دینے والا ہے اور جس کے ہمراہ ہوائیں ہیں۔ اور جو بجر کو اپنے ہاتھ میں دھارن کرتا ہے بلاتے ہیں تاکہ وہ ہمارا مددگار ہو۔

یہ تو ستیارتھ پرکاش اور وید سے میں پہلے ثابت کر آیا ہوں کہ خدا رب العالمین ہے اب

ان منتروں سے معلوم ہوگیا کہ بے قصور جانور کا مارنا، عورتوں کا قتل پھر گالی دینے والے کو ہلاک کرنا وغیرہ یہ سب کام ان میں پرمیشر کی طرف منسوب کئے گئے ہیں پھر باوجود اپنے گھر میں سب کچھ موجود ہونے کے اسلام پر اعتراض کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔

اقبالی ڈگری آخر میں ہم پنڈت دیانند صاحب کا ایک اقبال درج کرتے ہیں جس سے سب معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔ پنڈت صاحب ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۰۳ پر لکھتے ہیں کہ "اگر مجرم کو سزا نہ دی جائے تو رحم صفت ہستی سے مٹ جائیگا۔ کیونکہ ایک مجرم ڈاکو کو چھوڑ دینا گویا ہزاروں معصوم نیک لوگوں کو دکھ دینا ہے جب ایک کے چھوڑنے سے ہزاروں آدمیوں کو دکھ پہنچتا ہے تو وہ رحم کس طرح ہو سکتا ہے۔ رحم یہی ہے کہ اس ڈاکو کو قید خانہ میں رکھکر پاپ کرنے سے بچایا جائے اس قسم کو قتل کرا کر اس پر رحم ہے اور اسکو مار ڈالنے سے دوسرے ہزاروں لوگوں پر رحم ظاہر ہوگا" اس عبارت میں پنڈت صاحب نے خود قبول کیا ہے کہ شریر کو سزا دینا بھی رحم ہوا کرتا ہے اور اس کے خدا رحیم ہوتا ہو پھر اگر اسلام نے ایسے انسان کا قتل جائز قرار دیا ہو کہ جو فتنہ کرتا ہے۔ اور شرارت سے باز نہیں آتا۔ اور لوگوں کے مذہب میں خود دخل انداز ہوتا ہو۔ تو اس فعل سے خدا کے رحیم ہونے پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

اگرچہ جیسے ہم نے دکھایا ہے کہ آریہ صاحبان ہونے کے گوشت کے عادت کرنیکی وہ عادت سکھائی گئی ہے لیکن پھر بھی جانوروں کے ذبح کرنیکے متعلق ہم گوشت خوری کے موقعہ پر بحث کرینگے۔

(مرزا محمود احمد ایڈیٹر)

جنت کی کفالت

(۱) جب بات کرے تو جھوٹ نہ بولے۔

(۲) وعدہ کرے تو خلاف نہ کرے۔

(۳) امانت میں خیانت نہ کرے۔

(۴) بد نگاہ نہ کرے (۵) ہاتھ سے کسی کو ایذا نہ دے۔

(۶) شرمگاہ کی حفاظت رکھے۔

تثلیث کا رد

ایک شخص سوال کرتا ہے کہ سورۂ نور رکوع ۵ میں جو آیت ہے اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُہَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَہْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔

اس کو تثلیث کا ثبوت دیتا ہے۔ خدا کی مثال لیمپ کی ہے جو مخروطی دیوار والی چمنی کی سہ تائی کی تشکیل روشنی کا جسم دیتا ہو اور چمنی کے اسم کے نور کا اسم روح القدس رکھا۔

میرے خیال میں یہ بھی حق بات شریر ہے، وہ شخص جو تثلیث کا ثبوت قرآن مجید سے دیتا ہے کیونکہ قرآن مجید کی آیات محکمات سے یہ مضمون روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ وہ تثلیث کا رد کرتی ہیں۔ اور قائلین تثلیث کو صریح الفاظ میں کافر ٹھہراتا ہے۔

چنانچہ مندرجہ ذیل آیت کا صرف ترجمہ کر دینا ہی اس مسئلے کے ثبوت کیلئے کافی ہے۔

(۱) اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقٰہَآ اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَۃٌ اِنْتَہُوْا خَیْرًا لَّکُمْ اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَہٗٓ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ وَلَدٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰہِ وَلَا الْمَلٰٓئِکَۃُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَنْ یَّسْتَنْکِفْ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَیَسْتَکْبِرْ فَسَیَحْشُرُہُمْ اِلَیْہِ جَمِیْعًا۔ سورۃ النساء پ ۶ ۔۔۔ رکوع ۲۳)

ترجمہ۔۔۔ اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو۔ اللہ پر حق کے سوا کچھ نہ کہو۔ مسیح مریم کا بیٹا تو صرف اللہ کا رسول ہے، اور اس کا ایک کلام ہے جو مریم کی طرف القا کیا۔ اور اسی کی طرف سے

ایک روح ہے یعنی پیدائش خدا نہیں۔ پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور تین نہ کہو۔
اس کو چھوڑ دو۔ یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ اللہ تو ایک ہی معبود ہے۔ پاک ہے اس سے کہ اس کا
بیٹا ہو۔ اور اس کا ثبوت یہی کہ اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور اللہ کارساز
کافی ہے۔ مسیح کو اللہ کا بندہ بننے سے انکار نہیں۔ اور نہ ایک فرشتے مقرب والوں کو بھی اس کا انکار
نہیں

پھر فرمایا۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي
إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا
وَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ۝ لَّقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ۘ
وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ وَإِن لَّمْ يَنتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ
أَلِيمٌ ۝ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ مَّا الْمَسِيحُ ابْنُ
مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۗ
انظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝ (پ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۱۰)

(ترجمہ) البتہ ضرور کافر ہوئے وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ اللہ وہی مسیح ابن مریم ہے۔ حالانکہ مسیح نے کہا
کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو۔ جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی۔ بے شک بات یہ ہے کہ جو اللہ کے
ساتھ شریک بنائے گا۔ پس اللہ نے جنت حرام کر دی۔ اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہو چکا۔ اور ایسے
مشرکوں کے لیے کوئی مددگار نہیں۔ کافر ہوئے وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔ اور کوئی
معبود نہیں سوا اس یگانہ ذات مستحق کے اور اگر یہ کہنے سے باز نہ آئیں گے تو جو
کفر کرتے ہیں۔ ان کو دردناک عذاب پہنچے گا۔ کیوں اللہ سے توبہ نہیں کرتے۔ اور اس کو استغفار
نہیں کرتے۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ مسیح مریم کا بیٹا ایک رسول ہے اور اس سے پہلے کے
تمام رسول مر چکے۔ اور اس کی ماں صدیقہ تھی۔ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ ان تینوں باتوں سے قطعی یہ ہے
کہ جو کوئی عورت کے پیٹ سے پیدا ہو تو وہ انسان ہی ہوگا۔ اور کھانا جو تمام نوع بشری کا

میں اصول تو جب اس کی وہ محتاج تھا تو گویا بشریت سے خالی نہیں ہو سکتا اور دیکھو ہم کیسے کھول کھول کر وہ اس بیان کرتے ہیں۔ پھر دیکھو یہ کہاں بہکے جاتے ہیں۔

ان نصوص صریحہ کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی کہے۔ کہ قرآن مجید تثلیث کا قائل ہو تو اس کو بجز سفسطہ کوئی نہیں ہو سکتا جو شخص قرآن مجید کو پیش کرتا ہو۔ اول تو قرآن مجید پر ایمان لاوے اور رسول اللہ صلعم کی رسالت کا قائل ہونا چاہیئے۔ تب کوئی اور بات کرے۔ پھر لطف یہ ہے کہ نہ صرف قرآن مجید بلکہ بائبل کے مطالعہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور بالخصوص مسیح ابن مریم کی یہی تعلیم تھی کہ خدا ایک ہی ہے ہیں گو یونانی اثرات سے متاثر ہو کر پولوسیوں نے ایک کے تین خدا بنا لیے ہوں۔ تو ہم اس کے ذمہ وار نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ وہ حوالے یہ ہیں۔

اکرنتھیوں ۸/۴ اور سوا ایک کے اور کوئی خدا نہیں۔ اگرچہ زمین و آسمان میں بہت سے الٰہ کہلاتے ہیں چنانچہ بہتیرے الٰہ اور بہتیرے خداوند ہیں لیکن ہمارے نزدیک تو ایک ہی اللہ ہو متی ۱۹/۱۶۔ ایک شخص نے پاس آ کر اس کو کہا۔ اے استاد میں کونسی نیکی کروں تا کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ اس نے کہا کہ تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے **نیک تو ایک ہی ہے** یعنی خدا۔

ایوب ۱۵/۱۴-۱۶ انسان کون ہے کہ وہ پاک ہو سکے۔ اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا کیا ہے کہ صادق ٹھہرے۔ استثنا ۳۲/۳۹۔ اب دیکھو کہ میں ہاں میں ہی ہوں اور کوئی معبود میرے ساتھ نہیں استثنا ۶/۴ سن لے اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے تو اپنے سارے دل اور اپنے سارے زور سے خداوند اپنے خدا کو دوست رکھ۔ اور یہ باتیں جو آج کے دن میں تجھے فرماتا ہوں تیرے دل پر ہیں۔ حضرت مسیح سے جب پوچھا گیا۔ کہ سب سے بڑا حکم کون ہے۔ تو انہوں نے بھی یہی کہا۔ کہ تو اپنے خداوند خدا کو جو ایک ہے۔ سارے دل اور سارے جی اور ساری جان سے پیار کرے۔

پھر ایک بھی عقلی دلیل تثلیث کے بطلان کے لیے کافی ہو۔ جو یہ ہے کہ باپ، بیٹا، روح القدس جو تینوں تمام الگ الگ ہیں، تو آخر کسی مابہ الامتیاز کی وجہ سے ہیں۔ یہ مابہ الامتیاز یا تو نقص ہے یا کمال پس جس ذات میں یہ نقص ہوگا وہ الوہیت کے مرتبہ سے گر جائے گی کیونکہ الوہیت کے قابل تو وہ ذات ہو سکتی ہے جو تمام صفات کاملہ اور تمام نقصوں سے مبرّا اور تمام عیوب سے منزہ ہے۔

اس قدر تمہید کے بعد میں اس آیت مسعودہ کے معنی درج کرتا ہوں جو حضرت اقدس م نے لکھے ہیں اس کے پڑھنے سے تمام اعتراضات حل ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ

اس نور کی مثال (نور کامل جو پیغمبر ہے) **یہ ہے جیسے ایک طاق** (یعنی سینہ مشروح حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم) **اور طاق میں ایک چراغ** (یعنی وحی اللہ) **اور چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں جو نہایت مصفّٰی ہے** (یعنی نہایت پاک مقدس دل میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ہے۔ جو کہ اپنی اصل فطرت میں شیشہ سفید اور صاف کی طرح ہر یک طور کی کثافت اور کدورت سے منزہ اور مطہر ہے۔ اور تعلقات ماسوی اللہ سے بکلی پاک ہے) **اور شیشہ ایسا صاف کہ گویا ان ستاروں میں سے ایک عظیم النور ستارہ ہے۔ جو کہ آسمان پر بڑی آب و تاب کے ساتھ چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں جنکو کوکب دری کہتے ہیں** (یعنی حضرت خاتم الانبیاء کا دل ایسا صاف ہے کہ کوکب دری کی طرح نہایت منور اور درخشندہ ہے جس کی اندرونی روشنی اس کے بیرونی قالب پر پانی کی طرح بہتی ہوئی نظر آتی ہے) **وہ چراغ زیتون کے شجرہ مبارکہ سے** (یعنی زیتون کے روغن سے) **روشن کیا گیا ہے۔** (شجرہ طیبہ مبارکہ زیتون سے مراد وجود مبارک محمدی ہے۔ کہ جو بوجہ نہایت جامعیت و کمال انواع و اقسام کی برکتوں کا مجموعہ ہے جس کا فیض کسی جہت و مکان و زمان سے مخصوص نہیں بلکہ تمام لوگوں کے لیے عام اور علی سبیل الدوام ہے اور ہمیشہ جاری ہے کبھی منقطع نہیں ہوگا) **اور شجرہ مبارکہ نہ شرقی ہے۔ نہ غربی** (یعنی

طینت پاک محمدی میں جو افراط ہے۔ وہ تفریط بلکہ نہایت توسط و اعتدال پر واقع ہے۔ اور احسن تقویم پر مخلوق ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ اس شجرۂ مبارکہ کے روغن سے چراغ وحی روشن کیا گیا ہے۔ سو روغن سے مراد وہ عقل لطیف نورانی محمدی مع جمیع اخلاق فاضلہ فطرتیہ ہے جو اس عقل کامل کے چشمۂ صافی سے پروردہ ہیں۔ اور وحی کا چراغ لطائف محمدیہ سے روشن ہونا ان معنوں کر کے ہے کہ ان لطائف قابلہ پر وحی کا فیضان ہوا۔ اور ظہور وحی کا موجب وہی ٹھہرے۔ اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ فیضان وحی ان لطائف محمدیہ کے مطابق ہوا۔ اور انہی اعتدالات کے مناسب حال ظہور میں آیا کہ جو طینت محمدیہ میں موجود تھے۔

اور تیل ایسا صاف اور لطیف کہ بن آگ ہی روشن ہونے پر آمادہ (یعنی عقل اور جمیع اخلاق فاضلہ اس نبی معصوم کے ایسے کمال موزونیت و لطافت و نورانیت پر واقع کہ الہام سے پہلے ہی خود بخود روشن ہونے پر مستعد تھے) **نورٌ علیٰ نور نور فائض ہوا نور پر** (یعنی جبکہ وجود مبارک حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی نور جمع تھے۔ سو ان نوروں پر ایک اور نور آسمانی جو وحی الٰہی ہے۔ وارد ہو گیا۔ اور اس نور کے وارد ہونے سے وجود باجود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا۔ پس اس میں یہ اشارہ فرمایا کہ نور وحی کے نازل ہونے کا یہی فلسفہ ہے کہ وہ نور پر ہی وارد ہوتا ہے۔ تاریکی پر وارد نہیں ہوتا کیونکہ فیضان کے لئے مناسبت شرط ہے۔ اور تاریکی کو نور سے کچھ مناسبت نہیں۔ بلکہ نور کو نور سے مناسبت ہے۔ اور حکیم مطلق بغیر رعایت مناسبت کوئی کام نہیں کرتا۔ ایسا ہی فیضان نور میں بھی اس کا یہی قانون ہے کہ جس کے پاس کچھ نور ہے اسی کو اور نور بھی دیا جاتا ہے۔ اور جس کے پاس کچھ نہیں اس کو کچھ نہیں دیا جاتا۔ جو شخص آنکھوں کا نور رکھتا ہے۔ وہی آفتاب کا نور پاتا ہے۔ اور جس کے پاس آنکھوں کا نور نہیں وہ آفتاب کے نور سے بھی بے بہرہ رہتا ہے۔ اور جس کو فطرتی نور کم دیا گیا ہے اس کو دوسرا نور بھی کم ہی ملتا ہے۔ اور جس کو فطرتی نور زیادہ ملا ہے۔ اس کو دوسرا نور بھی زیادہ ہی ملا ہے۔ اور انبیاء منجملہ سلسلہ متفاوتہ فطرت انسانی کے وہ افراد عالیہ ہیں جن کو اس کثرت اور کمال سے

نیا متعلق عطا ہوا ہے کہ گویا وہ نور مجسم ہو گئے ہیں۔ اسی جہت سے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نور اور سراج منیر رکھا ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین الجزو نمبر ۶ و داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔ الجزو نمبر ۲۲۔ یہی حکمت ہے کہ نور وحی جس کے لیے نور فطرتی کا کامل اور عظیم الشان ہونا شرط ہے صرف انبیاء کو ملا اور انہیں سے مخصوص ہوا۔

پس اس مثال میں خدا تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کے دل کو شیشہ مصفیٰ سے تشبیہ دی جس میں کسی قسم کی کدورت نہیں یہ نور قلب ہے پھر آنحضرت کے فہم و ادراک عقل سلیم اور جمیع اخلاق فاضلہ حقیقی فطرتی کو ایک لطیف تیل سے تشبیہ دی جس میں بہت سی چمک ہے اور ذریعہ روشنی چراغ ہے۔ یہ نور عقل ہے کیونکہ منبع و منشاء جمیع لطائف اندرونی کا قوت عقلیہ ہے پھر ان تمام نوروں پر ایک نور آسمانی کا وارد ہونا بیان فرمایا یہ نور وحی ہے اور نوروں کا شامل ہو کر لوگوں کی ہدایت کا موجب ٹھہرے یہی قانونی اصول ہے جو وحی کے بارہ میں قدوس قدیم کی طرف سے قانون قدیم ہے اور اس کی ذات پاک کے مناسب ہے۔

اپنے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو

مومن شکل و صورت میں مشغول رہتا ہے منافق حرص اور امل میں۔ مومن سوائے خدا کے کسی پر توقع نہیں رکھتا منافق بجز اللہ تعالیٰ کے سب سے توقع رکھتا ہے مومن سوائے خدا کے سب سے امن میں ہے منافق سوائے خدا کے سب سے خائف۔ مومن مال دیتا ہے دین نہیں دیتا۔ منافق دین دیتا ہے مال نہیں دیتا۔ مومن نیکی کرکے روتا ہے منافق گناہ کرکے ہنستا ہے مومن نیکی کرتا ہے اور اس کے بگاڑنے سے ڈرتا ہے۔ منافق برائی کرتا ہے اور حسن کی توقع رکھتا ہے۔ (منہاج العابدین)

حلم

قیس بن عاصم گھر میں بیٹھے تھے۔ ایک لونڈی کباب کا سیخ لائی جو اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر ان کے صغیر السن لڑکے پر پڑا اور وہ مر گیا۔ لونڈی کانپنے لگی تو آپ نے کہا کچھ خوف نہ کر میں نے تجھ کو آزاد کیا۔

چند سوالوں کے جواب

سوال اول ۔ وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ۔ سے واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ کے پیرو ہمیشہ منکرین پر غالب رہینگے سو اب تو عیسائی قومیں ہی اصل پیرو کار معلوم ہوتی ہیں کیونکہ وہ مسلمانوں پر بھی حاکم ہیں۔

جواب ۔ حضرت عیسیٰ کے پیرو دو قسم ہیں ۔ ایک حقیقی ۔ دوم روحانی ۔ اللہ تعالیٰ نے حقیقی پیرو کو جو صرف مسلمان ہیں ۔ ہر رنگ میں اس کے منکرین پر غلبہ دیا ۔ جب زمینی مقابلے تلوار کے ذریعے ہوتے تھے تو اس وقت سلطنت مسلمانوں کو بخشی ۔ اور تمام منکرین عیسیٰ پر ان کو غلبہ عطا کیا ۔ پھر اس زمانہ میں جبکہ دلائل و براہین سے مقابلہ ہوتا ہے مسلمانوں کو حجت نیرہ و براہین قاطعہ دی گئی اور وہ امام موعود کے ذریعے مظفر و منصور غالب و فائق ہوئے چنانچہ اس نے اعلان کر دیا ہے

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہرچند ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

یہ تو حقیقی متبعین کا حال ہے اب خدا تعالیٰ نے ہر پہلو سے اتمام حجت کر چکنے کے واسطے روحانی متبعین کو بھی ظاہری غلبہ بخش دیا ہے جیسا کہ وہ ظاہری طور سے حضرت عیسیٰ کے فدائی بنتے ہیں۔

الغرض آپ یہ خوب غور کر کے دیکھ لیں کہ منکرین نبوت حضرت عیسیٰ حقیقی یا روحانی متبعین حضرت عیسیٰ کے ماتحت ہیں اور انشاء اللہ ماتحت چلے جائیں گے۔

سوال دوم ۔ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۔ مومنوں کے لئے غلبہ کا وعدہ ہے ۔ پھر اس وقت مسلمان لوگ ان کے تابع ہیں ۔ اور ان [illegible] میں نیکوں کے لئے وراثت کا وعدہ ہو۔

جواب ۔ آپ ان کنتم مومنین کی شرط کو مدنظر رکھیں جب مسلمان سچے مومن تھے تو ہی اعلیٰ ہوئے

نیز یہ آیت زور سے تاکید کرتی ہے پھر اس کے پیچھے ولا تھنوا ولا تحزنوا (نہ سست ہو نہ حزن کرو) تو پس جب مسلمان کاہلی و سستی چھوڑ دینگے تو ضرور ہی اعلیٰ ہونگے۔ اور کسی کے ماتحت ہو جاویں اس آیت کا خوف نہیں بلکہ ضرور ہمیشہ ایسا ہو کیونکہ اس کے آگے فرماتا ہے۔ ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ وتلک الایام نداولہا بین الناس۔ (اگر تمہیں کوئی چشم زخم پہنچتا ہے تو ویسا ہی ان کو بھی ایسا چشم زخم پہنچتا رہا ہے۔ اور یہ دن ہم لوگوں میں باری باری لاتے رہتے ہیں) اور ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون (اتمام کتب الٰہیہ میں اور ذکر کے بعد بھی لکھا ہو کہ سرزمین جنت کے وارث صالح بندے ہیں) یہ ارض سے مراد جنت ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا تلک الجنۃ التی نورث من عبادنا من کان تقیا اور فرمایا

پھر دوسرے معنی سرزمین ملک شام جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہو۔ اب تک خدا کے فضل سے مسلمانوں کے قبضے میں ہے۔ پس الصالحون کا لفظ دھوکے میں ڈالنے کی دوسری قوموں کے مقابل میں استعمال فرمایا۔ وہ تم ہر ایک قوم سے جو وعدے ہوتے ہیں وہ اپنے وقت پر پورے ہوتے ہیں۔ حضرت نبی کریم اور آپ کے اصحاب سے جو وعدے تھے حضرت مسیح اور ان کی جماعت سے جو وعدے تھے وہ سب کے سب ایک مدت مقررہ کے بعد پورے ہوئے۔ پس آپ احمدی او غیر احمدی کو سوال دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے صالحین کا سر بلند کرنے کے لئے ایک وقت کے بعد یاد لوگوں کو اس آیت سے ڈرانا تھا۔ انا نأتی الارض ننقصھا من اطرافہا۔ افہم الغالبون۔ یعنی کفار کی سرزمین چاروں طرف سے ہم گھٹاتے چلے آتے ہیں کیا وہ غالب اس حالت میں غالب ہو سکتے ہیں تو پس کیا وہ مخالفین غالب رہینگے؟ اور غلبہ ہر نبی کے زمانہ کے حالات کے مطابق ہوا ہے۔ اس زمانہ کے رسول کی نسبت ان الفاظ میں پیشگوئی ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ یعنی یہ رسول تمام ادیان پر اسلام کا غلبہ ثابت کریگا مگر سیف و سنان سے نہیں بلکہ حجت و برہان سے چنانچہ اسکو

ہدایت و دین الحق کے ہتھیاروں سے بھیجا جائیگا۔ وکفیٰ باللہ شہیدا اور اللہ تعالیٰ اس کی صداقت
پر کوئی گواہ پیش کرے یعنی اس کی صداقت کا اظہار آسمانی نشانوں سے ہوگا۔ ایسی اسباب کی ضرورت نہیں
یہی وجہ ہے کہ مسیح کی آمد ثانی کے متعلق نزول کا لفظ آیا ہے۔ یہ باتیں جواب کو واضح کرنے اور
آئندہ شبہات کو دور کرنے کیلئے لکھی گئیں۔

سوال سوم۔ قرآن کریم میں آیا ہے کہ انسان کی خلقت میں تبدیلی نہ کرو۔ پھر ختنہ کیوں کرایا جاتا ہے اور
عورتوں کو ناک کان میں چھید منع ہے۔

جواب۔ تعجب ہے کہ سائل نے یہ کیوں نہ پوچھا کہ ناخن کیوں کاٹے جاتے ہیں مرد اپنے سر کے
بال عورتوں کی طرح کیوں بڑھنے نہیں دیتے۔ غلہ گندم جو پیدا ہوتا ہے اسے روٹی پکانے کیلئے پیسا
کیوں جاتا ہے کہ یہ بھی خلقت میں تبدیلی ہے پھر آدمی بچے سے جوان اور جوان سے بوڑھے کیوں
ہوتے ہیں بلکہ مرتے کیوں ہیں کیونکہ یہ بھی تبدیل خلق اللہ ہے۔ اگر کہو کہ خدا نے کہا ہے ایسا ہوتا
ہے۔ تو پھر ختنہ کرنا بھی خدا کا حکم ہے۔ جس آیت سے آپکو دھوکا لگا ہے۔ وہ لا تبدیل لخلق اللہ
ہے اور وہ ساری آیت یوں ہے فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ۔ جس کا
مطلب یہ ہے کہ اللہ نے آدمیوں کو ایک فطرت پر پیدا کیا پس اللہ کی خلقت میں تبدیلی نہیں ہو
ہر بچہ ایک فرمانبردار فطرت لیکر پیدا ہوتا ہے بچہ جب ہوش آتا ہے۔ تو ماں باپ و دیگر اقارب
و احباب کے اثر سے فرمانبرداری یا نافرمانی اختیار کرتا ہے اللہ فرماتا ہے کہ دین قیم یہی ہے کہ انسان اپنے مولیٰ
کا فرمانبردار ہو۔ اور اس کے حضور اس بچہ کی مانند ہو جو اپنے والدین کی زیر تربیت ہوتا ہو۔

پھر لا تبدیل لخلق اللہ میں تو بے شک نفی ہے۔ اور نہ یہ کہ ان کی تبدیلی کا ذکر کر
فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی مرد کبھی عورت بن جائیگا۔ یا کوئی عورت مرد بننے کی
یا کوئی انسان کتا یا سور بن سکتا ہے ورنہ کوئی بندر انسان بن سکتا ہے۔ ختنہ یا ناک کان میں چھید
اصلاح و زینت کے لئے ہے۔ نہ کہ تبدیل خلق کے لئے جیسے ہم رستے کو صفائی میں درست کرتے ہیں
تاکہ وہ رستہ بہت سے واسطے پیدا کرے۔ اور وہ وقت کسی بہتر مصرف میں آئے۔ ختنہ اسلئے

کہا جاتا ہے کہ تو اور متناسل کے نہ ہونے میں جو رگ پیل وغیرہ جاتے ہیں ابھرتی ہے وہ سب ہم
ہو ایک اشارہ ہو اسباب کی طرف کہ اس وقت کا نتیجہ غیر عمل پذیر ہو گا پس یہ تبدیلی خلق اللہ نہیں

سوال چہارم - انجیل میں عزیر کا قصہ نیز قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ کے لئے احیاء موتیٰ کا
ذکر ہے۔ آپ ان سب کی تاویل کر کے روحانی مردوں کی طرف لے جاتے ہیں؟

جواب - ہم انجیلی قصوں کے معتقد نہیں۔ ہمارے لئے وہ قصہ حق کا حکم ہے جس کو ان کی تو
مصدق ادیکھے تو بچا اور باطل کو باطل قرار دیتے والا ہمارے پاس قرآن مجید ہے۔ اس میں
احیاء موتیٰ کا مسئلہ خوب حل کیا گیا ہے۔ خود ہمارے نبی کریم صلعم کے لئے یہی لفظ آیا ہے۔

(۱) وہ لوگ دیکھ کر جو تمہیں زندہ کر کے [illegible] اور کسی معتبر مسلمان کا عقیدہ
نہیں کہ رسول اللہ صلعم نے کسی مردے کو زندہ کیا۔ اور زندہ کر کر دکھاتے کہ اللہ تعالیٰ اپنی سنت بیان
کرتا ہے۔ فیمسک التی قضی علیہا الموت جس پر موت کا فیصلہ کیا اس کی روح کو روک رکھتا ہے
(۲) ومن ورائہم برزخ الی یوم یبعثون قیامت تک ان کے آگے ایک پردہ ہے (۳) ہم
پہ موت اس کبھی یوم الی الدنیا [illegible] پھر صفت احیاء جو حضرت [illegible] کے لئے آئی ہے وہ
خاصۃ الشیء ہے [illegible] اور اللہ تعالیٰ کے غیر میں [illegible]
حضرت ابراہیم ایک [illegible] کے مقابل یہ فرماتے ہیں ربی الذی یحیی ویمیت میرا رب وہی ہے جو زندہ
کرتا ہے اور مارتا ہے (۴) ان اللہ یحیی الموتیٰ - وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے (۵) ان الذی احیاھا
لمحی الموتیٰ (وہ) جو مردوں کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلے زندہ کیا (۶) انا نحن نحیی ونمیت ہم
ہی جلاتے ہم ہی مارتے ہیں (۷) اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ہل من
شرکائکم من یفعل من ذلکم من شیء سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون (۸) اللہ ہی ہے جس نے تمہیں
پیدا کیا پھر رزق دیا پھر تمہیں موت دیگا۔ پھر زندہ کریگا تمہارے شریکوں میں سے کون ہے جو ایسا کرسکے
اس طرح شریک بناتے ہیں۔ یعنی یہ چاروں صفات صرف ذات الٰہی سے مخصوص ہیں (۹) و
کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم [illegible] الی یوم القیامۃ [illegible]

جماد کو زندہ کر دو۔ اگر تم سچے ہو کیونکہ ملائکہ تمہیں مارنے کے بعد پھر ہی زندہ کریگی)

پس احیاء سے مراد یا تو روحانی مردوں کا زندہ کرنا یا ایسے قریب المرگ بیماروں کو چنگا کرنا ہیں
جو منتظر مجازات ظاہری موت کا شکار ہو چکے ہیں۔ اسلام میں احیاء موتی کے یہی معنی سمجھے گئے ہیں
تخرج الموتی سے آپکو دھوکہ لگے کیونکہ یہ واسطون الطبیعۃ یعنی فوائد روحانی بالذات یوم الخروج سے ثابت
نہیں حیثیت سے واضح ہے کہ یوم الخروج سے مراد القبور قیامت ہے۔

سوال پنجم۔ حضرت اقدس نے کشتی نوح میں لکھا ہے کہ اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا
کام اسلامی عمارت کی تکمیل کے لئے ضروری تھا مگر قرآن کریم فرماتا ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم

جواب۔ اس کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود دیا ہے کہ تکمیل دو طرح ہے۔ ایک بلحاظ
ہدایت دوم بلحاظ اشاعت سو دین تو کامل ہو چکا۔ اور اس میں کوئی ترمیم اب بڑھا گھٹا
نہیں جا سکتا۔ مگر اس دین کی اشاعت اور لیظہرہ علی الدین کلہ کا کام باقی ہے جو الامام القائم یہاں
دین محمدی کے ذریعے ہوتا رہیگا چنانچہ اسی لئے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق
میں مسیح موعود و مہدی محمد کی پیشگوئی فرمائی۔ اور اسی لئے ہر صدی کے سر پر مجددین کی بعثت کی
اللہ نے خبر دی۔ مگر اکملت لکم دینکم کے یہ معنی تھے جو آپ سمجھے تو مجددوں کی بعثت کی کیا ضرورت تھی
اور عمارت کی تکمیل کیا ہو سکتی ہے۔ ایک مکان کو ایک دفعہ مکمل کر دیا۔ بجائے اگر کوئی گنجائش نہیں
تو اسکا کیا ضرورت رہیگی۔ والسلام۔ (اکمل)

ریا کرنیوالے کے تین نشانات ہیں۔ ایک یہ کہ وہ جب تنہا ہو تو سست
جب مجمع میں ہو تو چست کوئی تعریف کرے تو عمل زیادہ کرے مذمت کرے تو کم

موٹاپا۔ انسان کو چربی کی زیادتی سے بچانا اور ہمیشہ ہی ایسی دوائی جو چربی کو زائل
کرنے حکمت کی باتیں سے ہوں اور دینے میں کسرت بھی رہے۔

میاں ثناء اللہ صاحب کے ایک اعتراض کا جواب

ایک جسم میں جان پڑی ہوئی جماعت کو اخلاق و تقویٰ کے اعلیٰ درجہ پر پہنچانے کے لیے بعض اوقات وقت کرتا ہو۔ اور اس جماعت میں ایسے الفاظ کہتا ہو جس سے غیرت پیدا ہو کر دینی امور میں السابقون الاولون بننے کیلئے ایک خاص جوش پیدا ہوتا ہو ان فقروں کو کوئی بد طینت لے کر کسی جماعت کے خلاف پیش کرے۔ تو یہ اس کی نادانی ہوگی اور اس کی معرفت کے نہ سمجھنے کی وجہ سے تھا۔ ثناء اللہ نے اشتہار نمبر شہادۃ القرآن کی بعض عبارتیں پیش کر کے کہا ہے کہ جماعت احمدی نے کوئی خاص ترقی اخلاق و فرمانبرداری میں نہیں کی حالانکہ یہ اس وقت تھا جبکہ ابھی یہ جماعت بن رہی تھی۔ اور کفر و شرک و بدعات سے نکل کر توحید و اتباع سنت نبوی کی طرف آ رہی تھی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام چاہتے تھے کہ وہ ہر ایک نیکی میں آگے بڑھے پر ہے۔ ایسے چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی سوء ظن کر کے تکلیف دیتے رہے۔ اس کو یہ سمجھ لینا کہ تمام جماعت ہی ایسی ہو۔ نہ صرف نادانی ہے بلکہ شرارت ہے کیونکہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر حضور سے نفرت دلاتے ہیں جس کو ثابت ہوتا ہے کہ بہت سے ایسے بھی ہیں جن میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ میں اس اعتراض کے جواب میں حضرت اقدس علیہ السلام ہی کی عبارت ایک خط سے نقل کرتا ہوں جو ڈاکٹر عبد الحکیم کے نام آپ نے ۱۹۰۶ء میں لکھا اور جماعت کو سرٹیفکیٹ دیا ہے۔

”تمام نبی اس لیے آتے رہے ہیں۔ جو مسیح موعود کے احکام کو دل سے قبول کرلو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی نصیحت کی ہے اور مسیح موعود کا نام حکم رکھا ہے مگر آپ بات بات میں مخالفت اور مقابلہ سے پیش آتے ہیں کیا یہی تصدیق ہے پھر آپ کہتے ہیں کہ صرف ایک حکیم مولوی نورالدین صاحب اس جماعت میں عملی رنگ میں پائے جاتے ہیں۔ دوسرے ایسے اور ایسے ہیں میں نہیں جانتا کہ آپ اس افترا کا کیا خدا تعالیٰ کو جواب دیں گے میں حلفاً کہہ سکتا ہوں

کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں۔ اور باتیں سننے کے وقت اس قدر روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے ہزارہا بیعت کنندوں میں اس قدر تبدیلی دیکھتا ہوں کہ موسیٰ نبی کے پیروؤں سے جو ان کی زندگی میں ان پر ایمان لائے تھے ہزارہا درجہ ان کو بہتر خیال کرتا ہوں۔ اور ان کے چہروں پر صحابہ کے اعتقاد اور صلاحیت کا نور پاتا ہوں۔ ہاں شاذ و نادر کے طور پر اگر کوئی اپنے فطرتی نقص کی وجہ سے صلاحیت میں کم رہا ہو تو وہ شاذ و نادر میں داخل ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے یہ بھی ایک معجزہ ہے۔ ہزارہا آدمی دل سے فدا ہیں۔ اگر آج ان کو کہا جائے کہ اپنے تمام اموال سے دست بردار ہو جاؤ۔ تو وہ دست بردار ہو جانے کے لیے مستعد ہیں۔ پھر بھی میں ہمیشہ ان کو ترقیات کے لیے ترغیب دیتا ہوں۔ اور ان کی نیکیاں ان کو نہیں سناتا۔ مگر دل میں خوش ہوں۔ (خاکسار مرزا غلام احمد قادیان)

اِیفاءِ عہد

پچھلے دنوں رسالہ تشحیذ الاذہان میں چند مشکلات کا ذکر کیا تھا اور لکھا تھا کہ قریباً ان رسالہ اگر ہماری دو دقتیں تو بہت جلدی رفع ہو سکتی ہیں۔ اور رسالہ ایک خاص رنگ میں ترقی کر سکتا ہے میری اس تحریک پر بعض دوستوں نے خاص طور پر جوش دکھایا۔ اور ان دوستوں کو رسالہ کی ترقی میں کوشاں ہونے کا اللہ تعالیٰ اگر کوئی خاص طور پر اپنے فضل کے سایہ کے نیچے لے اور ان کے دیگر کاموں میں بھی برکت ہو۔ مشکلات بہت سی باقی ہیں لیکن پانچ دس آدمیوں کی کوشش کو وہ کام جو سینکڑوں کے کرنے کے ہوں کس طرح ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا دوسرے بھائی اگر مزید ان رسالہ بھی اس طرف توجہ فرمائیں اور جلد رسالہ تشحیذ کو موجودہ مشکلات سے نکالنے کی کوشش کریں۔ واللہ المستعان

اس موقعہ پر یہ بتا دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں کی کوششوں کا انتظار نہ کرتے ہوئے اور اس یقین پر کہ جب رسالہ تشحیذ الاذہان محض رضاء الٰہی اور خدمت اسلام کے لیے جاری کیا گیا ہے تو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس کی مدد کی تحریک کریگا۔ رسالہ کے سٹاف میں بھی اور دیگر اخراجات میں بھی اضافہ کر دیا گیا ہے اور سب سے پہلے یہ کہ ترتیب رسالہ آئندہ سے شائع ہونا شروع ہوگا۔ رسالہ نے چاہا تو پھر اس شہر کی زینت ہوا کریگی جیسے کہ آجکل ہمارا پیارا ریویو میں ہر مضمون دونوں کا نتیجہ میں سمجھتا ہوں۔ یہ سب سے بڑی ایک گراں قدر کے ذریعہ ہوگی [illegible] لیکن ۱۹۱۱ء سے [illegible] محمود الدین [illegible] کی خدمات [illegible] حاصل کر لی گئی ہیں اور تمام [illegible] اس سال تشحیذ کے دفتر میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس تبدیلی کو مبارک اور مفید کرے آمین۔ اس انتظام کی وجہ سے میرا بہت سا وقت جو تشحیذ کے انتظام کے متعلق خرچ ہوتا تھا بچ جائیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ رسالہ کے مضامین کی طرف زیادہ توجہ دینے کا موقعہ ملیگا چنانچہ آئندہ کے لیے فی الحال نمبر کے بعد رسالہ کے مضامین کے متعلق ایک تقسیم کی گئی ہے جو کہ امید ہے کہ ناظرین رسالہ کے لیے بہت مفید اور بابرکت

ہوگی نیز خدا ہر رسالہ میں انشاء اللہ تعالیٰ ایک مضمون ضرور ہوا کریگا جو شروع رسالہ میں ایک ہیڈنگ ہوگا جس میں ناظرین رسالہ کو خاص طور سے عبادات کی طرف توجہ دلائی جایا کریگی اور دینی ضروریات یا اہم مسائل اور تبلیغ اسلام کے ذرائع وغیرہ وغیرہ پر بحث کر کے احمدی جماعت کو توجہ دلائی جائیگی کہ ان کام میں انکو کس طرح حصہ لینا چاہئیے فلاں فلاں مسئلہ میں ان کا کیا اعتقاد ہونا چاہئیے یا یہ کہ تبلیغ کے لیے فلاں فلاں ذرائع اختیار کرنے چاہئیں امید ہے کہ ناظرین رسالہ سب سے اول اس مضمون کی طرف توجہ فرمائینگے جو کہ ہمیشہ شروع رسالہ میں ہوگا

علاوہ ازیں ایک اور سلسلہ جاری کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ ہر رسالہ میں کسی نہ کسی مذہب کا حال تحریر کیا جائیگا ان کے کیا اعتقاد ہیں اور کیا طریق عبادت ہے۔ اس مذہب کی کیا خصوصیات ہیں جس کا ناظرین رسالہ کو انشاء اللہ تعالیٰ بہت آسانی سے کل مذاہب کا حال معلوم ہو جائیگا اور کسی مذہب والے سے ملاقات ہو جاوے تو انہیں کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے کوئی تردد نہ پیدا ہوگا اور علاوہ روحانی علم کے اسلام کی خوبی بھی ظاہر ہوگی کہ ان مذاہب کے مقابل میں اسلام کیسا درخشندہ گوہر ہے

تیسری ایک مضمون ہر رسالہ میں انشاء اللہ ان اعتراضات کے جواب میں ہوگا جو غیر مذاہب کی طرف سے اسلام پر کئے جاتے ہیں جن کے لیے ستیارتھ پرکاش کو انتخاب کیا گیا ہے اگر چاہو تو چند وقت میں یہ کام ختم ہو جائیگا۔ علاوہ ازیں اور بھی مضامین کی تقسیم کی گئی ہے لیکن ان کا بیان کرنا ضروری نہیں کیونکہ ضروری نہیں کہ اس تقسیم کے ماتحت ہر رسالہ میں مضامین ہوں۔

غرضیکہ جنوری سے جدید کتابت و طباعت شروع ہوئی ہے پہلے اللہ تعالیٰ کے فضل کا شکر کرتا ہوں۔ رسالہ کے انتظام کے لیے ایک تجربہ کار آدمی بھی مقرر کیا گیا ہے۔ اور مضامین کی درستی کی طرف بھی خاص توجہ کی گئی ہے اب ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہوتے ہیں اور خریداران رسالہ کا جو جو بھی فرض ہے کیا اس کے اٹھانے کو کوئی اور قوم ترقی کریگی اس کا جواب خریداران دینگے غیر احمدی اٹھائینگے یا ہم ہی اٹھائینگے آپ لوگوں نے ہی کوشش کرنی ہے اور آپکو ہی کرنی پڑیگی۔ خریداران بھی بنانے ہیں۔ ان کا پورا کرنا آپ کا کام ہے اور ہم تو قطعی امید نہیں رکھتے کہ آپ اپنے فرض کے پورا کرنے سے پہلو تہی کرینگے

اگر آپ لوگ ایک ذرہ سی ہمت کریں۔ ابھی رسالہ کی خریداری ہزاروں کی تعداد تک پہنچ سکتی ہے
میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ ہم ایجاز عہد کے لیے اب خریداران رسالہ کا فرض ہو کہ جو حالات دیکھتے ہوں
وہ ہمارے کانوں تک پہنچا دیں۔ رسالہ کی اشاعت بڑھائیں۔ اور جو اصطلاحات ضروری سمجھیں لکھیں کم سے کم تین خریدار
اس سال کے دوران میں رسالہ کے لیے مہیا کریں اور پختہ کریں تو یہ بات کچھ مشکل نہیں۔ خدا تعالیٰ
آپ کا مددگار ہو۔

(مرزا محمود احمد)

اخلاقی جرأت

خلیفہ مہدی جب مکہ معظمہ میں آیا تو طواف کرنے کے وقت لوگوں کو خانہ کعبہ کے پاس سے ہٹوا دیا۔ حضرت عبداللہ بن مرزوق جست کر کے بڑھے اور گریبان پکڑ کر کہا سوچو اس گھر کا زیادہ مستحق کون ہے جس کو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہو سواء العاکف فیہ والباد۔ اس میں طواف کرنے والے برابر کے ہیں۔ خلیفہ ہکا بکا رہ گیا۔

(۲) خلیفہ ہارون کی سواری نکلی۔ بہلول نے آواز دی۔ یا امیر المومنین۔ ہارون نے سر باہر نکالا۔ فرمایا سنو! حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے سوار عرفات سے واپس آتے دیکھا تو حضور کو صداقتی نہ زد و کوب۔ پس اس سفر میں تمہارا تواضع کرنا بہتر ہے۔

پھر ہارون نے کہا اگر تمہارے ذمے کچھ قرض ہو تو ہمیں ادا کریں۔ فرمایا علماء کو زمین بہت ہیں سب متفق ہیں کہ دین کا ادا کرنا دین سے درست نہیں۔

بہلول نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ہم تم دونوں خدا تعالیٰ کے عیال ہیں۔ ناممکن ہے کہ وہ تمہیں تو یاد رکھے اور مجھے بھول جائے۔

نکتہ رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ کی تفسیر میں آیا ہے۔ کہ ان لوگوں کو اگر کوئی اذان سنتا۔ ہوتے ہتھوڑا چوٹ کے لیے اٹھا ہوتا تو ویسے ہی بغیر چوٹ لگائے ہتھوڑا ڈال دیتا۔

اطلاع خط و کتابت کے وقت نمبر چٹ کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔ — مینیجر

نکاتِ قرآنیہ

مقتبسہ از درس علامہ نورالدین

قرآن میں عظمتِ الٰہی کا ذکر زیادہ ہے

احکام کے متعلق تو (۱۵۰) سو کے قریب آیات ہیں۔ مگر عظمتِ الٰہی کے بیان کی کوئی رکوع خالی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہو کہ جب انسان کے دل میں اللہ کی عظمت بیٹھ جائے۔ تو دولت و اسباب و دیگر سامان دنیا کی پروا ہو جو احکام الٰہی کی بجا آوری میں مانع ہو سکتے ہیں۔ مطلق نہیں رہتی۔ اور خود بخود انسان اپنے مولیٰ کا فرمانبردار بن جاتا ہے

قرآن مجید کے مقابلہ میں انجیل

متی کی انجیل کو پہلا صفحہ اٹھا کر دیکھو۔ وہاں کیا لکھا ہے۔ نسب نامہ یسوع مسیح داؤد اور ابراہیم کے بیٹے کا۔ ابراہام سے اسحاق پیدا ہوا۔ اور اسحاق سے یعقوب پیدا ہوا۔ تا متان سے یعقوب پیدا ہوا۔ اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا۔ جو مریم کا شوہر تھا جس کے پیٹ سے یسوع جو مسیح کہلاتا ہو پیدا ہوا۔

حالانکہ یہ وہ کام ہی ہے جو ہمارے وطن میں تو میراثی کرتے ہیں۔ اس کے مقابل میں قرآن مجید شروع ہوتا ہو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے وہ وہ آیت ہے جس کو تمام مذاہب باطلہ کا رد ہوتا ہے۔ نہ عیسائیوں کا خداوند اقنوم ثالث ہو سکتا ہے۔ نہ زمرہ یا مہادیو کے بہانے سے کسی بیگنہ کو پھانسی چڑھایا جاتا ہے۔ اور نہ آریوں کا مادہ و روح ازلی و ابدی بن سکتا ہے۔ اور نہ تناسخ والوں کی کوئی دلیل باقی رہتی ہے جس کا رد اس سے نہ ہوگا۔ نہ سوفسطائیوں کو بولنے کی تاب ہے۔ اور نہ برہموؤں کو مسئلہ الہام میں تردد ہو سکتا ہے۔ اور نہ شیعہ صحابہ کرام پر اعتراض کر سکتے ہیں۔ نہ دہریہ کسی حجت نیرہ کی بنا پر خدا کی ہستی کے منکر رہ سکتے ہیں۔ یہ تو

ایک آیت کے متعلق ہیں اگر سات آیتیں بھی ہوں تو پھر تمام مذاہب کی صداقتوں کا عطر مجموعہ اس میں شامل ہو۔ اور دنیا کے آخر تک پیش آنیوالے دینی اہم واقعات کی خبر اس میں موجود ہو پانچ نصاریٰ کے اس عہد اور مسیح کی آمد ثانی کی پیشگوئی بھی موجود ہو ان تمام مفاسد عقلیہ فاسدہ کا ابطال ہو جو دنیا میں پیدا ہوئے یا ہو سکتے ہیں۔ اور ان اعمال صالحہ اور عقاید صحیحہ کا ذکر ہو جو انسان کی روحانی و جسمانی ترقیات کے لئے ضروری ہیں۔

اسی طرح انجیل کا نمونہ دیکھو اس میں لکھا ہے کہ یسوع ع جو خداوند کہلاتا تھا۔ اپنے دشمنوں کے قبضے میں آگیا اور اس نے ایلی ایلی لما سبقتانی یعنی اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا کہتے ہوئے اپنی جان دی۔ برخلاف اس کے قرآن مجید ختم ہوتا ہے قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ إِلَٰهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ

قرآن مجید پڑھنے والا قرآن شریف کا ختم بڑے زور سے علی الاعلان دعویٰ کرتا ہے میں اس خدا کی پناہ میں ہوں جو تمام انسانوں کو پیدا کرنیوالا اور پھر انہیں کمال تک پہنچانیوالا ہے۔ وہ سچا حقیقی بادشاہ حقیقی معبود ہے۔ اللہ اکبر ایک معمولی تھانیدار یا صاحب ضلع یا کمشنر اور بادشاہ کی پناہ میں اگر کوئی آجائے مطمئن ہو جاتے ہیں پس کیا مرتبہ ہو اس شخص کا جو تمام جہان کے رب اور بادشاہ اور سچے معبود کی پناہ میں آجاوے۔

صرف اس کتاب کے اول و آخر ہی اسلام اور عیسائیت میں فیصلہ کن ہیں۔ اگر کوئی غور سے دل لیکر غور کرے۔

فرعون کو بھی نہ چھوڑو

فرعون کیسا بیکار انسان تھا کیسا دلیر اور گستاخ کہ انا ربکم الاعلیٰ کہنے لگا۔ اس کی تعلیم کا اثر دیکھو کہ آج تک مصر کا بادشاہ فرعون کہلاتا ہے۔ بلکہ اسی کے بتائے ہوئے ... کی راہ پر ہیں کہ ان میں جو بعض ارباب کہلاتے ہیں باوجود اس کفر اور عناد کے ... اس کی منصف مزاجی کا قائل ہوتا ہے۔ وہ حضرت موسیٰ کو ان کے مقابلہ میں حلیم الطبع لیڈر کہتا اور مقابلہ کوئی موتی انسان سے کہتے ہیں سب مباحثہ کرنا چاہتا ہے۔ تو کہتا ہے۔

ولیجعل بیتا و خیرات ... (۱) لا نخلفہ نحن ولا انت مکانا سوی، یعنی وہ بازار کا میدان
ایک وعدہ وصل کی جگہ اور ایک وقت مقرر جس کا ہم نہ تو خلاف کریں اور نہ تو۔ وہ ایک مکان ہو جو ہر کا
مشترک اور سب کے لئے برابر ہے یعنی عبادت گاہ نیز ان کی نظر میں مکانا سوی تھی مگر کس قدر
تعجب اور افسوس کی بات ہے کہ آج کے مسلمانوں کی عبادت گاہ میں ان کی شان میں آیا ہو
ہیں ان یذکر فیہا اسمہ ... سے منع کرنے کے لئے یہ وعید ہے ومن اظلم ممن منع مساجد
اللہ ان یذکر فیہا اسمہ اور اس کو بڑا ظالم کہا ہے جو اللہ کی مسجد میں خدا کا ذکر کرنے
سے لوگوں کو روکتا ہے۔ اور وہ لوگ جو ایسا کام کرنے پر بلکل کیوں ہو وما نقموا منہم
الا ان یؤمنوا باللہ العزیز الحمید (۲) ان کو کچھ نہیں کہتے۔ مگر افسوس کہ اس صاحب عزت
مشرب کو تمام خوبیوں والا ہی ایمان لائے اور وہ کہتے ہیں ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان
ان آمنوا بربکم ... ہم نے ایک خدا کی طرف بلانے والے منادی کی آواز سنی۔ اور
ہم ایمان لائے

کاش! یہ لوگ پچھلے انبیاء علیہم السلام کے مخالفین کے انجام جو قرآن مجید میں مذکور ہیں
انکو چشم عبرت سے پڑھتے۔ اور نہ کہتے

گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو؟

کیا وہ لوگ جو بیت اللہ سے صحابہ کرام اور نبی اکرم صلعم کو روکتے تھے۔ آخر خود ہی ذلت کے
ساتھ وہاں سے نہیں نکالے گئے۔ اور انہوں نے اپنے لئے وہ ازلی حکم نہیں سنا فلا یقربوا
المسجد الحرام بعد عامہم ہذا (۱) وہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ پھٹکنے پائیں۔ حضرت مسیح کو
ہماری چند پیسے دو وہ تھے۔ مگر خدا نے مسیح کے متبعین کو وہ شان دی کہ اس کے اعلیٰ
متبعین کو بھی سارے جہان کی حکومت بخشی۔ ہم زبان کو بند کرنے والوں کو سنا دیتے ہیں کہ خدا تم
کے عہد سے ڈریں جو ان الفاظ میں ہے۔

ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا اولئک ما کان لہم

اَنْ يَّدْخُلُوْهَا اِلَّا خَآئِفِيْنَ، لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ، وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو مسجدوں کی خرابی چاہتے ہیں، انکو چاہیے تھا کہ خدا رسول لیکر داخل ہوتے مسجد ہو یا نہیں ہے اس میں دنیاوی بات پر منع کرنے کی ممانعت ہو جیسا کہ عدالت کی ہتک ہوتی ہے چہ جائیکہ اس میں فساد کیا جائے نماز پڑھنے سے روکا ہو ایسے لوگوں کیلئے دنیا میں خرابی ہے اور آخرت میں ان کو بڑا عذاب۔ ایسے روکنے والے یاد رکھیں مشرق مغرب سب خدا ہی کا ہے۔ خدا کے فرمانبرداروں کی جو حرکت ہے۔ اسی طرف اللہ کی توجہ ہوگی کیونکر وہ بڑی وسعت والا اور علم والا ہے۔

طواف میں سات گردشیں کیوں ہیں؟

حضرت ابراہیم نے سات دعائیں کی ہیں۔

(۱) رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ (۲) وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ (۳) وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا (۴) وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (۵) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ (۶) وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (۷) وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

(۱) اے ہمارے رب ہم کو اپنا فرمانبردار بنا لے (۲) ہماری اولاد میں سے ایک فرمانبردار جماعت ہو جو تیرے لیے اسلام ہو جاتا (۳) ہمیں اپنی عبادت کے طریقے سکھا۔ اس میں تنبیہ ہے اس بات کی طرف کہ کوئی من گھڑت طریق مقبول نہیں ہے (۴) اور ہماری فرمانبرداری میں جو غلطیاں یا کمزوریاں ظاہر ہوں ان کو درگذر فرما (۵-۶-۷) اور پھر ان میں ایک رسول مبعوث کر جو ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھا دے اور ان کا تزکیہ کرے۔

اسلام میں ایک امتیاز

کسی بانی مذہب کے بعد پھر ایک وقت آتا ہے کہ وہ بانی نہیں ہے اگلی نسل ہر چیز پر بت پرستی کو پھیلا دیتی ہے۔ اسلام نے اگر مشرکین سے کچھ چھڑایا تو اس کو بہتر لگا دیا مثلاً آٹھ وقت شراب پیتے تھے جب اس کی ممانعت کا حکم آیا تو اس کی بجائے پانچ وقت نماز کے سکھائے۔ بت پرستی چھڑائی اور ایک اللہ کی عبادت سکھائی۔

انبیاء جتّھے کا انتظار نہیں کرتے

یہ غلط ہے کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جب تک جتھا نہ تھا آپ نے جنگ نہ کی حضرت نوح کے پاس کونسا جتھا تھا۔ خدا تم فرماتا ہے: فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ۔ جب وقت آیا تو ایک ہی دعا سے سب کا بیڑا غرق کر دیا وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا۔ إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ کی جماعت کی حالت ظاہر ہی تو وہ کہتے ہیں اِنَّهُمْ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ۔ وہ ایک معمولی جماعت ہے مگر حضرت موسیٰ گھبرائے نہیں اور اِنَّا لَمُدْرَكُونَ کے جواب میں كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ فرماتے ہیں۔ اور ایک ہی دعا سے مخالفین کو قلع قمع کراتے ہیں جیسے رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ۔ اے خدا ان کے مالوں پر جھاڑو پھیر دے۔ اور ان کے دل سخت کر دے کہ یہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

اسی طرح نبی کریم صلعم کی تو حالت جتھے کے بھروسے پر نہ تھی۔ بلکہ غزوہ حنین میں اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ کی آیت نازل ہوئی کہ کثرت نے تعجب میں ڈالا تو کثرت کسی کام نہ آئی بلکہ زمین باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی۔ ایسی تنگ گھڑیوں میں سب کے ساتھ چھوٹ گیا حضرت صلعم کا ثبات اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِب اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب پکارتے جاتے تھے۔

مومن میں تبلیغ کا جوش کیسا ہونا چاہیئے؟

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف میں گئے۔ وہاں کے شریروں نے چند شہدے لگا کے آپ کے پیچھے لگا دیئے۔ آپ کی جوتیاں لہو لہان ہو گئیں۔ فرماتے ہیں بارہ کوس میں جا کر تنہا آیا۔ اور مجھے اتنا معلوم نہیں ہوا کہ جوتا کہاں ہوں پہاڑوں کے فرشتے نے حاضر ہو کر عرض کی اگر فرمائیں تو یہ پہاڑ ان پر الٹ دوں۔ فرمایا میں امید کرتا ہوں۔ ان کی اولاد کو خدا اسلام نصیب کرے۔

سبحان اللہ کیا حوصلہ کیا وسعت قلب ہے۔ اور پھر اپنے مولیٰ پر کیا کیا امیدیں ہیں ان

سو امید نہیں ہوتی۔ آخر ایک شخص کے باغ میں دم آ لیا۔ وہاں جو مالی تھا اس نے ان کو
آ کر پوچھا کہ کہاں کا قصد ہے۔ اس نے کہا نینوا کو۔ کہا کہ وہاں دوسرے بھائی یونس کا وطن
ہو چکا ہے نینوا کی تعلیم شروع کر دی بس یہ من کر چلے کہ ایسی ہمت ہو۔ ایسا عزم ہو۔ ایسا
استقلال ہو۔

نصرتِ الٰہی کن لوگوں کے لئے ہے — اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ۔ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نصرت الٰہی ان لوگوں کے
لئے ہے۔ جو اللہ کے کاموں میں نصرت کریں۔ اس کے دین کی حمایت کریں۔

(۱) نمازیں سنوار کر پڑھیں چنانچہ صحابہ پر کسی وقت اقامت الصلوٰۃ کی نظیر نہیں ملتی یہی وجہ ہے کہ
صحابہ جو نماز نہ پڑھتا اسے مسلم نہیں سمجھتے تھے۔ اور مسلمان ہونے کا امتیازی نشان گویا یہی قرار دیا گیا چنانچہ
فرمایا فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ یعنی اگر شرک سے توبہ کریں نماز
قائم کرتے رہیں زکوٰۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اور حدیث میں ہے مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا وَ اسْتَقْبَلَ
قِبْلَتَنَا وَ اَكَلَ ذَبِیْحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِیْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَ ذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ (جو ہماری نماز پڑھے گو
اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلم ہے۔ اس کے لئے اللہ کا ذمہ اور رسول کا
ذمہ) پھر ایک اور مقام پر فرمایا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ . . . . اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ
الصَّلٰوةَ۔ مومن وہی ہیں . . . . جو نماز قائم کرتے ہیں۔ دوسری طرف
جب دوزخیوں کو پوچھا جائیگا۔ مَا سَلَكَكُمْ فِیْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ (تمہیں دوزخ میں
کیا شی لے گئی) تو وہ جواب دیں گے ہم نمازی نہ تھے باوجود اس تاکید شدید کے۔ افسوس اس
زمانے میں ہم کے مسلمانوں اور زبان کو کلمہ پڑھنے والوں میں نمازی نہیں۔

(۲) زکوٰۃ با اقساط ادا کرتے ہیں۔

(۳) امر بالمعروف اور

(۴) نہی عن المنکر کرتے رہیں گے

انصار اللہ

میں کل انصار اللہ کو رسالہ تشحیذ الاذہان کے ذریعہ اطلاع دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کام باقاعدہ ہو رہا ہے۔ اور ایک کثیر تعداد انصار کی غیر معمولی جوش کیساتھ اپنا کام کر رہی ہے اور بہت سی جگہوں پر خاص کامیابی ہوئی ہے اور قریباً تیس کے آدمی جماعت میں داخل ہوئے ہیں اور ابھی تک کثرت کیساتھ انصار کی رپورٹوں سے خوشخبری کی روئداد آ رہی ہیں۔ اپنے سوا سو آپ لوگوں کی کامیابی کیلئے خاص طور سے دعا میں مشغول ہوں۔ اور دیکھتا ہوں کہ قبولیت کے آثار ہو رہے ہیں۔ اور وہ روکاوٹیں جو پہلے پیش آتی تھیں خود بخود اٹھ رہی ہیں اور مخالفت کے پردہ چاک ہو رہے ہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ تو عنقریب انصار کی طرف سے ایک بڑی فہرست ان اسماء کی شائع کی جائیگی جو ان کی کوششوں سے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔

مگر باوجود اس خوشخبری کے میں افسوس کرتا ہوں کہ ابھی آپ لوگوں میں سے ایک اچھی خاصی تعداد اپنے کام سے ناواقف ہے۔ اور سمجھتی ہے کہ ہمارے بڑے بڑے بھائی کام کر رہے ہیں۔ میں آپ لوگوں کو سچ سچ بتاتا ہوں کہ کسی کی قبر میں کوئی دوسرا نہیں جائیگا اور ہر ایک شخص اسی کام سے نفع اٹھا سکتا ہے جو اس کے ذاتی عمل سے کیا گیا پس ہوشیار ہو جاؤ اور ان وعدوں کو یاد کرو جو آپ لوگوں نے انصار اللہ کی جماعت میں داخل ہوتے وقت لکھوائے کہ کسی کی بیعت سے کر کے اپنے سلسلے کے حکم پر یک بات لکھ کر جائے۔ اگر نہیں تو پھر تو بعض خدا کی بارگاہ سے کوئی نہیں بھاگ سکتا۔ اگے وعدوں کو توڑ کر کون نفع حاصل کر سکتا ہے اپنی قسم۔ ایمان کو واقف ہو کر اور احسان ظاہر کیا ہو۔ اپنی محبت اور اتفاق کے رشتہ کو مضبوط کر لو۔ تاکہ تم بڑے بڑے انعام کے مستحق ہو۔ تمام احمدی جماعت کی بہتری اور اس کے شیرازہ کے مضبوط رکھنے میں کوشش کرو اور اگر کسی جگہ جھگڑا اور فساد ہو تو اس کے دور کرنے کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اور اپنے پورے زور سے

انکو منع کرو۔ سلسلہ احمدیہ خدا کا بنایا ہوا ہے تم اس کے خادم ہو اور ہر ایک احمدی کی بہتری کا خیال کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری بہتری کا خیال کرے۔ میں سنتا ہوں کہ لوگ آپ لوگوں پر ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کیا بدعت ایک اور پیدا ہوگئی ہے۔ مگر یہ بات نہیں کہ جب تک مخالفت نہ ہو کوئی کام ترقی نہیں پاتا۔ وہ لوگ خود کام نہیں کرسکتے۔ دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اس جماعت کی دیکھا دیکھی وہ بھی کام میں حصہ لیتے اور اس کے پورا کرنے کے لئے کوشش کرتے۔ دونوں طرح ہی کام ہو سکتے ہیں پس خدا پر بھروسہ رکھو اور حضرت خلیفۃ المسیح سے تعلق کو بڑھاؤ کیونکہ خدا ان کو اپنے کام کے لئے چنتا ہے اسکے کلام میں برکت ہوتی ہے۔ نہ معلوم کس وقت کی دعا قبول ہو کے تیر بہدف ہو جائے۔ اگر انصار رپورٹ بھیجنے میں سستی کریں اس سستی کو دور کرنا چاہیئے۔ جہاں جہاں کسی انصار کے ذریعہ سے کوئی شخص جماعت میں داخل ہو وہ فوراً مجھ کو اطلاع دیں۔ اور ہر ایک جگہ ایسے آدمیوں کے ناموں کا ایک رجسٹر رکھا جاوے تاکہ دوسروں کے لئے تحریص کا موجب ہو۔ والسلام خاکسار مرزا محمود احمد

لا تتبعوا خطوات الشیطٰن

۱۔ جناب حضرت خلیفۃ المسیح فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے مجھ سے شکایت کی کہ مجھے وسوسے بہت آتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا چور اسی گھر میں گھستا ہے جس میں مال ہو۔ اگر کچھ نہ ہوگا تو کیوں آتا۔ پس جو دل ہر نقصان سے خالی ہو۔ اس میں شیطان کا کیا کام

۲۔ بعض لوگ شیطان کی ماہیت پر بحث شروع کر دیتے ہیں کہ اسکا جسم کیسا ہے شکل کیا ہے وہ ہے کیا چیز ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے کپڑوں میں سانپ گھس جاوے اور وہ اس کے کاٹنے سے بچنے کی فکر تو کرے نہیں اور اس کی رنگت اور اس کی لمبائی کی تحقیقات شروع کر دے۔

۳۔ شیطان کا سب سے بڑا داؤ یہ ہے کہ وہ شر کو خیر کی صورت میں پیش کرے۔

کسی بزرگ کے سامنے کسی نے شکایت کی کہ ہمارا حاکم ظالم ہے۔ بزرگ نے جواب دیا۔ تم بھی تو ظالم ہو پہلے اپنے ظلم کو دور کرو پھر گلہ کرو۔ کذٰلک نولی بعض الظالمین بعضا۔

ممبران تشحیذ الاذہان اپنے فرائض کی طرف متوجہ ہوں

انجمن تشحیذ الاذہان کے جس قدر ممبر ہیں بموجب قاعدہ کے انکا فرض ہے کہ وہ رسالہ کے خریدار مہیا کریں یا ایک خاص تعداد سٹامپ لیں اور پھر انکے ذمہ کوئی بقایا نہ ہو تاکہ وہ دوسروں کیلئے اسوۂ حسنہ بن سکیں۔

میں بذریعہ اس تحریر کے تمام معزز ممبران کی قومی حمیت سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ دسمبر ۱۹۱۱ء تک دنیا کو دکھا دیں کہ احمدی قوم کے نوجوانوں کے اندر کونسی روح کام کر رہی ہے اپنے ذمہ کا بقایا ادا فرماویں اور چندہ ممبری بھی عطا ہو پھر ہر ایک ممبر کم از کم پانچ خریدار مہیا کرے۔ جو اہل قلم ہیں وہ اپنے قلم کو ہر قسم کی حرکت دیں۔ غرض قدمے درمے سخنے امداد سے پہلو تہی نہ فرماویں۔ ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم میں امید کرتا ہوں کہ دوبارہ یاد دہانی کی ضرورت نہ پڑیگی۔

(اسسٹنٹ ایڈیٹر)

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

اصلی عرق کافور

[illegible]

عرق پودینہ

[illegible]

جلاب کی گولیاں

[illegible]

دردسر ریاحی درد کی دوا

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن [illegible] تاراچند [illegible] اسٹریٹ کلکتہ

نمبر ۱۲ رسالہ جلد ۹

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

قومی ترانہ

سارے جہاں سے اچھا ۔ دارالاماں ہمارا
دارالاماں ہمارا ۔ جنت نشاں ہمارا

جس جا پہ اپنا عیسیٰ اترا ہے آسمان سے
ہے سننے والے سن لے یہ وہ مکاں ہمارا

مسرور قادیاں ہے یہ سرزمین واللہ
ہے لب پہ ذکر جاری ۔ ہے ہر زباں ہمارا

گلہائے معرفت پر ہم بلبلیں ہیں گویا
اب بن چکا نشیمن یہ بوستاں ہمارا

یارب یہ آرزو ہے ۔ پوری ضرور کرنا
مسکن بنے یہاں ہمارا ۔ مدفن یہاں ہمارا

کیا خوف ہے خزاں کا اس بوستاں میں کر
مرزا غلام احمد ہے ۔ باغباں ہمارا

جو کام کر دکھایا مہدی! تیرے قلم نے
وہ کام کر نہ سکتے سیف و سناں ہمارا

حد سے بڑھیں نہایت ایذائیں دشمنوں کی
ناموس حق نے بھیجا پھر پاسباں ہمارا

تم اے زمینی لوگو! نقصان کیا کرو گے
ہے روز اولیں سے زیب آسماں ہمارا

دو دن بھی اور ہے جب ہو گو یک عالم
ان گولیوں کے بدلے پھوٹے خوں ہمارا

برباد ہو رہے ہیں پر مانتے نہیں ہیں
کب بھیجیگا الٰہی ہندوستاں ہمارا

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسماں پر
مدفون ہو زمیں میں شاہ جہاں ہمارا

بھر بھر کے جام عرفاں ۔ ہم کو پلائے مرزا
یہ نور دین یارب یہ داستاں ہمارا

سب خوبیوں میں کامل ۔ پاکوں میں ہیں شامل
محمود ابن مہدی ۔ یہ نوجواں ہمارا

دنیا و آخرت کی ۔ کھیتی یہیں سے ہو گی
صاحبقراں ہوگا ۔ قرآں خواں ہمارا

دکھ درد کی حکایت ۔ دل کھول کر سنائیں
بن جائے کوئی اگر گر رازداں ہمارا

دیس اپنے چھوڑ آئے ۔ ڈیرے یہیں جمائے
ہم قادیاں کے "اکمل" اور قادیاں ہمارا

رسیدات زر

[illegible] جناب پیر بخش صاحب [illegible]
[illegible] جناب شیخ مولا بخش صاحب [illegible]
[illegible] جناب منشی گلاب دین [illegible]
[illegible] جناب منشی محبوب الرحمن [illegible]
[illegible] جناب عبدالرحمن [illegible]
[illegible] جناب رحمت اللہ [illegible]
[illegible] جناب شیخ غلام نبی سیٹھی [illegible]
[illegible] جناب محمد حسین صاحب [illegible]
[illegible] جناب سیکرٹری انجمن حمیہ ملتان [illegible]
[illegible] جناب منشی شاہ محمد صاحب [illegible]
[illegible] جناب بابو منصور الٰہی [illegible]
[illegible] جناب مولوی عزیز بخش [illegible]
[illegible] جناب ڈاکٹر محمد الدین [illegible]
[illegible] جناب بابو عبدالرحمن [illegible]
[illegible] جناب ڈاکٹر رحیم بخش [illegible]
[illegible] جناب شیخ فدا محمد پشاور [illegible]
[illegible] جناب عزت خان [illegible]
[illegible] جناب غلام حسین [illegible]
[illegible] جناب منشی عنایت اللہ [illegible]
[illegible] جناب نیاز محمد [illegible]

[illegible] جناب عنایت اللہ صاحب [illegible]
[illegible] جناب حاجی رحیم بخش [illegible]
[illegible] جناب بابو محمد الدین [illegible]
[illegible] جناب منشی امیر خان [illegible]
[illegible] جناب منشی نور احمد [illegible]
[illegible] جناب مولا بخش [illegible]
[illegible] جناب چوہدری مولا بخش [illegible]
[illegible] جناب شیخ رحمت اللہ [illegible]
[illegible] جناب میر حامد شاہ [illegible]
[illegible] جناب حکیم محمد اکرم [illegible]
[illegible] جناب عبدالعزیز [illegible]
[illegible] جناب امانت اللہ [illegible]
[illegible] جناب چراغ دین [illegible]
[illegible] جناب منشی فضل احمد [illegible]
[illegible] جناب ملک امیر الدین [illegible]
[illegible] جناب سید ناصر شاہ [illegible]
[illegible] جناب حافظ محمد اسحاق [illegible]
[illegible] جناب [illegible] بخش [illegible]
[illegible] جناب فیض الرحمن [illegible]
[illegible] جناب حکیم محمد قاسم [illegible]

[illegible]	جناب مولوی بدرالدین صاحب	[illegible]
[illegible]	جناب عبدالحمید	[illegible]
[illegible]	جناب ڈاکٹر کرم اللہ	[illegible]
[illegible]	جناب سید محمد علیشاہ	[illegible]
[illegible]	جناب مولوی فضل	[illegible]
[illegible]	جناب محمود ظفر صاحب	[illegible]
[illegible]	جناب خلیفہ رشید الدین	[illegible]
[illegible]	جناب پیرزادہ علیشاہ	[illegible]
[illegible]	جناب محمد یوسف	[illegible]
[illegible]	جناب چوہدری شیر علی	[illegible]
[illegible]	جناب ہدایت اللہ	[illegible]
[illegible]	پیر بخش میٹرنری اسسٹنٹ	[illegible]
[illegible]	جناب محمد حسین	[illegible]
[illegible]	جناب عبدالکریم	[illegible]
[illegible]	جناب قمر احمد	[illegible]
[illegible]	جناب حکیم محمد صالح	[illegible]
[illegible]	جناب غلام رسول	[illegible]
[illegible]	جناب عبدالخالق	[illegible]
[illegible]	جناب حافظ نور احمد	[illegible]
[illegible]	جناب ڈاکٹر محمد عیسیٰ بیگ	[illegible]
[illegible]	جناب مبارک علی	[illegible]
[illegible]	جناب ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب	[illegible]
[illegible]	جناب احمد دین	[illegible]
[illegible]	جناب محمد الدین	[illegible]
[illegible]	جناب فضل دین	[illegible]
[illegible]	جناب چوہدری سرفراز خاں	[illegible]
[illegible]	جناب جلال الدین	[illegible]
[illegible]	جناب ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ	[illegible]
[illegible]	جناب منشی محمد اسمٰعیل خاں	[illegible]
[illegible]	جناب بابو محمد یعقوب	[illegible]
[illegible]	جناب ماسٹر غلام محمد	[illegible]
[illegible]	جناب محمد نذیر خاں	[illegible]
[illegible]	جناب کرم علی	[illegible]
[illegible]	جناب محمد اکبر	[illegible]
[illegible]	جناب چوہدری نصر اللہ خاں	[illegible]
[illegible]	جناب عمر الدین	[illegible]
[illegible]	جناب مولوی عبدالمغنی	[illegible]
[illegible]	جناب مولوی محمد علی	[illegible]
[illegible]	جناب اکبر علی	[illegible]
[illegible]	جناب ماسٹر عبدالرحمٰن	[illegible]
[illegible]	جناب مرزا محمد بیگ	[illegible]
[illegible]	جناب سید آدم علی	[illegible]

جناب امرت خان صاحب	[illegible]	جناب محمد الدین صاحب	[illegible]
جناب چوہدری غلام حسین	[illegible]	جناب محمد اسماعیل	[illegible]
جناب علی شیر	[illegible]	جناب شیخ عبد الرحیم	[illegible]
		جناب فتح خان	[illegible]
جناب شیخ محمد عالم	[illegible]	جناب سیٹھ موسیٰ	[illegible]
جناب مولوی فضل الدین	[illegible]	جناب سید محمد	[illegible]
جناب چاچا فضل دین	[illegible]	جناب چوہدری حیات محمد	[illegible]
جناب سید محمد شاہ	[illegible]	جناب لشکر علی خان	[illegible]
جناب سید سردار علی شاہ	[illegible]	جناب تاج الدین	[illegible]
جناب حکیم جمیل احمد	[illegible]	جناب محمد یوسف	[illegible]
جناب برکت علی	[illegible]	جناب سید داؤد شاہ	[illegible]
		جناب سلطان ابراہیم	[illegible]
جناب نظام الدین	[illegible]	جناب چوہدری نظام الدین	[illegible]
جناب صوفی شیخ محمد حسین	[illegible]	جناب کریم بخش	[illegible]
جناب چوہدری اللہ رکھا	[illegible]	جناب محمد یوسف صاحب	[illegible]
جناب محمد خان	[illegible]	جناب مولوی میر محمد سعید	[illegible]
جناب تاج الدین	[illegible]	جناب آغا صفی اللہ	[illegible]
جناب شیخ مظفر حسین	[illegible]	جناب بابو عطا محمد	[illegible]
جناب محمد ابراہیم	[illegible]	جناب شیخ محمد بخش	[illegible]
جناب عبد الکریم	[illegible]	جناب محمد شفیع	[illegible]
جناب چوہدری غلام محمد	[illegible]	جناب چوہدری غلام محمد	[illegible]

[illegible] جناب نواب خان صاحب	[illegible]
[illegible] جناب محمد بخش	[illegible]
[illegible] جناب ابو عطا محمد	[illegible]
[illegible] جناب محمد سلیمان	[illegible]
[illegible] جناب میر احمد شاہ	[illegible]
[illegible] جناب خواجہ کمال الدین	[illegible]
[illegible] جناب سید اسمعیل [illegible]	[illegible]
[illegible] جناب عبد العزیز	[illegible]
[illegible] جناب احمد امین	[illegible]
[illegible] محمد شفیع [illegible] علی	[illegible]
[illegible] جناب عبد العزیز	[illegible]
[illegible] جناب عبد الرحمن	[illegible]
[illegible] جناب پیر [illegible]	[illegible]
[illegible] جناب بدر الدین	[illegible]
[illegible] جناب لیاقت علی	[illegible]
[illegible] جناب منشی حبیب الرحمن	[illegible]
[illegible] جناب بابو مشتاق حسین	[illegible]
[illegible] جناب خدا بخش صاحب	[illegible]
[illegible] جناب [illegible] بخش	[illegible]
[illegible] جناب میراں محمد	[illegible]
[illegible] جناب حکیم محمد انوار حسین	[illegible]
[illegible] جناب نصیر الدین صاحب	[illegible]
[illegible] جناب شیخ محمد حسین [illegible]	[illegible]
[illegible] جناب میرزا امیر اکبر	[illegible]
[illegible] جناب چوہدری محمد خاں	[illegible]
[illegible] جناب میاں دین محمد	[illegible]
[illegible] جناب ظہور الحسن	[illegible]
[illegible] جناب قاضی محمد رشید	[illegible]
[illegible] جناب حکیم غلام علی	[illegible]
[illegible] جناب منشی محمد حسین خاں	[illegible]
[illegible] جناب سلطان احمد	[illegible]
[illegible] جناب منشی [illegible] خاں	[illegible]
[illegible] جناب منشی رحیم الدین	[illegible]
[illegible] جناب شیر [illegible] خاں	[illegible]
[illegible] جناب خواجہ احمد حسن	[illegible]
[illegible] جناب محمد عبد العزیز	[illegible]
[illegible] جناب فتح محمد	[illegible]
[illegible] جناب کریم بخش	[illegible]
[illegible] جناب مرزا محمد اسمعیل بیگ	[illegible]
[illegible] جناب منشی عنایت حسین خاں	[illegible]
[illegible] جناب میاں قدرت اللہ خاں	[illegible]
[illegible] جناب [illegible] علی شاہ خاں	[illegible]

جناب عزیز الرحمن صاحب	[illegible]	جناب [illegible] صاحب	[illegible]
جناب مولوی عبد الحمید	[illegible]	جناب عبد الحی	[illegible]
جناب مولوی نور احمد	[illegible]	جناب شیخ فضل کریم	[illegible]
جناب عبد الصمد خان	[illegible]	جناب محمد اکبر صاحب	[illegible]
جناب مولوی احمد حسن	[illegible]	مولوی محمد قمر الدین	[illegible]
جناب محمد دین	[illegible]	چوہدری حاکم علی	[illegible]
جناب رحیم بخش	[illegible]		

بابت ماہ اپریل

جناب بابو سید [illegible] علی صاحب	[illegible]	جناب [illegible] صاحب	[illegible]
جناب چوہدری [illegible]	[illegible]	جناب سید سعید الدین	[illegible]
جناب منشی عبد الحفیظ	[illegible]	جناب ظہور الدین	[illegible]
جناب فتح محمد	[illegible]	جناب مخدوم محمد صدیق	[illegible]
جناب راجہ بشیر محمد	[illegible]	جناب [illegible] غلام محمد	[illegible]
جناب محمد افضل خان	[illegible]	جناب میاں [illegible] خان	[illegible]
جناب آغا محمد	[illegible]	جناب بابو مظفر حسین	[illegible]
جناب اختر علی	[illegible]	جناب میاں عبد الغنی	[illegible]
جناب عبد الرزاق	[illegible]	جناب [illegible] الدین	[illegible]
[illegible] ابو الفضل [illegible]	[illegible]	جناب منشی غلام محمد	[illegible]
جناب ابو [illegible] الدین	[illegible]	جناب محمد [illegible] حسن	[illegible]
جناب مولوی [illegible] علی	[illegible]	جناب نصر اللہ خان	[illegible]

نام	رقم
[illegible] جناب سلطان محمد صاحب	[illegible]
[illegible] جناب مسٹر نورالدین	[illegible]
[illegible] جناب حاجی [illegible] مولوی [illegible]	[illegible]
[illegible] جناب نبی بخش	[illegible]
[illegible] جناب چوہدری احمد	[illegible]
[illegible] جناب سید [illegible] شاہ	[illegible]
[illegible] جناب چوہدری [illegible] خان	[illegible]
[illegible] جناب عبدالواحد	[illegible]
[illegible] جناب ابوالقاسم [illegible]	[illegible]
[illegible] جناب چوہدری کریم بخش	[illegible]
[illegible] جناب سید حیات علی	[illegible]
[illegible] جناب محمد عبداللہ خان	[illegible]
[illegible] جناب سید [illegible] احمد	[illegible]
[illegible] جناب عبداللہ	[illegible]
[illegible] جناب شیخ محمد اصغر	[illegible]
[illegible] جناب محمد سعداللہ	[illegible]
[illegible] جناب محمد یحییٰ [illegible] محمد یعقوب	[illegible]
[illegible] جناب میاں عبداللہ	[illegible]
[illegible] جناب محمد امین	[illegible]
[illegible] جناب سید تفضل حسین	[illegible]
[illegible] جناب مولوی نور محمد	[illegible]

نام	رقم
[illegible] جناب مسٹر [illegible] خان گوہر صاحب	[illegible]
[illegible] جناب بابو عبدالرحمن	[illegible]
[illegible] جناب شیخ نورالدین	[illegible]
[illegible] جناب ڈاکٹر [illegible]	[illegible]
[illegible] جناب چوہدری غلام قادر	[illegible]
[illegible] جناب بابو عزیز الدین	[illegible]
[illegible] جناب عبدالعزیز	[illegible]
[illegible] جناب چوہدری نور [illegible] خان	[illegible]
[illegible] جناب ابوالقاسم [illegible]	[illegible]
[illegible] محمد عظیم [illegible]	[illegible]
[illegible] جناب مستری عبدالرحمن	[illegible]
[illegible] جناب منشی محمد ابراہیم	[illegible]
[illegible] جناب عبدالحکیم	[illegible]
[illegible] جناب مولوی [illegible]	[illegible]
[illegible] جناب قاضی محمد [illegible]	[illegible]
[illegible] جناب منشی محمد الدین	[illegible]
[illegible] جناب نورالدین	[illegible]
[illegible] جناب مسٹر عبدالعزیز	[illegible]
[illegible] جناب غلام احمد	[illegible]
[illegible] جناب مستری نجم الدین	[illegible]
[illegible] جناب مولوی محمد یعقوب	[illegible]

[illegible]

جناب حکیم محمد دین صاحب	جناب الٰہی بخش صاحب
جناب ڈاکٹر سید محمد اسماعیل	جناب شیخ منظور الدین
شیخ نور بخش	جناب منشی حسن علی
جناب سید دلاور علی	جناب غلام محمد
جناب چوہدری کریم علی	جناب خواجہ جمال الدین
جناب بابو عبد العزیز	جناب محمد اسماعیل
جناب منشی محمد دین	جناب میاں محمد
جناب ملک عبد اللہ	جناب صدیق علی
جناب سید عابد حسین تحصیلدار	جناب عبد اللہ
جناب مولوی عبد القادر	جناب منشی عبد الرحیم
جناب محمد حبیب اللہ	جناب مرزا رسول بیگ
جناب منشی امیر الدین	جناب ملک عباس علی
جناب سلطان احمد	جناب عبد الرحمٰن خان
جناب بابو علی گوہر	جناب چوہدری
جناب منشی فرزند علی	جناب چوہدری مکین
جناب منشی عبد الغنی خان	جناب محمد صغیر
جناب بابو برکت علی صاحب	جناب شمس الدین
جناب رحمت خان	جناب رحمت اللہ
جناب نذر محمد	جناب رحیم بخش
جناب چوہدری غلام احمد	جناب شیخ خدا بخش
جناب میاں لطیف الرحمٰن	جناب عبد اللہ خان

میاں لطیف الرحمن صاحب	[illegible]	جناب مولوی نور حسین صاحب	[illegible]
جناب حاجی منشی قمر الدین	[illegible]	جناب احمد الدین	[illegible]
جناب منشی محمد دین	[illegible]	جناب محمد عبد المجید	[illegible]
جناب حبیب اللہ	[illegible]	جناب شیخ محمد عبد اللہ	[illegible]
جناب ابراہیم	[illegible]	جناب بابو زین الدین	[illegible]
شیخ شیرازی	[illegible]	جناب روشن دین	[illegible]
جناب مولوی امام بخش	[illegible]	جناب قاضی عبد اللطیف	[illegible]
جناب بابو مظفر احمد	[illegible]	جناب مرزا غلام سرور	[illegible]
جناب بابو غلام محی الدین	[illegible]	جناب مولوی عبد الرحیم	[illegible]
جناب غلام مصطفےٰ	[illegible]	جناب غلام حیدر	[illegible]
جناب عبد العزیز	[illegible]	جناب نظام الدین	[illegible]
جناب شمس الدین	[illegible]	جناب محمد سلیمان	[illegible]
جناب شیخ محمد	[illegible]	جناب مولوی سلطان	[illegible]
جناب شاہ دین	[illegible]	جناب احمد دیا	[illegible]
جناب منشی غلام مرتضیٰ خاں	[illegible]	جناب عبد الغنی	[illegible]
جناب منشی فضل دین	[illegible]	جناب عبد الحمید	[illegible]
جناب رحمت علی	[illegible]	جناب چوہدری نبی بخش	[illegible]
جناب میاں امام الدین	[illegible]	بابو محمد اسماعیل	[illegible]
جناب ڈاکٹر محمد ابراہیم	[illegible]	جناب سید صادق حسین	[illegible]
جناب بابو عبد العزیز	[illegible]	جناب مستری کریم بخش	[illegible]
جناب ڈاکٹر محبوب عالم	[illegible]	جناب بابو حیات محمد	[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان رسالہ

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۱ء

ہم مرزا صاحب کو کیا سمجھتے ہیں

دانا انسان جب کسی کام کو شروع کرتا ہو تو سوچ لیتا ہو کہ میں کیا کام کرنے لگا ہوں۔ اور اگر زمانہ کی رو دشمنوں کی ہنسی کا موجب ہوتا ہو جنہوں نے حضرت مسیح موعود کو قبول کیا ہو۔ ایسے مخفی ہو کر اس بات کو خوب سمجھ چکے ہیں کہ ہم جو کچھ کیا کہتے ہیں۔ بعض دفعہ دشمن جو یہ سوال کر بیٹھتا ہے کہ آپ مرزا صاحب کو کیا سمجھتے ہیں تو اسکا جواب بعض لوگ تو انہیں دے سکتے۔ اور بعض دفعہ چالاک دشمن خود حضرت صاحب کے متعلق تو ال جانے اور کیکر تا ہے بین کو مطابق کر کے دکھاؤ ہر ایک کا کام نہیں ہوتا [illegible] غریب ناخواندہ یا کم علم لوگ بہت مشکل میں پڑ جاتے ہیں لیکن اگر یہ مسئلہ پہلے ہی حل ہو چکا ہو تو پھر کسی کو جواب دینے میں دقت نہ ہو اور ہر ایک احمدی بڑی آسانی سے مخالف کے اعتراض کا جواب دے سکے۔ اسلئے میرا ارادہ کیا ہے کہ حضرت صاحب کے دعاوی اور الہامات کو جمع کر دوں تاکہ لوگ سادہ اپنے خیالات کو اس مسئلہ کے متعلق پختہ کر لیں

یہ بات تو صاف ہی ہے کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود تھے اور ہم ساتھ ہی اسکے نبی بھی تھے

لیکن یہ سوال قابل غور ہے کہ رسول کریم کے ساتھ آپ کا کیا تعلق تھا۔ اس بارہ میں جس طرح احادیث میں بظاہر اختلاف ہے اسی طرح حضرت صاحب کے اقوال میں بھی بظاہر اختلاف نظر آتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم ان میں تطبیق پیدا کریں۔

حضرت صاحب کی کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف تو آپ اپنے آپ کو امتی کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایں ع یک قطرہ ز بحر کمال محمد است۔ اسی طرح فرماتے ہیں ع خاکم نثار کوچۂ آل محمد است۔ اسی طرح ارشاد کرتے ہیں ع وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے ملاحظہ اس قسم کی کئی عبارتیں آپ کی کتب میں پائی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے آپ کو کچھ بھی نہیں سمجھتے۔

لیکن ساتھ ہی جب اور کتب کو دیکھا جاتا ہے اور دیگر ابیات پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ یوں بھی فرماتے ہیں۔ ع منم مسیح زمان و منم کلیم خدا۔ منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد۔

اسی طرح فرماتے ہیں کہ ع

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں — نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار
اک شجر ہوں جس کو داؤدی صفت کے پھل لگے — میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار
سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں — اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار
دیکھتا ہوں اپنے دل کو عرش رب العالمین — قرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اترا مجھ میں یار
روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک — میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار

اسی طرح آپ خطبہ الہامیہ میں فرماتے ہیں۔

انی نزلت بمنزلة من ربی لا یعلمها احد من الناس۔[1] و ان سری اخفی و انئی من اکثر اهل الله فضلا عن عامة الاناس۔

[1] اور میں اپنے رب کے اس مقام پر نازل ہوا ہوں جس کو انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا اور میرا بھید اکثر اہل اللہ سے بھی پوشیدہ اور دور تر ہے قطع نظر اس کے کہ عام لوگوں کو اس کا پتہ لگے

فلا تقیسونی باحد ولا احدا بی۔ وانما انی ربی احمد فاحمدونی ولا تشتمونی ولا توصلوا امرکم الی الابلاس۔ ومن حمدنی وما غادر من نوع حمد فما مان۔ ومن کذب ھذا البیان فقد مان۔ واغضب الرحمن۔ وجعلنی مظھر النبی المھدی الاکرم۔ فانی علی مقام الختم من الولایۃ کما کان سیدی المصطفیٰ علیٰ مقام الختم من النبوۃ۔ وانہ خاتم الانبیاء وانا خاتم الاولیاء۔ لا ولی بعدی۔ الا الذی ھو منی وعلی عھدی۔ وانی ارسلت من ربی بکل قوۃ وبرکۃ وعزۃ۔ وان قدمی ھذہ علی منارۃ ختم علیھا کل رفعۃ۔ پھر اسی کتاب میں فرماتے ہیں۔ ثم علموا ان نبینا

مجھ کو کسی دوسرے سے قیاس مت کرو اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ اور میرا رب ہے جس نے مجھ کو احمد رکھا ہے پس میری تعریف کرو اور مجھے دشنام مت دو اور اپنے امر کو نومیدی تک مت پہنچاؤ اور جو شخص میری تعریف کرے اور کوئی قسم تعریف کی نہ چھوڑے تو اس نے جھوٹ نہیں بولا اور جو شخص اس بیان کو جھٹلاوے پس اس نے جھوٹ بولا اور خدا کے غضب کو بھڑکایا اور خدا نے مجھ کو مہدی اکرم کا مظہر بنایا اور میں ولایت کے سلسلہ کا ختم کرنے والا ہوں جیسا کہ ہمارے سید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے تھے۔ اور وہ خاتم الانبیاء ہیں۔ اور میں خاتم الاولیاء ہوں۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں۔ مگر وہ جو مجھ سے ہوگا۔ اور میرے عہد پر ہوگا۔ اور میں اپنے خدا کی طرف سے تمام تر قوت اور برکت اور عزت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں اور یہ میرا قدم ایک ایسے منارہ پر ہے کہ اس پر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے اور بیان کر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ پانچویں ہزار برس

صلی اللہ علیہ وسلم کا بعث فی الالف الخامس کذالک بعث
فی آخر الالف السادس باتخاذہ بروز المسیح الموعود۔
اسی طرح فرماتے ہیں فثبت من ھذا ان المسیح الموعود مظہر الحقیقۃ
المحمدیۃ۔ ونازل فی الحلل الجلالیۃ۔ فلذالک علّق ظہورہ عند الالف
ظہور نبیہ المصطفیٰ۔ پھر فرماتے ہیں ولما کان المسیح الموعود لوجود نبیّنا
کالمرآۃ وتتمۃ امرہ لاشاعۃ البرکات واظہار الاسلام علی الادیان
کلہا بالآیات۔ شکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم سعیہ کشکر الآباء للابناء
اسی طرح اسی کتاب میں فرماتے ہیں فاتخذ علی طریق البروز مظہر الاسم احمد
وجعلہ کالعین فی اسمہ وماھیتہ۔ اسی طرح فرماتے ہیں کہ من فرّق بینی وبین
المصطفیٰ فما عرفنی وما رأی۔ غرضیکہ سینکڑوں مقامات میں آپ اپنے آپ کو کل
انبیاء کا جامع قرار دیتے ہیں اور یہ شان رسول اللہ صلعم کے سوا اور کسی نبی کو حاصل نہیں ہوئی اسی طرح آپ
دعویٰ یہ ہے کہ میں ہی رسول اللہ ہوں۔ حضرت کا بروز کامل ہوں اور مظہر اتم ہوں۔ اور ایک
آئینہ ہوں جس پر رسول اللہ کی کل اشکال کا عکس پڑتا ہے۔ پھر یہ بھی دعویٰ فرماتے ہیں۔ کہ میں خود

میں مبعوث ہوئے۔ ویسا ہی مسیح موعود کی بروزی صورت اختیار کرکے چھٹے ہزار کے آخر میں مبعوث
ہوئے۔ پس یہاں سے ثابت ہوا کہ مسیح موعود محمدی حقیقت کا مظہر ہے۔ اور جلالی حلوں میں نازل ہوا ہے
اسی لئے خدا کے نزدیک اسکا ظہور نبی مصطفیٰ کا ظہور ہوا ہے۔ پھر فرماتے ہیں اور چونکہ مسیح موعود نبی کریم کے
وجود کا آئینہ اور برکات کی اشاعت اور تمام دینوں پر اسلام کے غلبہ سے آنجناب کے امر کا تمام کرنیوالا
تھا لہٰذا نبی کریم نے اسکی کوشش کو پسند کیا جیسا کہ باپ بیٹوں کی کوشش کا شکر کرتے ہیں۔ پس اسکو
بطریق بروز احمد نام کا مظہر بنایا اور نام و ماہیت میں اس کی مانند ہوا۔ اور جو شخص مجھ میں
اور مصطفیٰ میں تفریق کرتا ہو۔ اس نے مجھ کو نہیں دیکھا اور نہیں پہچانا ہے۔

کو مظہر ہوں اور سر سے پیر تک وہ مجھ میں سما گیا ہو۔ اسی طرح اوائی فرماتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ اور مجھ میں کسی قسم کا فرق کرتا ہو وہ گمراہ ہے اور فرماتے ہیں کہ مجھ کو ہر قسم کے انسانی کمالات ملے ہیں۔ اور جو اس کا انکار کرے وہ بے دین ہے

انہی عبارتوں پر بس نہیں۔ آپ کے الہاموں کو ہم دیکھیں تو وہاں بھی اسی کی تائید پائی جاتی ہو چنانچہ حضرت کو اپنی نسبت الہام ہوا کہ دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی انت منی بمنزلۃ عرشی انت منی بمنزلۃ ولدی لولاک لما خلقت الافلاک انا اعطیناک الکوثر۔ اراد اللہ ان یبعثک مقاما محمودا جری اللہ فی حلل الانبیاء۔

اب غور طلب یہ بات ہے کہ ان دونوں قسم کے اقوال میں تطبیق کیا ہو اور ہم حضرت مسیح موعود کو کیا سمجھیں۔ سب سے پہلے جو بات ہمیں معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ جن اقوال میں انکسار پایا جاتا ہے وہ سب حضرت صاحب کے نثر میں ہیں۔ اور اشعارات میں انکساری الفاظ نہیں پائے جاتے ہیں کہ وہ دوسرے اقوال کہ بہت قوت مشتمل ہیں۔ دوسری بات جو غور کرنے کے سامنے آتی ہے یہ ہے کہ پہلے اقوال قریبا کل اشعار میں بیان کیے گئے ہیں۔ اور دوسرے نثر اور نظم دونوں میں۔ اور شعر کو نظم پر فضیلت ہوتی ہے کیونکہ نظم جذبات عشقیہ کو اظہار کرتی ہے۔ اور جس کے جوش میں عاشق اپنے معشوق کے لیے جو الفاظ برتتا ہے وہ اور وقت میں استعمال نہیں کرتا۔ اس بات پر بھی غور کر کے وہ انسان معلوم کرتا ہے کہ وہ اقوال جن میں حضرت صاحب نے اپنا رتبہ بتایا ہے پہلے انکساری اقوال سے زیادہ قابل شمار ہیں۔

لیکن سوال یہ ہو کہ آیا پہلے خیالات غلط ہیں یا دوسرے۔ پہلے تو آپ فرماتے ہیں کہ میں کچھ بھی نہیں۔ رسول اللہ کا خاک پا ہوں۔ اور آپ کی آل کا غلام ہوں اور دوسرے اقوال میں فرماتے ہیں کہ میں تو مظہر تام ہوں۔ آپ میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں۔ اور جو کوئی فرق کرتا ہے جھوٹا ہے

اس عقدہ کے حل کرنے کیلئے ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں خود حضرت صاحب کے ابیات کو

ہی اس کا اصل رہا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود ہی کے صفحہ ... پر آپ ایک الہام درج کرتے ہیں کل برکۃ
من محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتبارک من علم وتعلم۔ یعنی ہر ایک برکت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ملتی ہے اور آپ کی رسالت کے بغیر انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کے کسی حصہ کو
حاصل نہیں کر سکتا اور یہ استاد یعنی رسول اللہ صلعم بڑے برکت والے ہیں اور یہی حال شاگرد یعنی
مسیح موعود بھی بہت برکت والا ہے۔ جگہ جگہ یہ تیرے پر کل برکتیں رسول اللہ ہی کی طرف سے ہیں اور
بعد میں رسول اللہ اور مسیح موعود دونوں کو ملا کر ایک ہی لفظ فرمایا ہے جس میں اشارہ ہے
کہ حقیقتاً کل برکات رسول اللہ کی ہیں لیکن مسیح موعود شاگرد ہونے کی وجہ سے آپ کے فیض سے
مستفیض ہوا ہے۔ مگر آپ کا کل علوم کو اس نے اخذ کیا ہے۔ اس طرح دونوں میں دو نسبتیں قائم
ہو گئی ہیں ایک تو نسبت تعلیمی اور دوسرے نسبت علمی۔ نسبت تعلیمی کے لحاظ سے تو مسیح موعود بطور شاگرد
ہے اور رسول اللہ کے مقابل میں کچھ بھی نہیں کیونکہ اس کا کل علم رسول اللہ کے چشمہ فیض سے ہی نکلا ہو
جیسا کہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ ایک استاد میں سے کسی طالب علم کو نکلا ہو جب وہ طالب علم بھی تعلیم
سے ہو چکے تب بھی وہ نسبت تعلیمی کے لحاظ سے اپنے استاد کے سامنے دو زانو بیٹھتا ہی اور یہی
کہتا ہے کہ آپ تو میرے علم میں اس کو بڑھ گیا ہوں بلکہ ہمیشہ اسی بات کا اظہار کرتا ہے کہ میں آپ کا غلام ہوں
اور آپ کی اولاد کا بھی غلام ہوں کیونکہ یاد ہو اس علم کے حاصل ہونے میں استاد کا احسان اس کے
سر پر ہے۔ اور جو شاگرد نہیں وہ احسان سے ... ہمیشہ جوش دکھاتا ہے استاد کو محسن اور شاگرد کو
محسن کا ... ہو۔ اسی طرح ایک موجد ہو جو دماغ سے ایک ایجاد کرتا ہو اور اگر کسی انجینئر سے اس کا
ہو تو گو کہ جس ... اسی اس انجینئر کو سکھا دیا۔ تبھی تو وہ اسکے بنانے پر قادر ہو۔ لیکن پھر بھی
وہ موجد موجد ہی ہے اور وہ انجینئر انجینئر ہی ہو۔ نسبت تعلیمی کے لحاظ سے وہ انجینئر اس کے
کے ... نہیں ہو سکتا۔ گو نسبت علمی میں دونوں برابر بھی ہو جائیں۔ اسی طرح رسول اللہ تو استاد
اور موجد کی حیثیت رکھتے ہیں اور مسیح موعود شاگرد اور ... کی نسبت تعلیمی کے لحاظ سے تو آپ کیسے
یہی مناسب تھا کہ آپ نے ... کہ من ... آل محمد است۔ اور نسبت علمی کے لحاظ سے

بھی درست تھا کہ آپ فرماتے کہ حضرت محمد رسول اللہ کو مجتبیٰ بنا دیا کیونکہ رسول اللہ نے کشفی طور سے اپنے علوم کا آپ کو وارث کر دیا اور یہ ضروری بھی تھا کیونکہ جب مسیح موعود کو وہی کام سپرد ہونا تھا جو رسول اللہ کو سونپا تھا اور کل دنیا کی ہدایت آپ کا کام تھا اور بموجب احادیث شیطان کے آخری حملہ کو رد کرنے کے لئے آپ کی بعثت ہوئی تھی تو ضرور تھا کہ وہ علوم حقہ کے ذریعہ سے رسول اللہ نے اپنے زمانہ میں شیطان کا مقابلہ کیا مسیح موعود کو بھی دیئے جاتے ہم کہہ چکے ہیں کہ وہ ایک بار شیطان کا مقابلہ کر کے اسے چوک کر دو۔ پس پہلی قسم کے اقوال تو آپ نے نسبت تعلیمی کے لحاظ سے کہے ہیں۔ اور شاگرد کا بھی یہی حق ہے کہ اپنے استاد کے لیے اس قسم کے الفاظ استعمال کرے۔ یہی نمونہ خیالات آپ نے نظم میں ادا کئے ہیں کیونکہ وہ جوش عشق کا وقت ہوتا ہے اور دوسری خیالات کا اظہار نظم و نثر دونوں میں ہے۔ اور الہامات میں انکی تائید پائی جاتی ہے

اگر یہ اعتراض کیا جاوے کہ پہلی قسم کے استاد و شاگرد کے تعلق سے یہاں کیونکر مراد ہو سکتی ہے کیونکہ وہاں تو استاد دیکھتا ہے کہ اپنا علم دیکر فارغ ہو جاتا ہے لیکن رسول اللہ کی شاگردی سے انسان فارغ نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ کا علم ہر روز ترقی کر رہا ہے پس جو شخص کل آپ کے علوم کا محتاج تھا آج بھی ہے۔ اور جس قدر ترقی کرتا جاوے محتاج رہیگا کیونکہ تیرہ سو سال ہو گئے کروڑوں آدمی آپ سے روحانی فیض لے چکے ہیں اور ہر روز آپکی ترقی اور بڑھ رہی ہے۔ پس دوسرے استادوں کی طرح آپ کے شاگرد آپ کے کل علوم کے وارث ہو کر بھی آپ سے مستغنی نہیں ہو سکتے بلکہ ہر روز آپ کے علوم نئے کی اتباع سے حاصل کرنے پڑتے ہیں۔

اس عقدہ کے حل کرنیکا ایک تو یہی طریق ہے جو میں نے اوپر درج کیا ہے۔ اور ایک دوسرا طریق بھی ہے جیسے حضرت صاحب نے کئی کتب میں اختیار کیا ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ کو بادشاہ قرار دیا جاوے اور مسیح موعود کو وزیر جسے بادشاہ نے اپنی غیر حاضری کے وقت مقرر کیا ہو۔ پس باوجود اس کے کہ وزیر بادشاہ کی غیر حاضری کے وقت ویسا ہی با اختیار ہوتا ہے جیسا کہ بادشاہ اور اسی طرح سیاہ و سفید بادشاہ کو اختیار رہتا ویسا ہی [illegible]

نوٹ: چنانچہ لیظہرہ علی الدین کلہ۔ مقدر تھا ہونے کا ثبوت ہے

لیکن اگر غور کریں تو وہ آقا بھی غلام ہوتا ہے کیونکہ غلام وہ افسر بھی بادشاہت میں شریک وزیر اعظم ہیں اور بادشاہوں میں وہ صفتیں پائی جاتی ہیں مگر اس لحاظ سے دیکھیں کہ کل اختیارات وزیر اعظم کو بادشاہ کے طفیل ملے ہیں۔ اور وہ اس کے ساتھ غلام یا ماتحت کی نسبت رکھتا ہے اور اگر حکم اور قبضہ اور قدرت کی نسبت کریں تو بادشاہ کی فیصلہ طاقت میں اس وزیر اعظم اور بادشاہ میں ایک ذرہ بھر بھی فرق نہیں۔ پس مسیح موعود نبی اللہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس لحاظ سے کہ آپ کے تمام کمالات اور اختیارات رسول اللہ کی طرف سے ہیں آپ غلام اور امتی کہلاتے ہیں اور اس لحاظ سے کہ آپ اسی کام پر مامور ہو کر آئے ہیں جس پر رسول اللہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے دشمنوں کو بھی عذاب اور ذلت اور رسوائی کی خبریں دیں جیسی کہ رسول اللہ کے مخالفین کو دی گئی تھیں اور آپ سے بھی نصرت کا وعدہ کیا جو رسول اللہ سے تھا۔ آپ کہتے ہیں من فرق بینی وبین المصطفٰی فما عرفنی وما رأی۔

علاوہ ازیں ایک تیسرا راہ بھی ہے جس کے لحاظ سے یہ مسئلہ طے ہو سکتا ہے۔ جس طریق کی طرف بھی اور حضرت کی کتب میں اشارہ کیا گیا ہے آپ جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں خطبہ الہامیہ میں فرماتے ہیں کہ لما کان المسیح الموعود لوجود نبینا کالمرآۃ لشکل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ... پس آپ کے وجود کو ایک آئینہ سے مشابہت دی ہے آئینہ جب کسی چیز کے سامنے آئے تو اس کا عکس پیدا ہوتا۔ گویا اس چیز کا منظر قائم ہو جاتا ہے پس اگر ہم اس مثال پر غور کریں تو سب بات صاف ہو جاتی ہے کیونکہ انبیاء کا وجود اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے اخلاق کے اظہار کرنے میں ایک آئینہ کا کام دیتا ہے اور اصل صفات یا حسن اور جلال تو خدا کا ہوتا ہے وہ اس کے حضور میں ایک آئینہ کی مانند ہو جاتے ہیں اور اس کا نور اس طرح اظہار کرتے ہیں کہ اس کا جلال ایک مدت کے بعد ... ہی نظر ... سمجھتے ہیں ... ہو کسی زمانہ میں زیادہ جلال ہوتا ہے اور کسی میں کم۔ اسی طرح انبیاء میں بھی کوئی زیادہ جلال رکھتا ہے اور کوئی کم اور رسول اللہ چونکہ خاتم الانبیاء تھے اور سب سے بڑھ کر آپ نے اپنا وجود اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے بالکل مٹا دیا تھا۔ ایسے صاف اور طیب اور مصفٰی ہو گئے تھے کہ جیسا عکس آپ نے صفات و اخلاق الٰہی کا حاصل کیا اور جس طرح کہ آپ میں اللہ تعالیٰ کا حسن نظر آتا ہے اور کسی نبی میں وہ شان نہیں پائی

جاتی۔ آپکے بعد ہو کر نبوت مستقلہ کا سلسلہ بند ہو گیا۔ سو اب جو عکس الٰہی کو اپنے دل پر ڈالنا چاہے۔۔
نبی کے وہ دیا کر سکتا ہو۔ اب کسی اور کی سمت میں ہو کسی نے وہ جلاء و صفائی حاصل نہیں کی جیسے
کہ مسیح موعود نے اپنے دل کو ایسا صاف کر دیا کہ صرف بعض نبیوں کے مظہر ہی نہیں بلکہ مسیح موعود اپنی صفائی قلب
کے کمال اور مکمل ہونے کی وجہ سے آپکے کل نقشہ کا مظہر ہو۔ اور اس نے ایسی جلا پائی کہ ہر ایک کمال آپکے
نور کے دل پر جا پڑیں۔ اور ... تو ... ایک نبی دنیا پر ظاہر ہوتی اور اسی ... خلاف
پہلے انبیاء کے آپ کل دنیا کی بہتری کا کام سپرد ہوا۔ اور ہر ایک قوم اور ہر ایک ملک کی طرف۔۔
مبعوث ہوئے اور چونکہ آپ سے کامل مشابہت رکھنے کے آپکی طرح اس حکم کے ماتحت آئے۔ کہ تبارک
الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔ اور یہ تو قاعدہ کا ایک عام مسئلہ ہے۔ کہ
جب ایک شکل کی عکس دوسری جگہ کامل طور پر پائی جاوے تو پھر بھی وہی حکم لگایا جاتا ہے پس جب مسیح موعود
نے اپنا آپ رسول اللہ کے کل نقش کو اپنے اوپر منقش کیا۔ تو جس طرح آپکو ان کمالات کے حصول پر
کل دنیا کی طرف نذیر کر کے بھیجا گیا تھا۔ مسیح موعود کو بھی کل دنیا کی طرف مبعوث کیا گیا لیکن آپ
میں جو نقشہ نظر آتا ہو۔ وہ سب رسول اللہ کا ہو۔ اور رسول اللہ میں جو نقشہ نظر آتا ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کا
ہو۔ اسکی مثال ایسی ہو کہ ایک تالاب پر سورج چڑھا ہوا ہو۔ تو اس پانی میں سورج کا نقشہ نظر آجاویگا
اور اگر اس تالاب کے اوپر ایک آئینہ رکھیں تو اس آئینہ میں بھی وہی عکس نظر آئیگا۔ لیکن شرط یہ ہے
کہ اس تالاب کے مقابل میں آئینہ کو رکھا جاوے۔ اسی طرح رسول اللہ ایک تالاب ہیں کہ جن پر خدا کا عکس پڑ
رہا ہو اور مسیح موعود ایک آئینہ ہے کہ جو اس تالاب سے عکس حاصل کر رہا ہو گو اس آئینہ پر بھی وہی نور الٰہی
جلوہ گر ہے۔ مگر چشمہ محمدی سے فیضان حاصل کرکے اگر اس آئینہ کو چشمہ محمدی سے دور کر دیں تو پھر کچھ
بھی نہیں رہتا پس باوجود اس کے کہ مسیح موعود کل نقش محمدی کو ... ہے اسکی اپنی ذات کچھ بھی
نہیں۔ اور باوجود اس کے کہ کامل اور تام طور پر وہ کل نقش ... پھر جاگتا ہے۔ مسیح موعود رسول اللہ کا مظہر
اتم ہو۔ اور یہ غلطی ہے دونوں میں فرق کرنا ... ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک
اگر تو نہ ہوتا تو میں زمین و آسمان بھی نہ پیدا کرتا۔ اور یہی شان محمدی ہو۔ پھر ان دونوں میں کیا فرق ہے

اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول کریم سے ایسی مشابہت دی ہے کہ جیسا آپ کے ختم نبوت کا عقیدہ تھا آپ کو بھی ختم رسالت
کا عقیدہ دیکر ایک ایسی مشابہت تامہ پیدا کر دی کہ جس آدم سے ختم نبوت شروع ہوا تھا وہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اس سے بڑھ کر
اور کیا وجہ ہو گی کہ جس طرح رسول اللہ کے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا تھا جب تک آپ کی اطاعت اور
حکومت کا جوا اپنی گردن پر نہ اٹھائے اور جب تک آپ کے نقش قدم اپنے دل پر منعکس نہ کرے اسی طرح
مسیح موعود کے لئے بھی یہ درجہ مقرر فرمایا کہ آئندہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ
مسیح موعود کے نور کو اپنے سینہ پر نہ ڈالے جب تک کہ مسیح موعود کی محبت اپنے دل میں نہ بٹھا لے کوئی شخص نہیں ہو سکتا
جب تک رسول اللہ کی محبت کو نہ بٹھالے اس کی روحانیت درست نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح رسول اللہ کے متبعین میں کوئی شخص
نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں اسے کوئی قبولیت حاصل ہو سکتی ہے جب تک مسیح موعود کی
فرمانبرداری کی مہر اس کے دل پر نہ ہو۔

مذکورہ بالا طریقوں سے حضرت صاحب کے دونوں قولوں کی ایسی مطابقت ہو جاتی ہے
کہ ہر ایک نکتہ کو ان کے ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اس لحاظ سے کہ رسول کریم بادشاہ
ہیں اور مسیح موعود رعیت۔ اور اس لحاظ سے کہ وہ استاد ہیں اور یہ شاگرد۔ اور اس لحاظ سے کہ وہ
جو کچھ اللہ تعالیٰ سے نور حاصل کرتے ہیں وہ آپ کے واسطہ سے۔ آپ فرماتے ہیں۔ اور وہ تمام باتیں
ہیں کہ جو اوپر میں نے بیان کیا ہوں ایسی ہی روایت ہے اور اس لحاظ سے کہ آپ اس زمانہ کے
لئے کل وہ تعلیمات و نشانات لیکر آئے ہیں جو رسول اللہ لیکر آئے تھے۔ اور اس لحاظ سے کہ آپ
نے دل سے استفادہ حاصل کیا کہ رسول اللہ کے کل نقش اپنے اوپر منعکس کر لئے اور اس لحاظ سے کہ رسول
اللہ کی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم الاولیاء قرار دیا۔ آپ رسول اللہ کے مظہر اتم ہیں۔ اور جو ان
دونوں میں فرق کرتا ہے وہ غلطی پر ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی جماعتوں کو بھی ایک ہی
جگہ ہم میں مشابہ قرار دیا۔ پس آپ کے اقوال میں کوئی اختلاف نہیں اور بالکل مطابق ہیں۔ اور
مذکورہ بالا طریق ہی ہمارا ایمان ہے۔ اور ہر ایک مسئلہ کو ہم اسی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ ہم مسیح موعود کو
رسول اللہ کا ظل اور مظہر اتم جانتے اور یقین کرتے ہیں۔

مرزا محمود احمد

پارسی مذہب

جیسا کہ میں پچھلے پرچہ میں لکھ چکا ہوں میں نے ارادہ کیا ہے کہ آئندہ ناظرین کی دلچسپی اور فائدہ کے لئے ہر رسالہ میں کسی مذہب کا حال بیان کیا جاوے تاکہ ناظرین رسالہ مذاہب مختلفہ سے کماحقہٗ واقف ہو جاویں۔ اور اسی طرح کسی مذہب کے پیرو سے گفتگو کرنے میں کوئی پریشانی حاصل نہ ہو بلکہ اس کے اعتقادات سے کماحقہٗ اس طرح واقف ہوں کہ کسی مذہبی گفتگو کے پیش آنے پر اس کا جواب دے سکیں۔ اس سلسلہ کا پہلا مضمون پارسی مذہب ناظرین رسالہ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ پارسی مذہب کے پیرو پارسی گو تعداد میں ایک لاکھ کے قریب بھی نہیں لیکن ہندوستان میں جو وقعت اور دنیاوی اعزاز ان کو حاصل ہے وہ بہت سی بڑی بڑی قوموں کو حاصل نہیں۔ ہندوستان میں کوئی گروہ بھی ایسا نہیں جس کے افراد میں ایسی ایک کثیر تعداد اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو۔ یہ لوگ تجارت میں بہت مشہور ہیں اور ان کے بعض افراد نے ملک کی بہت بڑی خدمات کی ہیں۔ ان میں تعلیم کا بہت شوق ہے اور یہ بہت کم تعداد میں ہونے کے باوجود ہر جگہ عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ اور دوسری قوموں میں زیادہ تر تجارت کی طرف توجہ کی ہے۔

پارسیوں کا اکثر حصہ بمبئی اور گجرات میں آباد ہے۔ اور کچھ حصہ ایران میں آباد ہے۔ کل ہندوستان میں ان کی آبادی نوے ہزار کے قریب ہے۔ پارسی مذہب کے پیرو ہمیشہ پارسی ہی ہوتے ہیں لیکن پارسی اپنا مذہب پھیلاتے نہیں اور جیسا کہ ہندوستان میں کوئی ہندو نہیں بن سکتا اسی طرح کوئی پارسی نہیں بن سکتا۔ نہ ہی غیر پارسیوں کو ان کی عبادت گاہوں میں جانے کی اجازت ہے۔ ہاں بعض خاص صورتوں میں کچھ شامل ہونے کی اجازت ہوتی ہے۔

پارسیوں کے متعلق اس وقت کے بعض ماہرین کی تحقیق ہے کہ ...

ہو کہ یہ بھی کوشش ہو اور شروع شروع میں ہر ایک کام میں مشکلات ہوا ہی کرتی ہیں اس
طرح میں چاہتا تھا یہ مضمون تیار نہیں ہو سکا اور باوجود کوشش کے بعض ضروری حصص نامکمل
رہ گئے ہیں لیکن تا ہم امید ہے کہ یہ اچھا ہو کر پانچ صفحات میں کسی مذہب کے کل ہدایت کنندہ حالات
و اعتقادات کو اکٹھا کرنا کوئی آسان کام نہیں پھر زیر نظر ہوا اس مذہب کے لیے بھی اس میں تمام و کمال
سامان ہو جو چاہئے کہ ایک مذہب کے تمام ایسے حالات یکجا اور وہ بھی ایک ایسے مذہب کے
حالات جو کہ قریباً دنیا سے مٹ چکا ہو۔ پس ہم جناب مولوی سید علی شاہ صاحب کے مشکور
شکر گزار ہیں کہ مسلمین سماری کی طرف سے بھی اور ناظرین سماری کی طرف سے بھی اور کرتا ہوں جن کی کے
ذریعہ میں یہ مضمون مجھ کو حاصل ہوا ہے . . . . (ایڈیٹر)

پارسی مذہب دنیا کی تاریخ میں ایک بڑا کام کر چکا ہے اس وقت بھی یہ لوگ ہندوستان میں ایک
معزز قوم گنے جاتے ہیں پس اس لحاظ سے ان کے مذہب کے متعلق کچھ لکھنا ناظرین رسالہ کے خیال میں فائدہ
سے خالی نہ ہوگا اس مذہب کے متعلق جو کچھ ہم لکھیں گے ہم ایک باتوں کی طرف نہ جائیں گے بلکہ ان امور کی نسبت
کچھ تحریر کریں گے جو کہ ان کی مذہبی کتب اور تواتر قومی کی شہادت سے ثابت شدہ ہیں۔ تاکہ ناظرین کو
اس مذہب کی بھی حقیقت معلوم ہو جاوے۔

ایمان باللہ | سب سے پہلا اصول ہر ایک مذہب میں ہستی باری تعالیٰ پر ایمان ہے پارسی لوگ بھی سب
اور مذاہب کے پیروان معروف سامی اقوام یعنی آریوں کی طرح خدا تعالیٰ کی نسبت یہی اعتقاد
رکھتے ہیں کہ ایک ہی ذات کامل صفات ہے جس کا نام اہورا مزدا[1] (یعنی حی و قیوم اور علیم) ہے جو
زمین و سموات کا خالق و مالک ہے۔ اوستا[2] کے پہلے حصہ یعنی گتھا میں جو زرتشت کی دعائیں ہیں
ان کو دیکھ کے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہورا مزدا کو تمام نیکیوں کا منبع اور سرچشمہ مانتا ہے اور اسی کو اپنا مطلب
و مقصود یقین کرتا ہے۔ مگر اوستا کی دوسری کتابوں سے یہ عقیدہ بھی ثابت پایا جاتا ہے کہ اہورا مزدا کے
مقابل ایک دوسرا خدا بھی ہے جو اہرمن کی طرح شر کا بانی اور بدی اور تاریکی کا منبع ہے اور

[1] اہورا مزدا کو ہرمزد بھی کہتے ہیں [2] ان کی مذہبی کتاب

خالق ہو اور جس کا نام انگرہ مینش (اہرمن) ہو چنانچہ لکھا ہے کہ ابتدا میں دو خود مختار طاقتیں تھیں۔
ایک خالق نیکی اور نور۔ دوسرا خالق بدی اور تاریکی۔ اس جہان میں وہ تمام اسباب جو کہ زندگی اور خوشی کے
قائم کرنیوالے ہیں۔ ان کا خالق اور منبع ہرمزد ہے اور وہ تمام اسباب جو کہ موت اور بدی کا موجب
ہیں۔ ان کا سرچشمہ اور خالق اہرمن ہے چنانچہ لکھا ہے کہ ہرمزد اور انگرہ مینش دونوں یکجا ہیں کہ ہرمزد کا تخت گاہ غیر متناہی
روشنی اور نور کے درمیان مستقل بہشت میں ہے۔ اور اہرمن کا تخت ظلمات غیر محدود دوزخ کی تاریکی کے
درمیان نہایت سرد شمال میں ہے۔" اور اسی طرح ہرمزد یوں کہتا ہے۔ "میں اور نہایت محمود خالق کا خالق
میں ایسا ہوں۔ ہاں میں ایسا ہوں کہ اہورامزدا ہوں تمام محمود مخلوق کا خالق ہوں۔ انگرہ مینش نے جو کہ موت اور
ہلاکت کا سرچشمہ ہے مقابل میں ایک مخلوق پیدا کی یعنی ایک بڑے سانپ کو۔ سردی کو۔ خونخوار اور بڑے
حیوانات اور مہلک نباتات کو . . . علی ہذا القیاس۔ گمنا اینستی اور دیگر مختلف مواقع میں بھی
اسی طرح کا بیان کثرت سے موجود ہے جس کو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ پارسیوں کے بزرگ دو خدا کے
کے قائل تھے۔ یہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے پارسیوں کی کتاب مقدس کی بنا پر ہے۔ لیکن اس کے علاوہ اور
قوموں کی شہادت بھی اسی عقیدے کی تائید کرتی ہے کیونکہ قریباً تین ہزار برس سے لیکر ابتک سب
پارسی علماء اور دیگر صاحب بھی یہ مانتے چلے آئے ہیں کہ ایک خالق نیکی ہے۔ اور ایک خالق شر ہے۔ انکی
تصنیفوں میں ہزارہا اسی عقیدے کے اثبات میں دلائل ہیں۔ گو چونکہ اس زمانہ نے ایک عظیم الشان
تغیر پیدا کر دیا ہے اسلئے نو تعلیم یافتہ پارسی بھی تین کروڑ دیوتا کے پجاریوں اور آریوں کی طرح
اوستا کی عبارتوں کی عجیب عجیب توجیہیں کرتے ہیں۔ اور ہمارا ابھی یہ یقین ہے کہ زرتشت کی
تعلیم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ مختلف فرق کے مصنفوں کے حاشیوں نے اصل حقیقت کو اپنے اندر ایسا
چھپا لیا ہے کہ حق و باطل کو آپس میں خلط ملط کر دیا ہے لیکن تاہم یہ اعتقادات پارسیوں کی مذہبی کتب
میں موجود ہیں۔ تو ہم پارسیوں کا کوئی حق نہیں دیکھتے کہ وہ زمانہ کی ترقی کیساتھ اپنے اعتقادات کو
بھی تبدیل کرتے جائیں کیا اس طرح وہ اپنی کتابوں کو صحیح ثابت کر سکیں گے۔ اور کیا دوسرے مذاہب
کے ماننے والے اندھے ہیں کہ اصل حقیقت ان کی نظروں سے پوشیدہ رہیگی۔ لیکن اس تبدیلی کو

پیر معلوم نہیں ہوتا یہ خوشی ہے کہ اسلام کا پیش کردہ اصول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ایک ایسا جامع اور پختہ اصول ہے کہ سب مذاہب کو مانتے ہوئے جیسا اسی کی طرف بھی راجع ہے

ایمان بالملائکہ علاوہ ان دو خداؤں کے پارسیوں کا اعتقاد ہے کہ اور بھی طاقتیں ہیں جن کو انتظام عالم میں بہت تصرف حاصل ہے چنانچہ ان کا عقیدہ ہے کہ آہورا مزدا کے ماتحت چھ فرشتوں کی ایک کونسل ہے جس کا نام امشاسپنتا ہے۔ ان فرشتوں کے نام مع ان کے فرائض مندرجہ ذیل ہیں۔ ۱۔ وہومنو۔ مویشیوں کا۔ ۲۔ اشیم۔ آگ کا فرشتہ۔ ۳۔ کشتھرم۔ دھات کا فرشتہ ۴۔ آرمیتی۔ زمین کا فرشتہ۔ ۵۔ ہروتات۔ صحت و تندرستی پانیوں کا فرشتہ ۶۔ امرتات۔ نباتات کا فرشتہ۔ یہ ملکوت ہرمزد کے اردگرد بیٹھے ہوتے ہیں۔ اور وہ ان سے انتظامی امور کے متعلق مشورہ کرتا ہے اور ان کے ماتحت اور ہزاروں فرشتے ہیں۔ جو ان کے حکم کے مطابق کسی فیصلہ شدہ امر کو سرانجام دیتے ہیں ان چھ ملکوت کے تعداد، تصرف کے متعلق یہاں تک تسلیم کیا جاتا ہے کہ ان کا بھی حق حصہ ہے جیسا کہ یسنا ۴۴ میں آیا ہے۔ اے امشاسپنتا بات کرو میری طرف کان رکھو۔ جو تو ایک ہو۔ اور جو دور ہو اس بات کو سنو جس کی خواہش کی گئی ہو۔ یہ بات ظاہر ہے کہ امشاسپنتا نے سب کچھ پیدا کیا ہے اور دیہپرد میں ایک دعا ہے جس کو پڑھتے ہیں کہ ہم ان امشاسپنتا کی طاقتوں پر کیا بھروسہ ہے امشاسپنتا میں شرطوں کا کر دیا آپ کی حمد و ستائش کرتا ہوں۔ اپنی تیاری کے لیے۔ سچ کے تو امان دوں کی سلامتی کے لیے جو پاک اوصاف ہیں .... (دیسپرد ۲۴-۱) اے امشاسپنتا ہم آپ کی حمد شروع کرنے لگے ہیں ہم پاکیزہ پانیوں (ہروتات) اور ان درختوں (امرتات) کی ستائش کرتے ہیں۔ جو پھل لاتے ہیں .... ہم اسفنا سپنتا و بومینا کی حمید کرتے ہیں ... ہم سالو مستا کی جو کہ خوبصورت امشاسپنتا ہے ستائش کرتے ہیں .... "[1]

ملائکہ جہنم ان ملکوت کے مقابل شیاطین اور ناپاک روحیں ہیں جو اہرمن کی مخلوق ہیں یسنا ۳۰۔ اور ۴۵ اور بندہش ۳۰ میں لکھا ہے کہ ابتدا میں جب اسپنتا مینو اور انگرہ مینو دونوں کو ایک دوسرے کی مخالفت اور ضد کی خبر ہوئی۔ تو دونوں نے ابدا یاد

[1] اس کے معنی پانی جاری ہونے کے ہیں۔

تم جنگ کی قسم کھائی تب انہوں نے ایک دوسرے کی ضد مخلوق پیدا کرنی شروع کی۔ اور اس طرح ایک دوسرے کی مخلوق کو تباہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ لڑائی ہوتی رہے گی یہاں تک کہ دنیا کے خاتمے کے دن قریب جا پہنچیں تب جا کر کہیں اہرمن کو شکست نصیب ہوگی۔

الہامی کتاب پارسی لوگ صرف اوستا کو الہامی کتاب مانتے ہیں جو کہ کئی حصوں میں منقسم ہو چکی ہوا ہے۔ یزدان نے زرتشت کو جو کتاب دی تھی اوستا جیسی کتاب دی ہے۔ اور اس پر پہلوی شرح تفسیر ژند کی ہے۔ اور یہ ایسے وقت کہ تحریر کا جو لوگ خیر سے نے ثواب کا کام کرتے ہے۔ اسی طرح کے اور دوسرے بھی دیکھے جاتے ہیں۔ جو اوستا کو الہامی کتاب بتلاتے ہیں۔ اور ایسا ہی پارسی لوگوں کا بھی ایسا ہی بیان ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو خود اوستا سے ہی معاملہ برعکس نظر آتا ہے کیونکہ اوستا کا بیشتر حصہ زرتشت کے کلام سے موسوم ہے۔ اس کا طرز اسلوب باقی حصہ اوستا سے بالکل الگ معلوم ہوتا ہے۔ اس کی زبان صرف و نحو اور لغت میں باقی حصہ اوستا سے مختلف اور پرانی ہے اور دیگر زبردست ثبوت یہ ہے کہ گاتھا میں جو حصہ ہی زرتشت کا کلام ظاہر کیا ہے۔ زرتشت ہمیشہ عبارت متکلم ہو کر میں متکلم کے صیغے سے۔ دعائیں اور التجائیں کرتا ہے۔ خدا گاتھا اشتوتی میں دوبوں دعا مانگتا ہوں مزدا جو اہورا کی نسبت ... زرتشت کو عنایت کر دیا" اور گاتھا یسنا میں کہ میں جو کہ زرتشت ہوں یہ التجا کرتا ہوں یہ التجا کرتا ہوں . . . . . اہورمزدا اور باقی اوستا میں ہم پڑھتے ہیں کہ "پاک زرتشت نے اہورمزدا کو کہا . . . . . الخ" اس کو صاف معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ گاتھا تو خود زرتشت کی دعائیں ہیں۔ اور باقی حصص اوستا کو مختلف مصنفوں نے مختلف زمانوں میں تصنیف کیا ہے کیونکہ ان حصص کا طرز اسلوب عبارت الگ الگ ہے۔ اس جگہ سے بیان کی تائید پیدا کرتی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ کہ "پاک زرتشت کی گاتھا" اہل تحقیق نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ بعض حصص اوستا چار سو سال بعد تصنیف کی گئی تھیں۔ ان ثبوتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پارسیوں کی مذہبی کتب اسلام سے سوا دیگر مذاہب کی کتب کی طرح انسانی دست برد کے نیچے آ چکی ہو اور ان میں بہت کچھ انسانی کلام بھی مل چکا ہے۔ لیکن مذہب پر ایمان رکھنے والے پارسی لوگ

دوست دانتے ہیں، اور ان کو حکم ہے کہ وہ اوستا کو صحیح لفظوں میں یاد کریں اور ہمیشہ اسکو پڑھتے رہیں اور اگر کوئی بھول جائیگا تو بہت گناہ ہوگا۔"

ایمان بالرسل اوستا کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زرتشت سے پہلے اور بھی کئی نبی ہو چکے ہیں چنانچہ زرتشت انہیں کی تعلیم کو چلانے کے لیے آیا تھا۔ وہ کوئی نئی تعلیم نہیں لایا۔ ایک نبی کا نام جمی بھی ہو گذرا ہے جو ایران کا پہلا زمانہ ایک بادشاہ ہے۔ اسکے جو حالات لکھے ہیں وہ حضرت نوح کے حالات سے ملتے ہیں۔ وہ شاہنامہ اصحاب پارسیوں کی کتاب اوستا سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ایمان بالرسل ضروری ہے چنانچہ وہ شخص نجات نہیں پا سکتا جو اسکے نبی زرتشت پر ایمان نہ لاتا ہو۔ زرتشت کے سوا آیندہ زمانہ کے لیے بھی انبیاء کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ چنانچہ پارسیوں کی کتاب اوستا میں لکھا ہے کہ

زرتشت نبی کے بعد تین اور نبی پیدا ہونگے۔ ایک کا نام ہوشیدر ہوگا، دوسرے کا نام ہوشیدر ماہ اور تیسرے کا نام سوشیانس ہے اور لکھا ہے کہ سوشیانس زرتشت کے تین ہزار برس بعد اسکی نسل سے پیدا ہوگا۔ اگرچہ زرتشت کے سن ولادت کے متعلق مورخ ابتک مختلف ہیں۔ تاہم بعض محقق [illegible] اختلاف کیساتھ تقریباً [illegible] سو برس قبل از مسیح بتاتے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کو دو ہزار برس گذرتے ہیں۔ تو اس حساب سے چاہیے تھا کہ اس زمانہ میں موعود مسیحا کسی شخص فارس کی نسل سے پیدا ہو۔ لیکن پارسیوں کو اسکی طرف بالکل توجہ نہیں اور ہوتی بھی کیونکر انھوں نے تو ہمیشہ رہنا کو بھی نہیں مانا جسکے لشکروں نے عرب میں سے نکل کر ایران میں بھی توحید کا ڈنکا بجا دیا۔

ایمان بالآخرۃ پارسی لوگ روز جزا [illegible] یوم القیامت کے قائل ہیں۔ انکا اعتقاد ہے کہ انسان میں دو فرشتے ہیں ایک زمینی اور دوسرا آسمانی تین دن موت کے بعد انسان کی روح اپنے عملوں کا نتیجہ بھگتنے کے لیے ساتھ پل پر حاضر ہوگی۔ اس پل پر تمام عمل جو دنیا میں کئے گئے تھے ظاہر ہو جاینگے۔

نوٹ: یہ مسئلہ حقیقتاً [illegible] ہے۔ اور [illegible] پیدا ہو چکا ہے۔ کاش کہ پارسی بھائی اس سے اسکے متعلق بہت تحقیقات کی ہے جو کہ اپنے وقت پر ظاہر کی جائیگی۔ ایڈیٹر

اور وہ فرشتے منتظر اور رشنو حساب کرینگے۔ اور وہ ہر ایک آدمی کی نیکی اور بدی تولیں گے جس شخص کی نیکیاں زیادہ ہونگی اس کے نیچے پل فراخ ہو جائیگا۔ اور وہ اس پر سے آرام اور راحتی سے گذر جائیگا۔ اور اس کا مذہب ایک خوبصورت عورت کی شکل میں متشکل ہو کر اسکا استقبال کریگا۔ اور وہ دونوں جنت میں خوش خرمی سے رہنے بیٹھینگے۔ اور جس شخص کی بدیاں نیکیوں پر زیادہ ہونگی۔ اسکے نیچے پل استرے کی دھار سے بھی زیادہ باریک اور تیز ہو جائیگا۔ اور بدکار اس کے درمیان پہنچکر سر کے بل نیچے جلتے دوزخ میں گر پڑیگا۔ جنکی نیکیاں اور بدیاں یکساں ہونگی۔ تو وہ دوزخ کے ایک درمیانی حصہ میں جس کا نام ہمستکان ہے رہینگے یہاں تک کہ بڑے فیصلہ کا دن آئیگا۔ اس کے متعلق اہورا مزدا فیصلہ کریگا۔ ان کا ایمان ہے کہ صرف زرتشتی ہی نجات پا جائیگا۔ اور نجات اور جنت اسی کے حصہ میں ہے۔ وندیداد ۱۹ فقرہ ۲۹ تا ۳۴۔ اور وندیداد ۵ میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک شخص پاک دین کی رہنمائی پیدا کریگا۔

طریق عبادت عبادت کے اوقات پارسیوں میں پانچ ہیں۔ بعض آفتاب کی طرف منہ کر کے بعض سمندر کی طرف بعض چاند کی طرف اور بعض آگ کی طرف منہ کر کے دعائیں پڑھتے ہیں لیکن اس عرصہ میں کھڑے رہتے ہیں اور بعض اوقات سجدہ بھی کرتے ہیں خصوصیت سے پرانے زمانہ میں آتشکدہ کی عبادت کا بہت رواج تھا۔ اب تو چونکہ اکثر بمبئی میں رہتے ہیں اکثر سمندر پر جا کر اسکی طرف منہ کر کے دعائیں پڑھا کرتے ہیں۔

پارسی مذہب کی تعلیم پارسی مذہب کی بنیاد ایک سو سوال پر ہے جن میں سے ہم چیدہ چیدہ بطور نمونہ کے پیش ناظرین کرتے ہیں۔

۱- اصل اصول تعلیم یہ ہے کہ عقاید اور خیالات پاک ہوں۔ اعمال پاک ہوں۔

۲- اہورا مزدا کی عبادت اور تعظیم کرنا۔ اعتقاد بر نبوت زرتشت۔ ایمان بر جنت و دوزخ

۳- حاکموں کی اطاعت۔ اور مال کا دسواں حصہ دینا

۴- تصور گناہ کو بہت جان کر اس سے بچنا چاہیے کیونکہ اگر نیکیوں کے برابر گناہ سو زیادہ ہونگی۔ تو انسان بہشت میں جائیگا۔ ورنہ نہیں۔

۵۔ خدا کی رحمت کا امیدوار رہنا چاہیے۔ ہمیشہ توبہ کرتے رہو۔

۶۔ درخت ہرے سبزہ زاروں کو نہ اجاڑو۔ اگر کسی کو اس کام میں دیکھو تو دونوں کو پاک کر دو۔

۷۔ مرد و عورت اپنی کمر پر ایک زنار باندھیں۔ مرنے سے جدا کریں۔ اس بات کی کہ خدا ایک ہے۔ اور یہ کہ دین حق ہے سوائے کسی کے فرشتہ وہ ہے جو دم ہو کر وفات میں نیکی کرے گا۔

۸۔ ماں اور باپ اور دوسرے قریبیوں سے نیکی کریں۔ والدین کی جان کو خوش رکھیں اور ان کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ اور دن میں تین بار سورج کی عبادت اور تعظیم کرنی چاہیے۔ اور چاند کی ہر مہینے میں تعظیم شروع اور درمیان اور آخر میں۔

۹۔ آگ کو روشن رکھیں اور پلید چیز اس میں نہ جلائیں۔

۱۰۔ حاملہ عورت کے گھر میں ہمیشہ آگ جلتی رہے۔ اور جب بچہ پیدا ہو تو تین رات تک چراغ روشن رہنا چاہیے گل نہ ہو۔

۱۱۔ جو بات پسند نہ ہو اسے خدا کو نام دینا چاہیے۔

۱۲۔ درویش مسکین کے ساتھ نیکی کرے۔ اور ... بھی کرے یعنی تشنگی کی تکلیف اور مستورہ کو ...

۱۳۔ لڑکے اور لڑکی کی شادی جلد کرنی چاہیے۔ پندرہ برس کے ... کوئی نہ ہو گا۔ وہ پھر اولاد ہو تو گزر سکیگا۔ اور اگر نہ ہو تو بیٹے بنائے۔

۱۴۔ روزہ سوائے گناہوں سے بچنے کے اور کسی چیز کا نام نہیں۔ تمام سال روزہ رکھو یعنی صبح سے شام تک بدی سے پرہیز اور اسی کا نام روزہ رکھو۔

۱۵۔ جب کسی بیمار یا بیکس کو مدد کرو تو آتے پر اگر ... نہیں۔

۱۶۔ حائضہ عورت آسمان، ستاروں، آگ، اور جاری پانی اور بہشتی آدمی کی طرف نہ دیکھے اور کسی کے برتن کو پانی پینے ہاتھ نہ لگائے۔ اور ...

خصوصیات مذہب اس مذہب میں عجیب خصوصیت مُردوں کو ... مختلف قوموں میں مختلف طریق مردوں کو ٹھکانے لگانے کے ہیں لیکن ان کو ... پارسی مُردہ جانوروں کو ...

وہ ایک گول عمارت قلعہ کی مانند بنی ہوئی ہوتی ہے۔ اس کے اندر پجاریوں کے مکانات بنے ہوئے ہوتے ہیں وہ لوگ جس کے اندر پجاری ہوں انہیں باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اندر ہی کھانے پینے کا سامان پہنچایا جاتا ہے اس قلعہ کے اندر ایک جگہ بنا ہوا ہوتا ہے جس میں لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی ہوتی ہیں جو کہ مردوں عورتوں اور بچوں کے لئے ہیں ہر ایک مردہ کو ایک لاش کی سڑک پر لے جا کر رکھ دیا جاتا ہے۔ وہاں سے گدھ لوگ واپس آ جاتے ہیں۔ اور چیلیں جو وہاں بہت کثرت سے رہتی ہیں۔ بعض جگہ کتوں کے آگے ڈال دیتے ہیں۔ مردوں پر ٹوٹ پڑتی ہیں۔ اور ایک دم میں سب گوشت کھا جاتی ہیں۔ ہڈیاں نیچے کے خانے میں پھینک دی جاتی ہیں جہاں آخر ایک پانی کی رو سے وہ ہمیشہ کے لئے صاف کر دی جاتی ہیں

صادقوں کی روشنی

یہ کتاب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر مخالفین کے اعتراضات کے رد میں صاحبزادہ میرزا محمود احمد صاحب نے لکھی ہے کتاب بڑے سائز کے کمل اور عمدہ اعتراض کا فی وافی مفصل و مدلل جواب ہے ہر احمدی کے پاس اسکا ایک نسخہ ہونا چاہئے۔ مثلاً رشید رضا کیلیم اور عرب وغیرہ کے اعتراضات جو آپ پر کئے گئے تھے ان سب کا قلع قمع کر دیا ہے۔ دوسرا حصہ اس میں مضمون یا ایہ حضرت مسیح موعود کی اہمیت بھی بکمال بلاغت ہے۔ نہایت عمدہ لکھے کاغذ پر خوشخط کتاب چھپ گئی ہے۔ ساہو ہزار بکم خریدوں کے قیمت صرف ۸ر ہے چند ایک ٹکٹوں روپیہ منی آرڈر بھیج کر منگوائی جائیں تو جلد میں یہ کتاب مل جائیگی۔ اس میں طبع ثانی کا انتظار کرنا ہوگا۔

تشحیذ الاذہان کے پچھلے فائل

تشحیذ الاذہان کے مضامین کچھ ایسے تو ہوتے نہیں کہ صرف وقتی دلچسپی کے ہوں۔ ہمیشہ کی کچھ چھپی ہوئی تحریر ہیں بہت سے عمدہ مضامین اور تحقیقی مضمون ہوں اور پسندیدہ تحریروں کا خزینہ سمجھنی چاہیں۔ جو کو پاس سنہ ۱۹۰۶ء سنہ ۱۹۰۷ء سنہ ۱۹۰۸ء کے مکمل فائل ہیں۔ ۲ روپے فی سال کے حساب سے مہیا ہو سکتے ہیں

البرق

مرزا حیرت دہلوی کی کتاب الفاروق پر ایک تنقید۔ از قلم حکیم مقصود علی خان صاحب شہری آف سیالکوٹ کی جو جس شیعہ کو بعض اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی اعلیٰ شان کو ثابت کیا ہے بڑی قیمت ۱۲ر ہے تشحیذ کے خریداروں کو ۸ر پر دی جاتی ہے۔ دفتر تشحیذ قادیان

ستیارتھ پرکاش پر ایک مختصر ریویو

اعتراض نمبر سوم۔ ۱۰۔ اس کے جواب پنڈت صاحب نے مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ پر اعتراض کیا ہے کہ کیا خدا صرف کسی خاص دن انصاف کریگا۔ اور باقی دنوں میں انصاف نہیں کرتا۔

۲۔ اعتراض ایسا بیہودہ اور مہمل معلوم ہوتا ہے کہ جانے تک تحریر کی ہوں۔ سوامی جی کے اور یاد عمر میں اور کچھ فرق نہیں ہوتی۔ معلوم پنڈت صاحب اسوقت کسی خاص فکر میں تھے کہ سوال لکھتے وقت اتنا بھی نہیں سوچ سکے کہ یہ اعتراض میں کیوں کر رہا ہوں۔ اس کے معنی ہی کیا ہوئے۔ اگر کوئی شخص ریگی یا بچار کردہ طرز پر اس اعتراض کا جواب دیتا تو آریوں کو ہوش آجاتی لیکن ہم دامن شرافت کو ہاتھ سے نہیں دینگے اور صرف جتلائینگے کہ یہ جاہلوں کی انصاف پسندی کا ہے وہ چالاک کرتے ہوئے اپنی تحریر کو بھی خراب کریں۔ علاوہ اس آیت کے معنی کرکے انصاف خود اعتراض پر ہی ہو سکتے ہیں کہ وہ کیا بات تھی جس نے پنڈت صاحب کو اس اعتراض کی طرف متوجہ کیا۔

تاویل اوّل۔ اول تو اس مطلب تو اس آیت کی رو سے یوم الدین کے معنی ہیں قیامت کا دن چنانچہ اسلامی اصطلاح کے رو سے یوم الدین سے مراد وہی دن ہے کہ جب تمام بنی نوع انسان اللہ پاک کے حضور کے سامنے اپنے اعمال کے جوابدہ ہونگے اور ہر ایک شخص جو کچھ اس دنیا میں کرچکا ہے اس کا بدلہ پائیگا۔ اور جو شخص کہ اس دنیا اعمال ہی پر کام کرتا رہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دور رہکر طرح طرح کی برائیوں میں مبتلا رہتا ہے۔ اور اس مالک حقیقی کی رضا کی راہوں سے دور ہو گیا ہے۔ وہ عذاب میں مبتلا کیا جائیگا۔ اور جس نے اپنے برے ارادوں اور گندی خواہشات اور بُرے نفس اور نامناسب جوشوں پر فتح پائی اور اختیار کیا ہے اپنے اعمال کو رضاء الٰہی کے ماتحت کرکے اپنے نفس کو درمیان سے بالکل مٹا دیا ہے۔ وہ بڑے بڑے انعامات کا مستحق ہوگا۔ اور اپنے اعمال کے مطابق نیک ہو کر

ہو جائیگا۔ حضرت کا نام اللہ تعالیٰ نے یوم الدین رکھا ہے۔ پس اس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ انسان کا معاملہ ایک ہوگا۔ اور جیسے اس دنیا میں بعض بعض کی مدد کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی نصرت کرتے ہیں اور بعض حاکم ہیں اور بعض ماتحت بعض آقا ہیں اور بعض غلام بعض نادار ہیں اور بعض خزانہ دار بعض قاضی ہیں اور بعض مجرم۔ اس دن ایسا نہ ہوگا بلکہ سب لوگ خدا کے روبرو پیش ہونگے۔ اور کسی کو کسی پر فضیلت نہ ہوگی مگر جس کو خدا فضیلت دے۔ یہ تمام دنیاوی حکومتیں اور سلطنتیں معطل ہونگی اور انسان کی کل تدبیریں اور فیصلے باطل ہو جائیں گے۔ بلکہ سب یکساں اس فیصلہ کے انتظار میں کھڑا ہوا ہوگا۔ جو زمین و آسمان کا خدا منتظم عادل اور بے مثال حکم کیا کریگا۔ اب بتائیے ان معنوں کے رو سے کونسا الزام ہے۔ جو قرآن شریف پر آتا ہے۔ اور کن الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ ایک ہی دن انصاف کریگا۔ اور باقی ظلم ہی کرتا رہتا ہے۔ اس آیت سے تو صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن سب لوگوں کو اپنے اعمال کا جواب دینا ہوگا۔ اور خدا کے حضور میں اپنی بدکاریوں اور نیکیوں کا حساب صاف کرنا پڑیگا۔ پھر کیا آریہ اس بات کے قائل نہیں؟ وہ بھی تو مانتے ہیں کہ کرم اپنی مرنے کے بعد وکرما شکشا میں پڑتی ہیں۔ تو کیا اس حقیقت کو بیان کرنے پر الزام آتا ہے۔ کہ اس زندگی میں خدا ظلم کر رہا ہے۔

تاویل ثانی۔ دوسری تاویل اس آیت کی یہ ہے کہ یوم کے معنی عربی زبان میں مطلق وقت کے ہیں اور زمانہ بھی اس کو مراد ہوتا ہے چنانچہ لسان العرب جلد ۱۶ صفحات ۱۴۸، ۱۴۹ پر یوم کے یہ معنی لکھے ہیں۔ والیوم [illegible] الوقت مطلقاً یعنی یوم کے معنی عربی زبان میں صرف وقت کے بھی ہو جاتے ہیں۔ اور اسی طرح لکھا ہے کہ [illegible] یعنی عربی زبان میں کہتے ہیں۔ کہ دونوں ان نعمتوں کا دن اور نگینوں کا دن ہیں۔ پس ایک جگہ دن مراد لیتے ہیں۔ انتہیٰ۔ پس اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ یوم کے معنی عربی زبان میں زمانہ اور مطلق وقت کے بھی ہیں۔

اسی طرح دین کے معنی جزا و سزا کے بھی آتے ہیں۔ چنانچہ لسان العرب کی جلد ۱۷ میں

لکہا ہے۔ الدین الجزاء والمکافات و دنتہ بفعلہ دینا جزیتہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ و یوم الدین
یوم الجزاء و فی المثل کما تدین تدان ای کما تجازی تجازی ای تجازی بفعلک قال
خویلد ابن نوفل الکلابی للحرث ابن ابی شمر الغسانی وکان اغتصبہ ابنتہ۔

یا حار ایقن ان ملکک زائل
واعلم بان کما تدین تدان

اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ دین کے معنی جزاء اور مکافات کے بھی ہوتے ہیں اور عربی میں کہتے ہیں دنتہ بفعلہ دینا یعنی میں نے اسکے کام کا بدلا دیا اور یوم الدین یوم الجزاء کو کہتے ہیں۔ اور مثال ہے کہ جیسا کریگا۔ ویسا بدلا پائیگا چنانچہ خویلد ابن نوفل کلابی نے حارث ابن ابی شمر غسانی کو جبکہ اس نے اس کی لڑکی چھین لی تھی یہ شعر کہا (ترجمہ شعر) اے حارث یقین کر کہ تیرا ملک زائل ہونے والا ہے۔ اور جان لے کہ تو جیسا کرتا ہے ویسا پائیگا (انتہی ترجمہ عبارت عربی) اسی طرح قرآن شریف میں ہے۔ انا لمدینون۔ یعنی ہم جزا دیئے جاوینگے۔ اور اللہ تعالی کا نام ہے دیان یعنی جزا دینے والا۔

پس جب کہ یوم کے معنی مطلق وقت اور زمانہ کے ہیں۔ اور دین کے معنی مطلق جزا کے خواہ کیسی قسم ہو۔ تو اس آیت کے یہ معنی ہونگے کہ اللہ تعالی ہی مالک ہے۔ اس تمام زمانہ کا جس میں کہ بدی اور شرارت کی سزا ملتی ہو اور نیکی اچھائی کا انعام جس میں ہر ایک اپنے عملوں کی رو سے پائیگا۔ اس آیت میں اللہ تعالے اپنے بندوں کو اس بات کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ یہ مت خیال کرو کہ اعمال کا بدلہ جو کچھ اس دنیا میں مل رہا ہو یا آئندہ زمانہ میں ملیگا وہ کسی اور ہستی کے اختیار میں بھی ہے۔ بلکہ بھلے اور برے کی جزا میری طرف سے آتی ہے خواہ کسی زمانہ میں ہو۔ اور میں ہی اس کا مالک ہوں میرے سوا کوئی اور نہیں جو تنگی یا سر سبزی یعنی خوشی دے کر تم لوگ نیک کام کرو اور دیوتوں کو دیکھ کر مرادوں میں یہی ہو مت خیال کرنا کہ تم نیکی کرو گے تو شاید وہ ضایع ہوئیں۔ اور ان کا بدلہ نہ ملیگا۔ اور جب کام کروگے تو شاید اس کا نیک بدلہ پاؤ۔ بلکہ ہر زمانہ میں بدلہ دینے والا میں مالک خدا ہوں جو شریر کو سزا دیتا اور نیک کو جزا دیتا ہوں۔ اور کوئی اس کا دخل دینے والا نہیں ہے۔ چنانچہ کیسا عمدہ اسی مضمون کو ادا کیا ہے

کرے

از مکافات عمل غافل مشو ◦
گندم از گندم بروید جو ز جو ◦

پس ان معنوں کے رو سے تو یہی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت انصاف میں لگا ہوا ہے۔ اور کوئی ایسا وقت نہیں کہ اس کے انصاف سے باہر ہو۔ اور لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا دیتا ہے بلکہ ہر ایک کو اپنے اعمال کا ٹھیک ٹھیک بدلہ دے رہا ہے۔ اور اس کی حکمت سے کوئی چیز باہر نہیں۔ پس وہ کونسی بات تھی جس کو پنڈت صاحب نے نتیجہ نکالا کہ خدا تعالیٰ ایک ہی دن انصاف کریگا۔ اور باقی ظلم کرتا ہے۔

تاویل ثالث تیسری تاویل اس آیت کی یہ ہو کہ یوم کے معنی ہیں زمانہ جیسا کہ عربی زبان کے محاورات سے ثابت ہے چنانچہ لسان العرب جلد ۱۷ میں المقادیم کے ماتحت یہ معنی بھی اس کے ہیں۔ اور صاحب لسان قرآن شریف کی آیت اسس علی التقوی من اول یوم کو مثال میں پیش کرتا ہے۔ اور بجائے یوم کے معنی زمانہ کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ من اول یوم ای من اول الایام کہ تقول العرب قیت کل رجل یعنی من اول یوم کے معنی ہیں من اول الزمان جیسا کہ کہتے ہیں قیت کل رجل اور یہ معنی ہیں کہ یعنی قیت کل رجال او میں کل او میں کو۔

اسی طرح دین کے معنی مذہب یا اطاعت یا عبادت کے ہیں چنانچہ عربی زبان میں مذہب کو دین ہی کہتے ہیں اور خود قرآن شریف میں دوسری جگہ یہ لفظ ان معنوں میں استعمال ہوا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم یعنی آج میں نے تمہارا مذہب کامل کر دیا۔ اسی طرح فرماتا ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون۔ یعنی خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اس ہدایت اور سچائی کے ذریعہ سے سب مذاہب پر غالب کرے۔ گو اس خبر کو مشرک لوگ ناپسند ہی کریں۔ اسی طرح لغت میں لکھا ہے۔ الدین الطاعۃ دین کے معنی ہیں اطاعت۔ قال عمرو بن کلثوم

وایام لنا غر طوال ◦ عصینا الملک فیہا ان ندینا

جزا۔ اور بار کو ... مت ہیں لیکن مفید اور بے عیب بھی ہیں کہ جب ہم نے بادشاہ کی اطاعت سے انکار کر دیا۔ اَلدِّيْنُ لِلّٰهِ مِنْ هٰذَا أَيْ هُوَ طَاعَةٌ وَالتَّعَبُّدُ لَهٗ۔ اور دین جو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ وہ بھی اسی معنی سے ماخوذ ہے۔ . . . . کیونکہ وہ بھی اطاعت الٰہی اور اسی کی عبادت کا ہی نام ہے۔ لسان العرب جلد ۱۷، تاج العروس جلد ۹

ان معنی کے لحاظ سے اس آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے۔ مذہب کے ایام کا یعنی جب اس کی طرف سے کوئی مذہب آتا ہے، تو اس وقت وہ اپنی حیثیت کا جلوہ دکھاتا ہے۔ اور گو وہ دونوں میں سچے اور جھوٹے مذہبوں میں کچھ ایسا فرق نظر نہ آئے، لیکن جب اس کی طرف سے کوئی نبی مبعوث ہو کر دنیا کو ہدایت کی طرف بلاتا ہے۔ اور سچائی کا راستہ دکھاتا ہے۔ اور جب لوگ اس کو ہلاک کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس وقت اپنا مالکانہ اقتدار دکھاتا ہے۔ اور شریر و سرکش کو ایسی سخت سزا دیتا ہے۔ کہ دنیا پکار اٹھتی ہے، کہ واقعی اس دنیا کا مالک خدا ہے۔ اور کوئی اس کے دست تصرف سے باہر نہیں۔ چنانچہ اس جگہ یہ معنی بھی نہایت مناسب ہیں کیونکہ رسول اللہ کی بعثت پر سارے وہ تمام حالات کی اس طرح سے آپ کو دکھائی گئی۔ اور قرآن شریف میں پیشگوئیوں سے آپ کے اتباع کو آپ کے پھیر دیا گیا۔ اور جن لوگوں نے سچائی کے ترک کر دینے کا ارادہ کیا۔ وہ قتل کئے گئے، دھکے دیئے گئے اور جلاوطن کیے گئے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے مخالفین رسول اللہ کو فرمایا کہ یاد رکھو، کہ جب کسی دین کو بھیجتا ہوں تو اس کی تائید کیلئے اپنا زور، اپنی طاقت بھی دکھاتا ہوں۔ اور جس طرح ایک شخص کے ملازم جب شرارتوں سے باز نہیں آتے۔ اور اطاعت اور محبت سے نہیں رکتے تو وہ انہیں سزا دیتا اور اپنے کام سے برطرف کر دیتا ہے۔ اسی طرح میں بھی ان تمام لوگوں کو عذاب میں مبتلا کروں گا۔ اور تمہارا نام مٹا دوں گا کہ ان دنوں میں اپنی صفت مالکیت کا خاص طور سے ظاہر کرنا ارادہ کیا ہے۔ چنانچہ اسی پیشگوئی کے ماتحت رسول اللہ کے دشمن ہمیشہ ہلاک ہوتے اور تباہ ہوتے چلے آتے ہیں۔ اس زمانہ میں بھی پنڈت لیکھرام اسی پیشگوئی کے ماتحت خدا کے غضب کا مورد ہوا۔ اور خدا کی کھینچی ہوئی تلوار سے اس کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنا مالکانہ اقتدار دکھایا کہ آج تک موجب عبرت

ہیں۔ اسی طرح کئی صاحبان بھی اور غیر احمدی مولوی بھی مر گئے سو غیر نہیں ہیں اب ایسی سچی پیشگوئی کرنے
والی پیشگوئی کو انکار کون کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ انہی دن کے ایام کو ... اور علی الدرست
تحقیقوں نے رسول اللہ کے الہام کو رسول اللہ تک اس کا ثبوت دیا ہے اور آپ کی بعثت سے پھر تو
یہ معاملہ ایسا یقین ہو گیا ہے کہ کوئی انسان بھی اس کا انکار کر کے آگے کرے۔ اس زمانہ میں بھی ایک شخص
نے تجدید دین کا دعویٰ کیا پھر کیا کوئی ایسا انسان نکلا جس نے اس کی مخالفت کر کے کچھ فائدہ اٹھایا
ہو جس نے اس رنگ میں مقابلہ کیا اس نے نقصان اٹھایا۔ اور خدا نے اسکے ہاتھ پر اپنی بالکل قدرت
کا وہ نظارہ دکھا دیا کہ صاحب بصیرت لوگوں کو یوں معلوم ہوا کہ گویا یہ آیت آپ کے زمانہ
کے متعلق ہی اتری تھی لیکن درحقیقت تمام سو برس تک اس آیت کا مطلب ہے کہ معلوم
پنڈت دیانند صاحب کو کہیں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس آیت سے یہ نکلتا ہے کہ خدا ایک انسان
افضل کرے گا

اس جگہ میں یہ بھی بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ ان تینوں معنوں
میں سے جو اوپر بیان کئے گئے ایک ہی معنی درست ہیں۔ بلکہ تینوں کے تینوں معانی جو اوپر بیان کئے
گئے بالکل درست ہیں۔ اور ایک دوسرے کے مخالف نہیں ہیں۔ اور جس کے دل میں تقویٰ اور عقل بھی
سچائی کی قدر ہو وہ ان معنوں میں سے ایک کا بھی انکار نہیں کر سکتا۔

اعتراض ۳ (ب) پنڈت دیانند اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ پر اعتراض کرتے ہیں
کہ کیا اس دعا سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ گمراہی کا بھی سیدھا راستہ طلب کیا جاوے۔

جواب اوّل۔ یہ اعتراض صرف عربی زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے ورنہ
لفظ مستقیم فحش راستے اور گمراہی پر کبھی نہیں بولا جاتا۔ بلکہ ہمیشہ اسکا مفہوم نیک اور اعلیٰ ہوتا ہے
اور گندے رستوں اور طریقوں کو صراط مستقیم نہیں کہتے۔ مستقیم کا لفظ قیام سے باب استفعال
کا صیغہ ہے۔ اور قیام کے معنی علاوہ معتدل کے محافظت اور اصلاح کے بھی ہیں چنانچہ
صاحب لسان العرب جلد ۱۵ میں لکھتے ہیں بمعنی المحافظة والاصلاح ومنه قوله تعالیٰ

الرجال قوامون علی النساء آدمی قیام کے معنی محافظت اور اصلاح کے ہوتے ہیں اور انہیں معنوں میں یہ لفظ آیت شریفہ الرجال قوامون علی النساء میں مستعمل ہوا ہے یعنی مردوں کا فرض ہے کہ وہ عورتوں کے محافظ ہوں۔ اور ان کی اصلاح میں لگے رہیں۔ پس صراط مستقیم تو ہمیشہ وہی راستہ ہوگا جو نیکی اور اصلاح کا ہو۔ گناہ کے راستہ کو صراط مستقیم کبھی نہیں کہینگے لو یہ بات تو میں دیکھتا ہوں کہ قریباً کل زبانوں میں پائی جاتی ہے۔ اردو میں بھی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ تجھے سیدھا راستہ دکھائے۔ پھر اگر مستقیم کے معنے صرف سیدھا بھی کریں تو پھر کیا اعتراض ہو سکتا ہے کل بدیاں اور شرارتیں تب ہی پیدا ہوتی ہیں۔ کہ جب انسان طریق حق سے ادھر ادھر ہو جائے۔ اسلئے سیدھا راستہ یا صراط مستقیم ہمیشہ نیک معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور عربی زبان خصوصاً صراط مستقیم نیک اور پاک طریق کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے۔ اور اس نیت پر پنڈت صاحب کے اعتراض نے ہمارے اسلام میں کسی قسم کا نقص ہونے کے بجائے پنڈت صاحب کی بیہودگی کی ہے۔ اور ان کی حق پوشی اور ضد سے پرہیز کرنے پر ایک مہر لگادی ہے۔

جواب دوم پنڈت صاحب تو اس وقت معلوم کن کن جونوں کے چکر میں پڑے ہوئے ہونگے اور کن کن آفتوں میں مبتلا ہو کر اپنے کئے کا بدلہ پا رہے ہونگے۔ لیکن انکے پیرو اور جان نثار تو شاید یہ کہیں کہ پنڈت صاحب تو عربی زبان بالکل نہ جانتے تھے۔ اور سوائے ایک [illegible] زبان ہندی بھاشا کے اور کسی زبان سے انکو واقفیت نہ تھی۔ اور علم بھی کچھ زیادہ نہ تھا۔ ہاں حق کی طلب تھی۔ اور ہمیشہ قوم کی بہتری کے لئے کچھ نہ کچھ کرتے ہی رہے۔ پھر ایسے شخص نے قرآن کی تحقیق میں کبھی اس قسم کی غلطی کی تو اس پر اعتراض کرنا بیجا سختی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص دوسرے مذاہب کے اصولوں سے ناواقف ہو وہ اول تو اعتراض کرے ہی نہیں اگر کرے بھی تو چاہئے کہ اس وقت کے عالم اور فاضل لوگوں سے اس مسئلہ کو اچھی طرح دریافت کرے پنڈت صاحب ہندوستان کے رہنے والے تھے اور اس ملک میں اس وقت میں عربی دانوں کی کچھ کمی نہ تھی۔ مولوی محمد قاسم صاحب کی اور انکے مقابلہ میں

شکست دے چکے تھے۔ پھر عربی زبان کے متعلق اگر وہ کسی واقف آدمی سے دریافت کرتے تو انکی جہل پسندی ظاہر ہوتی۔ اب اس صورت میں کوئی نہیں کیا کہہ سکتا ہے۔ اور پھر اگر ایک دو جگہ غلطی ہوتی تو بات بھی تھی یہاں تو ساری عبارت ہی اس قسم کی غلطیوں اور کمزوریوں سے بھری ہے۔ پھر ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ انکو حق کی تلاش تھی۔ انہوں نے محض غیر مذہب پر اعتراض کیئے ہیں۔ ان سے تو انکا اندرونہ بہت بھیانک نظر آتا ہے

چنانچہ اس کا ثبوت ایک تو اس مضمون میں سب سے پہلے نکل رہی ہیں۔ اور ایک یہ موجودہ اعتراض ہی کچھ کم روشنی نہیں دیتا کیونکہ ہم انکی اپنی تحریر سے ثابت کرتے ہیں کہ پنڈت صاحب نے جو صراط مستقیم پر اعتراض کیا ہے۔ یہ عربی زبان سے ناواقفی کی وجہ سے نہیں بلکہ جان بوجھکر حق سے روگردانی کیلئے تھا۔ اور وہ خوب جانتے تھے کہ یہ اعتراض حقیقت سے دور ہے کیونکہ اسی صفحہ میں صرف تین سطروں کے بعد وہ اس آیت سے اگلی آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ کہ راہ ان لوگوں کی جن پر فضل کیا تو نے۔ انکو راست دکھا۔ کہ جن پر تو نے غصہ کیا اور گمراہ ہوئے راستہ دکھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خوب جانتے تھے کہ صراط مستقیم کے کیا معنی ہیں کیونکہ وہ خود لکھتے ہیں کہ راہ گمراہوں کا راستہ دکھا۔ پھر جب گمراہی کے راستے سے بچنے کے لئے دعا کی گئی ہے تو یہ کہنا کہ صراط مستقیم کے معنے ایسے یہ مطلب بھی نکل سکتا ہے۔ کہ دوزخ کا راستہ تلاش کیا جائے کیسی قابل شرم حرکت ہے۔ اگر وہ صراط مستقیم کے صحیح معنی نہ جانتے تھے۔ تو غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے معنے تو خود انہوں نے لکھے ہیں۔ اس سے سمجھ سکتے تھے اور جب کہ دونوں آیات صرف تین سطروں کے فاصلہ سے درج ہے۔ تو ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ کہ پنڈت صاحب سے بھول ہوگئی۔ اگر ایک آیت ابتدائے قرآن میں ہوتی۔ اور ایک کہیں درمیان جا کر آتی۔ تو بات بھی تھی لیکن ایک ہی صفحہ پر دونوں آیات ہیں۔ اور انکا ترجمہ خود پنڈت دیانند لکھتے ہیں۔ اور پھر ان پر اعتراض کرتے ہیں کیا یہ تلاش حق اسی کو کہتے ہیں۔ کیا ایسے شخص کو محقق کہا جا سکتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ہم اس بات کا دعویٰ نہ کریں کہ پنڈت صاحب نے محض جہل کی

ہیں جو ایک مہذب شخص کو اپنی کتاب میں اس قسم کے اعتراض ہو رہے ہیں۔

اعتراض ۳۔ (ج) تیسرا اعتراض اسی آیت پر کیا گیا ہے۔ کہ صراط مستقیم کے لئے جو دعا سکھائی گئی ہے۔ تو صرف اسلام ہے۔ یا دیگر مذاہب بھی اس میں شامل ہیں۔ اگر شامل ہیں تو پھر اسلام میں کیا خصوصیت ہے۔ اور پھر مسلمان دوسروں کی اچھی باتیں کیوں نہیں مانتے۔

جواب۔ صراط مستقیم میں اللہ تعالیٰ نے کوئی شرط نہیں لگائی۔ کہ وہ راستہ اسلام کا ہو یا کسی اور مذہب کا۔ ہاں اس سورہ میں اسلام کا نام آیا ہے۔ یہ تو ایسی دعا ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر کامل دعا بنانی ممکن ہے۔ اور نہ کوئی اس کی مثل لا سکتا ہے۔ اور خود یہ دعا ہی قرآن شریف کے الہامی ہونے پر کافی شہادت ہے۔ آریہ صاحبان بھی اس بات کے تو قائل ہیں۔ کہ کوشش کرنا اور پھر ساتھ دعا کا مفید ہوتا ہے۔ پس جب انسان مذاہب کی تحقیقات کے وقت اس ساتھ ہی دعا کا استعمال بھی رکھے۔ تو یقین ہے کہ اسے ہدایت کا راستہ دکھایا جاوے۔ اس دعا میں صرف یہ بیان ہے کہ انسان پورا سچائی کی طرف جاتا ہے وہ مجھے کہا دے۔ اور جو راستہ ٹھیک ہے اور جو اس سے بھٹک چلے۔ اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ کہ وہ اس طالب کو اگر اس کی دعا اپنی حد کو پہنچ گئی ہے تو سیدھے اور صاف راستے کی ہدایت کرے۔ جس کی نسبت ہم مسلمانوں کا یقین ہے۔ کہ وہ اسلام کا ہی راستہ ہے۔ اور اس ہمارے دعوے پر اس قدر ثبوت ہیں کہ ان کو جمع کرنا اس مقالہ کا کام نہیں۔ ہاں مختصر طور پر مختلف لوگوں نے قرآن شریف سے اقتباس کر کے ایک کثیر تعداد کتابوں کی شائع کی ہے جن میں بعض بعض دلائل اسلام کے حق ہونے کی بیان کی ہیں جن سے طالب حق فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اور آئندہ پنڈت صاحب کے کسی سوال کے وقت اسلام کی سچائی کے ثبوت بھی مانگے گئے تو جواب میں بھی چند ثبوت پیش کر دوں گا۔

پنڈت صاحب کے اعتراض کی دوسری شق یہ ہے۔ کہ کیا غیر مذاہب میں سچائیاں شامل نہیں ہیں اور وہ کیوں سے نہیں مانتے۔ جواب یہ ہے کہ اسلام نے کبھی یہ تعلیم دی ہے کہ کوئی چیز بیکار پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ ہر ایک چیز اپنے رنگ میں کچھ فائدہ ضرور رکھتی ہے۔ ہاں نور ایمان

کثرت و قلت کے لحاظ سے تفاوت ضرور ہے۔ اور اشیاء عالم چار قسم پر منقسم ہیں۔ ایک تو وہ اشیاء جن میں فائدہ تو قلیل اور نقصان کثیر ہوتا ہے۔ دوسرے وہ جن میں نفع و ضرر دونوں برابر ہوتے ہیں۔ تیسرے وہ جن میں خیر زیادہ اور شر کم ہوتا ہے۔ اور چوتھی وہ ہیں کہ جو کلی اور سراسر برکت ہی پر مشتمل ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف چوتھی قسم میں سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے قرآن میں ہی فرماتا ہے کہ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ یعنی یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کو حقیقی دکھ میں ڈالے اور حق و انصاف کو قتل کرے۔ چنانچہ تیرہ سو سال کے تجربہ نے اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا ہے کہ اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے سے کوئی شخص دکھ میں نہیں پڑا اور کبھی نہیں ہوا کہ کسی شخص نے قرآن شریف کی تعلیم پر پورے طور سے عمل کیا ہو اور وہ کبھی ناکام ہوا ہو بلکہ اسے چھوڑ کر ہی دکھ اور رنج نصیب ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے جب سے اس تعلیم کو چھوڑ دیا ہے دکھوں اور مصیبتوں میں پھنس گئے ہیں اور روز بروز ذلت ہو رہی ہے اگلے مشتین ہو رہے ہیں۔ اور عزت و اقبال ان سے اس طرح بھاگ گئے ہیں کہ جس طرح وہ ہوتے ہی نہ تھے۔ حالت پسند قوت شاید بصورت دوسری نکلیں۔ غرضیکہ قرآن شریف کی تعلیم کے ماننے سے انسان تباہ نہیں ہو سکتا بلکہ ترقی کر سکتا ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف کی روشنی کی ضرورت ہے کوئی ایسا حکم نہیں جو لازم ہو کر بوجھ ہو بلکہ وہ ہر قسم کی برکتیں ہیں۔ اور نہایت ہی کم کوشش ہے کہ ایک چیز میں نقصان کچھ ہو لیکن نفع بھی کچھ نہ ہو یا بہت قلیل ہو۔ اسی طرح وہ چیز کوئی ایسی نہ ہو کہ قابل نہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ یعنی قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جو ہم نے اتارا ہے۔ اور مبارک ہے۔ مبارک عربی زبان میں اس کو کہتے ہیں کہ جو سب خوبیوں کی جامع ہو کیونکہ برکہ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں پانی جمع ہو اور جہاں بارش کا سب پانی جمع ہو جائے۔ اسی طرح کتاب مبارک وہ ہوتی ہے جس میں تمام پہلی کتابوں کی خوبیاں آگئیں اور وہ کل خوبیوں کی جامع ہو گئی۔ پس قرآن شریف کی نسبت تو ہمارا یقین ہے کہ یہ مبارک ہی مبارک ہے۔ اور دوسری کتب کی نسبت ہمارا مذہب یہ ہے کہ گو کوئی تحریف نہیں کی گئی مگر ان میں سے اللہ تعالیٰ

کی طرف سے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر
لیکن تغیرات زمانہ سے ہر گروہ اب محفوظ نہیں رہیں۔ بلکہ بہت سی قسم کی غلطیاں اور تناقض ان میں
آ گئے ہیں۔ اسلئے اب وہ قابل عمل نہیں رہیں۔ اور اب انکی وہ مثال ہے کہ اثمهما اکبر من نفعهما۔ یعنی
انکے نقصان اور ضرر انکے نفع سے بہت بڑھ گئے ہیں کیونکہ اب ان سے وہ اصل غرض جو الہامی
کتب کا مقصد ہوتی ہے نہیں پیدا ہوتی اور وہ خدا سے تعلق نہیں پیدا کر سکتیں لیکن ہاں اب نہیں
کہ ان میں کوئی اچھی بات نہیں۔ ہمیں ان میں اچھی باتیں ہیں لیکن جو اچھی باتیں ہیں وہ سب اسلام میں آ
چکی ہیں۔ اور اسلام ان سے خالی نہیں۔ اسلئے مسلمان کو ان مذہب یا ان کتب کے مطالعہ کی اب
ضرورت نہیں ہے۔

اس جواب میں پنڈت صاحب کے اعتراض کے دوسرے دو شقوں کا جواب بھی آ گیا ہے
یعنی اگر دوسرے مذہبوں میں بھی سچائیاں ہیں۔ تو مسلمان انکو کیوں قبول نہیں کرتے کیونکہ ہم بتا چکے
ہیں کہ اول تو باوجود اسکے کہ دوسرے مذہبوں میں سچائیاں ہیں۔ اسلام میں یہ خصوصیت ہے
کہ وہ کامل اور غیر محرف ہے۔ اور دوسرے مذاہب میں گو خوبی ہے لیکن تفصیل اور تشریح وہ ہے جو ہم
انکی کسی بات کو اسلئے اختیار نہیں کرتے کہ جو کچھ ان میں خیر ہے۔ وہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ اور
جو قرآن شریف میں نہیں ہے وہ خیر ہی نہیں۔ اسلئے انکے قبول کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر کسی کو
اس بات میں شک ہو۔ تو دنیا کے سب مذاہب کو ہم چیلنج دیتے ہیں کہ اپنے مذہبوں کی کوئی ایسی
خوبی پیش کریں جو ہم قرآن شریف میں سے نہ نکال سکیں۔ اگر وہ ایسا ثابت کریں تو پھر بیشک قرآن
پر غیر مکمل ہونے کا اعتراض ہوگا۔ لیکن ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ کوئی مذہب اپنے اندر ایسی بات
نہیں بتا سکتا کہ جو واقعی خوبی ہو۔ اور پھر قرآن شریف میں مذکور نہ ہو۔

وی پی ہو چکے تمام بقایا داروں کی خدمت میں وی پی کئے گئے ہیں۔ امید ہے بصول فرما کر مشکور
فرمائیں گے (۲) ممبران انجمن تشحیذ الاذہان اس کی تعمیل میں سرگرم ہوں (۳) انصار اللہ تبلیغ
سلسلہ احمدیہ میں خصوصیت سے حصہ لیں۔ اللہ انہیں توفیق دے۔

جنگ ٹرکی واٹالین

مسلمانوں کی بدقسمتی سے آئے دن نئی نئی مشکلات کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ ایک تو وہ دن تھا کہ کل یورپ ترکی سے خائف اور ترساں تھا۔ اور آج بڑی بڑی سلطنتیں تو رہیں۔ چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی اسکو گھونٹنے کے لیے تیار ہیں۔ اٹلی کی حکومت بھی پچاس سال سے قائم ہوئی ہے۔ اور یورپ میں درجہ دوم بلکہ سوم کی طاقت گنی جاتی ہے۔ اسنے خلاف دستور ترکوں کو اپنے حدود کے بڑھانے میں مشغول کوشش دیکھکر طرابلس پر حملہ کر دیا ہے۔ اور عذر یہ ہے کہ ترکوں نے اٹالین رعایا کو طرابلس میں زمین خریدنے کی اجازت کیوں نہیں دی۔ یہ ایک ایسا عذر ہے کہ جس کی معقولیت کی کوئی دلیل نہیں۔ جن شرائط پر اٹالین طرابلس میں زمین خریدنا چاہتا تھا۔ اگر ان شرائط پر ترکی حکومت اٹالین حکومت کے کسی چھوٹے سے چھوٹے حصہ پر زمین خریدنے کا ارادہ ظاہر کرے تو اٹالین مدبران ضرور اسے مجنون ہونیکا خطاب دیتے۔ ترکی دنیا کے اخبارات میں یہ دلچسپیاں دلائی جاتی ہیں کہ شاید ترکوں کو منصب ملک میں منہ کیا کا شکل ہو جاتا۔ وہ شرط یہ تھیں کہ اٹالین آبادی کو طرابلس غرب میں جسقدر زمین چاہے۔ خریدنے کی اجازت دی جائے اور شرط یہ ہو کہ جو قیمت اب مقرر ہو زمین کیلئے ہمیشہ وہی مقرر رہے۔ خواہ طرابلس کی زمینیں کتنی ہی گراں ہوجائیں لیکن اٹالین اسی قیمت پر خرید سکیں اور اگر یہ مستقر ہو تو کل طرابلس غرب کا صوبہ ٹھیکہ پر دیدیا جائے اور ترکی حکومت الگ ہو جائے۔ ان خیالات کی لغویت ہندوستانی زمیندار خوب سمجھ سکتے ہیں جنھوں نے اسامیات کاشت ہوتے دیکھا ہے کہ وہ زمینیں جو ایک وقت ہم پاس روپیہ بیگھہ ان کے نشان تھیں۔ اب بیس بیگھہ پانسو روپیہ پر بھی دستیاب نہیں ہوسکتیں۔ ترکی گورنمنٹ کے انکار پر اٹالین مدبران برافروختہ ہوگئے۔ اور فوراً طرابلس پر حملہ کر دیا چونکہ اٹالین بحری طاقت ترکی طاقت سے زیادہ ہے اسلئے ترکوں کے لئے بہت مشکلات ہیں اس وقت گو اٹالین جنگی جہاز طرابلس پر فوج نہیں اتار سکے لیکن ہر وقت یہ خطرہ لگا ہوا ہے۔ طرابلس کو

رقبہ قریباً ایک لاکھ چالیس ہزار مربع میل اور آبادی ساڑھے گیارہ لاکھ کے قریب ہے گویا ایک طرح عرب ہیں

اطالیہ کی اس حملہ آورانہ کارروائی نے تمام مسلمانان دنیا کو مشتعل کر دیا ہے اور دنیا کے ہر گوشہ میں اسکے خلاف جوش پیدا ہو رہا ہے۔ برٹش گورنمنٹ کی پوزیشن بھی اس وقت بہت نازک ہے کیونکہ بلحاظ مسلمان آبادی اس سلطنت سے زیادہ کسی سلطنت کے ماتحت نہیں۔ ہندوستان کے تمام مسلمان [illegible] ہیں۔ اگر گورنمنٹ برطانیہ خاموش رہی تو [illegible] بھی برٹش گورنمنٹ کیا نہیں کر سکتی [illegible] انگلستان کے [illegible] اظہار کر رہی ہے [illegible] نہیں کر سکتے کیونکہ جوش میں [illegible] غلطی کر بیٹھتا ہے۔ اسلئے ہندوستانی اخبار اور [illegible] کرنا چاہیے۔ مسلمانوں کو بجز اس کے کہ بیس سلطنت کے ماتحت ہیں۔ اسکی کامل وفاداری کریں اسلئے تمام [illegible] یہ جنگ برٹش گورنمنٹ ترکی سے [illegible] کی مدد نہیں کر سکتی لیکن یہ وقت بہت نازک ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے [illegible] ضروری ہے۔ ایک سلطنت اسلامی حکومت پر اس طرح صریح ظلم ہو رہا ہے کہ [illegible] جوش پیدا ہو گیا ہے اور دوسری طرف اس بات کے [illegible] ممکن ہو گا کہ گورنمنٹ برطانیہ [illegible] اور قرآن شریف میں حکم ہے کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ گورنمنٹ برطانیہ کی اطاعت [illegible] برٹش گورنمنٹ سے ہمدردی [illegible] کی نسبت [illegible] ضروری ہے [illegible] کرنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کا حکم نہیں [illegible] قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے۔ ما انا بظلام للعبید [illegible] پر ظلم نہیں کرتا ہیں یہ وقت [illegible] ہماری ہی شامت اعمال کا نتیجہ ہے کہ آج مسلمانوں پر [illegible] سلوک کیا جا رہا ہے [illegible] ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم [illegible] کریم [illegible] نہیں کرتا جب تک [illegible] کر [illegible] شوکت و اقبال [illegible] لہذا [illegible] ہے [illegible] کی [illegible] ہماری [illegible] ہے ۔

[illegible] ہیں [illegible] ہمیں [illegible] اب [illegible] کے خود ہی عمل [illegible] ہو جائے

(محمود علی)

نکاتِ قرآنیہ

منتخبہ از دروس و فرمودات

دل مریض کا نشان جس آدمی میں قوتِ فیصلہ نہ ہو۔ کتاب متشابہ ہو۔ سمجھو کہ اس کا دل مریض ہے۔

اسبابِ ذلت اللہ تعالیٰ نے آدمی کی فطرت میں یہ بات رکھی ہوئی ہے کہ وہ اپنی ذلت نہیں چاہتا۔ یہاں تک کہ بھاڑ بھی اپنے کسب میں یہ پسند نہیں کرتے کہ کسی کے کھاتے میں ان کی ذلت ہو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اسباب ذلت لکھے ہیں۔ ان کو غور سے معلوم کر کے مومن کو چاہیئے کہ بچے تا وہ دنیا و آخرت میں ذلیل نہ ہو۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَقَدْ أَنزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ (پ ۲۸ سورہ مجادلہ رکوع ۱)

ترجمہ۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہوتے ہیں۔ وہ کچلے جائیں گے جیسے کہ پہلے موجود ہوئے۔ اور ہم کھلے کھلے نشان اتار چکے ہیں۔ ان کے منکروں کیلئے ذلت کا عذاب ہے۔ گویا ایک سبب ذلت کا اللہ اور اس کے رسولوں کی خواہ وہ کسی زمانہ میں ہوا مخالفت ہے۔ اور خدا کے کھلے کھلے نشانوں کا انکار۔

دوم إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ (آل عمران رکوع ۱۸)

ترجمہ۔ جو لوگ ایمان کے بدلے کفر خریدتے ہیں وہ اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ اور ان کیلئے درد دینے والا عذاب ہے۔ اور کافر نہ سمجھیں کہ ہم جو انہیں مہلت دے رہے ہیں تو ان کے لئے بھلی ہے۔ ہم تو انہیں مہلت دیتے ہیں۔ اور وہ گناہوں میں بڑھ رہے ہیں۔ اور ان کے لئے

ذلت کی مار ہے۔

پس اسبابِ ذلت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ کی باتوں کو پوشیدہ رکھو انکار کرتے جائیں حتی کہ سب حدِ اعتدال کے منکر ہو جائیں جو خدا نے اپنے فضل و کرم سے ان پر دنیا کے ذریعے ظاہر کیں۔ اور خدا کی نافرمانی میں بڑھتے جائیں۔

سوم وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (سورۃ النساء رکوع ۲)

اور جو ذلت کی بتائی ہوئی تقسیم ہیں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔ اور اس کی مقرر کی ہوئی حدود سے آگے کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس کو داخل کریگا آگ میں ہمیشہ رہے گا اس میں اور اس کے لیے اہانت کرنیوالا عذاب ہے۔

پس اسباب ذلت میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ وراثت میں جو تقسیم اللہ نے کی ہے اس پر ایمان رکھ کے پھر عمل نہ کریں۔ تو اسی دنیا میں ذلیل ہو کر رہیں گے۔ لڑکیوں کو وراثت نہ دینے والے غور کریں۔

چہارم (۱) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (سورۃ الحج رکوع ۷)
(۲) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (لقمان رکوع ۱)

اور جو لوگ انکار کرتے ہیں اور ہمارے نشانوں کو جھٹلاتے ہیں۔ پس ایسے ہی لوگ ہیں جن کیلئے ذلت کا عذاب ہے۔ (۲) اور لوگوں میں سے وہ بھی ہیں جو لغو و بیہودہ فضول باتوں کے خریدار ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے گمراہ کریں اور ان احادیث کو موجب استخفاف قرآن ٹھہرائیں ایسے لوگوں کے لیے عذاب مہین ہے۔

پس اسباب ذلت میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ خدا کے کھلے کھلے نشانوں کی تکذیب اور رسالت الٰہی کے رد کے بعد بیہودہ اور لغو باتوں کے پیچھے پڑتے ہیں۔ اور خدا کی راہ

جو حرف تک لیجانیوالی ہے چھوڑ دیں۔ احکام الٰہی کو خفیف سمجھیں۔ اور اپنی ساری توجہ انہیں لغو کہانیوں اور بیہودہ امور کی طرف لگائے رکھیں۔ دن رات گندہ ناول پڑھنے والے۔ دنیا کے ظاہری سامان آرائش پر مٹنے والے قرآنی احکام کے مقابل میں اپنے دوستوں کی مخرب اخلاق مجلسوں کو ترجیح دینے والے غور فرمائیں۔

پنجم - اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۙ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ

اللہ تعالیٰ بجز اکڑ باز شیخی خورہ کے دوست نہیں رکھتا جو بخل کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو بخل کی تحریک کرتے رہتے ہیں اور جو اللہ نے اپنے فضل سے انکو دیا ہے چھپاتے ہیں اور ہم نے ایسے منکروں کے لیئے ذلت کرنیوالا عذاب تیار کیا ہے۔

پس اکڑ بازی شیخی بخل دوسروں کو بخل کی تحریک۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو چھپانا بھی باعث ذلت ہے۔

ششم اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا (سورۃ الاحزاب، رکوع ۷)

جو لوگ اللہ کو اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ اپنی رحمت سے دور کر دیا ان کو اللہ نے دنیا اور آخرت میں انکے لیئے ذلت کرنیوالا عذاب ہے۔

پس اسباب ذلت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنی بد اعمالی، بد زبانی سے اللہ کے رسول یا اس کے جانشین کو دکھ دیا جائے۔ اس کا نتیجہ یہی ہے کہ انسان اسی دنیا میں ذلت کی مار کھاتا ہے۔

ہفتم - اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ

عَذَابًا مُّهِينًا ﴿۱۵۰﴾ (پ ۶ ، رکوع ۱)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفرقہ کریں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔ اور ارادہ کرتے ہیں کہ اس کے درمیان راہ اختیار کریں۔ یہی پکے کافر ہیں۔ اور ایسے کافروں کے لیے ذلت کرنے والا عذاب ہے۔

پس وحدت کو باقی رکھنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے۔ کہ ہم تمام رسولان الٰہی پر ایمان لائیں۔ اگر بعض فرستادوں کو مانیں۔ اور بعض کا انکار کریں اور ایک ایسی درمیانی راہ اختیار کرنا چاہیں جس سے سب مذہب والوں کو خوش کر سکیں اور جو گویا اس کا نتیجہ یہ ہو کہ سب طرف سے واہ! واہ! ہو۔ یہ ہوگا کہ سب قوموں کو ٹھوکریں پڑیں گی۔ اور اسی دنیا میں ایسے اعتقاد والوں کو شکست کی مار پڑتی ہے۔

نبی کریم کا تعلق بارگاہ ایزدی سے

جب لوگوں میں باہم لڑائی جھگڑوں وغیرہ کا ذکر ہوتا تھا یا اسراف ہوتا تھا آپ پر کیا شراب شہوت کے کاموں کا۔ دشمنیوں کا جھگڑوں کا۔ کہ حضرت تعالیٰ کے صفات اقبال قلم تحریر کا کوئی ذکر نہیں تھا قرآن مجید کا ایک ایک رکوع نوے دیکھو اللہ کی عظمت اور جلال سے خالی نہیں۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ صلعم کو کتنا تعلق بارگاہ ایزدی سے تھا۔

فتحمندی کے لیے پہلا قاعدہ

یہی وہ صحابہ کرام نے عمل کر کے اس کا نتیجہ دیکھ لیا (۱) خشوع فی الصلوٰۃ مومن خاشع وہ ہے جو اپنی قوت اپنے عمر اپنے جیتے کسی کا محتاج مثل اس زمین کی طرح ہو جو پانی کی محتاج ہو۔ اس کے اثرات قبول کرنے کے لیے بالکل تیار ہو (الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ) (۲) اعراض عن اللغو (وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ) (۳) زکوٰۃ، اپنے مال ترقی کا حصہ اللہ کے نام پر دینا (وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ) (۴) حفظ فروج۔ اپنے سوراخوں کی حفاظت۔ (وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ) (۵) امانات و عہد کا لحاظ کرتے رہنا (وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ) (۶) محافظت صلوٰۃ (وَالَّذِينَ

(حضرت علی سے ہم بہتر ہیں بحالفلون)

صحابہ کرام کی خصوصیات

جیسے کوئی نبی بہروپیا نہیں ہوا۔ ایسا ہی کوئی صحابی بہروپیا نہیں تھا مگر کلام نبوی کو محفوظ رہا ہے۔ پھر اتنی بڑی قوم میں روایت کے اعتبار سے کسی کا جھوٹ ثابت نہیں ہوا سبحان اللہ نبی کا صدق حقیقتاً ثابت ہے کہ کسی روایت کے صدق کیلئے صرف اس قدر ثبوت کافی ہے۔ کہ ایک صحابی کہتا ہے۔ کہ میں نے نبی کریم صلعم سے سنا۔

وعدہ و وعید دونو ٹل سکتے ہیں

سورہ مومنون میں جب ہم یہ آیات پڑھتے ہیں۔ قل رب اما تریني ما یوعدون۔ رب فلا تجعلنی فی القوم الظالمین۔ و انا علیٰ ان نریک ما نعدھم لقادرون۔ تو یہ آیتیں بتاتی ہیں۔ ایک تو کہ اللہ کی ذات کس قدر شان میں بڑی ہوئی ہے کہ وہ دنیا جیسے مبارک وجود کی خاطر بعض اوقات تمام ملک کو بھی ہلاک کر دیتا ہے۔ اسکے حضور میں عاجزی سے گڑگڑانے کے محتاج ہیں۔ اور دعا کی احتیاج سے خالی نہیں۔ اب دیکھیے حضرت نبی کریم صلعم کی خاطر عذاب آتا ہے۔ گر دوسری جانب آپ ہی کے منہ سے کہلوایا ہے۔ رب فلا تجعلنی فی القوم الظالمین۔ یعنی اے میرے رب مجھے ظالم قوم میں ذکر رہو۔ اس ذلت میں میں ہنسکو نہ ہو جاؤں۔ دوم یہ کہ وعدہ ہو یا وعید وہ ضرور ٹل سکتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ انا علیٰ ان نریک ما نعدھم لقادرون۔ یعنی ہم جو انکو وعدے دیتے ہیں اسکے دکھانے پر قادر ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ ضرور وہ وعدہ اسی رنگ میں پورا کریں گے۔ بلکہ یہ فرمایا کہ قادر ہیں چاہیں تو اسے بدل کر کسی اور رنگ میں پورا کر دیں۔ یہ نکتہ سنت اگر خوب سمجھ لیا جاوے تو آں سرور محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں پر کوئی اعتراض نہیں رہتا۔

آجکل کی تہذیب غلط ہے

آجکل کے مہذب پوشین کہلاتے ہیں جب اپنی کسی کمزوری کو چھپانا چاہتے ہیں۔ تو عذر کر دیتے ہیں۔ یہ پرائیویٹ بات ہے۔ گر یہ طرز اسلام کو پسند نہیں مومن جو کچھ کرتا ہے۔ اپنے مولیٰ کی اطاعت میں کرتا ہے۔ ایسے دو رنگ ل نہیں ہوتا۔ قرآن مجید میں کئی جگہ نبی کریم صلعم کے خانگی امور کا ذکر ہے کیونکہ آپ کی ذات ستودہ

صفات تمام جہانوں کے لیے سراپا رحمت تھی۔ آپ کا شکر کرنا، آپ کا پیشاب کرنا، آپ کا اٹھنا بیٹھنا آپ کا اپنی بیویوں سے طرزِ معاشرت سب ہی کچھ محفوظ ہے۔

منکرِ فضیلتِ ابوبکرؓ منکرِ قرآن ہے؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اولوالفضل صاحبِ فضیلت فرمایا ہے۔ (دیکھو یہ آیت ولا یأتل اولوالفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا اولی القربیٰ والمساکین والمہاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم) بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ فضل سے مراد مال ہے۔ مگر ان کی تردید کے لیے والسعۃ ساتھ ہی فرمایا۔ اگر فضل سے مراد مال ہوتا، تو سعۃ کو علیحدہ نہ فرماتا۔ فقط

امام کی اطاعت

[illegible] نے خطبہ جمعہ میں یہ ذکر [illegible] فرمایا کہ [illegible] ضروری ہے کہ جماعت کا ایک امام ہو اور اس کی اطاعت مطلق ہو۔ یہاں تک کہ اگر امام کی صریح غلطی بھی معلوم ہو، تو صرف اتنی اجازت ہے کہ اشارہ سے ادب کے ساتھ بتا دے اور جو جیسا امام کرے ویسا ہی کرے۔ اس کی [illegible] مثال [illegible] ہے۔ اگر امام دو کی بجائے تین [illegible] [illegible] سبحان اللہ کہہ کر [illegible] امام [illegible] [illegible] سجدوں کا حکم ہے۔ گر امام کی اطاعت میں [illegible] [illegible] اس کی [illegible] [illegible] امام ہی کی اطاعت چاہیے۔ اطاعت در معروف کے [illegible] نہیں کہ [illegible] شخص [illegible] معروف سمجھتا ہے اس طرح تو ہر شخص امام کی اطاعت نہیں، بلکہ اپنی اطاعت کرتا ہے۔ پس اطاعت تو اسی کا نام ہے کہ بات اگرچہ اپنی رائے کے خلاف بھی ہو تو بھی امام کی [illegible] ہے۔

[illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] حضرت نبی کریم

غربت

آجکل ناول بہت پڑھے جاتے ہیں پبلک کے اس مذاق سے مجبور ہو کر ہمیں نے بھی ناچار ناول ہی کے پیرائے میں لوگوں کو نصیحت دینی شروع کی جسلئے ملک کرم الٰہی ان تعلیم یافتہ خواتین میں سے ہے جو اپنی صنف کی بہتری و بہبودی کی دل سے خواہاں ہیں۔ اور ہر وقت اس امر میں ساعی ہیں کہ فرقہ نسواں پوری ترقی کرے۔

اس ۲۰۸ صفحہ حجم کی کتاب میں جو خوشخط میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر تحفۂ دہلی کے اہتمام میں چھپی ہے۔ بیرسٹی پارٹیوں کی کار روائیوں کا نقشہ انتظام کیا گیا ہے۔ اور دکھلایا گیا ہے کہ ہماری معصوم بھولی بھالی لڑکیاں کیسے شکنجے میں آتی ہیں اور پھر کیا کیا خرابیاں برداشت کرنی باقی ہیں اس کے علاوہ ہماری تعلیم نسواں کے نمونہ اور فرو مستورات کے **رسوم و رواج** کی اصلاح کے متعلق قابل ستائش مضمون ہیں یعنی اور آزادی پردہ مضمون ہے۔ اور بہت سے واقع وہ ہے پھر بغیر ولی کی اجازت کے لڑکیوں کے نکاح میں جو مشکلات پیش آتی ہیں۔ اور بعد میں جو خرابیاں نکلتی ہیں۔ انکو بھی خوب دلآویز طریقے سے دکھایا ہے چونکہ کوئی ناول حسن و عشق کے قصے کے بغیر **ناول** ہی نہیں سمجھا جاتا۔ پبلک کی اس بدمذاقی کی وجہ سے عورت کی مصنفہ کو بھی اس ناول میں کچھ ایسے سین دکھانے پڑے ہیں جو اگرچہ واقعات کے رو سے صحیح کہے جا سکیں مگر ناگفتہ بہ ہیں۔ غالباً اسی مجبوری کی وجہ سے بعض اشعار ایسے درج کئے گئے ہیں جو شریف بیبیوں میں پڑھے جانے معیوب سمجھے گئے ہوں لیکن بحیثیت مجموعی اور خصوصاً ان اعتراضات کے جوابات کے جو بے سرو پا عین اسلام پر کرکے اکثر بھولی بھالی لڑکیوں کو گمراہ کرتی ہیں یہ کتاب اس قابل ہے کہ کثرت سے شائع ہو۔ اگر میر قاسم علی صاحب اس پر نظر ثانی کر لیتے۔ تو زبان کے اعتبار سے بھی اس ناول پر کوئی حرف نہ رکھ سکتا۔ پھر بھی ایک عورت کی قلم سے نکلی ہوئی کتاب کا نمونہ قابل داد ہے۔ قیمت ۱۲؍

ملنے کا پتہ۔ میر قاسم علی۔ تاجر کتب۔ دفتر تحفۂ دہلی

امۃ الحفیظ کی آمین

میرے سید و مولیٰ حضرت مسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے

بچوں کے قرآن مجید ختم کرنیکی خوشی میں آمین کے نام سے نظمیں لکھی ہیں۔ جو در ثمین میں موجود ہیں اسی سنت کے تتبع میں اسی طرز پر صاحبزادہ میرزا محمود احمد صاحب نے اپنی ہمشیرہ عزیزہ امۃ الحفیظ کے قرآن مجید ختم کرنیکی خوشی میں ایک نظم لکھی ہے جو بہت دلچسپ ہے۔ اور میر جناب میر ناصر نواب صاحب کی نظم بھی ہے۔ جو صاحب دیکھنا چاہیں۔ ۲ کے حساب منگوائیں۔ محصولڈاک علاوہ

خوشخبری

ڈاکٹر ۔ ۔ صاحب نے جو منشی برکت علی صاحب لدھیانوی نے چھپوایا ہے۔ گورنمنٹ کی عدالت عالیہ سے آریوں کے مقابل میں جائز ثابت کیا گیا ہے۔ ہر ایک احمدی کے پاس یہ رسالہ ہونا چاہئے۔ ہمارے پاس چند نسخے آگئے ہیں۔ جو صاحب کو رسالہ ضرورت ہو وہ بھیج دیں ہے۔ عدم قریبا اصل لاگت پر ۲ کے حساب روپیہ کے جو صاحب چاہیں [illegible] ان سے منگوائیں۔

ظہور المسیح

تمام مخالف کتابوں کو جو وفات مسیح کی تردید میں لکھی گئی ہیں۔ سامنے رکھکر یہ ایک کتاب ظہور المسیح لکھی گئی ہے۔ جس میں قریبا تمام اعتراضات کا جواب ہے۔ جو اب تک ہوئے ہیں۔ اسکی اشاعت کے خیال سے صرف ۴ روپیہ سیکڑہ میں جو صاحب مطلوب ہوں منگوالیں۔ محصول [illegible] روپیہ سیکڑہ کی ۵ ہے۔ مرحوم شیخ ۔ ۔ ۔ انکار کرتے ہے۔ ملنے کا پتہ میاں محمد زبیر ۔ ۔ ۔ شیخ [illegible]

نعمت الحمد کی

وہ ان نظموں کا مجموعہ ہے جو حضرت نے اپنے حبیب رسول کریم ﷺ کی یاد اور سلسلہ احمدیہ کی تائید میں کہیں۔ اکثر احباب کی فرمائش تھی کہ ان نظموں کو ایک رسالہ کی صورت میں شائع کرو۔ یہ مجموعہ خوشخط عمدہ چھپوایا گیا ہے۔ احباب محمد [illegible]

تاجر کتب یا منیجر بدر

الحکم قادیان کے پتے سے منگوا لیں۔ قیمت ۴

کشف بادشاہ عقل
معجزہ علم نادری

اس کتاب کے پڑھنے سے عجب عجب خدا کے تجلیات کھلے۔ آپ اپنا مذاق ہے ایک ہی بات کے پڑھنے کی اقسام سے متعجب ہیں اور دوسرے کے لئے سرمایہ ناز ہیں یہ سادہ نظم ہیں۔ [illegible] شرعیت کے متعلق مسائل راز سربستہ کی صورت میں لکھے گئے ہیں جنکا ذکر کسی عمر کی قوتی ہے اور ۔ ۔ ۔ معنی تو اصل میں عجیب قبل کے لئے آسمان کی ۔ ۔ ۔ علمی اور مسلمان کی شان کے بیچ پڑے ہوئے ہیں قیمت ۱۰ مرحوم ۱۰ ملنے کا پتہ مولوی محمد حسن ایاز [illegible]

مدینۃ المہدی

۱۔ حضرت امیر المومنین کی صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ صبح درس قرآن مجید دیتے تھے اب تجویز ہوئی ہے کہ بعد عصر درس دیا کریں۔ تاکہ سکول کے طالب علم بھی اس نعمت عظمیٰ کو بہرہ یاب ہو سکیں

۲۔ صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب و دیگر اہل بیت نبوی بخیر و عافیت ہیں۔

۳۔ جناب میر ناصر نواب صاحب سفر کشمیر سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔ عمارات لنگر میں تقریباً ۵۰۰ اور ضعفا کے لیے ۳۰۰ روپے کے قریب وصول ہوئے ہیں۔ پھر دورہ پر جائیں گے

۴۔ دارالعلوم میں بورڈنگ کی عمارت تقریباً مکمل ہو چکی ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ کچھ عرصہ کے لیے عمارات کا کام بند کر کے اشاعت سلسلہ احمدیہ کی طرف توجہ کی جائے۔
مقبرہ بہشتی میں بھی کنواں بن گیا ہے۔

۵۔ مدرسہ احمدیہ بھی تعطیلات موسم گرما کے بعد یکم اکتوبر سے کھل گیا ہے۔ اور سپرنٹنڈنٹ مدرسہ کی انتھک کوششیں اس کی انتظامی مشینری میں قابل قدر اصلاحیں کر رہی ہیں۔ ضروری ہے کہ ہر ایک ذی استطاعت مخلص صاحب اولاد احمدی اپنا ایک ذکی بچہ اس سکول میں بھی پڑھائے۔ تاکہ وہ آئندہ لوگوں کے لیے مبلغ اور اسوۂ حسنہ ہو۔

۶۔ سیالکوٹ میں انجمن احمدیہ کا جلسہ کامیابی سے ہوا۔ عالم حقائق آگاہ مولانا مولوی محمد سرور شاہ صاحب اور جناب مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر و مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکی نے (اور شیخ تیمور صاحب) تبلیغ سلسلہ حقہ میں خصوصیت سے نمایاں حصہ لیا۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء

ہر خریدار اپنے پتہ کی چٹ کو غور سے پڑھے۔ اور جو غلطی ہو۔ اس سے اطلاع دے۔

مینیجر

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئیں مشہور دوائیں

اصلی عرق کافور

[illegible]

عرق پودینہ

[illegible]

جلاب کی گولیاں

[illegible]

درد سر یا کسی درد کی دوا

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن [illegible] کلکتہ

نمبر رسالہ جلد

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد

فہرست مضامین

انسان کی سرگزشت

(جناب ... اکبرآبادی کی زبانی)

بتلاؤں کیا تھا عالم اوّل میں کیا ہوں میں
دکھلاتی مجھ میں دیتے ہیں انوار ایزدی
نقشہ سرایوں سے مری [illegible]
وہ [illegible] غریب ہوں لیکن [illegible] چیز
میں سرگزشت اپنی سناؤں ہو تم سنو!
اک روز اک روش پہ نظر شاہ سا پڑا
پھر مجھ سے کہ رخصت کیا اب اٹھا کے ہاتھ
نعمت ہے [illegible] اس کو کھا کے دیکھ
بیٹھے کہا کہ خالق اکبر نے ایک بار
اُسے کہا کر دیکھنے پھیرے کا پھر
[illegible] اور شریک حیات نے
[illegible] اور مصائب و آوارگی کیسا تھا
ہم دونوں پھیر تو عالم سفل کی سمت کو
مطلب تھا اس کا عالم ایجاد خلق ہو
انبیاء نے بیٹھ کر میری جھکا دیا
اسی زورقِ حیات کو [illegible] سے کیا خطر
[illegible] جہاں تک [illegible]
ہے سب طفیل احمدؐ مرسل کا ای سلام

رہ عافیت کے نقشوں میں اکثر رہا ہوں میں
آئینہ منیر ہوں قدرت نما ہوں میں
مرغ رہ باغ حیات و قضا ہوں میں
[illegible] ہوں کیسی [illegible] وہی ہوں میں
جنت میں [illegible] سے رہا ہوں میں
کہنے لگا کہ کون بھلا بیچارہ کیا ہوں میں
[illegible] کے وصف کو بجا رہا ہوں میں
[illegible] اس کو کر بچا رہا ہوں میں
منع کیا ہے مجھ کو [illegible] ہوں میں
[illegible] سمجھا رہا ہوں میں
بیٹھا ہو [illegible] دیکھتا ہوں میں
رنج و غم و الم میں بہت مبتلا ہوں میں
جھیلے گئے عتاب ہوا بے وفا ہوں میں
اور اس جہاں میں رہبر راہ خدا ہوں میں
بجائے نقش [illegible] ہوں میں
[illegible] ہوں میں
یہ مجھ ذات باری سے اب کر رہا ہوں میں
افضل خدا کے دہر میں اب با خدا ہوں میں

[illegible]

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ نومبر ۱۹۱۱ء

مسیح موعود کے بعد ہمارا فرض

یوں تو خدا تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کر کے اسکو ایک کام میں لگا دیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ خلق فسوّی والذی قدّر فھدیٰ۔ مگر انسان جو عالم صغیر یعنی اپنے اندر تمام مخلوقات عالم کا نمونہ رکھتا ہے۔ اسے خصوصیت سے ایک ذمہ وار بھی ٹھیرایا ہے۔ اس پر وہ بار امانت لادا ہے جس کے اٹھانے سے زمین و آسمان انکاری ہوئے چنانچہ اس کی وجہ بھی فرما دی کہ انہ کان ظلوماً جھولاً۔ یعنی وہ خدا کے لئے خدا کی راہ میں اپنی جان پر ظلم کرسکتا ہے اور اس کی محبت میں غیر کو تو درکنار اپنے تئیں بھی بھول سکتا ہے۔ پھر اپنے خاص فضل وکرم سے ذمہ واری کی راہیں بتانے کے لئے ایسے مبارک وجود ان میں مبعوث کرتا رہتا ہے جو مخلوق الٰہی کی ہمدردی میں اپنے آپ کو فنا کر دیتے ہیں

اور جان و مال خرچ کرکے بہت سی مشکلات کو ہموار کرتے ہوئے اس شاہراہ کو تیار کرتے ہیں
جس پر چل کر انسان منزل مقصود کو پہنچ سکیں۔ ان رہبروں میں سے سب سے بڑا رہبر وہ تھا
جس کا نام ہے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جنہے ہمارے لئے وہ صعوبتیں جھیلیں
وہ وہ سختیاں اٹھائیں کہ جنکے احسان پر ہر وقت درود پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ اللھم صل علے
محمد وعلی آل محمد۔ مگر یہیں تک بس نہیں بلکہ اپنے وصال کے بعد بھی انکی روح ہماری
بہتری ہماری بہبودی کا خیال پوش [illegible] رہا ہے چنانچہ اس کا تازہ ثبوت یہ ہے۔ کہ جب ہم
چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغے میں آگئے۔ ظلمت کی گھٹا ہم پر چھا گئی۔ اور ہم منتشر
ہوکر آپس میں نااتفاقی کی بہت لڑائیاں شروع ہوگئیں۔ رستہ چلنا دشوار ہوگیا۔ اور جان
کے لالے پڑ گئے تو اس ظلمت میں انکی روحانیت سیدنا مرزا غلام احمد کی شکل میں چودھویں
کا چاند بن کر ظاہر ہوئی اس نے ہمارے دشمنوں کے سرغنوں کو ایک ایک کرکے مار کر
زیر کیا۔ اور ہم میں صلح کرادی۔ اور منکرین سے قطع تعلق کا حکم دیا۔ اور ایک مدت تک ہم
میں رہکر حق کی درگاہ میں واپس گیا۔ اب انکی وفات کے بعد ہمارا فرض ہے کہ ہم اس بات
پر غور کریں کہ بحیثیت آپ کے متبعین ہونیکے ہمیں کیا کیا کرنا اور آپ کے مقاصد پورا کرنے
کیلئے کن کن قواعد پر عمل پیرا ہونا چاہیئے سو کچھ زیادہ غور کرنے کی ضرورت نہیں۔ آج سے
تیرہ سو سال پہلے خود اللہ تعالیٰ ہی نے اسے بیان کردیا۔ "ھو الذی ارسل رسولہ
بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ"۔ کہ ہم اسلام دین حق پیش کریں۔ اور تمام
مذاہب عالم پر اس کو غالب ثابت کریں۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ
"تکمیل اشاعت ہدایت و دین الحق"۔ وہ قدر میں یہ فرض بہت بھاری ہے۔ اور تمام انبیاء
کا مجموعی طور پر یہی فرض تھا جو اب ہم کو ادا کرنا ہے۔ لیکن اگر ہم اخلاص صواب کے
ساتھ اٹھینگے۔ تو خدا اپنے وعدے کے مطابق روح القدس کو ہماری تائید میں نازل کریگا
اور سب مشکلیں ہمارے لیے آسان کیجائینگی۔ اور تمام روکیں ہماری راہ سے ہٹادیجائینگی

کامیابی ہمارے استقبال کو آئیگی اور فوز و فلاح ہمارے باڈی گارڈ ہونگے۔ لیکن یہ سوال یہ ہے کہ اس فرض کے ادا کرنے کے لئے کیا طریق ہے۔ سو اسکا جواب میں آج یہی دونگا۔ کہ صدائے اذان جو اسلامی تبلیغ کا سب سے بڑا آلہ ہے۔ وہی اس قفل کی کلید ہے۔ اس میں ہمیں بتلایا گیا ہے۔ کہ ہم کونسی روش اختیار کریں۔ اور سب سے پہلے مخلوق الٰہی کو کیا پہنچائیں۔ اور کس طریق سے پہنچائیں۔ اصل الاصول تمام نیکیوں کا یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اللہ تعالیٰ کا جلال اللہ تعالیٰ کی بزرگی عامۃ الناس کے دلوں پر خوب مستولی ہو جائے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن مجید میں احکام کے لئے تو صرف ڈیڑھ سو آیت ہے۔ کہ عظمت و جلال الٰہی کا ذکر ہر پارے ہر سورۃ ہر رکوع بلکہ ہر آیت میں ہے کیونکہ جب تک دلوں میں خدا کی عظمت بیٹھ نہ جاوے اور یہ نہ ہو کہ اس کے مقابل کوئی دوسرا خیال کوئی کشش کوئی محبت کوئی شوق نہ ٹھہر سکے۔ تب تک یہ محال ہے۔ کہ آدمی اللہ کا ہو جائے۔ اور ہر حالت میں اسی کا سچا فرمانبردار ہو۔ یہی وجہ ہے۔ کہ نبی کریم صلعم جب مامور بالتبلیغ ہوئے۔ تو سب سے پہلا حکم جو حضرت کو ہوا۔ وہ یہی تھا قم فانذر و ربک فکبر و ثیابک فطہر والرجز فاہجر ولا تمنن تستکثر ولربک فاصبر۔ کہ کمربستہ ہو ہوشیار ہو جا لوگوں کو ڈرا۔ اپنے رب کی بڑائی بیان کر۔ اور اپنے کپڑے پاک رکھ یعنی اپنی عملی حالت کو اپنے اخلاق کو بالکل پاکیزہ رکھ۔ تمام قسم کے گندے عقیدوں گندے اعمال بگڑے ہوئے لوگوں کی صحبت سے الگ ہو جا۔ اور اپنی اس محنت کا احسان نہ جتا بلکہ ان اجری الا علی اللہ کہتا رہ۔ اور اپنے مربی کی عظمت بیان کرنے میں کمزوری نہ دکھا۔ بلکہ روز بروز ترقی کر۔ اور ان باتوں پر جما رہ۔ خواہ راہوں میں تیرے آئیں مشکلات کا سامنا ہو۔ لوگ مقابلہ کریں۔ مگر تو اس طوفان بے تمیزی میں چٹان کی طرح ایک مرکز پر قائم رہ۔

یہ طریق تبلیغ ہے۔ جو خدا نے اپنے پیارے نبی کو سکھلایا جس کی اتباع کا ہمکو

حکم دیا گیا ہے۔ اذان میں اللہ اکبر چار دفعہ آیا ہے۔ گویا ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ذات میں صفات میں اسماء میں افعال میں عبادات میں ایک ایسی مکمل ہستی بتائیں۔ اور اسکی تکبیر ہمارا فرض ہو۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ چونکہ ہم اس قدوس کے داعی بنتے ہیں۔ اسلئے اپنے تئیں پاک بنالیں۔ کوئی گندہ عقیدہ ہمارا نہ ہو۔ کوئی گندہ عمل ہم سے صادر نہ ہو۔ کسی گندے کے ساتھ ہمارا تعلق نہ ہو جو کچھ کریں۔ اللہ کے لئے اس کام میں کسی قسم کی کمزوری یا سستی نہ دکھائیں۔ بلکہ ہمارا قدم آگے ہی آگے ہو۔ اور اپنے مرکز سے ہٹیں نہیں۔ اللہ کی بزرگی کے خلاف جسقدر عقائد ہیں۔ ان سے صرف خود ہی الگ نہ ہوں بلکہ ایک دنیا کو ہٹادیں۔ ہم یقین کریں کہ اللہ ہی وہ ذات ہے۔ جو ازلی ابدی کہلانے کی سزاوار ہے۔ پس آریوں کے اس گندے عقیدے کی حتی المقدور تردید کریں۔ کہ وہ روح اور مادہ زمانہ کو ازلی کہکر خدا کی صفات میں اسکو شریک کرتے ہیں عیسائیوں کو سمجھائیں کہ خدا تعالیٰ یگانہ ہے۔ واحد ہے۔ بے ہمتا ہے۔ اسکے ساتھ کوئی ایسا اقنوم نہیں جس کے بغیر اسکی ذات مکمل نہ ہوسکتی ہو وہ رحم بلا مبادلہ کرسکتا ہے۔ وہ ظالم نہیں۔ کہ جب تک ایک بیگناہ کو صلیب نہ دے لے خلقت کے گناہ نہ بخش سکے۔ وہ عاجز اور کمزور انسان سے بھی گیا گذرا نہیں۔ کہ اپنے قصور واروں کے گناہ بخشنے پر قادر نہ ہو۔ وہ قادر مطلق مقتدر و توانا خدا ہے وہ نیستی سے ہستی کرنے پر قادر ہے جیسے بغیر آنکھ کے دیکھتا اور کانوں کے سنتا بغیر زبان کے بولتا بغیر ہاتھوں کے کام کرتا ہے۔ ویسا ہی بغیر مادہ کے وہ ہر چیز پیدا کرتا ہے۔ وہ زندہ اور زندگی بخش ہے۔ اور کوئی اپنی فطرت کے خلاف زندہ رہنے والا نہیں۔ یہ جھوٹ ہے کہ مسیح ابتک زندہ ہے وہ مر چکا ہے اور کشمیر سرینگر محلہ خانیار میں مدت ہوئی مدفون ہے کیونکہ اس سے افضل و اکمل مبارک وجود خاتم النبیین بھی فوت ہوچکا۔ خدا ایسے ہزاروں مسیح پیدا کرنے پر قادر ہے۔ وہ کوئی عاجز نہیں کہ آخری زمانے کی ہدایت کیلئے

اسی مسیح کو محفوظ رکھ چھوڑا۔ جو اپنے زمانے میں اپنی نبوت چند مچھیروں کے سوا کسی کو منوا نہ سکا۔

اس نے جس طرح جسمانی ترقیات کے لئے سامان مہیا کئے ہیں۔ اور ہر موسم پر برسنے والا بادل بھیجکر مردہ شہر زندہ کرتا ہے۔ اسی طرح اس نے روحانی ترقیات کے لئے ہر قسم کے اسباب رکھے ہیں۔ وہ جیسے تاریک رات کے بعد روشن دن چڑھاتا ہے اسی طرح جب دنیا میں تاریکی پھیلتی ہے۔ اور اس کا چہرہ مخلوق کی نظروں سے پردہ میں آجاتا ہے۔ تو ایک آفتاب چڑھاتا ہے جس سے سب نشیب و فراز نظر آنے لگتا ہے جب لوگوں کے دل مرجاتے ہیں۔ تو وہ ابر کرم کا ایک چھینٹا ڈال دیتا ہے۔ ایک مسیحا مبعوث کر دیتا ہے۔ جو از سر نو جان ڈالتا ہے۔ اور پھر توحید کی دنیا آباد نظر آنے لگتی ہے وہ کلام کرنیوالا خدا ہے۔ گونگا نہیں۔ وہ ہر زمانے میں اپنے پیاروں کے ساتھ کلام کرتا ہے وہ پیارے جو ان کے عقیدے کے مطابق دروغ مصلحت آمیز سے کام نہیں لیتے بلکہ جو کچھ کہتے ہیں خدا کی طرف سے کہتے ہیں۔ اور حق کہتے ہیں۔ جس طرح آسمان سے جب تک پانی نہ برسے چشموں کا پانی کافی نہیں۔ اور اگر ہو بھی تو گندہ ہو جاتا ہے اسی طرح عقل انسانی کافی نہیں جب تک آسمانی وحی کا پانی نہ برسے جس طرح ہماری ظاہری آنکھ بیکار ہے جب تک کہ آفتاب کی روشنی نہ ہو۔ اسی طرح عقل کی آنکھ تجربہ کی آنکھ نکمی ہے جب تک آسمان سے روشنی نہ پہنچے۔ غرض خدا کی عظمت خدا کے جلال کی راہ میں جو روکیں پیش آئیں یا دکھائی دیں سب کو دور کرے۔ کوئی ایسا عقیدہ جو خدا کی عظمت خدا کے جلال خدا کی کبریائی کے خلاف ہو۔ اسکو دنیا سے مٹانے کی کوشش کی جائے اور پھر اپنی عملی زندگی سے ثبوت دیں۔ اور تمام جہان کے سامنے یہ شہادت پیش کریں کہ ہمارا کوئی معبود کوئی مطلوب کوئی محبوب نہیں۔ مگر ایک ہی ذات والا صفات جس کا نام ہے اللہ۔ یہی معنی ہیں۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ کے۔ گواہی ایسی پر زور ہو۔

کہ ایک عالم کے سرمایہ یا ملک پر جھپٹ جائیں۔ اور وہ زبان سے اقرار کریں کہ درحقیقت میں ان
لوگوں کی رفتار گفتار کردار سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ خدا ہی کو اپنا محبوب۔ خدا ہی کو اپنا
معبود خدا ہی کو اپنا مطلوب سمجھتے ہیں۔ ہم دنیا کے کام کریں۔ اور بیشک بڑے جوش
سے کریں مگر ان میں بھی ہمارا مقصود اللہ ہی ہو۔ پھر ہمارے وہ کام ابھی گورنمنٹ کی
بابت ہوں یعنی ان پر محمد رسول اللہ کی مُہر لگی ہوئی ہو کیونکہ وہ خاتم النبیین ہے
جیسے دنیا کی کوئی چیز پسندیدہ نہیں ہوتی جب تک اس پر کسی خاص کارخانہ کی مہر لگی ہوئی
نہ ہو۔ اسی طرح کوئی کام مقبول اور پسندیدہ نہیں۔ جب تک اس پر محمدی مہر نہ ہو۔ ہم اس
حقیقت کو لوگوں پر واضح کریں۔ اور سارے جہان کو یہ پیغام سنادیں کہ تمہارا کوئی عمل
مقبول نہیں۔ جب تک محمدی اجازت اسکے ساتھ نہیں۔ تم کبھی امن و عافیت میں داخل
نہیں ہو سکتے۔ تم کبھی دار السلام میں ٹھہرنے کی مجاز نہیں۔ جب تک محمدی راہداری
محمدی پروانگی تمہارے ہاتھ میں نہ ہو۔ محمدی رنگ میں رنگین نہ ہو۔ محمدی لباس محمدی
شعار محمدی وضع تم اختیار نہ کرو۔ ہمارا فرض ہے کہ ڈنکے کی چوٹ دنیا کو سنادیں۔ کہ
وہ خدا کی بادشاہت جس کے لئے مسیح دعا کرتا رہا۔ پھر اپنی امت کو سکھا گیا کہ وہ کہا
کریں وہ ،، کہیں تیری بادشاہت زمین پر آوے،، زمین پر آچکی۔ اس کے
احکام نافذ ہو رہے ہیں۔ مبارک وہ جو اس کی رعایا ہیں۔ محمدی نبوت محمدی
بادشاہت کا ثبوت دینے کے لئے لمبے چوڑے دلائل دینے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے
لئے یہ مشکل نہایت آسان کر دی گئی ہے۔ کیونکہ اسی کے فیض سے مستفیض ایک نبی
ہم میں آیا۔ جس نے اسکی غلامی سے یہ درجہ پایا۔ اسکے وجود سے جب ایسے معجزانہ افعال
صادر ہوئے جو اور انسانوں سے صادر نہیں ہو سکتے۔ تو ہمیں یقین آگیا کہ ایک ایسی
کشفی ہستی ہے۔ اور جب اس نے قبل از وقت غیب کی خبریں سنائیں جن تک
قیاس انسانی نہیں پہنچ سکتا۔ تو یقین آگیا کہ وہ عالم الغیب ہے۔ اور جب ہم نے دیکھا

کہ ایک شخص گمنامی کی حالت میں خدا سے خبر پا کر کہتا ہے۔ ایک وقت آتا ہے کہ دور دراز
سے لوگ تیرے پاس آئیں گے۔ تحفے تحائف لائیں گے۔ تجھے اسلام کی ایک بڑی جماعت
دی جائیگی پھر باوجود اس قدر سخت مخالفت کے جو نہ صرف بیگانوں سے ہوتی بلکہ اپنوں سے
بھی ہوئی جس کا مقابلہ کسی انسان کی قدرت میں نہیں۔ ان سب باتوں کا پورا ہو جانا اس
بات پر گواہ ٹھہرا کہ دنیا میں خدا نہ صرف غیبوں کا جاننے والا ہے۔ بلکہ مدبر متصرف بالارادہ
فعال ما یشاء و دیکھکر صاحبزادہ جیسے مجرب من اللہ لوگ پیدا ہو گئے تھے۔ جو باوجود
ہر روز محسوس کر لیتے کہ بیٹھے بیٹھے انسانی قلب میں باہر سے نیکی کی ایک تحریک پیدا ہوتی
ہے۔ اور ضرور اس تحریک کا کوئی محرک بھی ہونا چاہیے۔ کیونکہ سبب بغیر مسبب کے
نہیں۔ فرشتوں کے وجود کے منکر تھے۔ مگر اس ہی کے وجود سے فرشتوں کی ہستی کا
ثبوت بھی ملا۔ وحی و الہام کا مسئلہ بھی حل ہوا۔ کلام مجید کے بے نظیر کلام اللہ اور اسکی
تعلیم کے مفید و بابرکت ہونے میں اگر کسی کو کلام تھا۔ تو وہ بھی جاتا رہا کیونکہ تیرھویں
صدی میں ہم پر کھل گیا۔ اور تمام مخلوقات پر حجت قائم ہو گئی۔ کہ قرآن مجید کی تعلیم سے
تمام جسمانی و روحانی کمالات انسان حاصل کر سکتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان نبی
بن سکتا ہے۔ قرآن مجید ایسی بے مثال کتاب ہے۔ کہ تمام دنیا کی مجموعی طاقت اس کی
مثل لانے پر قادر نہیں۔ اگر یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آتی تو وہ ہمارے امام مرزا
کی ان کتابوں کو دیکھے جو تحدی کیساتھ شایع کی گئیں کہ اگر کسی میں طاقت ہے۔ تو
ان کی مثل لاوے۔ دس دس بیس بیس ہزار تک انعام بھی مقرر کیے۔ مگر کسی بھی معترض
کو کوئی قادر نہ ہوا۔ پھر اسی دنیا میں جب مخالفان حق پر وعدہ کے مطابق عذاب نازل ہو
تو جزا و سزا کی حقیقت واضح ہوئی۔ غرض محمد رسول اللہ کو منوانے کے لئے اس سے
بہتر کوئی طریق نہیں۔ کہ ہم غلام احمد کو پیش کریں۔ کیونکہ وہ اس محبوب کا چہرہ دیکھنے
کے لیے ایک آئینہ ہے۔ اگر اس آفتاب نبوت کے انوار دیکھنے سے دنیا کی آنکھیں

چند صدیاں ہیں۔ تو وہ بیس، ساٹھ ہی کو دیکھیں۔ اگر اس نگارِ حسن کی تاب نہیں لا سکتے
تو وہ اس کے عکس ہی کو دیکھ لیں۔ اگر ہم اپنا اتنا ہی فرض سمجھتے ہیں۔ کہ سیدنا مرزا
غلام احمد کو ایک **مسلمان** ثابت کریں۔ تو تف ہے ہماری سمجھ پر۔ اور افسوس ہے
ہماری محبت پر کیا وہ جو نبیوں کے حلہ میں آیا۔ وہ جو خدا کی مجسم قدرت کے رنگ
میں ظاہر ہوا۔ وہ جس کی خدا اپنے عرش سے حمد کرتا ہے۔ وہ جسے خدا فرماتا ہے۔ میں تجھ
سے ہوں۔ اور تو مجھ سے۔ وہ جو خدا کے لیے بمنزلہ اولاد ہے۔ وہ جسے کالبعثہ خدا اپنا مظہر قرار دیتا ہے
جس نے چار پانچ لاکھ انسانوں کو مسلمان بنا دیا اس بات کا محتاج ہے۔ کہ ہم اسے
مسلمان ثابت کریں۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب ہمارا فرض تو یہ ہے کہ ہم اسے خدا کے
فرستادہ کی حیثیت میں محمد رسول اللہ کی ختم نبوت کے ثبوت میں پیش کریں۔ اور اس
سچائی کو ہرگز نہ چھپائیں کیونکہ منافقت اور اسلام ایسی دو متضاد حقیقتیں ہیں جیسے
دن اور رات اگر تقیہ جائز ہوتا۔ اگر نفاق کو کوئی شبہ بھی نظر استحسان سے دیکھا جاتا
تو ذات محمدیہ کبھی **مامور بالاذان** نہ ہوتی جس میں ایک مسلمان مجبور ہے۔ کہ وہ
چھت پر چڑھ کر بلند آواز سے دن رات میں ایکبار نہیں پانچ بار اپنے عقاید کا اعلان
کرے۔ اور دنیا کو سوتے وقت بھی سنائے جاگتے وقت بھی سنائے کام کرتے وقت
بھی سنائے کہ **محمد اللہ کا رسول** ہے۔ خود نبی کریم کا نمونہ ہمارے سامنے موجود ہے
اس شہر میں جہاں کوئی بادشاہ نہیں تھا۔ کوئی حاکم نہیں تھا۔ آپ نے خدا کا پیغام
سنایا۔ اور کھول کر سنایا۔ اور کسی کسی طرح سے سنایا جب کوئی میلہ ہوا۔ آپ وہاں ضرور
پہنچے جب کوئی مجمع ہوا۔ آپ بھی کسی نہ کسی حیلے سے وہاں جا ہی نکلے۔ اور حق بات
پہنچا ہی دی۔ آپ نے گھر سے خرچ کر کے دعوتیں دیں۔ اور اس طرح پر عمائد مکہ
کو اپنے مولیٰ کا پیغام سنایا۔ آپ ایک پہاڑی پر چڑھ گئے۔ اور اپنے قبیلہ اور
رشتہ داروں کو نام بنام پکارا۔ یہاں تک کہ صبح سے شام کے قریب وقت ہو گیا

اور آپ نے اس طرح بھی حق انکے کانوں میں ڈالا۔ آپ اپنا وطن چھوڑ کر طائف گئے اور وہاں بھی جو کچھ کہنا تھا۔ کہہ ہی آئے۔ آپ کی ساق مبارک زخمی ہو گئی۔ اور کو اس ایسی حالت میں بھاگتے آئے کہ فرماتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں ہوا۔ کہ میں کدھر جا رہا ہوں جب ایک باغ میں دم لینے کے لئے ٹھہرے ہیں۔ تو وہاں بھی اپنے فرض سے غافل نہیں ہوئے۔ بلکہ انگور والے خادم کو کچھ ہدایت کی بات سنا ہی دی۔ کہا جا سکتا ہے کہ وہ خاتم النبیین تھے۔ انکی شان کے شایاں تھا۔ مگر صاحبان! ہم کو بھی اسی کی اتباع کا حکم دیا گیا۔ اگر ہم انکی تقلید نہ کرینگے۔ تو کسی اور کی کرینگے۔ پھر حضرت یوسفؑ کو معاملہ دیکھئے۔ **آپ قید میں ہیں۔** لیکن وہاں بھی بات میں ایک موقعہ نکال لیا ہے اور تبلیغ کر گئے ہیں۔ یہ نہیں کیا کہ اپنے تئیں چھپا لیا۔ بلکہ صاف کہا کہ میں خدا کا فرستادہ ہوں۔ اور ہمارا خاندان نبیوں کا خاندان ہے۔ شرک سے رکنا چاہئے۔ ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار۔ بہت سے صاحب اچھے یا ایک یگانہ و غالب اللہ۔ ال آل فرعون کے ایک مومن کی تقریر قرآن مجید میں ملتی ہے۔ جس نے اپنی تقریر کو اس حالت میں شروع کیا ہے۔ کہ وہ اپنے ایمان کو چھپاتا تھا۔ یعنی پہلے ہی نہیں بتا دیا کہ میں موسیٰ کو ماننے والا ہوں۔ یعنی پتھر نہیں کھینچ مارا۔ بلکہ آہستہ آہستہ انکو سمجھایا۔ جو بعض موقع پر حالات مقامی کے لحاظ سے ضروری ہے۔ کہ ایسا ہی ہو۔ کیونکہ ہمیں ارشاد ہے ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلہم بالتی ھی احسن۔ یہاں حکمت کے معنی پالیسی کے نہیں اور ہرگز نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہماری باتیں پختہ باتیں ہوں۔ جو ایسی مدلل ہوں کہ رد نہ ہو سکیں۔ وعظ نیک پیرائے میں ہو۔ اور ہمارا جھگڑا بہت نرمی کے ساتھ ہو۔ خیر یہ لوگ تو مامور تھے۔ گو ہمیں بھی ماموروں کی اتباع ہی کا حکم ہے۔ لیکن پھر بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہم مامور نہیں۔ اول تو میں بتاتا ہوں کہ ہم بھی مامور بالتبلیغ ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر
یہاں خیر سے مراد اسلام ہے۔ پھر صحابہ کرام کی نظیر ہمارے سامنے ہے۔ کیا وہ
اپنے نبی کی وفات کے بعد ہاتھوں پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہے۔ یا اپنے دنیاوی کاموں
میں لگ گئے۔ یا آپس میں لڑائیاں شروع کر دیں؟ ہرگز نہیں۔ وہ گھروں میں کفنیاں
باندھ کر ایک ہاتھ میں قرآن ایک ہاتھ میں تلوار لیکر نکلے۔ اور ایسے جوش کیساتھ نکلے کہ
سینکڑوں ان میں سے پھر اپنے گھر کو واپس نہ آئے۔ وہ صرف اپنے علاقوں ہی میں
نہیں رہے۔ بلکہ دور دور تک نکل گئے۔ نہ زبان کا نہ جاننا انکے لئے روک ہوا، نہ سمندر ان
کے لئے روک ہوا۔ نہ پہاڑ انکے لئے روک ہوئے۔ نہ بے زادی سفر سے مانع ہوا۔ اور
نہ گھر والوں کے خرچ کا خیال انکے لئے سد راہ ہوا۔ نہ دنیاوی کام تبلیغ سے ان کو روکتے
رہے۔ نہ ان میں سے کسی نے کہا کہ میں خواندہ نہیں میں کیا تبلیغ کروں گا۔ بلکہ سب کے
سب یک زبان یک جان ہو کر نکلے۔ اور ایک دنیا کے فاتح کہلائے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ
ہمارے لئے وہ مشکلات نہیں۔ وہ طوائف الملوکی کا زمانہ نہیں۔ گورنمنٹ انگریزی کا راج
ہے ہر ایک شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ ڈاک اور تار اور ریل کی وجہ سے سفر
کے ذریعے آسان ہیں۔ بلکہ گھر بیٹھے تبلیغ کر سکتے ہیں۔ ہم میں سے جن کو خدا نے فن تحریر دیا
ہے۔ انکا فرض ہے کہ وہ کتابیں لکھیں۔ دنیا میں جس قدر عقائد فاسدہ و اعمال ظالمہ ہیں
انکی بیخ کنی کے لئے اپنے اپنے فہم کے مطابق ساعی ہوں جن کو بولنا آتا ہے۔ وہ اپنے فرض
سے غافل نہ ہوں۔ وہ مجمعوں میں جلسوں میلوں میں دائروں میں مسجدوں میں کنوؤں
پر ڈیروں میں کوٹھوں پر چڑھ کر خدا کا کلام حق کا پیغام امن اور آشتی کی [illegible]
سوتے ہوؤں کو جگائیں۔ جو جاگ چکے ہیں۔ انکو چلائیں۔ جو چلتے ہیں۔ ان کو دوڑائیں۔ جو
دوڑ رہے ہیں۔ انکے ساتھ ہو کر اس قلعہ تک پہنچائیں۔ جو اس زمانہ کے فتن سے بچانے
کے لئے جناب مسیح نے بنایا ہوا دروازے پر کھڑے ہیں۔ انکے استقبال کو نکلیں گر

اس نیت سے نہیں کہ ہم بھی قلعہ کے اسلام ان میں آ کر مل جائیں۔ بلکہ اسلئے کہ ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اندر لے جائیں جو وہ متمول ہیں۔ وہ اپنا مال اس راہ میں خرچ کریں۔ اور بہت خرچ کریں چند پیسوں پر ابدالآباد کی جنت ملے تو زہے قسمت۔ اپنے روپے کو چوروں کے لئے کیوں رکھے ہو۔ اس الٰہی بنک میں جمع کرادو۔ جہاں نہ چور کا ڈر نہ دیوالہ نکلنے کا خطرہ۔ بلکہ جب واپس لوگے تو دگنا چوگنا کر کے واپس لوگے۔ جو ناخواندہ ہیں۔ وہ بھی تبلیغ سے سبکدوش نہیں۔ صحابہ کونسی صرف و نحو پڑھے ہوئے تھے۔ اور مناظرے اور منطق کی کتابیں حفظ کر چکے تھے۔ وہ اپنے نیک نمونے سے لوگوں کو متوجہ کریں۔ خدا نے زبان انکے منہ میں بھی دی ہے۔ وہ بھی اپنی سمجھ کے مطابق اپنے بھائیوں کو حق سنائیں۔ جہاں اور باتیں کرتے رہتے ہیں۔ وہاں خدا کی باتیں بھی سنائیں۔ علم کو آسان کر دیا گیا۔ مثنوی کو اہل علم کی ایک کتاب ہے۔ لوگوں نے ہست قرآن در زبان پہلوی کہدیا۔ تو کیا ہمارے امام کی کتابیں مثنوی جیسی بھی نہیں۔ ان میں معارف و حقائق کا ایک خزینہ ہے۔ بلکہ روپیہ انکو پانے۔ اور خدا کی راہ میں لٹائے۔ دنیا میں کوئی ایسا مذہب باطل نہیں کوئی ایسا عقیدہ فاسدہ نہیں۔ کوئی ایسا عمل قبیح نہیں۔ جس کا رد ان کتابوں میں نہ کیا گیا ہو۔ اسلام کی کوئی ایسی خوبی نہیں۔ جس کا مذکور ان کتابوں میں نہ ہو۔ کوئی ایسی دلاویز دلیل نہیں۔ جو اس میں نہ ہو۔ جو خواندہ ہیں۔ وہ خود پڑھیں۔ جو ناخواندہ ہیں۔ وہ اپنے خواندہ بھائیوں سے پڑھوا کر سنیں۔ اور پھر لوگوں تک* پہنچائیں۔ کہ حضرت اقدس

---

* حضرت اقدس فتح اسلام میں تحریر فرماتے ہیں۔ اگر ہم حقیقت تکمیل اشاعت ہی ہماری غرض ہے۔ تو ہمارا مدعا یہ ہونا چاہئے۔ کہ ہماری دینی تالیفات جو جواہرات تحقیق اور تدقیق سے پر اور حق کے طالبوں کو راہ راست پر کھینچنے والی ہیں۔ جلدی سے اور نیز کثرت سے ایسے لوگوں تک پہنچ جائیں۔ جو بری تعلیموں سے متاثر ہو کر ہلاک بیماریوں میں گرفتار۔ یا قریب قریب موت کے پہنچ گئے ہیں۔ اور ہر وقت یہ امر

کی کتابیں سیر، ہجا پر قسم قسم کے مخرب اخلاق قصّوں سے بھی گئی گزری ہیں۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ گرمی کے دنوں میں سردی کی راتوں میں ؛ ہزاروں لوگ کسی پڑھے ہوئے سے قصے کہانیوں کی کتابیں سنتے ہیں۔ پڑھے ہوئے وقت گزارنے کے لئے ناول پڑھتے ہیں۔ وہ کیوں اپنے امام کی کتابیں نہیں پڑھتے۔ تا ان کا بھی بھلا ہو۔ اور ان کے دوستوں کا بھی۔ ان میں دینی و دنیوی بہتری و بہبودی کی ذرائع موجود ہیں۔ اگر ان کو شعر خوانی یا شعر سننے کا شوق ہے۔ تو در ثمین ایک عمدہ مجموعہ ہے۔ سلسلہ کے اور دوستوں نے پنجابی میں بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ وہ پڑھو یا سنو۔ بلکہ میں تو چاہتا ہوں۔ کہ اگر تم گیت گاؤ۔ تو وہ بھی اپنے ہی مسیحا کے کوئی بات کرو تو ہمیں بھی اپنے مسیح کا یا اسکے سلسلہ کا ضرور ذکر ہو۔ تم اپنے امام کے قدموں پر چلو کیا تم بھول گئے۔ کہ وہ خواہ کسی قسم کی باتیں کر رہا ہو۔ مسیح کی وفات کا ذکر ضرور لے آتا۔ میں نے دیکھا۔ اور اپنے کانوں سے سنا۔ کہ کسی نسخے کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس میں بھی آپ مرہم عیسیٰ کا ذکر لے آئے ہیں۔ اور پھر مسیح کی وفات پر ذکر چھیڑ دیا ہے ؎

پیارے بھائیو! تم دانشمند ہو کر دیوانے ہو جاؤ۔ عاقل ہو کر مجنون ہو جاؤ۔ چاہئے کہ تمہارے سروں میں ایک سودا ہو۔ اور تم اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ایک ہی خیال میں ہو۔ ایک ہی دھن میں لگے ہو۔ وہ کیا یہی کہ لا اله الا الله محمد رسول الله۔ اور اس کلمہ کی حقیقت کے ثبوت میں پیش کرو اپنے امام غلام احمد علیہ السلام کو۔ کوئی شہادت زیادہ قوی اس سے نہ پاؤ گے۔ کوئی دلیل اس سے بڑھ کر نہ دو گے۔ حضرت اقدس کی کتابوں سے انتخاب کر کے چھوٹے ٹریکٹ شائع کرو۔ انہیں مسرے کے دکھوں میں پہنچاؤ۔ عام لوگوں کو سناؤ ؎

ہماری یہ نظر رہنا چاہئے۔ کہ ہمیں ملک کی موجودہ حالت خلافت کے سمجھوتے سے تجارت نظر وہیں پڑگئی ہو۔ بلا توقف ہماری کتابیں اس ملک میں پھیلادیں۔ اور ہر ایک متلاشی حق کے ہاتھ میں وہ کتابیں نظر آویں ؎

پھر لوگوں کو صلوٰۃ کی طرف بلاؤ۔ یعنی اشہد ان محمداً رسول اللہ کو دو بار کہنے اس کی بعثت اول و ثانی کا ثبوت دینے کے بعد حی علی الصلوٰۃ کہو۔ دنیا دعا کی حقیقت سے بے خبر ہے۔ تم دعا کے فوائد ذہن نشین کرو۔ اور انہیں سمجھاؤ کہ انسان عبادت کے لئے پیدا ہوا۔ اور اس عبادت کی بہترین صورت نماز ہے۔ اسوقت ۹۰ فی صدی مسلمان بے نماز ہیں۔ تم کوشش کرو کہ وہ سب نمازی ہو جائیں۔ اور باجماعت نمازی ہوں۔ عورتیں خصوصیت سے بے نماز ہیں۔ اس طرف پوری توجہ کرو۔ تم جو ایسے مسجدیں بنانے میں لگا جانا چاہتے ہو۔ وہ نمازی بنانے میں لگاؤ۔ محمد رسول اللہ صلعم نے جو مسجد ہمارے لئے بنائی ہے۔ وہ جو بیس ہزار میل محیط رکھتی ہے۔ اور ایسی وسیع ہے کہ اب اور مسجد بنانے کی ضرورت کیا ہو۔ جبکہ گنجائش ہی نہیں۔ پس پہلے تم لوگوں کو مسلمان بناؤ۔ پھر نمازی بناؤ۔ پھر اوقات فریضہ اور کریواے نمازی بناؤ۔ پھر باجماعت نمازی بناؤ۔ پھر حی علی الصلوٰۃ سنا کر انہیں دنیا و آخرت میں منظفر و منصور و کامیاب و بامراد ہونے کی راہیں بتاؤ۔ جو قرآن مجید و احادیث شریف میں مرقوم ہیں۔ وہ جگہ اردو میں اگر دیکھنا چاہتے ہو۔ تو اپنے امام کی کتابوں میں پاؤ گے۔ پھر ہر حالت میں اللہ کی عظمت اللہ کا جلال اور اس کے معبود برحق ہونے کا اعلان کرتے رہو۔ اور تم میں وہ جوش ہو۔ کہ اگر ایک مقام کی آواز ایک محلہ کے لوگوں تک پہنچتی ہے تو تمہاری آواز محلہ سے نکل کر تمام شہر میں پھر اس شہر سے دوسرے شہر میں اور پھر اس طرح اس تحصیل میں اور اس تحصیل سے اس ضلع میں اور ضلع سے نکل کر کمشنری میں اور کمشنری سے نکل کر صوبہ اور صوبہ سے نکل کر ملک میں اور ملک سے نکل کر بر اعظم میں اور پھر براعظم سے نکل کر غیر ممالک میں پہنچے۔ اور اس شان و شوکت سے پہنچے کہ ایک عالم لا الہ الا اللہ کی آواز سے گونج اٹھے۔ اور چاروں طرف سے اللھم صل علی محمد کی آوازیں آنے لگیں۔ اور وہ زبانیں جو گالیاں دیتی ہیں حضرت غلام احمد بانی سلسلہ احمدیہ کی ستائش کریں۔ اللھم آمین ●

مولوی عبداللہ صاحب تیماپوری

ایک ضروری اعلان

تیماپور ملک دکن کے ایک صاحب مولوی عبداللہ آجکل ایک ابتلا میں مبتلا ہیں۔ اور اسبات کے مدعی ہیں کہ اصل مہدی موعود وہی ہیں۔ اور حضرت صاحب مسیح تھے۔ چنانچہ وہ اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ حدیثوں میں جو دو شخصوں کا ذکر ہے کہ مسیح کا نزول ہوگا اور مہدی موعود انہیں کے معتقدوں میں سے امام ہوگا۔ وہ امام ہونے رہی عاجز ہے۔ اس طرح گویا وہ حضرت صاحب کے تمام دعاوی پر پانی پھیرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ حضرت صاحب ہمیشہ اپنی کتابوں میں زور دیتے رہے۔ کہ میں مسیح موعود اور مہدی موعود دونوں کا جامع ہوں۔ بلکہ آپ نے اسبات کے ثابت کرنیکے لئے مختلف احادیث اور کشوف اولیاء سے بھی استدلال کئے ہیں۔ اور ہمیشہ اس پر زور دیتے رہے ہیں۔ کہ مسیح و مہدی ایک ہی شخص کے دو عہدوں کے نام ہیں۔ مگر مولوی عبداللہ صاحب اسبات کے مدعی ہیں۔ کہ وہ مہدی موعود ہیں۔ اور حضرت صاحب مسیح موعود تھے۔ لیکن اس پر بس نہیں۔ مولوی عبداللہ صاحبکو حضرت صاحب سے بھی کچھ بڑے ہونیکا دعوی ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب مظہر احمد تھے تو جمالی رنگ میں انکا ظہور تھا۔ یہ عاجز مظہر احمد و محمد ہو کر جامع جلال و جمال ہے۔ پھر اس سے اور بھی ترقی کرتے ہیں۔ اور اپنے آپکو حضرت صاحب سے درجہ میں بڑھا ہی منوانا نہیں چاہتے۔ بلکہ اس بات پر بھی زور دیتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب کی تعلیم ناقص تھی چنانچہ لکھتے ہیں کہ میں اسلئے مامور کیا گیا ہوں۔ کہ جو کمزوری مرزا صاحب کی کمزور تعلیم کی وجہ سے قوم میں رہگئی تھی۔ اسکو دور کر دوں۔" مولوی صاحب کو مہدی ہونیکا دعوی حضرت صاحب کے زمانہ سے ہے۔ اور

اسوقت بھی یہ حضرت صاحب کو اپنے الہامات لکھتے رہتے تھے۔ اور ایک دفعہ قادیان آئے بھی تھے۔ لیکن حضرت صاحب نے فرمایا۔ مجھے ڈر ہے۔ کہیں جنون تک نوبت نہ پہنچے۔ اور چونکہ اسوقت بھی ابتدا ابتدا تھی۔ انہوں نے دوبارہ بیعت بھی کرلی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود کی ڈائری میں یہ بات شائع ہوچکی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی ایک خواب سے بھی ایسا ہی کچھ ثابت ہوتا ہے ؎

حضرت صاحب کی وفات کے بعد پھر انکو جوش آیا۔ اور دو دفعہ قادیان بھی آئے اور اب بڑھتے بڑھتے انکی وہ حالت ہوگئی ہے۔ جو اوپر لکھی گئی۔ چونکہ آدمی جوشیلے ہیں اسلئے ممکن ہے۔ کہ مختلف جماعتوں میں چکر بھی لگائیں۔ اور کسی سادہ لوح کے لئے ٹھوکر کا باعث ہوجائیں۔ اسلئے عام لوگوں کو اطلاع دیجاتی ہے۔ تا ہر جگہ کے احمدی انکے حالات سے مطلع رہیں۔ اور انکو اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ ان سے بے تعلق رہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ مفتری نہیں ہیں۔ لیکن دماغی حالت کی وجہ سے بیمار و معذور ہیں۔ اور آجکل انکے جوش بہت ترقی پر ہیں۔ چنانچہ یہاں تک کہتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب کی نکاح کی پیشگوئی اس لئے ملتوی ہوئی کہ انھوں نے آپ کے نکاح کی پیشگوئی کی تصدیق نہیں کی۔ اور اسی طرح عمر والی پیشگوئی بھی ٹالدی گئی۔ کیونکہ آپ کو حضرت صاحب نے پہچانا نہیں۔ تعجب ہے۔ کہ باوجود صریح حدیث کے موجود ہوتے کہ ایک وقت میں دو خلیفہ نہیں ہوسکتے۔ اور جو بعد میں ہو۔ اسکی نسبت رسول اللہ فرماتے ہیں۔ کہ اسلامی سلطنت میں وہ قتل کیا جاوے۔ مولوی صاحب کیوں خلافت کے مدعی بنکر جماعت میں فساد ڈلواتے ہیں۔ یہ بیشک درست ہے۔ کہ اسوقت گورنمنٹ انگریزی کی حکومت ہے۔ اور ہمارا فرض ہے۔ اور یہ شریعت کا حکم ہے کہ ہم اسکے قوانین کے ماتحت گذارہ کریں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے تو بچنا مشکل ہے۔ انکو تو چاہیے تھا۔ کہ غیر مذاہب میں تبلیغ کرتے۔ غیر احمدیوں کو سمجھاتے۔ وہ لگے اپنی جماعت میں ہی فساد ڈلوانے

حضرت مسیح موعود کی نصیحت سے ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

آخر میں یہ لکھ دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ اس اعلان سے گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں ہے جب جماعت بڑھتی اور ترقی کرتی ہے۔ تو اچھے برے ہر قسم کے لوگ اس میں قدرتاً پیدا ہو جاتے ہیں۔ (مرزا محمود احمد)

ملہم صادق کا نشان
از مسیح موعودؑ

ہوں۔ وہ کلام قرآن شریف سے مخالف اور معارض نہ ہو مگر یہ علامت بغیر تیسری علامت کے جو ذیل میں لکھی جاتی ہے ناقص ہے۔ سو وہ یہ ہے کہ وہ کلام ایسے شخص پر نازل ہو جس کا تزکیہ نفس بخوبی ہو چکا ہو اور وہ ان فانیوں کی جماعت میں داخل ہو جو بکلی جذبات نفسانیہ سے الگ ہو گئے ہیں اور ان کے نفس پر ایک ایسی موت وارد ہو گئی ہے جس کے ذریعہ سے وہ خدا سے قریب اور شیطان سے دور جا پڑے ہیں۔ کیونکہ جو شخص جس کے قریب ہے۔ اسی کی آواز سنتا ہے۔ اور جو خدا سے قریب ہے۔ وہ خدا کی آواز سنتا ہے۔ اور انتہائی کوشش انسان کی **تزکیہ نفس** ہے۔ یہ تیسری علامت ملہم صادق کی یہ ہے۔ کہ جس کلام کو وہ خدا کی طرف منسوب کرتا ہے خدا کے متواتر افعال اس پر گواہی دیں۔ یعنی اس قدر اسکی تائید میں نشانات ظاہر ہوں۔ کہ عقل سلیم اس بات کو ممتنع سمجھے۔ کہ باوجود اس قدر نشانوں کے پھر بھی وہ خدا کا کلام نہیں۔

۔ایک یہ کہ اکثر ان کے مکاشفات نہایت صاف ہوتے ہیں۔ اور شاذ و نادر مشتبہ ہوتا ہے۔ **دوسرے** یہ کہ وہ عام لوگوں کی نسبت اس قدر کثیر الوقوع ہوتے ہیں۔ کہ اگر مقابلہ کیا جائے۔ تو وہ مقابلہ ایسا فرق رکھتا ہے۔ جیسا کہ ایک بادشاہ اور گدا کے مال کا مقابلہ کیا جائے۔ **تیسرے**۔ ان سے ایسے عظیم الشان نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ کہ کوئی دوسرا شخص ان کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔ **چوتھے**۔ ان نشانوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں پائی جاتی ہیں۔ اور محبوب حقیقی کی محبت اور نصرت کے آثار ان میں نمودار ہوتے ہیں

آریہ سماج کا مذہب

قاضی صاحب نے یہ مضمون بہت محنت اور کوشش سے تیار کیا ہے۔ اور حتی الوسع اختصار کو مد نظر
پیش نظر رکھتے ہیں اس کو امید ہے کہ ناظرین رسالہ کو آریہ سماج کے مذہب کی
حقیقت اچھی طرح معلوم ہو جائیگی اور وہ بھی نہایت قابل اعتبار ذرائع سے۔ ایڈیٹر

دنیا کی تمام موجودات میں جو سمو اور کرب کو انتظام میں رکھتا ہے۔ جو حیات وغیرہ
تکالیف، اچھے برے پند اپنے مخلوقات پیدا کرنے والے کاموں کی جوہر سے آزاد
اور سب جیووں سے اعلیٰ ہے۔ وہ ایشور ہے جس سے ہر طرح کی خلقت ظاہر ہوتی ہے جو
اس کو قائم رکھتا اور فنا کرتا ہے۔ وہ اس دنیا کا ایک ہے جس میں موجود کل یہ سب دنیا
پیدائش قیام فنا ہی ہے۔ وہ پرمیشور ہے۔

(۲) پرمیشور ایک ہے۔ وہ تینتیس دیوتاوں کا ناتھ کے سو سو قسموں میں منقسم ہونے کے ہم
۳۳ دیوتا ہے جن میں سے آٹھ تمام دنیا کے باعث قیام ہونے کے باعث وسو کہلاتے ہیں
مثل زمین پانی آگ ہوا آکاش چاند گیارہ رودر [illegible] (۱۲ ادت [illegible]
ہیں۔ اور سب سے بڑا ہونے کے باعث پرمیشور کہلاتا ہے۔ (۳) وہ دیوں کا اظہار
کر چکا ہے۔ اس میں رحم و انصاف ہے مگر انصاف و رحم میں بڑا بھاری فرق ہے
انصاف یہ ہے کہ عمل کے مطابق دکھ سکھ پہنچایا جاوے۔ اور رحم یہ کہ قصوروار کو بلا
سزا دینے کے چھوڑ دیا جائے۔ (۴) وہ غیر مجسم ہے کبھی جسم اختیار نہیں کرتا (۵) وہ
قادر مطلق یعنی اپنے کام پیدائش پرورش فنا وغیرہ کرنے اور تمام جیووں کے پن پاپ کے
متعلق آئین کو واجب طور پر چلانے میں کسی کی ذرہ بھی امداد نہیں لیتا۔ یعنی اپنی بے حد
طاقت سے اپنے کل کام کو انجام دیتا ہے۔ جو کام اس کی صفات کے خلاف ہوں

وہ نہیں کرسکتا وہ اپنے شیئں نہیں سکتا ہے علم نہیں ہوسکتا۔ دکھی بھی نہیں ہوسکتا (۵)
وہ قدیم ہے یعنی ازلی جس کا مطلب یہ ہے کہ باعث ابتدا اس کا کوئی علت یا زمانہ
نہیں (۶) وہ سب کے لیے بھلائی اور سب کے لیے سکھ چاہتا ہے۔ یعنی آزاد رکھ کر
دکھی کو پاپ کیے بغیر دوسرے کا محتاج نہیں بنا (۷) وہ منزہ از حواس ہے۔ مگر
حواسوں کا کام اپنی طاقت سے کرتا ہے۔ اس کے ہاتھ نہیں لیکن اپنی طاقت کے ہاتھ
سے سب کو بناتا اور قابو رکھتا ہے۔ پاؤں نہیں۔ لیکن محیط ہونے کے باعث سب سے
زیادہ صاحب رفتار و حرکت دینے والا ہے۔ آنکھ کا آلہ نہیں۔ لیکن سب کو ٹھیک ٹھاک
دیکھتا ہے کان نہیں پھر بھی سب کی باتیں سنتا ہے (۸) وہ خالی داخل خالی اوصاف
نہیں اس کا فعل حسب ضرورت ہوتا ہے (۱۲) وہ اوتار نہیں لیتا۔ یہ غلط ہے کہ پرمیشر
سنچ میں اوتار لیتے۔ یہ فرقہ بند لوگوں کے بہکانے اور خود بے علم ہونے سے ایسے
عقاید ہیں۔ ایسا ہی چونکہ وہ محیط کل ہے۔ اپنے کسی بت میں اس کا تصور نہیں کرسکتے
(۱۱) وہ کسی کے گناہ معاف نہیں کرتا۔ کیونکہ اگر وہ معاف کرے تو اس کا انصاف جاتا
رہتا ہے۔ اور جیو کام کرنے میں خود مختار ہیں مگر نتیجہ بھگتنے میں تابع مرضی ایشور ہیں
(۱۱) پرمیشر میں تو تین رنگ (الف) ب۔ رنگ (۱۳) پرمیشور کا اسم ذات اوم ہے
علاوہ اس کے بہت صفات سو نام سے زیادہ اور بھی بے شمار نام پرمیشر کے ہیں۔

ایمان بالملائکہ | آریہ سماج خدا تعالیٰ کے ظاہری انتظام میں وسائط کی قائل ہے یعنی
پرمیشر نور ہے۔ مگر اس کا نور دنیا کو بذریعہ سورج پہنچتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس پانی بادلوں
کے ذریعہ آتا ہے۔ مگر روحانی عالم میں کسی واسطے کو نہیں مانتے ان کے نزدیک فرشتہ
وجود ماننے سے خدا کا صاحب احتیاج ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ایمان بالرسل | پیدائش کے شروع میں پرماتمانے اگنی۔ وایو۔ آدیت اور انگرا
رشیوں کے آتماؤں میں ایک ایک وید کو ظاہر کیا۔ کیونکہ یہی چاروں سب

بیدوں سے زیادہ تر پاک آتما تھے۔ دوسرے لوگ ان کی مانند نہیں تھے۔ اسلئے پاک علم کو اظہار انہی کے باطن میں کیا۔ اور یہ رشی منتروں کے بنانے والے نہیں بلکہ ان کے معنوں کو ظاہر کرنیوالے ہوتے ہیں۔ چونکہ پرمیشور بے شکل اور موجود کل ہے پس اپنی تمام وید ودیا کو ان رشیوں کے اندر موجود ہونے سے جیو آتما پر روشن کر دیتا ہے۔ اور اس طرح جیسے آدمی اپنے منہ کے تلفظ سے دوسرے کو سناتا ہے۔ اس زبان کو جس میں وید نازل ہوئے۔ دوسرا تمایوگی مہرشی لوگ جب جب جس جس منتر کے معنی جاننے کی خواہش سے توجہ کو یکسو کر کے پرمیشور کی ہستی میں سمادھی کے اندر قائم ہوئے۔ تب تب پرماتما نے معلوم منتروں کے معنے جتائے۔ پس اس کے بعد ان رشیوں کو بار سوال لکھا کا سلسلہ منقطع ہے جب تک کہ پھر جہان پرلے نہ ہوئے۔

ایمان بالکتب وید چار ہیں (۱) رگوید (۲) یجروید (۳) سام وید (۴) اتھروید۔ وید جو خود بخود موجود۔ ہر جگہ موجود۔ پاک ازلی۔ بے جسم و شکل پرمیشور نے حقیقی ازلی علم جیووں کی بہبودی کی خاطر تمام علوم کا اپدیش تخلیق ابتدا میں ویدوں کے ٹھیک ٹھیک طریقہ پر کرتا ہے۔ وید سنسکرت میں ظاہر ہوئے جو کسی ملک کی زبان نہیں۔ کیونکہ کسی خاص ملک کی زبان میں ظاہر کرنے سے ایشور طرفدار ٹھہرتا ہے۔ وید کی زبان تمام زبانوں کا منبع ہے جیسا پرمیشور ہے ویسا ہی وید ایشور کے اوصاف ہیں۔ انکے عین مطابق اور جس طرح سلسلہ کائنات رکھا گیا ہے۔ اسی طرح ایشور۔ جگت۔ معلول۔ علت اور جیو کا جس میں بیان ہو۔ جو پرتکش وغیرہ ارکان ثبوت کے غیر خلاف ہو۔ اور پاک آتما کی طبیعت کے خلاف نہ ہو۔ وہ خدا کا کلام ہے۔ اگر ابتدا میں ویدوں کا گیان نہ ملتا تو تمام لوگ جاہل رہتے۔

(۱) جیسے ایک راجا کی انتظام سلطنت کے قانون سب ملکوں میں یکساں ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس شہنشاہ عالم پرمیشور کے وید کے قانون تمام راج میں یکساں ہیں

پس نہ صرف اس کرّے میں بلکہ دوسرے کرّوں میں بھی یہی وید ہیں +

ایمان بالقیامۃ جیسے دن کے پیچھے رات اور رات کے پیچھے دن ہے۔ دن کے پیچھے رات اور رات کے پیچھے دن برابر چلا آتا ہے۔ اسی طرح پیدائش سے پیچھے پرلے اور پرلے سے پیچھے پیدائش۔ پیدائش کے پیچھے پرلے اور پرلے کے بعد پیدائش ازلی زمانہ سے ہی اور چلا آتا ہے۔ اس کا شروع یا انتہا نہیں جیسے پرمیشور کی صفتیں ازلی اور دائمی ازلی ہیں ایسے ہی اس دنیا کی پیدائش۔ قیام اور پرلے کرنا بھی ازلی ہیں۔ جیسے پرمیشور کے اوصاف افعال عادات کا شروع اور خاتمہ نہیں۔ اسی طرح اس کے کاموں کا بھی شروع اور خاتمہ نہیں +

بعث بعد الموت روح جب جسم سے نکلتی ہے تو روح کی موت کہی جاتی ہے اور جسم کیساتھ ملنے کا نام جنم ہے جب جیو جسم چھوڑتا ہے تب خلاء میں ٹھہری ہوئی ہوا کے اندر رہتا ہے پرمیشور اس جیو کے پاپ پُن کے مطابق جنم دیتا ہے۔ وہ ہوا۔ اناج پانی تو او جسم کے مساموں کے ذریعے سے دوسرے کے جسم میں ایشور کی تحریک سے داخل ہوتا ہے۔ بعد داخل ہونے کے سلسلہ وار منی میں جا کر حمل میں قائم ہو کر جسم اختیار کرکے باہر آتا ہے۔ اگر کرم (عمل) عورت کا جسم حاصل کرنیکے لائق ہوں تو عورت کے جسم میں اور اگر مرد کے جسم حاصل کرنیکے کرم ہوں تو مرد کے جسم میں داخل ہوتا ہے۔ اس طرح قسم قسم کے جنم اور موت میں جیو اسوقت تک پڑا رہتا ہے جب تک کہ نیک کرم اپاسنا اور گیان کے ذریعہ مکتی نہیں پاتا +

(۳) مکتی کئی جنموں میں جا کر حاصل ہوتی ہے (۴) مکتی سے مراد دکھ سے چھوٹنا اور سکھ کو پاتا ہے (۴) مکتی میں جیو معدوم نہیں ہوجاتا بلکہ برہم جو ہر جگہ بھرپور ہے اس میں قائم رہتا ہے اور نجات یافتہ جیو بے روک ٹوک معرفت و آرام کیساتھ پھرتا ہے (۵) نجات یافتہ جیو کوئی جسم نہیں رکھتا بلکہ ذاتی طاقت سے تمام آنند حاصل کر لیتا ہے (۶) مکتی میں جیو

کیسے قدم رکھ سکتیں؟ عالم ہستی میں دنیا پرکتی نجات دہی نہیں، بلکہ خاص عرصہ کیواسطے ہوتی ہے کیونکہ ہمیشہ انتہا والے کرموں کو لا انتہا نتیجہ دے، تو اس کا انصاف جاتا رہتا ہے تمام مکتی پا جائیں تو دنیا کی آبادی نہیں رہتی ۔

الجنتہ والنار دنیا میں سکھ معمولی سورگ ہے اور بہشت کے ملنے سے جو آنند آتا ہے وہی غیر معمولی سورگ کہلاتا ہے۔ اس کے خلاف دکھ پانا نرک کہلاتا ہے۔ غرض غیر معمولی سکھ سورگ اور محسوسات کی خواہش میں پھنس کر خاص دکھ بھوگنا نرک کہلاتا ہے ۔

عبادات سندھیا اور اگنی ہوتر صبح و شام دو ہی وقت میں کیجئے۔ رات اور دن کے ملنے کے دو ہی وقت ہیں تیسرا کوئی نہیں۔ کم از کم ایک گھنٹہ ضرور دھیان کرے۔ جیسے مراقبہ میں یوگی لوگ پرماتما کا تصور باندھتے ہیں، ایسے ہی سندھیا اپاسنا بھی کیا کرے۔ ایسا ہی سورج نکلنے کے بعد اور اس کے چھپنے سے پہلے اگنی ہوتر کرنے کا بھی وقت ہے ۔

سندھیا کرنیکا طریق آچمن ہتھیلی میں اس قدر پانی لیوے کہ وہ پانی حلق سے نیچے تک پہنچے۔ پانی نہ اس سے کم ہو نہ زیادہ۔ پھر ہتھیلی سے کنارہ اور اس کے درمیانی جگہ کو منہ سے لگا کر آچمن کرے۔ اور اس سے حلق کا بلغم اور صفرا کسی قدر دفع ہوتے ہیں بعد ازاں مارجن کرے، یعنی درمیانی انگلی کی نوک سے آنکھوں وغیرہ اعضا پر پانی چھڑکے۔ اس سے سستی دور ہوتی ہے۔ اگر سستی اور پانی نہ ہو تو نہ کرے۔ بعد ازاں منتروں کو جپ کرتے ہوئے پرانایام جیسی دم روکے۔ یہ سندھیا اور اپاسنا اکیلی جگہ میں توجہ کو ایک طرف لگا کر کرنی چاہیے ۔

اگنی ہوتر کرنیکا طریق ایک گز کا حلقہ رہائے یا تانبے کا برتن جو ۱۲، ۱۲، انگل چوکون ہو، اور اتنا ہی گہرا اور نیچے تین یا چار انگل اندر کو ہو اوپر سے جس قدر چوڑا ہو اسکا چوتھائی نیچے ہو اس

دم کو زور سے باہر نکال کر جب طاقت باہر ہی روک دینا چاہیے پھر آہستہ آہستہ ہوا کو لیکر جس قدر طاقت اور خواہش ہو دیاں کہ جائے اور جس میں دم کو جپ کر جائے اسی طرح اس کو پاکیزگی اور قیام ہوتا ہے ۔

میں چندن کیسر، ڈھاک کے پھل، آم وغیرہ کی لکڑیوں کے ٹکڑے بڑے چھوٹے کر کے رکھے، درمیان میں آگ رکھ کر اوپر لکڑیاں رکھ دے۔ پھر ایک برتن ہو جس میں پانی رکھا جاوے اور اس کا نام پرنیتا پاتر ہے ایک اور چمچ کی طرح برتن ہے جس کا نام پروکشنی ہے اس سے ہاتھ دھونے کے واسطے پانی لینا آسان ہوتا ہے۔ اور ایک عمیق برتن بطور طشت گھی رکھنے کے واسطے اور چمچ سونے یا چاندی یا لکڑی کا بنوانا چاہیے۔ گھی کو گرم کرے پھر چند منتروں سے ہوم کرے۔ پھر ایک منتر کو پڑھ کر ایک ایک آہوتی دے۔ ہوم کے وقت جو گھی وغیرہ چیزیں آگ میں چمچے کے ذریعے سے یا ہاتھ سے ڈالیں۔ اسکو آہوتی کہتے ہیں ہر ایک آدمی کو سولہ سولہ آہوتی کرنی چاہیے۔ اور چھ چھ ماشہ گھی وغیرہ ہر ایک آہوتی کا اندازہ کم از کم ہونا چاہیے۔ منتر پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے ہوم کرنیکے فوائد ظاہر ہو جائیں۔ اور ہوم دہرائے جانے کے منتر محفوظ رہیں ۔

روزے (ورت) خصوصیت سے کوئی نہیں ۔ دن کے لئے وقت مقرر ہے۔ بلکہ ارشاد ہے ۔ جو ایکادشی وغیرہ ورت رکھتے ہیں ان لوگوں کو کبھی فاقہ نہ کرنا چاہیے۔ جس دن بدہضمی ہو بھوک نہ لگے۔ اس دن شربت یا دودھ پی کر رہنا چاہیے۔ جو بھوک کے وقت نہیں کھاتے اور بغیر بھوک کے کھانا کھاتے ہیں۔ وے دونوں بیماریوں کے سمندر میں غوطے کھا کر تکلیف اٹھاتے ہیں۔ حج کے طریق پر بھی کوئی عبادت نہیں۔ گنگا گنگا ہرے۔ رام کرشن۔ نارائن۔ شو اور بھگوتی کا نام لینے سے کبھی گناہ نہیں چھوٹتے ایسا ہی کسی تیرتھ کا نام لینے یا وہاں پر جانے سے گناہ نہیں چھوٹتے ۔

باقی تیرتھوں کا ذکر ان الفاظ میں سوامی جی مہاراج نے فرمایا ہے

ہردوار۔ سچ پوچھو تو ہاڑ پیڑی ہے کیونکہ ملک ملک کے مردوں کی ہڈیاں اس میں پڑا کرتی ہیں۔

تپوبن۔ اب تو جنگل بن ہے۔ اسی طرح اتر کاشی۔ دیو پریاگ۔ گپت کاشی۔ کیدار

ہردوار، رامن، وندھیاچل، کاشی، اشٹ بھی، پریاگ، ایودھیا، متھرا، بندرابن کی زیارت
پرستش کی تحریک ہے۔ اور وہاں کے متعلق جو معجزات اور اچنبھے مشہور ہیں۔ ان کی
اصلیت کھولی ہے۔ سچا تیرتھ ہے۔ وید کا پڑھنا پڑھانا۔ دھارمک عالموں کی صحبت۔ سب
کی بھلائی، دھرم پر چلنا۔ دشمنی اور فریب کا نہ کرنا۔ راست بازی۔ راست گفتاری۔ برہمچریہ
رکھنا۔ پرمیشر کی حمد و ثنا۔ مناجات۔ مراقبہ۔ نفس کشی۔ نیک سیرتی۔ نیک کوششیں۔ بزرگوں
کی عزت وغیرہ۔ اچھے اوصاف، افعال، دکھوں سے عبور کرنیوالے ہونیکے سبب تیرتھ
ہیں اور جو تری یا خشکی والے ہیں تیرتھ کبھی نہیں ہو سکتے۔ انسان جن کے ذریعے دکھوں
سے تر جاتے ہیں۔ ان کا نام تیرتھ ہے +

مورتی پوجا کی ہرگز اجازت نہیں۔ بت پرست گنہگار ہیں۔ پتھر کی بت پرستی شریف
لوگوں کے لئے قطعی ممنوع ہے۔ سولہ خرابیاں ہیں +

خصوصیات پرمیشور دنیا کی علت مادی نہیں بلکہ علت فاعلی ہے کیونکہ نیستی سے ہستی نہیں
ہو سکتی کیونکہ جس کا وجود نہیں۔ اس کا ہست ہونا بالکل غیر ممکن ہے۔ پس پرکرتی۔ مادہ کی
حالت اولین ہے جسکو کائنات کی علت مادی کہنا چاہئے۔ اور جیو (روح) اور پرمیشور

روح مادہ ازلی تینوں غیر پیدا شدہ ہیں۔ یہ تینوں اس عالم کے سبب یا علت ہیں
ان کی کوئی علت نہیں۔ پرمیشور اور جیو دونوں ذی شعور اور ان میں پرورش کرنا وغیرہ
صفات یکساں ہیں۔ ان میں باہم محیط و محاط کا تعلق ہے اور باہم مانوس۔ ان تینوں کے
صفت فعل اور عادات بھی ازلی ہیں۔ جیو اس کائنات میں پاپ اور پن کے پھل کو اچھی
طرح بھوگتا ہے۔ اور پرماتما کرموں کے پھل کو نہیں بھوگتا۔ اور چاروں طرف اندر باہر سب
جگہ موجود ہے +

تناسخ (۱) پرمیشور نے بعض جیووں کو انسان کا جسم اور بعض جیووں کو شیر وغیرہ بیرحم
جانوروں کا جسم اور بعض کو ہرن گائے وغیرہ حیوانوں کا اور بعض کو درخت وغیرہ اور

کیڑے مکوڑے پتنگ وغیرہ کے جنم دیے ہیں۔

یہ اختلاف ان جیووں کے پچھلے جنم میں کیے ہوئے کرموں کے مطابق ہے۔ پس جیو تو سب یکساں ہیں۔ پاک اور ناپاک کی تاثیر سے ناپاک اور پاک اور مختلف قالبوں میں جنم پاتے ہیں۔

عقد ثانی نیوگ

(۱) برہمن۔ کھتری۔ ویش۔ دوئوں میں وہ عورت و مرد جن کی مجامعت ہو چکی ہو۔ ان کا مکرر بیاہ نہ ہو۔ (۲) بیاہی عورت مرد ایک خاوند اور ایک ہی عورت کر دس اولاد پیدا کر سکتے ہیں (۳) جب بیاہ کئے ہوئے مرد کو کوئی کنواری لڑکی اور بیوہ عورت کو کوئی کنوارہ مرد پسند نہ کریگا۔ تو مرد اور عورت کو نیوگ کرنے کی ضرورت ہوگی (۴) جب خاوند اولاد پیدا کرنے کے ناقابل ہو۔ تب اپنی عورت کو اجازت دے۔ کہ اے نیک بخت اولاد کی خواہش کرنے والی عورت تو مجھ سے علاوہ دوسرے کے ساتھ نیوگ کرکے اولاد پیدا کرے لیکن اس بیاہے خاوند کی خدمت میں کمربستہ رہے۔ ویسے ہی عورت بھی جب بیماری وغیرہ میں پھنس کر اولاد پیدا کرنے کے ناقابل ہو تب اپنے خاوند کو اجازت دے۔ کہ اے مالک آپ اولاد کی امید مجھ سے چھوڑ کر کسی دوسری بیوہ عورت سے نیوگ کرکے اولاد پیدا کیجئے (۵) اگر بیاہا خاوند دھرم کی غرض سے غیر ملک میں گیا ہو تو بیاہی عورت ۸ برس۔ اگر علم و نیک نامی کے لئے گیا ہو تو چھ برس اور دولت وغیرہ مقصد کے لئے گیا ہو۔ تو تین برس انتظار کرکے پھر نیوگ کرکے اولاد پیدا کرے۔ جب شادی شدہ خاوند آجائے۔ تب نیوگ شدہ خاوند سے قطع تعلق ہو جاوے۔ (۶) اگر مرد نہایت تکلیف دہندہ ہو۔ تو عورت کو چاہئیے کہ اس کو چھوڑ کر دوسرے مرد سے نیوگ کرکے اسی بیاہے خاوند کی وارث اولاد کرے (۷) اگر بالغ عورت سے ایک سال صحبت نہ کرکے عرصہ میں مر جاوے یا دائم المریض مرد کی موت سے رنڈا نہ جاوے۔ تو کسی سے نیوگ کرکے اس کے لئے اولاد پیدا کر دے۔ لیکن رنڈی بازی یا زناکاری کبھی نہ کریں۔

عام دستور العمل زندگی انسانوں کو واجب ہے کہ برہمچریہ آشرم کو پورا کرکے (برہمچریہ کے تین اقسام ہیں۔ ۲۴ سال تک ۳۶ سال تک، ۴۸ سال تک جس سے ۴۰۰ سو سال عمر ہوسکتی ہے) گرہست میں داخل ہوں۔ اور اس کے بعد بان پرستھ اختیار کریں (جب گرہستی کے سر کے بال سفید ہو جائیں) کھال ڈھیلی پڑ جائے۔ اور پوتا بھی ہو گیا ہو تب جنگل میں جا کر رہے۔ گاؤں کے کھانے پینے کا سامان اور پوشاک وغیرہ عمدہ چیزیں ترک کرکے عورت کو لڑکوں کے پاس چھوڑ یا اپنے ساتھ لیکر بن میں قیام کرے۔

اس طرح جنگل میں عمر کے تیسرے حصے یعنی ۴۸ برس سے ۷۵ برس تک بان پرستھ رہ کر عمر کے چوتھے حصے میں تعلقات کو چھوڑ کر سنیاسی ہو جاوے۔

عام عقاید ۱۔ دھرم کی بنیاد چار چیزیں ہیں۔ وید۔ سمرتی۔ رشیوں کے تصنیف کئے ہوئے شاستر۔ نیک آدمیوں کے چلن۔ اور جس جس کام میں اپنا آتما خوش رہے۔

۲۔ جو شخص وید کے مطابق اہل کمال کی تصانیف کی بے قدری کرے۔ اسکو نیک لوگ ذات سے خارج کریں۔ جو شخص وید کی مذمت کرتا ہے۔ وہی ناستک (ملحد) کہلاتا ہے۔

۳۔ برہمن کے سولھویں کشتری کے بائیسویں۔ ویش کے چوبیسویں سال میں مونڈن ہونا چاہیئے یعنی اس رسم کے بعد صرف چوٹی رکھکر داڑھی مونچھ اور سر کے بال ہمیشہ منڈاتے رہنا چاہیئے۔ اور کبھی نہ رکھنا چاہیئے۔ اگر [illegible] مرضی ہے کہ جتنے چاہے بال رکھے۔ اگر بہت گرم ملک ہو تو چوٹی سمیت سب کٹوا دینا چاہیئیں۔

۴۔ آریہ ورت میں غیر ملک والوں کے تسلط ہونیکے باعث پھوٹ وغیرہ ہیں۔

۵۔ سب انسانوں کو واجب ہے کہ کسی کا پس خوردہ نہ کھائیں حتی کہ عورت مرد بھی ایک دوسرے کا۔

(۶) دنیا کے کل علوم کا منبع آریہ ورت ہی ہے۔ قبط وغیرہ ممالک سب اس زمانہ میں تھے

(۷) مرے ہوؤں کا شرادھ و ترپن کرنا سراسر گمراہی ہے۔ فقط

سُلّمُ الوُصُولِ اِلیٰ اَسْرارِ اسراءِ الرسول

مصنّفہ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی

پر ریویو

گذشتہ سے پیوستہ

چوتھی دلیل معراج نبوی کے بجسدہ العنصری ہونے کی تائید میں مولوی ابراہیم صاحب نے پیش کی ہے۔ کہ قرآن کریم میں لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصٰی وارد ہے۔ اور بعد کتب نحو میں مصرح ہے۔ کہ من ابتدا کے لیے آتا ہے۔ اور الیٰ انتہا غایت کے لیے پس جب اس سیر کی ابتدا اور انتہا ذکر کی تو قول بالکشف باطل ہو۔ اور صاف ظاہر ہوگیا کہ یہ سیر بصورت انتقال من مکان الیٰ مکان آخر تھا کیونکہ حالات کشفیہ کے ذکر میں ابتدا اور انتہا سے بحث نہیں کیجاتی بلکہ صرف شئی مکشوف کا ذکر ضروری ہوتا ہے۔ اور بس +

ادریویو نگار۔ مولوی صاحب کی اس تقریر کا مطلب یہ ہے۔ کہ چونکہ ابتدا و انتہا کا ذکر صرف اسی سیر کیساتھ ہو سکتا ہے۔ جو بجسد عنصری ہو۔ اسلئے آیۂ کریمہ مذکورہ بالا میں من اور الیٰ کے آنے سے ثابت ہوگیا۔ کہ معراج نبوی بجسد عنصری تھا۔ مگر مولوی صاحب کا یہ دعویٰ محض تحکم ہے کیونکہ انھوں نے کوئی دلیل قوی یا ضعیف ایسی پیش نہیں کی جس سے من اور الیٰ کا ذکر مثالی جسم کیساتھ ہونا ممنوع ثابت ہوتا ہو۔ میں اس مضمون میں کئی بار عرض کرچکا ہوں۔ کہ اہل اللہ کو مثالی جسم کے ساتھ بھی سیر کا موقعہ حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ امر ظاہر ہے۔ کہ مثالی جسم کے ساتھ جو سیر ہو۔

اس کے ساتھ بھی متن اور اس کا ذکر صحیح طور پر کیا جا سکتا ہے۔ الغرض مولوی صاحب کا یہ استدلال بھی ناقص ہے۔ اور اس سے الہام ہونے پر کوئی ثبوت نہیں ہوتا۔ ہاں یہ امر کہ مثالی جسم کے ساتھ جو سیر ہو۔ اس کا نام کشف ہے یا کیا ہو۔ سو اس کی نسبت مولوی صاحب کو اختیار ہے کہ وہ اپنی اصطلاح کے موافق اس کا جو نام چاہیں تجویز کرلیں۔ مگر اصطلاح قوم میں چونکہ ایسی سیر پر حقیقی الہام یا خواب کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اسلئے ہمارے نزدیک یہ سیر کشف میں ہی داخل ہے۔ میں اس موقع پر افادۂ ناظرین کشفی سیر کے دو نمونے کتاب حیات ولی یعنی سوانحعمری حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی سے نقل کرتا ہوں۔ شیخ عبد الرحیم صاحب محدث دہلوی کے متعلق اس کتاب میں لکھا ہے۔

"ایکدفعہ **محمد فاضل** نے اپنے فرزند رشید کو اجمیر بھیجنا چاہا لیکن چونکہ سفر دور دراز اور خطرناک تھا۔ اسلئے خود بھی اس کے ہمراہ جانے کا قصد کیا جب شیخ سے رخصت ہونے لگا تو آپ نے فرمایا تب سے جانیکی چنداں ضرورت نہیں۔ لڑکا بخیر و عافیت واپس آجائیگا۔ اور رستہ میں کسی طرح کی زحمت و تکلیف نہ پہنچیگی۔ البتہ اجمیر سے لوٹتے وقت دو منزل کے فاصلہ پر وہاں کے ڈاکو قافلہ کو لوٹینگے۔ لیکن تم مطمئن رہو۔ اس کی مال و جان کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے۔ ہاں لڑکے سے اتنا کہہ دو کہ اس وقت اپنی سواری کو یکسو کرے کیونکہ ڈاکو حملہ آور ہوں۔ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب وہ وقت پہنچا تو شیخصاحب متوجہ ہوئے۔ اور اس توجہ میں حزن و ملال کے آثار آپ کے چہرے سے ظاہر ہوئے۔ لوگوں نے اسکا سبب دریافت کیا۔ تو فرمایا۔ مسافت چند روزہ طے کرنے کے سبب سے کچھ ماندگی عارض ہوگئی ہے۔ چنانچہ جب **محمد فاضل** کا لڑکا وطن کو واپس آیا۔ تو اس نے بیان کیا کہ اجمیر سے لوٹتے وقت دو منزل کے فاصلہ پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا۔ میں نے اپنی سواری رستہ سے یکطرف کرلی۔ اسی اثناء میں جناب شیخصاحب کی صورت مبارک حاضر ہوئی۔ ڈاکوؤں نے اگرچہ بڑی بیہودگی اور ظلم

سے تمام قافلہ کو لوٹ کھسوٹ کر ننگا کر دیا لیکن ہماری سواری ان کی دستبرد اور غارت سے بالکل محفوظ رہی۔" حیات ولی صفحہ ۱۵۴-۱۵۵

پھر اسی کتاب میں بضمن حالات شیخ ابو الرضا محمد صاحب لکھا ہے۔

"شیخ مظفر بنگی کہتے ہیں کہ ورگ داس کے واقعہ میں جب رہتک میں فتنہ و فساد شروع ہوا۔ اور اس کے تمام اطراف و اضلاع تاراج کر ڈالے گئے۔ تو ہم اپنے قبائل و عشائر کو ساتھ لیکر دہلی میں آنے لگے۔ اسوقت تمام دیہاتی درندوں کی طرح آدمیوں کے خون کے پیاسے تھے۔ اور وحشیوں جیسے لوگوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔ ہمارے ساتھ بوجہ کثرت قبائل و مستورات کے اسباب و اثاثہ کے بہت سے بوجھ تھے جنہیں میں اسوقت اپنی جان سمجھتا تھا لیکن فضل خدا سے ہم تمام راہ میں محفوظ رہے۔ اور امن امان کے ساتھ وہ دشوار گذار اور سنگلاخ گھاٹیاں طے کر چکے۔ مگر ایک مقام پر دیہاتیوں کا ایک وحشی غول ہمارا مزاحم ہوا۔ اور غارتگری کے ارادہ سے ہماری طرف بڑھا۔ میں نے نہایت جرات کے ساتھ ترکش سے تیر کھینچکر کمان پر رکھا۔ اور بڑی پھرتی و چستی کے ساتھ ان پر حملہ کیا۔ دیہاتیوں کا غول فوراً منتشر ہو گیا۔ اور سب مرعوب و خوف زدہ ہو کر کھیتوں اور جھاڑیوں کے پیچھے جا چھپے۔ مجھے تعجب تھا کہ باوجود اس کثرت کے ان کو اس درجہ مرعوب ہونے اور خوف کھا کر چھپنے کی کیا وجہ ہے۔ لیکن جب شیخ (ابو الرضا محمد صاحب) کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ قصہ تمام و کمال عرض کیا۔ تو شیخ نے نہایت خندہ پیشانی سے ملاقات کی۔ اور فرمایا شیخ مظفر! ہم اس سفر میں تمہارے ساتھ تھے۔ اور منزل بمنزل تمہاری حفاظت و نگرانی کرتے چلے آتے تھے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب دیہاتیوں نے تم پر حملہ کرنا چاہا۔ اور تم بالکل تنہا تھے۔ اور سوائے ان کی تاب مقاومت نہ رکھتے تھے۔ ہم نے انہیں متفرق اور پریشان کر دیا۔ اور وہ مرعوب ہو کر جھونپڑیوں کے پیچھے جا چھپے۔" حیات ولی صفحہ ۱۵۵

اب مولوی ابراہیم صاحب ان دونوں روایتوں کو بغور ملاحظہ کرکے بڑی مہربانی

بیان فرمائیں کہ شیخ عبدالرحیم صاحب اور شیخ ابوالرضا محمد صاحب کا سیر و سیاحت کرنا یا جسم خاکی کیساتھ تھی یا جسم مثالی کے ساتھ اور یہ سفر جو دونوں بزرگوں کو منزل بمنزل یک مقام سے دوسرے مقام تک طے کرنا پڑا۔ وہ بصورت انتقال من مکان الی مکان تھا یا کچھ اور اور ایسے متعلق من اور الی کا استعمال جائز ہے یا نہ اور پھر اس سیر و سیاحت کا نام وحی و الہام اور خواب ہے یا کشف ہے

اخیر پر مولوی صاحب یہ وہم پیش کرتے ہیں۔ کہ جب کفار مکہ نے بعض علامات بیت المقدس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کئے۔ تو آپ کو نہایت غم و قلق ہوا۔ اگر آپ کا دعویٰ سیر کشفی یا روحانی و مثالی کا تھا تو اس گھبراہٹ کی کیا وجہ تھی آپ نہایت آسانی سے کہہ سکتے تھے۔ کہ میرا دعویٰ سیر جسمانی کا تو نہیں کہ علامات کا بتانا ضروری ہو۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ معراج جسمانی تھا۔ مولوی صاحب کے وہم کا ازالہ اس طرح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں مثالی جسم کے ساتھ سیر کا دعویٰ تھا۔ اور اس قسم کی کشفی سیر خصوصاً معراجی سیر بیداری کی معمولی سیر سے بھی زیادہ قوت رکھتی ہے۔ پس ایسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر بھول جانیکی وجہ سے بعض علامات بیت المقدس کے متعلق کفار کے سوالات کا جواب نہ دے سکتے۔ تو پھر تکذیب کے لئے بلا عذر لو یہ انہیں ایک موقعہ ہاتھ آتا تھا۔ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت کرب و اضطراب پیدا ہوا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دوبارہ کشفی حالت طاری کر کے آپ کا وہ کرب و اضطراب فوراً رفع کر دیا۔ چنانچہ آپ نے بیت المقدس کو کشفی نظر سے دیکھکر کفار مکہ کے تمام سوالات کے جواب دیدیئے۔ اور اتمام حجت ہو گیا۔ پس اس واقعہ میں کوئی بات ایسی نہیں جس سے معراج نبوی کا بجسد عنصری ہونا ثابت ہوتا ہو۔

مولوی صاحب کا یہ خیال کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ روحانی یا منامی معراج کا ہوتا۔ تو کفار مکہ اعتراض نہ کرتے۔ شاید صحیح ہو۔ اور کفار مکہ نے منامی یا

روحانی طور پر اپنے دلی خیال سے مولوی صاحب کو مطلع کر دیا ہو۔ اسلئے ہم اس امر پر کچھ بحث کرنا نہیں چاہتے مگر یہ بات مان لینے کے لیے تیار نہیں۔ کہ مکہ کے ان پڑھ اور اجڈ کافر لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی زبان سے کشفی سیر کا دعویٰ سن کر بھی اعتراض نہ کرتے۔ کیونکہ کشفی سیر سے جب بڑے عالم فاضل مولوی ابراہیم صاحب ہی منکر ہیں۔ تو کفار مکہ تو باعتبار علم و فضل ان سے بہت کمتر تھے۔ پھر بھلا وہ کس طرح چپ رہ سکتے تھے۔ علاوہ بریں کسی کو صاحب کشف صحیح مان لینا انسے راستبازی تسلیم کر لینا ہے مگر کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی راست بیانی پر ایمان لے آتے۔ تو پھر وہ کفر پر قائم کیوں رہتے۔ اسلئے مولوی صاحب کا یہ خیال بھی بالکل کچا خیال ہے۔

آگے چل کر مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"اس سیر کے لئے سواری براق پر صحیح بخاری سے ثابت ہے۔ نیز اس امر کی مؤید ہوتی ہے کہ یہ سیر ہیکہ جسم مبارک کے ساتھ کرایا گیا تھا کیونکہ سواری کی حاجت جسم کو ہوتی ہے۔ نہ کہ روح کو کیونکہ روح ایک ایسی لطیف شے ہے۔ کہ اپنی حرکت کے لیے کسی سواری وغیرہ کی محتاج نہیں ہوتی" صفحہ ۱۵

جواب اس کا یہ ہے۔ کہ ست

خشت اول چوں نہد معمار کج ٭ تا ثریا مے رود دیوار کج

مولوی صاحب چونکہ غلط فہمی سے لفظ جسم کو صرف خاکی جسم میں محدود مانتے ہیں۔ اسلئے جہاں کہیں جسم مثالی کا ذکر ہوتا ہے۔ وہاں بھی جسم خاکی کا ہی ذکر جانتے ہیں۔ اس لئے تو

محتاج ہونا الگ بات ہے۔ اور سواری پر سیر الگ امر ہے۔ کیا لوگوں کو خواب نہیں آتے۔ کہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر خواب میں کہیں چلے گئے۔ حالانکہ یہ جسم خاکی تو چارپائی پر پڑا سوتا ہے۔ پھر براق کا تمثل اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ حضور عالی تو ت جیسے پورے طور سے غالب ہیں چنانچہ بحکمت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سارے کتاب میں لکھا ہے۔

پر بھی وہی غلط فہمی مولوی صاحب کی لغزش کا موجب ہو رہی ہے۔ ہم بارہا لکھ چکے ہیں۔ کہ احمدی حضرات معراج کو نہ خواب کا واقعہ جانتے ہیں۔ نہ صرف روحانی مانتے ہیں۔ اس لئے مولوی صاحب کا اعتراض احمدیوں پر وارد نہیں ہوتا۔ یہ سچ بات ہے کہ سواری کی حاجت جسم کو ہوتی ہے۔ نہ کہ روح کو۔ مگر جسم صرف خاکی نہیں ہوتا بلکہ مثالی بھی ہوتا ہے۔ اور روح جب مثالی جسم سے متعلق ہو۔ تو اسوقت براق پر سوار ہو سکتا ہے۔ اسلئے براق کی سواری سے معراج کا بجسد عنصری ہونا لازم نہیں آتا۔ لہذا مولوی صاحب کی دلیل ناقص ہے۔ اور اس سے معراج نبوی کا بجسد عنصری ہونا ہرگز ثابت نہیں۔

مولوی صاحب کے استدلال کا پہلا اور اہم حصہ جو آیہ کریمہ سبحان الذی اسری بعبدہ پر مبنی تھا یہاں ختم ہوا۔ اسکے بعد مولوی صاحب نے جو اور تائیدی مسائل پیش کئے ہیں۔ ان پر ہم علیحدہ مضمون میں بحث کریں گے۔ (باقی آئندہ انشاء اللہ)

(سید صادق حسین مختار عدالت اٹاوہ)

نکات قرآنیہ

مقتبسہ از انوارِ فیوضاتِ علامہ نور الدین ایدہ اللہ

مطاعن کی راہ بڑی خطرناک ہے۔ دنیا کی تاریخ خوب غور سے پڑھو۔ جس قوم نے مطاعن کی راہ اختیار کی ہے۔ وہ کبھی کامیاب نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چار مختلف مقامات پر خلافت کا ذکر کیا ہے۔ چاروں جگہ امر خلافت کو اپنے قبضۂ قدرت میں بتایا ہے۔ اور اس کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ خلیفہ خدا کے بنانے سے بنتا ہے۔ اس میں مخلوق کا کوئی احسان اس خلیفہ پر نہیں ہوتا۔

سب سے پہلے آدم کے بارے میں فرمایا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً

دوم۔ داؤد کی نسبت ارشاد کیا۔ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ

سوم۔ تمام انسانوں کو فرمایا۔ ثُمَّ جَعَلْنٰکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ کَیْفَ

چہارم۔ امت محمدیہ کے صالح الاعمال کامل الایمان لوگوں کو بشارت دی۔ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ ان چاروں میں خلافت کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے۔ حضرت آدم پر لوگوں نے مطاعن کئے۔ اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ کہنے والے نیک نیت تھے۔ اسلئے سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا کہکر انہوں نے اپنے قول کو واپس لیا۔ مگر ابلیس نے جو راہ اختیار کی وہ خطرناک تھی اسلئے ہلاک ہوا۔ اور اس نے اپنی مساعی کا نتیجہ پایا۔ وَاِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْۤ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔ کہ تجھ پر جزاء و سزا کے روز تک لعنت۔

پھر حضرت داؤد خلیفۃ اللہ کا مقابلہ بعض ناعاقبت اندیشوں نے کرنا چاہا۔ یہانتک

کہ وہ دیواریں پھاند کر ان کے قلعہ میں گھس آئے۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا ہے۔ ان کو ایک خاص رعب و داب بھی دیا ہے۔ اسلئے وہ داخل ہوتے ہی ایسے گھبرائے کہ سوائے ایک جھوٹا قصہ تراشنے کے کچھ بن نہ آیا۔

چنانچہ قرآن مجید میں ذکر آیا۔ وھل اتٰک نبؤا الخصم اذ تسوروا المحراب اذ دخلوا علیٰ داؤد ففزع منھم قالوا لا تخف خصمٰن بغیٰ بعضنا علیٰ بعض۔ داؤد کیا ان دشمنوں کی خبر پہنچی جب وہ محراب میں دیوار کود کر آئے۔ جب داؤد پر داخل ہوئے تو وہ ان سے ڈرا۔ انھوں نے کہا نہ ڈر۔ دو دشمن ہیں زیادتی کی ہے۔ ایک نے دوسرے پر۔ آخر وہ دشمن بھی لعنتی ہی بنے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علیٰ لسان داؤد و عیسیٰ ابن مریم ذٰلک بما عصوا و کانوا یعتدون۔ لعنتی ہوئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل سے داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر۔ اسلئے کہ انہوں نے سرکشی کی۔ اور حد سے بڑھتے تھے۔

پھر حضرت ابوبکرؓ کی مخالفت میں لوگ اٹھے۔ زکوٰۃ سے اکثر حصہ لوگوں کا منکر ہوگیا اور فتنہ یہاں تک بڑھا کہ سوائے چند شہر مکہ اور مدینہ کے کسی جگہ متحد ہو کر لوگ باجماعت نماز نہ پڑھ سکتے تھے۔ ایسی نازک حالت میں بھی آپ نے ہمت نہ ہاری نہ گھبراہٹ اسامہؓ کو بیس ہزار فوج دیکر شام کی حدود پر بھیجدیا۔ اور باوجود دیکھ دیکھ یہ تمام شہر حضرت عمرؓ وغیرہ مانع ہوئے۔ ان سب کا مقابلہ کیا۔ آخر سب ناکام رہے۔ پھر شیعہ قوم خلفاء راشدین مهدیین پر مطاعن کرتی ہے۔ مگر اس معاملہ میں کبھی ان کو کامیابی نہیں ہوئی نہ ہوگی۔

چوتھے خلفاء جو ہم تم سب ہیں۔ وہ بھی خدا کے اختیار میں ہے کیونکہ کوئی شخص اس بات پر قادر نہیں کہ ضرور اسکے لڑکا ہی پیدا ہو۔ پھر وہ زندہ بھی رہے۔ پھر زندہ رہکر اس قابل بھی ہو کہ اپنے باپ دادا کا خلیفہ بن سکے ہزاروں ہیں جو اپنے دشمنوں کے حق

رقم نقد بیچتے ہیں۔ اور اپنے آباؤ اجداد کے وارث ہیں۔

سچا علم کونسا علم ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اللہ تعالیٰ کی خشیت رکھنے والے ہیں۔ تو اسکے بندوں سے عالم لوگ گویا سچے علم کی پہچان یہ ہے کہ اس کے صاحب کا قلب خشیۃ اللہ سے لبریز رہتا ہے۔ بڑا تعجب ہے کہ اس زمانے میں لوگ جوں جوں زیادہ پڑھتے ہیں۔ تو ان کے دل سے خشیت الٰہی نکلجاتی ہے۔ یہانتک کہ جو سب سے بڑا عالم ہونے کا مدعی ہو۔ وہ سب سے بڑا اللہ سے نڈر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حال پر رحم فرماوے۔ اور ہمیں اپنے جناب سے وہ علوم دے۔ جن کے پڑھنے سے خشیت الٰہی ان میں آئے۔

حضرت سلیمانؑ کے متعلق

آپ کے متعلق شریر لوگوں نے یہ قصے مشہور کر رکھے ہیں کہ ان کی بیوی مشرکہ تھی۔ اور ایک انگوٹھی کے زور سے سب حکومت کرتے تھے۔ جب وہ گم ہوگئی۔ تو سلطنت بھی چھن گئی۔ اور ایک دیو ان کی شکل پر ہو کر اس ملک پر متصرف و قابض ہوا۔ وغیر ذالک من الخرافات۔ جن کی نقل بھی ایک مومن کی غیرت گوارا نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب مطاعن کی تردید کے لیے یہ بیان مفصل کیا۔ اور بتایا کہ ان کی بیوی تو مسلمان تھی چنانچہ وہ خود کہتی ہے۔ واوتینا العلم من قبلھا وکنا مسلمین اور پھر کہا۔ واسلمت مع سلیمٰن للہ رب العالمین۔

۲۔ آپ کے لشکر میں تین قسم کے آدمی تھے۔ شریر جو آپ نے اپنے قابو میں کر رکھے تھے ان کو مقرن فرمایا۔ دوسروں سے انس رکھنے والے اچھے لوگ ان کو انس فرمایا۔ ایسے کام جو ایک طرف خالق سے تعلق رکھیں۔ دوسری طرف مخلوق کے لیے رساں۔ [illegible]

ان کو طیر فرمایا۔ اور عربی میں یہ محاورہ کثرت سے پایا جاتا ہے۔

۳۔ آپ کا ایک پرندہ خانہ بھی تھا۔ ایک بات سے دوسری بات بھی یاد آجاتی ہے۔ جب جانور کو دیکھا۔ تو ہدہد اپنا ملازم بھی یاد آیا۔ اسکے ذو العقول ہونیکے ثبوت میں اس خطابیں

پیش کیا جا سکتا ہے کہ یہ جمع ذوی العقول کے لئے ہے، ورنہ من الغائبات فرماتا۔ کلام اللہ سے بھی دھوکا نہ لگے۔ کیونکہ یذبحون ابناءھم بمعنی قتل قرآن مجید میں دوسرے مقام پر آ چکا ہے۔

۴۔ نمل ایک قوم ہے۔ چنانچہ لغت کی کتاب میں ہے۔ برقۃ من میاہ نملۃ۔ وہاں کے لوگ پہاڑ سے سونا جمع کرنے والے تھے۔ جانوروں کے نام پر کئی قوموں کے نام ہوتے ہیں۔ پنجاب میں بھی پائے جاتے ہیں۔

نمل کی اس بات پر کہ یا ایھا النمل ادخلوا مساکنکم لا یحطمنکم سلیمٰن وجنودہ وھم لا یشعرون۔ ایک نکتہ معرفت ہے جو راقم کے لئے خصوصیت سے سبق آموز ہے کہ باوجود اس قوم کے ضد نے اصحاب سلیمان پر بدظنی نہیں کی۔ اور ان کو ظالم نہیں کہا بلکہ وھم لا یشعرون سے اپنا حسن ظن جتا دیا۔ وائے افسوس بد حال شیعہ گروہ اصحاب سیدنا محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ظالم کہنے کی جرأت کرتے ہیں۔ اور خدا سے نہیں ڈرتے۔

۵۔ زمانے نے بہت ترقی کی ہے۔ اور آجکل کی تہذیب کو اخلاقی ترقیات کا انتہائی زینہ قرار دیا جاتا ہے۔ اور جن باتوں پر ناز ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ خطوط میں بے سر و پا طول طویل القاب نہیں۔ مشکل ترکیبیں نہیں۔ جن کے مبتدا کی خبر دوسرے صفحے ورق پر جا لگتی ہو مگر دیکھو قرآن مجید نے تیرہ سو برس پہلے ایک خط کا نمونہ دیا جو کئی سو برس پہلے کا ہے۔ اور حقیقی مہذب گروہ کے ایک ممبر کا لکھا ہوا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ انہ من سلیمان و انہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ الا تعلوا علی و اتونی مسلمین۔ اس سے زیادہ مختصر نویسی پھر جامع مانع کلمات اور عمدہ طرز تحریر کیا ہو سکتی ہے اس نمونے پر حضرت نبی کریم صلعم کے خطوط ہیں۔ جو معتبر روایات سے ثابت ہیں۔ بلکہ بعض کے اصل بھی مل گئے ہیں۔

۶۔ آداب شاہی کا لحاظ بہت ضروری ہے۔ دیکھئے جب حضرت موسیٰ کو تبلیغ کا حکم ہوا

تو فرعون کے بارے میں فرمایا۔ فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشی۔ کہ اس کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرنا تاکہ وہ نصیحت پکڑے۔ یا ڈر جائے۔

اسی طرح جناب سلیمان ہد ہد کو حکم دیتے ہیں۔ کہ خط ادب کے ساتھ آگے رکھ دینا۔ قرآن کے الفاظ یہ ہیں۔ اذھب بکتابی ھذا فالقہ الیھم ثم تول عنھم فانظر ماذا یرجعون۔ یہ خط لے جاؤ۔ آگے آگے رکھ دو۔ پھر ہٹ کر اپنے مقام پر بیٹھ جاؤ۔ اور انتظار کرو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

ابلیس اور شیطان میں کیا فرق ہے؟

ابلیس اور شیطان کی اصل جن ہے۔ اور ان دونوں میں فرق یہ ہے۔ کہ جو چیز اپنی ذات میں بری اور پر ضرر ہو وہ تو ابلیس ہے۔ اور جس چیز کا ضرر متعدی ہو۔ دوسروں کو بھی دکھ پہنچائے۔ تو وہ شیطان ہے۔ چنانچہ پارہ اول رکوع ۴ میں فرماتا ہے۔ فسجدوا الا ابلیس ابی واستکبر وکان من الکفرین۔ جب تک اس میں انکار و استکبار تھا۔ وہ ابلیس تھا۔ لیکن جب اسکا ضرر متعدی ہوا۔ اور فازلھما الشیطن عنھا اسکی شان ہوئی۔ دوسروں کو بہکانے لگا۔ تو پھر اسے شیطان فرمایا۔ سارے قرآن مجید میں خوب غور کر کے دیکھ لو۔ جہاں جہاں ابلیس آیا ہے وہاں اس کا ضرر اپنی ذات میں ہے۔ اور جہاں اس کا ضرر دوسرے تک پہنچا۔ تو وہ شیطان ہے۔ احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیطان کا لفظ بہت وسیع ہے۔ آپ صلعم نے ایک باز کو کبوتری کے پیچھے جاتا دیکھکر فرمایا۔ شیطان یتبع شیطانۃ۔ النسآء حبائل الشیطان۔ غرض ظلمت کے مظاہر شیاطین ہیں اور نور کے مظاہر ملائکہ۔

منطق الطیر

یہ علم سنسکرت میں لسنترا ج، عبرانی میں وہرما عرف اور یونانی میں ارنی سو بوجیا کہلاتا ہے۔ جو لوگ مرغیاں پالتے ہیں۔ وہ بھی ذرا غور کریں۔ تو ان کو معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ جب مرغی نے انڈا دیا ہو۔ تو اس کی آواز کیا ہوتی ہے۔ جب وے چکے

تو کیا ۔ جب بچوں کیساتھ چلے تو کیا ۔ جب کوئی خطرہ پیش آئے ۔ تو کیا ۔ جب بھوک لگے تو کیا ۔ وغیر ذالک ۔

روپیہ بت ہے اس زمانہ میں سب سے بڑا بت لوگوں کے لیے جس کے لیے خدا کو بھی چھوڑ دیا گیا ہے ۔ اور آخرت کی مطلق پرواہ نہیں ۔ روپیہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھانے کے لئے کہ اس زمانہ کی بت پرستی یہی ہے ۔ جس سے ہر ایک مومن کو بچنا چاہئے ۔ اس پر بت کا نشان ہونیکا سامان کر دیا ہے کہ تصویری زبان میں ہر وقت ان کو متنبہ کرتا رہے ۔ کہ دیکھو میں بت ہوں ۔ ایسا نہ ہو ۔ کہ میرے لئے اپنے حقیقی مالک و محسن و معبود کو بھول جاؤ ۔ پائی سے لیکر گنی ۔ دونی ۔ روپے اور پھر پونڈ تک بت ہے ۔ تاکہ بت پرستی کا شعر ہو ۔ اور انکے حصول کے لئے لوگ خدا کی نافرمانیاں کرینگی جرأت نہ کریں ۔ اور اس میں ایسے منہمک نہ ہوں کہ خدا بھی بھول جائے ۔

دنیا سے بدی مٹانے کی فکر میں رہو جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا علم دیا ہے ۔ اور وہ اچھے فرمانبردار ہیں ۔ انکا نشان یہ بتایا کہ وہ دنیا سے بدی مٹانے اور اس کی جگہ نیکی کو قایم کرنیکی فکر میں ہر وقت لگے رہتے ہیں ۔ اور یہ تڑپ انکے دل میں ہر وقت لگی رہتی ہے ۔ کہ یہ بدی کیوں نہیں گھٹتی ۔ اور اس کی بجائے یہ نیکی کیوں نہیں بڑھتی ۔ وہ اپنے مولیٰ کے حضور تڑپ تڑپ کر دعائیں مانگتے ہیں جب پھر بھی کامیابی نہیں ہوتی ۔ تو وہ استغفار اور لاحول پڑھتے ہیں ۔ تا دعا کی قبولیت میں جو روکیں بوجہ اپنی خطاکاری اور کمزوری کے پیدا ہو گئی ہیں ۔ وہ دور ہوں ۔ جب پھر بھی ان کا مقصود دلی پورا نہیں ہوتا ۔ تو پھر بھی وہ ہمت نہیں ہارتے ۔ بلکہ اپنے مولیٰ ہی کی جناب میں گڑگڑاتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں ۔ اے میرے پیارے خدا نہ توفیق دعا ملتی ہے ۔ نہ توفیق لاحول ۔ تو خود ہی رحم کر ۔ اور کوئی راہ نکال ۔ پھر اسی پر بس نہیں کر دیتے ہیں ۔ بلکہ کچھ نقد وسعت خدا کی راہ میں دیتے ہیں ۔ تا ان کے حق میں کوئی دعا

کسی دردمند دل اور پاک زبان سے نکلیانے۔ اور میز نشانے پر بیٹھے۔ پھر بھی جب وہ بدی کو دیکھتے ہیں۔ تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہم تم سے نفرت کرتے ہیں۔ ہمیں ایسے جاہلوں سے کوئی تعلق نہیں۔ اسکے بعد وہ رضاء قضا ہوتے ہیں۔ یہ تمام مضامین اس آیت میں ہے۔ وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ

اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

کسی کے ہم اسکے دوست کی چٹھی آجائے۔ یا کسی حاکم کا پروانہ تو وہ شخص خواہ خواندہ ہو یا ناخواندہ۔ سب کام چھوڑ چھاڑ کر پہلے اسے پڑھا کر سنتا ہے۔ اور پھر اس پر عمل کرتا ہے۔ تجارتی معاملات میں بعض اوقات ایک ایک چٹھی کی اتنی قدر ہوتی ہے کہ اسکے سب سے پہلے حاصل کرنے کے لئے کئی سو روپے خرچ کردیتے ہیں۔ پھر باوجود کئی خطرات کے مثلاً ممکن ہے جس جگہ سے مال کی زیادہ بکری کی خبر آئی ہے۔ وہاں کوئی اور سوداگر پہنچ گیا ہو۔ یا رستہ میں اس کا مال ہی ضائع ہو جائے۔ وہ اس مقام پر خود یا اپنا مال پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر کس قدر تعجب کی بات ہے۔ کہ حسن و احسان کے سرچشمے۔ احکم الحاکمین۔ ارحم الراحمین کی چٹھی ہو۔ اور چٹھی رساں حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سا جلیل القدر خاتم کمالات نبوۃ خاتم کمالات انسانیت انسان ہو۔ اور پھر ایک مسلمان اس کی پروا نہ کرے۔ قرآن مجید ان میں ہو۔ مگر محض اسلئے کہ گھر کے طاقچے میں پڑا رہے۔ اور نیچے سے وبا کے دنوں میں مال مویشی گزار دیں۔ یا اسکی کوئی آیت لکھ کر گھول کر کسی بیمار کو پلا دیں۔ عدالت میں جھوٹا حلف اٹھانا ہو۔ تو اسے ہاتھ میں لے لیں۔ اور اسے یاد کریں۔ تو محض اسلئے کہ رمضان شریف میں تراویح میں سنائیں گے۔ تو چند روپے بچا لینگے۔ یا ماخذا کھلا دیں گے تو کابل میں حصول سے بچ جائینگے۔ افسوس ہے۔ ان خیالات کے لوگوں پر۔ کہ وہ ملازمت کے حصول کے لئے کس قدر تکالیف اپنے اوپر اٹھاتے ہیں۔ پھر وہ برس تک

بی۔اے ایم۔اے بننے کے واسطے پڑھتے ہیں۔ مدرسہ کی فیسوں اور دیگر اخراجات میں گھر کا اثاثہ تک بک جاتا ہے۔ پھر یہ بھی یقین نہیں کہ پاس ہو جائیں گے یا نہیں۔ اور پاس ہو کر ملازمت ملیگی یا نہیں ہو لیکن نہیں پڑھتے تو قرآن مجید۔ نہیں سمجھتے تو قرآن مجید نہیں عمل کرتے تو قرآن مجید پر جس کے پڑھنے۔ سمجھنے اور جس پر عمل کرنے سے یقیناً یقیناً دنیا و آخرت میں سکھ اور آرام کی زندگی ملتی ہے۔ اور بیشمار نمونے موجود ہیں۔ جنہوں نے قرآن پر عمل کرکے دنیا کی سلطنتیں بھی پائیں۔ اور آخرت میں اپنا گھر جنت الفردوس بنایا۔ مبارک وہ جو اس دردمندوں کی تقریر کو پڑھکر قرآن مجید کی طرف توجہ کرے۔

حقوق نسواں ہندوستان میں بالخصوص عورتوں کی ایسی بے قدری ہے۔ کہ جسے گالی دینی ہو۔ اُسے کہتے ہیں سسرہ یا سالا گویا لڑکی تو دینا۔ لڑکی کا باپ لڑکی کی ماں۔ لڑکی کا بھائی بھی مجرم ہیں۔ اور دنیا میں بدترین انسان ہیں کیسی خبیث الحس ہیں۔ جب اپنی بی بی پر ناراض ہوتے ہیں۔ تو اسے کہتے ہیں۔ اپنے باپ کے گھر سے کیا لائی تھی۔ گویا باپ کا جہاں یہ فرض ہے۔ کہ اپنی لڑکی دے۔ تو ساتھ ہی یہ بھی کہ وہ بہت سا مال و اسباب اپنے داماد کو دے۔ یہ طریق انبیاء کا نہیں۔ حضرت موسیٰ ایک بزرگ کے ہاں جاتے ہیں۔ جو انہیں ارشاد فرماتے ہیں۔ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ تجھے اپنی ایک لڑکی ان دونوں میں سے نکاح کر دوں۔ اس شرط پر کہ تو آٹھ سال میری نوکری کرے۔ اور اگر تو دس سال پورے کرے تو یہ تیری برخورداری ہے اسی طرح حضرت یعقوبؑ کو بھی اپنے سسرال کی خدمت کرنی پڑی۔ اور جب اس لڑکی کی بجائے دوسری لڑکی کی خواہش کی تو انہیں سنایا گیا۔ کہ اتنے سال اور خدمت کرنی ہو گی۔

اب، پھر افسوس ہے، کہ لوگ مال و دولت۔ اور قومیت دیکھتے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ وہ دیندار ہے یا کیسی۔ حضرت نبی کریم صلعم کا صریح ارشاد ہے۔ علیک بذات الدین تربت یداک۔ (ج) حضرت موسیٰ کے بیان میں ہم یہ لکھا ہے۔ کہ قال لاھلہ امکثوا انی انست ناراً لعلی آتیکم منھا بخبر او جذوۃ من النار لعلکم تصطلون۔ اپنے ساتھ والوں سے کہا ٹھہرو۔ میں نے آگ معلوم کی۔ وہاں سے کوئی خبر یا انگارا لاؤں۔ تاکہ تم تاپو۔ اس سے یہ مسئلہ استنباط ہوتا ہے کہ خاوند کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے اہل و عیال کے ضروریات خانگی کا انتظام کرے اسی واسطے فرمایا کہ الرجال قوامون علی النساء۔ قوامون کے معنی ہو ولا کے ہیں۔ مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہانڈی میں اگر نمک زیادہ ہو جائے۔ تو شور برپا کر دیتے ہیں لیکن اشعار دین کا ذرا بھی فکر نہیں۔ کتنے ہیں جنہوں نے گھر میں اپنی بی بی کیساتھ قرآن مجید کے درس کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ کتنے ہیں جنکو ہر لحظہ یہ تڑپ لگی رہتی ہے کہ انکی بی بی دینداری میں پختہ ہو جائے ۔

التجاء دعا منظور حسین صاحب طالب علم اپنے دینی و دنیوی حسنات کے لیے تمام بھائیوں سے دعا خیر بتوجہ تمام کے خواستگار ہیں۔

جنازہ غائب احباب اہلیہ شیخ محمد جان صاحب وزیر آبادی کا جنازہ غائب پڑھ دیں ۔

وی پی واپس کرنیوالے

توجہ فرمائیں۔ جتنے تین رسالوں میں نوٹس دیا کہ سنہ … کے چندہ وصول کرنے کے لیے وی پی جاتے ہیں۔ پھر ہر ایک … کے نام کارڈ بھیجا جس میں مفصل حساب لکھ دیا افسوس کہ باوجود اس قدر احتیاط کے پھر بھی … فیصدی لوگوں نے وی پی واپس کرکے کارخانہ کو اور بھی زیر بار کیا۔ کیا یہ اسباب کا … ہے کہ کیوں قیمت پیشگی وصول کرکے رسالہ جاری نہ کیا گیا۔ سال بھر رسالہ پڑھنے کے لیے تو بڑی خوشی سے حاضر ہیں۔ مگر وی پی کی وصولی کے وقت مکتوب الیہ مرگیا ہے۔ سفر کر گیا ہے۔ عدم پتہ یا انکاری انکا میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے احباب دسمبر کے ختم ہونے سے پہلے اپنے اپنے ذمہ کا چندہ جنکے بابت میں ان کو اطلاع دی جا چکی ہے۔ ادا فرما دیجئے۔ ورنہ آئندہ اس قسم کی درستہ شکایت کا موقعہ نہ دیجئے۔ ۲۔ تذروں کا … کے عنوان سے جو تحریک چھاپی گئی تھی۔ اسکے متعلق بھی ہمارے دوست سست پڑ گئے ہیں۔ حضرات اگر آپ ایڈیٹر کی رسالے کو مہینہ میں دوبار دیکھنا چاہتے ہیں تو پھر ہمت کیجئے۔ اول پیشگی قیمت دینے والے خریدار دیجئے۔ دوم اگر کچھ وقت نے استطاعت دی ہے تو بجائے … روپیہ سالانہ کے تین … روپے منظور فرمائیے۔ ۳۔ ممبران انجمن تشحیذ کی خدمت میں کیا عرض کروں وہ خود ہی غور فرمائیں۔ انھوں نے رسالہ کی بہتری اور ترقی میں کیا حصہ لیا ہے … چندہ سالانہ … ممبری … کو ادا کر دیا ہے۔ اگر نہیں تو پھر سب ہم اگر کمیل کے کمیں تو شکایت ہوگی۔ آپ بھی غور کریں۔ سب عنایت ہوگی۔

ضروری گذارش | تشحیذ کے لیے ایک کاتب کی خدمات حاصل کی ہیں جنکے واسطے صرف دس دن کا کام ہے۔ باقی دنوں میں کام کے لیے احباب … فرماویں کسی نے کوئی رسالہ یا اشتہار چھپوانا ہو تو پیشگی اجرت کیساتھ بھیجے بہت ہی ارزاں اور عمدہ اور … پر لکھ دینگے۔ **مینیجر** تشحیذ قادیان۔

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

اصل عرق کافور

[illegible]

عرق پودینہ

[illegible]

جلاب کی گولیاں

[illegible]

درد سر یا کسی درد کی دوا

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

نمبر ۱۲ رسالہ جلد ۶

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

حمامۃ البشریٰ

اکمل کا پیام اہالیانِ طرابلس کے نام

اے کبوتر ذرا پیغام مرا لے جانا
ایک دن تھا کہ حکومت تھی تمہاری یہاں
اس سے چین سے دن رات بسر کرتے تھے
قہر نازل ہوا مولی کا یکایک ایسا
چھن گیا ملک کئی بھائی ہوئے ہیں مقتول
اب فقیر کو جو پڑا بتا ہوں تو کھل جاتا ہے
سلطنت سے ہوئے محروم جو اسکو دیکھو
وہ مسیحا کہ غلام احمد مختار کا ہے
وہی مہدی ہے جو ہونا تھا ہمراز احمد
جو نشاں اپنی سچائی کے بہت لایا ہے
جیسے سمجھایا کہ عیسی تو جہاں سے گئے
اسطرح کسر صلیب آپ نے کی اکرم میں
روح میں اسکی محمد کا خلیفہ آیا
دیکھو انجیل میں عیسے نے یہ فرمایا ہے
اور قرآں میں کیا منکشف فرمایا ہے
جس سے ظاہر ہو موعود کوئی اور ہی تھا
ہند میں لیتی ہے اک کدعہ بنام احمد
آگیا اپنی صداقت کے نشاں لایا ہے

جو شرپوش کی کشمیر ہیں انہیں دے آنا
نہ تو [illegible] کو خطر اور یہ تھا انہی کا
ہو گئے اپنی خوشی اپنی خوشی رہتے تھے
دیکھنے سننے میں آیا نہیں اب تک ایسا
حق تو [illegible] ضرور اسکی ہو وجہ مقتول
لوگ جب بولیں تو الہام بھی ہو جاتا ہے
ہے یقینا ہوا انکار مسیح موعود
اور بھیجا ہوا پھر حضرت غفار کا ہے
جسپہ الطاف و عنایات خدا ہیں [illegible]
جس کی بیعت کے لئے حکم رسول آیا ہے
دفن کشمیر میں ہے جسکو وہاں کو گئے
اور [illegible] ہوئے قتل سبھی عالم میں
پئے تائید مبارک پہ سید صمد آیا ہے
سبھی انبیاء کی خو بو وہ یہاں آیا ہے
[illegible] میں پہلے کا پچھلے سے ہوا آگے ہے
جسکے بارے میں ہے لا مہدی الا عیسی
اہل خارس سے بس آ گیا تھا غلام احمد
قحط و طاعون و زلزال کا عذاب آیا ہے

نام	رقم	نام	رقم	نام	رقم
جناب [illegible] الدین صاحب	[illegible]	جناب [illegible] صاحب	[illegible]	جناب منشی [illegible] صاحب	[illegible]
جناب [illegible] الدین	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]	جناب محمد [illegible] خان	[illegible]
جناب [illegible] الدین	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب سید [illegible]	[illegible]	جناب سید [illegible] حسین	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]	جناب محمد [illegible]	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	جناب منشی [illegible]	[illegible]		[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible] خان	[illegible]
جناب ڈاکٹر [illegible]	[illegible]	جناب عبد القدیر	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]	جناب منشی [illegible]	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible] حسین	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]	جناب سید [illegible]	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible] الدین	[illegible]	جناب [illegible] الدین	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]		[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	ایضاً	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	جناب منشی عبد العزیز	[illegible]	جناب [illegible] حسین	[illegible]
جناب [illegible] حسین	[illegible]	جناب محمد اسحاق	[illegible]	جناب [illegible] الدین	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible] محمد	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب سید [illegible]	[illegible]	جناب سید عبد الحکیم	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]

جناب عبدالعزیز صاحب [illegible]
جناب [illegible] عبدالرحمٰن [illegible]
جناب چودھری [illegible] خان [illegible]
جناب [illegible] [illegible]
جناب [illegible] [illegible]
جناب [illegible] فضل [illegible]
[illegible]
جناب [illegible] [illegible]
جناب مولوی [illegible] [illegible]
جناب [illegible] [illegible]
جناب [illegible] [illegible]
جناب [illegible] عبدالعزیز [illegible]
جناب [illegible] [illegible]

بابت ماہ اپریل [illegible]

جناب [illegible] [illegible]
جناب [illegible] [illegible]
جناب ڈاکٹر [illegible] [illegible]
جناب [illegible] [illegible]
جناب [illegible] [illegible]
جناب [illegible] [illegible]
جناب [illegible] [illegible]

جناب ڈاکٹر [illegible] صاحب [illegible]
جناب مولوی [illegible] [illegible]
جناب مولوی [illegible] [illegible]
جناب [illegible] [illegible]
[illegible]
جناب مولوی [illegible] صاحب [illegible]
[illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب سید محمد اسمٰعیل [illegible]
جناب عبدالعزیز [illegible]
[illegible]
جناب [illegible] [illegible]
جناب [illegible] بخش [illegible]
جناب [illegible] [illegible]
جناب حکیم [illegible] [illegible]
جناب [illegible] خان [illegible]
جناب چودھری [illegible] [illegible]
جناب [illegible] [illegible]
جناب منشی [illegible] [illegible]
[illegible] خان [illegible]
جناب [illegible] [illegible]

جناب محمد امیر صاحب [illegible]
جناب شیخ کرم الٰہی [illegible]
ڈاکٹر [illegible] [illegible]
[illegible]
جناب [illegible] [illegible]
[illegible]
جناب [illegible] [illegible]
جناب منشی [illegible] [illegible]
جناب ڈاکٹر [illegible] [illegible]
جناب محمد سلطان [illegible]
جناب [illegible] بخش [illegible]
جناب [illegible] [illegible]

بابت ماہ مئی [illegible]

جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب منشی [illegible] [illegible]
جناب چودھری [illegible] خان [illegible]
جناب سید محمد [illegible] [illegible]
جناب چودھری [illegible] [illegible]
جناب منشی [illegible] [illegible]
جناب ڈاکٹر [illegible] [illegible]

جناب [illegible] خان صاحب [illegible]	جناب [illegible] [illegible]	جناب محمد [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] [illegible]	جناب [illegible] محمد [illegible]	جناب [illegible] [illegible]
جناب سید [illegible] [illegible]	جناب چوہدری [illegible] [illegible]	جناب [illegible] عبد اللطیف [illegible]
[illegible] [illegible]	جناب [illegible] محمد [illegible]	جناب منشی عبد الرحیم [illegible]
جناب [illegible] [illegible]	جناب چوہدری غلام [illegible] [illegible]	جناب [illegible] [illegible]
جناب مولوی سید محمد [illegible] [illegible]	جناب [illegible] [illegible]	جناب [illegible] [illegible]
جناب [illegible] [illegible]	جناب [illegible] بخش [illegible]	جناب محمد [illegible] [illegible]
جناب [illegible] [illegible]	جناب [illegible] [illegible]	جناب [illegible] [illegible]
جناب [illegible] [illegible]	جناب [illegible] [illegible]	جناب [illegible] [illegible]
جناب منشی محمد [illegible] [illegible]	جناب میاں [illegible] بخش [illegible]	[illegible]
جناب منشی [illegible] [illegible]	جناب سید محمد [illegible] [illegible]	جناب [illegible] بخش صاحب [illegible]
جناب مولوی محمد [illegible] [illegible]	جناب [illegible] [illegible]	جناب [illegible] [illegible]
جناب منشی [illegible] [illegible]	جناب [illegible] الدین [illegible]	جناب محمد [illegible] [illegible]
جناب [illegible] [illegible]	جناب چوہدری [illegible] [illegible]	جناب مولوی محمد [illegible] [illegible]
جناب [illegible] الدین [illegible]	جناب [illegible] [illegible]	جناب [illegible] [illegible]
جناب [illegible] بیگ [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] [illegible]
جناب [illegible] علی محمد [illegible]	جناب چوہدری [illegible] [illegible]	جناب [illegible] [illegible]
[illegible] چوہدری فضل محمد [illegible]	جناب میاں [illegible] الدین [illegible]	جناب عبد الکریم [illegible]
جناب [illegible] نظام الدین [illegible]	جناب [illegible] [illegible]	جناب [illegible] [illegible]
[illegible] الدین [illegible]	جناب [illegible] خان [illegible]	جناب [illegible] [illegible]
جناب [illegible] [illegible]	جناب چوہدری [illegible] [illegible]	جناب [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]		

جناب منشی [illegible] صاحب [illegible]	جناب منشی محمد ابراہیم ۔ [illegible]	جناب محمد شفیع صاحب [illegible]
جناب شیخ عبد العزیز [illegible]	جناب محمد صادق ۔ [illegible]	جناب عطا محمد ۔ [illegible]
جناب [illegible] بخش ۔ [illegible]	جناب محمد خان ۔ [illegible]	جناب قمر الدین ۔ [illegible]
جناب مستری عبد العزیز ۔ [illegible]	جناب مولوی حیدر علی ۔ [illegible]	جناب [illegible] ۔ [illegible]
جناب مستری محمد الدین ۔ [illegible]	جناب [illegible] بیگ ۔ [illegible]	جناب محمد افضل ۔ [illegible]
جناب [illegible] محمد شریف [illegible] ۔ [illegible]	**ماہ جولائی ۱۹۱۱ء**	جناب [illegible] ۔ [illegible]
جناب [illegible]	جناب مولوی محمد سلطان [illegible]	جناب [illegible] بخش ۔ [illegible]
جناب [illegible]	جناب ڈاکٹر [illegible] محمد ۔ [illegible]	جناب بشیر احمد ۔ [illegible]
جناب چوہدری فتح محمد ۔ [illegible]	جناب منشی محمد [illegible] ۔ [illegible]	جناب علی محمد ۔ [illegible]
جناب [illegible] ۔ [illegible]	جناب [illegible] بخش ۔ [illegible]	جناب [illegible] ۔ [illegible]
جناب میاں عبد الرحمن ۔ [illegible]	جناب [illegible] ۔ [illegible]	جناب [illegible] ۔ [illegible]
جناب [illegible] ۔ [illegible]	جناب مستری عبد العزیز [illegible] ۔ [illegible]	جناب [illegible] ۔ [illegible]
جناب [illegible] الدین ۔ [illegible]	جناب شیخ عبد الرحمن [illegible] ۔ [illegible]	**ماہ اگست ۱۹۱۱ء**
جناب عبد الرحمن ۔ [illegible]	جناب [illegible] ۔ [illegible]	جناب [illegible] عبد [illegible] صاحب [illegible]
جناب مولوی محمد اسماعیل ۔ [illegible]	جناب عنایت اللہ ۔ [illegible]	جناب [illegible] ۔ [illegible]
جناب قاضی [illegible] الدین ۔ [illegible]	[illegible] ۔ [illegible]	جناب [illegible] خان ۔ [illegible]
جناب کریم بخش ۔ [illegible]	جناب [illegible] حسین ۔ [illegible]	جناب [illegible] ۔ [illegible]
جناب [illegible] برکت علی ۔ [illegible]	جناب محمد عظیم ۔ [illegible]	جناب [illegible] الدین ۔ [illegible]
جناب [illegible] ۔ [illegible]	[illegible]	جناب [illegible] الدین ۔ [illegible]
جناب [illegible] ۔ [illegible]	جناب [illegible] محمد [illegible] ۔ [illegible]	جناب [illegible] اللہ ۔ [illegible]
جناب [illegible] علی ۔ [illegible]	جناب حکیم [illegible] ۔ [illegible]	جناب منشی محمد یوسف ۔ [illegible]

جناب منشی محمد [illegible] صاحب
جناب [illegible] الدین
جناب [illegible] الدین
جناب عبدالسلام
جناب ماسٹر نظام الدین
[illegible]
صندوقوں کی [illegible]

ماہ ستمبر ۱۹۱۱ء

جناب منشی امیر احمد صاحب
جناب میاں شیر محمد خان
جناب عبدالرحیم خان
جناب منشی فرزند علی
جناب منشی فضل کریم
جناب [illegible] سید [illegible] محمد امین
جناب مرزا یعقوب بیگ
جناب شیخ رحمت اللہ
جناب ڈاکٹر فضل کریم
جناب میاں برکت اللہ
جناب بابو محمد حسین
جناب سید صادق حسین
جناب سید [illegible] شاہ

جناب احسان الحق صاحب
جناب [illegible] الدین
جناب عبدالرحمن [illegible]
جناب عبدالغنی خان
جناب [illegible] بخش
جناب [illegible] الدین
جناب منشی [illegible] الحق
جناب ڈاکٹر [illegible]
جناب محمد [illegible] علی
جناب عبدالحق [illegible]
جناب ڈاکٹر بشارت احمد
جناب عبدالحق
جناب [illegible] بشارت احمد
جناب محمد مبارک
منشی [illegible]
عبدالرحمن [illegible]
جناب محمد دین
جناب [illegible] خان
جناب پیر برکت علی
جناب محمد صادق
جناب [illegible]

جناب نور احمد صاحب
جناب [illegible]

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۱ء

جناب میاں محمد صادق
جناب [illegible]
جناب [illegible]
جناب [illegible] محمد فضل [illegible]
جناب شیخ [illegible] بخش
جناب حیات محمد
جناب میاں [illegible] الدین
جناب [illegible] سراج الدین
جناب منشی [illegible] علی
جناب سلطان عالم
جناب محمد فضل [illegible] صاحب
جناب [illegible]
جناب [illegible]
جناب [illegible] محمد
جناب [illegible] بخش
جناب [illegible] شاہ
جناب [illegible] صاحب
جناب سلطان عالم [illegible]

نمبر	نام	رقم
[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
[illegible]	جناب شیخ عبد الرشید	[illegible]
[illegible]	جناب محمد امین	[illegible]
[illegible]	جناب فضل الٰہی	[illegible]
[illegible]	جناب منشی عبد العزیز	[illegible]
[illegible]	جناب فتح محمد	[illegible]
[illegible]	جناب مستری [illegible]	[illegible]
[illegible]	جناب الٰہ دین	[illegible]
[illegible]	جناب احمد دین	[illegible]
[illegible]	جناب ڈاکٹر ممتاز علی	[illegible]
[illegible]	جناب خدا داد خان	[illegible]
[illegible]	جناب منشی عبد الکریم	[illegible]
[illegible]	جناب منشی برکت علی	[illegible]
[illegible]	جناب مستری محمد دین	[illegible]
[illegible]	جناب حبیب احمد	[illegible]
[illegible]	جناب محمود خان	[illegible]
[illegible]	جناب غلام حیدر	[illegible]
[illegible]	جناب خدا بخش	[illegible]
[illegible]	جناب محمد اسمٰعیل [illegible]	[illegible]
[illegible]	جناب غلام محمد	[illegible]
[illegible]	جناب منشی رحمت اللہ	[illegible]
[illegible]	جناب عبد اللہ جان صاحب	[illegible]
[illegible]	جناب حضرت امیر احمد	[illegible]
[illegible]	جناب محمد علی	[illegible]
[illegible]	جناب شیخ خدا بخش	[illegible]
[illegible]	جناب فتح محمد	[illegible]
[illegible]	جناب علی اکبر	[illegible]
[illegible]	جناب عبد الصمد	[illegible]
[illegible]	جناب [illegible] سلطان علی	[illegible]
[illegible]	جناب منشی عبد الرحمٰن	[illegible]
[illegible]	جناب حکیم [illegible]	[illegible]
[illegible]	جناب محمد شفیق	[illegible]
[illegible]	جناب عبد [illegible]	[illegible]
[illegible]	جناب احمد علی	[illegible]
[illegible]	جناب عبد اللطیف	[illegible]
[illegible]	جناب محمد [illegible]	[illegible]
[illegible]	جناب حکیم احسان الٰہی	[illegible]
[illegible]	جناب اکبر علی	[illegible]
[illegible]	جناب نبی بخش	[illegible]
[illegible]	جناب مولوی عبد الرحمٰن	[illegible]
[illegible]	جناب میاں محمد	[illegible]
[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
[illegible]	جناب سید انعام رسول صاحب	[illegible]
[illegible]	جناب میاں [illegible]	[illegible]
[illegible]	جناب شیخ خدا بخش	[illegible]
[illegible]	جناب میاں امیر الدین	[illegible]
[illegible]	جناب نیاز محمد	[illegible]
[illegible]	جناب منشی عبد العزیز	[illegible]
[illegible]	جناب محمد عبد الحق	[illegible]
[illegible]	جناب مولوی محمد ابراہیم	[illegible]
[illegible]	جناب منشی محمد الدین	[illegible]
[illegible]	جناب میرزا [illegible] حسین	[illegible]
[illegible]	جناب چوہدری غلام محمد	[illegible]
[illegible]	جناب [illegible] بخش	[illegible]
[illegible]	جناب ڈاکٹر فضل کریم	[illegible]
[illegible]	جناب فتح محمد	[illegible]
[illegible]	جناب قاضی محمد صدیق	[illegible]
[illegible]	جناب سید نور الحسن	[illegible]
[illegible]	جناب منشی نور محمد	[illegible]
[illegible]	منشی خدا بخش	[illegible]
[illegible]	جناب منشی عمر الدین	[illegible]
[illegible]	جناب منشی محمد [illegible]	[illegible]
[illegible]	جناب چوہدری [illegible]	[illegible]

جناب محمد قریشی صاحب	[illegible]	جناب سردار محمد صاحب	[illegible]	جناب چوہدری [illegible]	[illegible]
جناب مولوی محمد حسین	[illegible]	جناب چوہدری ظفر [illegible]	[illegible]	جناب محمد [illegible]	[illegible]
جناب چوہدری فضل الٰہی	[illegible]	جناب سید محمود شاہ	[illegible]	جناب منشی [illegible]	[illegible]
جناب حافظ محمود [illegible]	[illegible]	جناب شیخ فتح محمد	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب راجہ خیر محمد	[illegible]	جناب محمود [illegible]	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب مولوی [illegible]	[illegible]	جناب منشی محمود [illegible]	[illegible]	جناب محمد حیات	[illegible]
جناب شیخ محمد عبداللہ صاحب	[illegible]	جناب فتح علی	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب [illegible] محمد فاضل	[illegible]	جناب محمد [illegible]	[illegible]	جناب چوہدری [illegible] الدین	[illegible]
جناب منشی غلام محمد	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	جناب پیر برکت علی	[illegible]	جناب منشی [illegible]	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	جناب محمد سلطان	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب ملک غلام محمد	[illegible]	جناب عبدالرحمن	[illegible]	جناب عبدالعزیز	[illegible]
جناب سید [illegible] حسین	[illegible]	جناب مولوی محمد تقی	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب ڈاکٹر محمد حسین	[illegible]	جناب منشی احمد حسین	[illegible]	جناب [illegible] حسین	[illegible]
[illegible]	[illegible]	جناب ملک حسن محمد	[illegible]	جناب حکیم محمد حسین	[illegible]
جناب حکیم [illegible]	[illegible]	جناب محمد علی	[illegible]	منشی [illegible]	[illegible]
جناب غلام رسول	[illegible]	جناب [illegible] محمد	[illegible]	جناب مولوی [illegible]	[illegible]
جناب شیخ [illegible]	[illegible]	جناب پیر حسین شاہ	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	جناب حکیم سعید اللہ	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب چوہدری [illegible]	[illegible]	جناب مرزا احمد بیگ	[illegible]	بابت ماہ نومبر ۱۹۱۱ء	
جناب [illegible] محمد شریف	[illegible]	[illegible]	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]

جناب ... محمد ...	[illegible]	جناب ... محمد صاحب	[illegible]	جناب ... محبوب خان صاحب	[illegible]
جناب کریم الدین صاحب	[illegible]	جناب حکیم احمد علی	[illegible]	جناب منشی ... الدین	[illegible]
مولوی عبدالحق سوداگر	[illegible]	جناب فتح الدین	[illegible]	جناب ماسٹر محمد الدین	[illegible]
جناب ... علی ...	[illegible]	جناب غلام مصطفےٰ	[illegible]	جناب گل محمد	[illegible]
جناب محمد حبیب اللہ	[illegible]	جناب بشیر الدین صاحب	[illegible]	جناب ڈاکٹر ...	[illegible]
جناب ... عبدالرحیم	[illegible]	جناب محمد اسمٰعیل	[illegible]	ماسٹر محمد ...	[illegible]
جناب منشی غلام رسول	[illegible]	جناب عبدالکریم	[illegible]	جناب ماسٹر سکندر علی ...	[illegible]
جناب قدرت اللہ	[illegible]	جناب امیر اللہ	[illegible]	جناب مولوی شیر علی ...	[illegible]
جناب ... امیر الدین	[illegible]	جناب غلام محمد	[illegible]	بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء	
جناب امیر حسین	[illegible]	جناب محمد عالم	[illegible]	جناب نذیر احمد صاحب	[illegible]
جناب ... خان	[illegible]	جناب منشی محمد حسین	[illegible]	جناب ... محمد حسین	[illegible]
جناب ... حسین	[illegible]	جناب منشی ... الرحمٰن	[illegible]	جناب ... محمد عثمان ...	[illegible]
جناب منشی عبدالغنی	[illegible]	جناب سید مبارک شاہ	[illegible]	جناب عابد حسین ...	[illegible]
جناب شیخ غلام الدین	[illegible]	جناب رحمت علی	[illegible]	جناب منشی علی محمد صاحب	[illegible]
شیخ ... حسین	[illegible]	جناب محمد عثمان	[illegible]	جناب ... الدین ...	[illegible]
جناب شیخ نذیر احمد	[illegible]	جناب منشی محمد حسین ...	[illegible]	جناب کرم الٰہی	[illegible]
جناب محمد سلیم خان	[illegible]	جناب ڈاکٹر حسن علی	[illegible]	جناب عبدالرحمٰن	[illegible]
جناب ... غلام ...	[illegible]	جناب غلام محمد صاحب	[illegible]	جناب مرزا نواب بیگ	[illegible]
جناب محمد ... خان	[illegible]	جناب ... الدین	[illegible]	جناب مولوی ... الدین	[illegible]
... الدین ...	[illegible]	جناب ... کرم الٰہی ...	[illegible]		[illegible]
جناب ... خان	[illegible]	...	[illegible]		
...	[illegible]				

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء

مال مانگتے تم جان نہیں مانگتے

میرا مخاطب اس جماعت سے ہے جو صحابہ کرام کی جانشین ہے جن کی پیشانیوں میں سعادت کا نور چمکتا ہے۔ جنہوں نے ایک نبی کی آغوش تربیت میں کئی سال پرورش پا کر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا سبق سیکھا۔ جو اپنے پیارے رشتہ داروں اور محبوب دوستوں اور کام آنیوالے متعلقین کو چھوڑ کر خدا کے ہو گئے۔ اور اس دنیا کی جھوٹی عزت کی کچھ پروا نہ کی۔ اس طوفان ضلالت میں جبکہ لوگ قعر جہنم کی طرف بہے جا رہے تھے۔ انھوں نے ایک منجات دہندہ کی آواز سنی۔ اُسے لبیک کہا اور اپنے استقلال کے ساتھ طوفان میں چٹان بن گئے۔ ہزاروں بلائیں اُن کے سر پر نازل ہوئیں لاکھوں مصیبتوں کا سامنا ہوا۔ کروڑوں مشکلات سے مقابلہ پڑا۔ مگر وہ زمین ہے اُنکے ایمان پر کہ وہ اپنے مرکز سے نہیں ہٹے۔ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے

جس کے ہو چکے تھے۔ اسی کے رہے۔ اپنی عزت اپنی آبرو اپنا مال۔ اپنی جان
انھوں نے اپنے محبوب پر قربان کر دی۔ اور دنیا کی دلفریب باتوں کی کچھ
پروا نہ کی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ انکے مساعی جمیلہ کے مشکور ہونے کے
ثبوت میں خود ان کی ترقی کا نقشہ ہمارے سامنے ہے۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں
کہ وہ ایک سے ایک سو ہوئے۔ سو سے ہزار اور ہزار سے لاکھ۔ اور لاکھ سے پھر
کئی لاکھ۔ انھوں نے اپنی جان نثاری خدا کی راہ میں وہ کچھ دکھلائی۔ کہ باید
شاید۔ سو اسی ایثار کے انعام میں انکو حیات طیبہ دی گئی۔ ان کو ایک
نور ملا۔ جس کی روشنی میں وہ اپنے کاروبار بڑے احترام بڑے اکرام کے
ساتھ ادا کرنیکے قابل ہیں۔ لیکن میرے دوستو! خدا کا کسی قوم سے رشتہ نہیں
اگر ہم سست ہو جاوینگے۔ تو خدا تعالیٰ کے اس قانون سے بچنے کا کوئی حق
نہیں رکھتے۔ جو ایسے سست لوگوں کے لئے مقرر ہے۔ اگر ہم ذرا بھی غفلت
سے کام لیں گے۔ تو سب بنا بنایا کام بگڑ جائیگا۔ اور ہماری ساری اگلی پچھلی
کارروائیوں پر پانی پھر جائیگا۔ سو قبل اسکے کہ ایسا منحوس وقت آئے
ہمیں چاہئیے کہ بیدار ہوں۔ اور پیشتر اسکے کہ ہمارا مقابلہ ناکامی کی بلاؤں سے
پڑے۔ ہمیں لازم ہے۔ کہ تیار ہوں۔ اور کیوں تیار نہوں۔ جب کہ ہم اس جماعت
کے معزز افراد ہیں جن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ ہونی
روز ازل سے قرار پاچکی تھی جنھوں نے ایک جہان کے لئے امت قائمہ
جنکر انکو پیشرو بنتا تھا۔ جو اس تاریکی کے زمانے میں نورانی ستارے بن کر
آسمان رفعت پر چمکنے والے تھے جن کے اقبال کا آفتاب وہ ہے جس کی
شان میں کہا گیا ہے۔ ایدنا علی افق العلی لا تغرب۔ جو اس مصفٰی چشمہ کی
مانند ہیں۔ جس میں نہانے سے تمام قسم کے امراض دور ہوتے ہوں اور جس

کے پانی سے تمام تشنہ کامان ملت نے سیراب ہونا تھا۔ جو دنیا میں اس لئے منتخب کئے جاتے تھے کہ صحابہ کرام کی شان ایکدفعہ پھر مخلوق کو دکھادیں۔ اور انہیں بتادیں۔ کہ یوں دنیا پر لات مار کر دنیا کو اپنا خادم بنایا جاتا ہے۔ اور یوں قرآن شریف پر عمل کر کے ان انعامات کے وارث ہوتے ہیں۔ جو اسکے متبعین کے لئے مقدر ہیں۔ اور یوں اسی زندگی میں جنت الفردوس کے مزے لوٹے جاتے ہیں۔ جو اسکے پیرووں کے لئے مقرر ہیں۔ اگر ہم یہ بات اپنے حریفوں کو نہیں دکھا سکتے۔ تو میرے دوستو! میں سچ کہتا ہوں کہ ہم کچھ بھی نہیں۔ اور ہماری ہستیاں بجائے اسکے کہ مفید ثابت ہوں اسلام کے لئے مضر ہیں۔ کسقدر افسوس کی بات ہے کہ دنیا پرستی کی بو اس قوم سے آئے۔ جو خدا کے ہاتھوں سے مطہر کئے ہوئے مسیح کی صحبت سے فیض اٹھا چکی ہے۔ جس کو پہلے روز سے یہی سبق دیا گیا ہو۔ کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتا ہوگا۔ اور جیسے یہ بارہا سنایا گیا ہو۔ کہ ؎

جہنم کز و دور قرآن نیرزد ہمیں حرص دنیا است جان پدر

چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالی فرماتا ہے۔ فاما من طغی و اٰثر الحیٰوۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماوی۔ واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی۔ جس نے خدا کے حکم سے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو مقدم کیا۔ دوزخ اسی کا ٹھکانا ہے۔ اور جو اپنے رب کے حضور حاضر ہونے سے ڈرا۔ اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا جنت اسی کا ملجاء و ماویٰ ہے۔ گویا دوزخ کیا ہے۔ یہی حرص دنیا۔ دوسرے مقام پر نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ سے اس کی تشریح فرمائی کہ دوزخ کی آگ انسان اپنے ساتھ لاتا ہے۔ اور وہ یہی حرص دنیا ہے۔

اسی دنیا کی محبت کو کم کرنے اور خدا کی محبت کو زیادہ کرنے کے لئے انبیاء کی
بعثت ہوتی ہے۔ چنانچہ تمام انبیاء کے مواعظ حسنہ کا خلاصہ یہی ہے۔ کہ مالکم
من الٰہ غیرہ۔ اللہ کی ذات ستودہ صفات کے سوا کوئی تمہارا محبوب تمہارا
مطلوب تمہارا مقصد نہیں۔ تمہارا قول تمہارا فعل۔ تمہاری حرکت تمہارا سکون
تمہارا چلنا۔ پھرنا تمہارا اٹھنا بیٹھنا۔ تمہارا کمانا تمہارا خرچ کرنا۔ الغرض تمہاری
زندگی تمہاری موت محض خدا کے لئے اسی آیت کی مصداق ہو۔ قل
ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔ اسی روح کو پیدا
کرنیکے لئے نماز ہے۔ روزہ ہے۔ حج ہے زکوٰۃ ہے۔ اور کل عبادات سے ہر
ایک کا نتیجہ یہی ہے۔ کہ انسان تقویٰ سیکھے۔ جسکے معنے ایسا پیدا ہو گناہ کی
زندگی سے جو اہت ہے۔ تاقربانی حضرت رب العزت کی ہے۔ اس سے نجات
ہو۔ چنانچہ نماز کے بارے میں فرمایا۔ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر
نماز کے وقت میں اپنے کام کو اپنے متعلقین کو اپنے دلپسند مشاغل کو خدا
کے نام پر چھوڑنے کی تعلیم روزانہ پانچ دفعہ بار بار مشق کرائی جاتی ہے
پھر روزہ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔ یاایھا الذین آمنوا کتب علیکم
الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ یعنی روزہ کا مقصد
بس یہی ہے۔ کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ تم خدا کے لئے حلال کی چیزیں بھی چھوڑنے
کے عادی ہو جاؤ۔ تاکہ حرام سے قطعی نفرت ہو سکے۔ اگر کسی موقعہ پر اپنے بچانے
نفس دبانے زندگی کے دونوں ذریعوں (کھانا اور جماع) سے بھی ہاتھ اٹھانا
پڑے۔ تو یہ کام بطیب خاطر کیا جائے۔ پھر زکوٰۃ ہے۔ تو اسکا نتیجہ بھی یہی ہو
کہ مال کی محبت کم ہو۔ اور مال صرف اسلئے جمع کیا جائے کہ خدا کی راہ میں خرچ
ہو سکے۔ جس پر تزکیہ نفس کا دارومدار ہے۔ حج ہے تو وہ بھی اسی تعلیم کے

لئے جس میں خدا کے لئے اپنے خویش و اقارب اپنے وطن اپنے ملک اپنے مال و اسباب اپنے مشاغل بلکہ اپنے معمولی لباس کو چھوڑ دینے کی مشق کرائی جاتی ہے۔ اسکا مقصد بھی واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ شدید العقاب۔ اور تزودوا فان خیر الزاد التقوی میں بھی بتا دیا۔ اور کلمۂ شہادت میں تو مال و جان سے زیادہ پیارے اپنے پچھلے مذہبی معتقدات کو خدا کے لئے چھوڑ دینے کا اشارہ ہے۔ سو میرے دوستو! اگر ان پرپنج ارکان اسلام کی تعمیل نے ہم میں وہ بات پیدا نہیں کی۔ جو ان کا موضوع لہ ہے۔ تو پھر کچھ بھی نہیں یاد رکھو کہ ان لوگوں کی نسبت جو مال کی محبت میں محو ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ کہ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ جو سونا چاندی جمع کرتے۔ اور فی سبیل اللہ خرچ نہیں کرتے۔ انہیں درد دینے والے عذاب کی خبر کھول کر سنا دو۔ جنھوں نے خدا کی راہ میں کچھ دیا۔ ان کے سب کام آسان ہو گئے چنانچہ فرماتا ہے۔ فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للیسری اور جنھوں نے بخل کیا۔ وہ مشکلوں میں پڑ گئے واما من بخل واستغنی وکذب بالحسنی فسنیسرہ للعسری دینے والوں کی مثالیں میں دے چکا نہ دینے والوں کے دو قصے تو قرآن مجید میں ہی پڑھ لو۔ ایک قارون کہ اسکے مال و دولت کا یہ حال تھا کہ ان مفاتحہ لتنوء بالعصبۃ اولی القوۃ مگر بخل نے یہ انجام کر دیا۔ کہ فخسفنا بہ وبدارہ الارض فما کان لہ من فئۃ ینصرونہ من دون اللہ وما کان من المنتصرین۔ اپنے گھر بار و اسباب سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا۔ کوئی جماعت اس کی مدد کو کھڑی نہ ہوئی۔ اور نہ وہ آپ اپنی مدد کر سکا۔ ایک اور اصحاب الجنۃ تھے جنکے ذکر

سے زمینداروں کو خصوصیت سے سبق لینا چاہئے۔ کیا تو انکے یہ دعوی کر
لیصرمنہا مصبحین اور ان لا یدخلنہا الیوم علیکم مسکین آج
کوئی مسکین آنے نہ پائے۔ اور یا یہ حال کر فطاف علیہا طائف من ربک
وھم نائمون۔ راتوں رات انکے سوتے عذاب الٰہی اپنا کام کرگیا اور
انہیں کہنا پڑا۔ بل نحن محرومون۔ ہماری تقدیر پھوٹ گئی۔ انا کنا طٰغین
ہمنے سرکشی کی۔ تو ان کا یہ پھل پایا۔ غرض یہ وہ تہی دستی کوئی آرام کا موجب
نہیں نہ کسی عذاب سے چھڑا سکتی ہے وما یغنی عنہ مالہ اذا تردی اور
ما اغنی عنہ مالہ وما کسب۔ بلکہ عذاب سے چھڑا دیتا تو مال خدا کی راہ
میں دینا ہے۔ الصدقۃ تطفیٔ غضب الرب۔ ایک مشہور حدیث ہے
پس وہ جو جنت میں اپنا گھر بنانا چاہتے ہیں۔ جو چاہتے ہیں۔ کہ دنیا میں معزز
ومکرم ہوں۔ اور رزق کریم جناب ایزدی سے پائیں۔ انہیں چاہیئے۔ کہ
اپنا مال خدا کی راہ میں لگائیں۔ یہ مال جو تم سے مانگا جاتا ہے۔ ان گدی نشینوں
کی طرح نہیں۔ جو اپنی ذاتی ضروریات پر خرچ کرتے ہیں۔ گھوڑے خرید لئے۔
اونٹ لے لئے محلے بنالئے۔ خانقاہ کی عمارت عالیشان بنادی۔ جو نہ کسی
کے رہنے کے کام آوے۔ اور نہ کسی اور مصرف کی ہو۔ نہ میںیں خرید لیں۔ کہ
اولاد آسائش سے زندگی بسر کرسکے۔ یہ مال تو دین کی اشاعت کے لئے ہے
اور اس خدا کے خزانے میں جمع ہونیوالا ہے۔ جو دگنا چوگنا سترگنا بلکہ سات
سوگن کرکے واپس دینے والا ہے۔ جس کے نام پر مال دینے سے گھٹتا نہیں
بلکہ بڑھتا ہے مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل
حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضٰعف
لمن یشاء واللہ واسع علیم مثال ان لوگوں کی جو اپنا مال خدا کی راہ میں

خرچ کرتے ہیں۔ اس دانے کی مانند ہے۔ جس کے بونے سے سات بالیں اُگیں پھر ہر بال میں سو دانے۔ اور اللہ چاہے۔ تو اس سے بھی بڑھکر دے۔ کیونکہ اللہ بڑی وسعت والا بڑے علم والا ہے۔ سو میرے دوستو! تم کیوں خواہ مخواہ مال اپنے گھروں میں جمع کرتے اور چوروں سے ڈرتے ہو۔ کیوں بینکوں میں رکھکر ہر وقت انکے دیوالہ نکلجانے کا خطر رکھتے ہو۔ اس بینک میں جمع کرا دو جہاں نہ چور کا ڈر نہ راہزن کا خطر نہ دیوالے کا خوف۔ نہ کسی جعلسازی کا اندیشہ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا۔ اور کون کہتا ہے۔ کہ تم سب کا سب ہی دے ڈالو۔ بلکہ مَاذَا يُنْفِقُونَ کے جواب میں قُلِ الْعَفْوَ ہی فرمایا۔ یعنی جو حاجت بشری سے بڑھکر ہو۔ اور جتنا خدا نے کسی کو دیا ہے۔ اسی میں سے خرچ کرے۔ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا مگر ہو پاکیزہ اور عمدہ۔ نہ کہ ردّی اور خراب يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ إِلَّا أَن تُغْمِضُوا فِيهِ۔ اے ایمان والو! اپنی کمائی کا عمدہ و پاکیزہ مال خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ اور خراب و ناکارہ دینے کا ارادہ بھی نہ کرو۔ کیونکہ خود تمہاری فطرت اسپر گواہ ہے۔ کہ وہ اس قابل نہیں۔ کہ خدا کے نام پر دیا جاوے۔ جو مالوں کا حقیقی مالک اور وارث ہے۔ ہاں دینے میں فقر سے نہیں ڈرنا چاہیئے کیونکہ تنگدستی سے تو شیطان ڈراتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اسے بڑھانے کا وعدہ دیتا ہے۔ اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔ پھر میرے دوستو! تمہارا

مال کیسے پاکیزہ کاموں میں خرچ ہوتا ہے۔ کہ ہر ایک کام ان میں سے خود تمہارے لئے نافع ہے۔ حضرت اقدس رسالہ فتح اسلام میں فرماتے ہیں۔

سو اس حکیم و قدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لئے بھیج کر ایسا ہی کیا۔ اور دنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے لئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو منقسم کر دیا چنانچہ منجملہ ان شاخوں کے **ایک شاخ** تالیف اور تصنیف کا سلسلہ ہے جس کا اہتمام اس عاجز کے سپرد کیا گیا۔ اور وہ معارف و دقائق سکھلائے گئے جو انسان کی طاقت سے نہیں۔ بلکہ صرف خدا تعالیٰ کی طاقت سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور انسانی تکلّف سے نہیں۔ بلکہ روح القدس کی تعلیم سے مشکلات حل کر دئے گئے۔ (پس احمدیوں کا فرض ہو کہ حضرت اقدس کی کتابوں کی اشاعت کریں۔ اور آپ کی اس عبارت کو زیر نظر رکھیں)

دوسری شاخ اس کارخانہ کی اشتہارات جاری کرنیکا سلسلہ ہے جو بحکم الٰہی اتمام حجت کی غرض سے جاری ہے۔ اور ابتک بیس ہزار سے کچھ زیادہ اشتہارات اسلامی حجتوں کو غیر قوموں پر پورا کرنیکے لئے شائع ہو چکے ہیں۔ اور آئندہ ضرورتوں کے وقتوں میں ہمیشہ ہوتے رہینگے (اس سلسلہ کو اب بھی جاری رکھنا چاہئے۔ اور کوئی موقعہ تبلیغ سلسلہ کا ہاتھ سے نہ نکلنے پائے)

تیسری شاخ اس کارخانہ کے واردین اور صادرین اور حق کی تلاش کے لئے سفر کرنے والے اور دیگر اغراض متفرقہ سے آنیوالے ہیں۔ جو اس آسمانی کارخانہ کی خبر پا کر اپنی اپنی

نبیوں کی تحریک سے وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ یہ شاخ بھی برابر نشو و نما میں ہے۔

اگر صحبت صادقین میں رہنا واجبات دین میں سے نہ ہوتا۔ تو خدا تعالیٰ اپنے کلام کو بغیر بھیجنے رسولوں اور نبیوں کے اور ملہموں کے بھی نازل کر سکتا تھا یا صرف ابتدائی زمانہ میں ہی رسالت کے امر کو محدود رکھتا اور آئندہ ہمیشہ کے لئے سلسلہ نبوت اور رسالت اور وحی کو منقطع کر دیتا لیکن خدا تعالیٰ کی عمیق حکمت اور دانائی نے ہرگز ایسا منظور نہیں رکھا۔ اور ضرورت کے وقتوں میں یعنی جب کبھی محبت الٰہی اور خدا پرستی اور تقویٰ طہارت وغیرہ امور دینیہ میں فرق آتا ہے مقدس لوگ خدا تعالیٰ سے وحی پاکر نمونہ کے طور پر دنیا میں آتے رہے ہیں۔ اور یہ دونوں قضیے باہم لازم و ملزوم ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کو ہمیشہ کے لئے اصلاح خلائق کی طرف توجہ ہے۔ تو یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ ایسے لوگ بھی ہمیشہ کے لئے آتے رہیں کو جن کو خدا تعالیٰ نے اپنی خاص توجہ سے بینائی بخشی ہو اور اپنی مرضیات کی راہ پر ثابت قدم کیا ہو۔ سو اسی بنا پر یہ عاجز اس سلسلہ کے قائم رکھنے کے لئے مامور کیا گیا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ صحبت میں رہنے والوں کا سلسلہ اور بھی زیادہ وسعت سے بڑھا دیا جائے اور ایسے لوگ دن رات صحبت میں رہیں کہ جو ایمان اور محبت اور یقین کے بڑھانے کے لئے شوق رکھتے ہوں۔ اور ان پر وہ انوار ظاہر ہوں۔ کہ جو اس عاجز پر ظاہر کئے گئے ہیں۔ اور وہ ذوق انکو عطا ہو۔ جو اس عاجز کو عطا کیا گیا ہے۔ تا اسلام کی

روشنی عام طور پر دنیا میں پھیل جائے۔ اور حقارت اور ذلت کا سیہ داغ مسلمانوں کی پیشانی سے دھویا جائے۔ اسی کی بشارت دے کر خداوند خدا نے مجھے بھیجا اور کہا۔ کہ **بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد** اور اب بھی اسکا جانشین جس کی پیشانی میں اسی کا نور ہے۔ یہاں موجود ہے۔

چوتھی شاخ۔ اس کارخانہ کی وہ مکتوبات ہیں۔ جو حق کے طالبوں یا مخالفوں کی طرف لکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ ابتک عرصہ مذکورہ بالا میں نوے ہزار سے بھی کچھ زیادہ خط آئے ہونگے جن کا جواب لکھا گیا۔ بجز بعض خطوط کے جو فضول یا غیر ضروری سمجھے گئے۔ اور یہ سلسلہ بھی بدستور جاری ہے۔ اور ہر ایک مہینے میں غالباً تین سو سے سات سو یا ہزار تک خطوط کی آمد و رفت کی نوبت پہنچتی ہے۔

پانچویں شاخ۔ اس کارخانہ کی جو خدا تعالے نے اپنے خاص وحی اور الہام سے قائم کی۔ مریدوں اور بیعت کرنیوالوں کا سلسلہ ہے۔ چنانچہ اُس نے اس سلسلہ کے قائم کرنے کے وقت مجھے فرمایا۔ کہ زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے۔ تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی طیار کر۔ جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا وہ غرق ہونے سے نجات پا جائیگا۔ اور جو انکار میں رہیگا۔ اُس کے لئے موت درپیش ہے۔ اور فرمایا کہ جو شخص تیرے ہاتھ میں ہاتھ دیگا۔ اُس نے تیرے ہاتھ میں نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں

ہاتھ دیا اور اُس خداوند خدا نے مجھے بشارت دی کہ میں تجھے وفات دونگا اور اپنی طرف اٹھاؤنگا۔ مگر تیرے سچے متبعین اور محبین قیامت کے دن تک رہیں گے اور ہمیشہ منکرین پر انہیں غلبہ رہیگا

یہ پانچ طور کا سلسلہ ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا۔ اگرچہ ایک سرسری نگاہ والا آدمی صرف تالیف کے سلسلہ کو ضروری سمجھیگا۔ اور دوسری شاخوں کو غیر ضروری اور فضول خیال کریگا۔ مگر خدا تعالیٰ کی نظر میں یہ سب ضروری ہیں۔ اور جس اصلاح کے لئے اُس نے ارادہ فرمایا ہے۔ وہ اصلاح بجز استعمال ان پانچوں طریقوں کے ظہور پذیر نہیں ہو سکتی

اب میں اسپر کوئی زائد حاشیہ نہیں چڑھانا چاہتا۔ یہی شاخیں ہیں جنکے لئے تم سے آئے دن چندہ مانگا جاتا ہے۔ اور یہ طلبیٔ چندہ کوئی بدعت نہیں بلکہ خدا تعالیٰ اپنے رسول کو حکم فرماتا ہے۔ کہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ۔ انکے مالوں سے چندہ لو۔ تو انہیں اس کے ذریعے سے پاک و صاف بنا دے۔ اور انکے لئے دعائیں کرو۔ اور جو رسول کی اس صدا پر لَبَّیْکَ نہیں کہتے۔ یا خوشدلی و انشراح صدر سے نہیں بڑھتے۔ انکو یوں ڈانٹ بتائی ہے۔ کہ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ وَمَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ۔ کہ سن رکھو تم وہی ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر بلائے جاؤ۔ تم میں سے بعض بخل کریں۔ اور جو بخل کرے۔ وہ گویا اپنے نفس ہی سے بخل کرتا ہے۔ اور اللہ تو غنی ہے۔ اور تم محتاج ہو۔ پس اگر دینے سے

سے پھیرو گے۔ تو وہ ایک اور قوم تمہاری بجائے لائیگا۔ اور تم جیسے تنگدل نہ ہونگے۔ اب تم اپنی نسبت غور کرلو کہ تمہارا شمار ان دو فریقوں میں سے کس میں ہونا چاہیئے۔ ایک تو وہ جو خدا کی راہ میں خرچ کرنا چٹی سمجھتے ہیں وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا۔ اور ایک وہ جن کی شان میں مندرجہ ذیل آیت آئی ہے۔ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (وہ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لاتے۔ اور جو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے حضور تقرب اور رسول کی دعاؤں کا موجب سمجھتے ہیں۔ اور واقعہ میں یہ موجب قربت ہے۔ اللہ انکو اپنی رحمت میں داخل کریگا۔ وہ بخشنے والا مہربان ہے) چونکہ آپ لوگ بھی صحابہ کرام کے بروز کہلاتے ہیں اسلئے میں ان میں سے بعض کے نقشات عرض کردیتا ہوں۔ تاکہ آپ اپنی حالتوں کا ان سے مقابلہ اور اپنے اپنے ایمان کا اندازہ لگا سکیں اور دیکھیں کہ ان میں کس قدر ایثار تھا۔ اور وہ دشمنوں کے مقابلہ کیوقت کس قدر جوش میں ہوا کرتے تھے۔ جنگ تبوک میں جاتے ہیں۔ اور ایسے وقت میں انہیں جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ جب کہ فصلیں پک کر تیار کھڑی ہیں۔ مگر وہ پاک گروہ اس بات کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ کہ ان کا کیا حشر ہوگا ہم آکر کیا کھائینگے۔ دس دس آدمی ہیں۔ اور صرف ایک اونٹ۔ مگر پھر بھی انکے جوش ان کی ہمت میں کوئی کمی نہیں آتی حضرت ابوبکرؓ اپنا سارا مال و اسباب لے آتے ہیں۔ اور جب دربار نبوی سے پوچھا جاتا ہے خلافت مآب کہ۔ اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑ آئے۔ تو کس ذوق

سے مستفید ہو کر کہتے ہیں۔ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔ اللہ اور اسکا رسول حضرت
عمرؓ نے اپنا نصف مال حاضر کر دیا۔ حضرت عثمانؓ ایک اونٹ دو سو اوقیہ
چاندی اور ہزار اشرفی سے مدد دیتے ہیں۔ اور عثمان اعمل بعد بنتے ہیں
عبدالرحمن بن عوف کے پاس چار ہزار درہم تھے۔ وہی لے آئے۔ اور بارگر
ستار اگرچہ وہ متمول گروہ کا ذکر ہے۔ تو ذرا معمولی حیثیت کے صحابہ کی بھی سنئے
ابو عقیل انصاری نے سارا دن مزدوری کرکے دو صاع جو لائے۔
آپ نے وہی دیدئیے۔ اور ایک اور جان نثار دشرتا ہے۔ اور کسی یہودی
کے پر رس کھینچتا ہے کھیتی کے چند خرمے ملتے ہیں۔ وہی پیش کر دیتا ہے۔ یہ تو
مال کا حال ہے۔ جان کی سنئے کہ کچھ اشخاص آتے ہیں۔ اور عرض کرتے ہیں
کہ ہمیں سواری چاہئے۔ جواب ملتا ہے۔ لا اجد ما احملکم علیہ تولوا
واعینهم تفیض من الدمع حزنا ان لا یجدوا ما ینفقون کہ ہمارے
پاس تو کوئی سواری نہیں۔ تو اس پر غم کے مارے ان کی آنکھوں سے آنسو
بہنے لگتے ہیں۔ دیکھئے خوب جانتے ہیں کہ وہاں جان جانیکا خطرہ ہے۔ مگر
جب پہنچنے کا ذریعہ نہیں ملا۔ تو بجائے اسکے کہ خوش ہوں۔ بیچارے غم
کے مارے روتے ہیں۔ یہ تھی صحابہ کرام کی حالت۔ اور یہ تھی انکی قلبی کیفیت
اب اپنی طرف دیکھو۔ کہ تم سے انکے مقابلہ میں کیا خدمت طلب کی جاتی
ہے۔ ان سے مال جان عزت آبرو۔ وطن عزیز و اقربا سب کچھ چھڑوایا جاتا
تھا۔ اور تم سے تو صرف خدمت دین کے لئے روپیہ طلب کیا جاتا ہے۔ پھر اگر
اس میں سستی ہو۔ تو کیسے افسوس کی بات ہے۔ آجکل چندوں میں سستی
و غفلت کا یہ عالم ہے کہ ایک لنگرخانہ جیسی ضروری مد پر ۲۰ ہزار قرض ہے
دوسری مدات کا بھی ایسا ہی حال ہے۔ خصوصیت سے مدرسہ احمدیہ کیطرف

بہت کم توجہ دیجاتی ہے۔ اور احباب اُسکے نفع کے بڑھانے کی طرف متوجہ نہیں ہیں۔ دوستو! یہ دنیا کے مال و اسباب دھرے رہجا ئینگے۔ خدا کے حضور میں یہ نہیں پوچھا جائیگا۔ کہ آپ نے دنیا میں کتنا مال جمع کیا۔ بلکہ یہ پوچھا جائیگا کہ خدا کے راہ میں دیا کتنا۔ پس اس فرض کو سمجھو۔ جو خدا نے تم پر مقرر کیا ہے اور اپنے فانی مالوں میں سے یکمشت اور ماہواری زکوٰۃ دیکر اللہ کے بنک میں تمہارا حساب کھلجائے۔ اور تم ہمیشہ کے لئے امن کی زندگی پالو۔

بڑے دن یا کرسمس ڈیز

مسیحی مذہب کے پیرواں جہاں کہیں بھی ہیں۔ وہ کرسمس ڈیز میں خصوصیت سے خوشیاں مناتے ہیں۔ اور پچیس دسمبر کو بطور ایک عید کے سمجھتے ہیں۔ کیونکہ کہتے ہیں۔ کہ یہ دن یسوع کی پیدائش کا دن ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک پچیس دسمبر سے یکم جنوری تک تمام دفاتر کو رخصت ہوتی ہے۔ اور مسیحی صاحبان کے ساتھ دوسرے مذاہب کے پیرواں بھی ان دنوں میں روزانہ کام کی محنتوں سے آرام پاتے ہیں اور چونکہ ان دنوں میں قریباً ایک ہفتہ کی رخصتیں ہوتی ہیں بہت سی انجمنوں کے جلسے بھی انہیں ایام میں ہوتے ہیں۔ ہمارا جلسہ سالانہ بھی شروع ایام سے سوائے ایک مرتبہ کے ہمیشہ انہیں دنوں میں ہوتا آیا ہے۔ اور اب کے بھی انشاء اللہ اس موقعہ پر ہر جگہ کے احمدی احباب تشریف لاویں گے۔ غرضیکہ یہ ایام مسیحی گروہ میں ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ اور ایسے ہی مقدس سمجھے جاتے ہیں۔ کہ جیسے مسلمانوں میں عیدین اور ہندوؤں میں دسہرہ اور ہولی کے

لیکن یہ معلوم کرنا غالباً ناظرین کو تعجب ہوگا۔ کہ ان ایام سے مسیحیوں کو ایسی ہی بے تعلقی ہے۔ جیسے کہ مسلمانوں یا ہندوؤں کو۔ اور ان دنوں میں عید منانے کیونکہ تاریخی طور پر مسیح کی پیدائش ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ سبب اور ہی ہے۔ یہ بات تاریخدان دنیا سے پوشیدہ نہیں کہ ابتدا ابتدا میں مسیحیت کو بڑی مشکلات پیش آئی ہیں۔ اور کئی صدی تک اس مذہب کی ترقی بہت محدود رہی ہے۔ اور ان محدود ماننے والوں میں کوئی ایسے لوگ بہت تھے کہ جو خالص [illegible]

کی خاطر جو نہ ہوتے تھے۔ مگر ترقی کو ایسی سست دیکھکر مسیحی منادوں نے ایسے سامان مہیا کرنے شروع کئے۔ کہ جنکی وجہ سے مسیحی مذہب کی طرف لوگوں کو توجہ پیدا ہو۔ چنانچہ سب سے اول جس کی توجہ اس ضرورت کی طرف متوجہ ہوئی۔ وہ پولوس تھا۔ پولوس کے بعد زمانہ کی ترقی کے ساتھ ان تدابیر میں بھی ترقی ہو گئی منجملہ دیگر تدابیر کے مسیحیت کی ترقی کے لئے ایک تجویز یہ بھی سوچی گئی۔ کہ یورپ کی بت پرست قوموں کے رسم و رواج کو صرف ناموں کی تبدیلی کے ساتھ مذہب مسیحیت میں شامل کر لیا جاوے۔ تو وہ قومیں مسیحیت کی طرف جلد راغب ہو جائینگی چنانچہ اسی چال کے ماتحت سبت جو ہفتہ کے دن ہوتا ہے۔ اسے اتوار کے ساتھ بدل دیا گیا۔ اور واحد خدا کی بجائے تثلیث جاری کی گئی (کل آرین نسلیں تثلیث کی قائل تھیں۔ اور یورپ میں بھی یہی قومیں آباد تھیں) اور اس طرح یورپ کی تمام اقوام کو مسیحیت کی طرف کھینچا گیا۔

بڑے دنوں کا تہوار بھی مسیحیت کے وجود سے بہت پہلے یورپ میں بڑے شوق سے منایا جاتا تھا۔ اور جہاں کہیں جرمن نسل جاتی تھی۔ اس ملک میں اپنے دیوتاؤں کی عزت کو قائم کرتی تھی چنانچہ انگلستان فرانس سپین۔ اور آسٹریلیا وغیرہ ممالک میں جب اصل باشندوں کو نکال کر انھوں نے اپنی آبادیاں قائم کیں۔ تو ان ممالک کے دیوتاؤں کو ساتھ ہی نکلنا پڑا۔ اور ان کی بجائے جرمن دیوتاؤں نے پکڑی۔ ان دیوتاؤں میں سے جنکو زمانہ کی دستبرد نے ابھی تک فراموشی میں نہیں ڈالا۔ ایک فراؤ برتھا یا مسز برتھا بھی ہے۔ اس دیوی کی نسبت پرانے زمانے کے لوگوں کا خیال تھا۔ کہ رات کے وقت یہ کل شہروں میں چکر لگاتی ہے۔ اور اگر کسی عورت نے غفلت سے رات کے وقت سن کو سن بٹنے کی تکڑی پر چھوڑ دیا ہو۔ تو اس سن کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے پھینک دیتی ہے۔ اور خصوصیت سے پچیس دسمبر

سے چھ جنوری تک ایسا ضرور کرتی ہے۔ تاکہ غافل عورتوں کو کان ہو جائیں پرانے زمانے میں یورپ میں یہ خیال عام تھا کہ ان کو رہ بارہ دنوں میں یہ خصوصیت ہے کہ آیندہ آنیوالے سال میں جو کچھ ہونا ہو وہ ان بارہ دنوں میں ہو جاتا ہے مثلاً اگر چھبیس دسمبر کو آندھی آئے۔ تو جنوری کے مہینہ میں آندھیاں کثرت سے آئینگی۔ اور ستائیس کو دھوپ ہو۔ تو فروری صاف مہینہ ہوگا۔ اسی طرح چھ جنوری تک ہر ایک دن ایک مہینہ کے مقابل پر ہے۔ لیکن یکم جنوری کی رات کو یہ خصوصیت ہے کہ اس رات کو سارے سال کے واقعات مختصراً کھولدیئے جاتے ہیں۔ پرانے زمانے میں یورپ میں چھبیس دسمبر اور یکم اور چھ جنوری کو خاص طور سے خوشیاں منائی جاتی تھیں۔ اور ان بارہ دنوں میں کسی مجرم کو سزا نہ دی جاتی تھی اور کسی عدالت کی مجال نہ تھی کہ خواہ کوئی کیسا سخت جرم بھی کیوں نہ ہو۔ اسکے مجرم پر تعزیر کرسکے۔ جرمن میں ابھی قریب کے زمانہ میں ہی یہ رسم ادا کیجاتی تھی کہ یکم جنوری کی رات کو کسی اونچے ٹیلہ پر بڑی آگ روشن کیجاتی تھی اور لوگوں کا خیال تھا۔ کہ جتنی دور تک اس آگ کی روشنی پڑیگی۔ اتنی دور تک درختوں کو پھل اچھے لگینگے۔ اور کھیتیاں عمدہ ہونگی۔ بلکہ جرمن میں بعض علاقوں میں یکم جنوری کی رات کو عین نصف رات گزرنے پر کسان اپنے کھیتوں اور باغوں میں جاتے ہیں۔ اور درختوں کے اردگرد بت پرستی کے زمانہ کے کچھ منتر پڑھتے ہیں۔ اور اس طرح بکتے ہیں۔ کہ اگلے درخت آیندہ سال میں ہر قسم کی بیماری سے محفوظ ہوگئے۔ اور انکو عمدہ سے عمدہ پھل لگیں گے گو جرمن میں یہ رسومات اب کم ہوتی ہیں۔ لیکن انگلستان سے مٹے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔

غرضیکہ گزشتہ دنوں کی عید اپنی شکل بدلکر ایک مسیحی تہوار ہوگئی ہے

لیکن در حقیقت بت پرستوں کی ایک رسم تھی۔ وہ دسمبر کے مہینہ کو پہلا یول اور جنوری کو پچھلا یول کہتے تھے۔ اور پچیس دسمبر سے لیکر چھ جنوری تک کے ایام کو یول کی عیدیں کہتے تھے۔ پہلی جنوری کا دن یول ٹائڈ کہلاتا تھا۔ ان بارہ دنوں میں آگ بہت کثرت سے روشن کیجاتی تھی۔ اور مسنر برتھا کے ساتھ ان دنوں کا خاص تعلق یہ تھا۔ کہ ان دنوں میں برف پڑنی شروع ہوتی ہے۔ اور برف پڑتی تھی۔ تو وہ لوگ کہتے تھے۔ کہ مسنر برتھا اپنا بستر تیار کر رہی ہے۔ اور برف اُسکے بستر کے جھڑتے ہوئے پر ہیں۔ ان ایام میں پیگنز (بت پرست) کثرت سے آگ جلاتے تھے۔ اور انگیٹھی میں ایک بڑا لاگ لکڑی کا رکھ دیتے تھے۔ اور اگی عبادتگاہیں اور مکانات مسلٹو (ایک قسم کی بیل ہے) سے سجائے جاتے تھے رومیوں میں یہ بھی رواج تھا۔ کہ وہ ان دنوں میں اپنے ملازموں کو تحفہ بھی دیا کرتے تھے چنانچہ یہ رسم ابتک یورپ میں پائی جاتی ہے۔ غرضیکہ کرسمس ڈیز کی رسم بت پرستوں کے زمانہ کی ایک رسم ہے۔ اور اُن کے خوش کرنے کیلئے جہاں مسیحیوں نے اور بہت سی رسومات انکی اپنے اندر ڈالیں۔ اور کئی عقائد اپنے اندر جاری کرلئے۔ یہ رسم بھی مسیحیت میں شامل کرلی گئی۔ اور اسکا نام وِل کر کرسمس ڈیز رکھ لیا۔ اور پہلے مسنر برتھا کی شان میں یہ عید تھی۔ انھوں نے اسکی بجائے یسوع ناصری کی پیدائش کی طرف منسوب کردی۔ اور اس بات سے انکو یہ فائدہ ہوا۔ کہ پیگنز مسیحیت کو بھی اپنا ہی مذہب سمجھنے لگے۔ اور رفتہ رفتہ اس میں شامل ہوگئے۔ اور انکے لئے مسیحیت میں شامل ہونا اب کچھ مشکل بھی نہیں تھا۔ وہی رسوم تھے۔ وہی عقاید تھے صرف ناموں میں کسی قدر فرق کر دیا گیا۔ بلکہ بعض رسموں کے تو نام بھی وہی ہیں۔ مثلاً ایسٹر کی عید جو مسیح کے دوبارہ اُٹھنے کے موقعہ پر ہوتی ہے۔ یہ رسم بھی بت پرستوں کے زمانہ سے چلی

آتی ہے۔ اور ان دنوں میں اپنے دیوتا ایسٹر کی خوشی میں عید منایا کرتے تھے۔ اب مسیح کے دوبارہ جی اٹھنے کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔ اور نام وہی پیگنز کے زمانہ کا قائم رکھا گیا ہے ؂

شاید مسیحی صاحبان یہ کہیں کہ نہیں یہ عید بت پرستوں کے زمانہ کی نہیں ہے۔ بلکہ پچیس دسمبر کو واقعی مسیح کی ولادت ہوئی۔ اسلئے میں اس سوال کے متعلق کچھ وضاحت سے لکھنا چاہتا ہوں اوّل تو یہ کہ بائبل سے مسیح کی پیدائش کی کوئی تاریخ نہیں معلوم ہوتی پھر لوگوں سے معلوم ہوا کہ مسیح کی ولادت پچیس دسمبر کو ہوئی کیونکہ مسیح کے حالات معلوم کرنے کے ذرائع یہی اناجیل اور حواریوں کے خطوط ہیں۔ اور ان میں مسیح کی ولادت کی تاریخ کا کوئی ذکر نہیں۔ پھر وہ کونسے ذرائع ہیں جن سے اس تاریخ کی تصدیق ہوئی۔ اگر کوئی روایت گھڑی گئی ہے۔ تو اس کا اعتبار نہیں کیونکہ یک نہایت ضعیف اور کمزور روایت جو تیار کی گئی ہے۔ وہ مسیح کی وفات کے پانچسو سال بعد تیار ہوئی ہے۔ اور خود مسیحی مورخ اسکی اصلیت و حقیقت کو بالکل مشکوک سمجھتے ہیں۔

دوسرے خود مسیحی فرقوں میں مسیح کے روزِ ولادت کے متعلق اختلاف ہے آرمینین چرچ والے جو گریک چرچ اور رومن کیتھلکوں سے بھی پرانے ہیں۔ وہ پچیس دسمبر کو روزِ ولادت نہیں مانتے۔ اور اُسدن عید نہیں مناتے۔ بلکہ بجائے اسکے چھ جنوری کو عید ولادت کرتے ہیں۔ لیکن لطیفہ یہ ہے۔ کہ اختلاف بھی ہو تو وہ بھی واحد رہے۔ رومن کیتھلک چرچ نے اگر پچیس دسمبر کو روزِ ولادت قرار دیا ہے جو کہ بت پرستوں کا ایک عید کا دن ہے۔ تو آرمینین چرچ نے چھ جنوری کو قرار دیا ہے۔ اور وہ بھی پیگنز کا عید کا روز ہے۔ جیسے کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جن قوموں سے رومن چرچ کا واسطہ تھا۔ ان میں

پچیس دسمبر کو بڑی عید کرتے ہونگے۔ اور جن کے ساتھ آرمینین چرچ کا تعلق ہوگا ان میں چھ جنوری کو عید کرنیکا زیادہ رواج ہوگا۔ انھوں نے اسکو روز ولادت قرار دیا ہے۔ لیکن دونوں کی نیتیں ایک ہی معلوم ہوتی ہیں؛

تیسرے اگر ایک ہی بات پر کفایت ہوتی۔ تو سمجھا جا سکتا تھا۔ کہ اتفاق سے بیکنٹز کی عید اور مسیح کا روز ولادت ایک ہی دن ہو گیا۔ لیکن جب کہ میں اوپر بتا آیا ہوں۔ آرمینین چرچ نے پچیس دسمبر سے اختلاف کیا ہے۔ تو انھوں نے بھی چھ جنوری کو روز ولادت قرار دیا ہے۔ اور وہ بھی بت پرستوں کی عید کا دن تھا۔ اور یہی نہیں دوسری عید جو مسیح کے دوبارہ جی اٹھنے کی ہے۔ وہ بھی ایسٹر کے دنوں میں ہے۔ اور اسوقت بھی بت پرستوں میں عید منائی جاتی تھی چنانچہ ایسٹر ایک دیوی کا ہی نام ہے۔ اب اسے کوئی اتفاق کیونکر کہہ سکتے ہے کہ مسیح کی ولادت کی عید بھی عین بت پرستوں کی عید کے ساتھ منطبق ہے۔ اور اُنکے دوبارہ جی اٹھنے کا دن بھی عین ایسٹر دیوی کی عید کے مقابل پر آتا ہے۔ اور پھر یہ کہ آرمینین روز ولادت میں اختلاف کرتے ہیں۔ اور وہ بھی چھ جنوری کو روز ولادت قرار دیتے ہیں۔ وہ بھی بت پرستوں کی عید کا ہی دن ہے۔ اور ایک عید یعنی ایسٹر کا نام بھی وہی رہتا ہے۔ جو بت پرستوں میں رائج تھا۔ اگر یہ سب کچھ اتفاق سے ہوا۔ تو واقعی غیر معمولی اتفاق ہے۔

مذکورہ بالا اتفاق کے ساتھ اگر یہ اتفاق ملا لیا جائے۔ کہ دسمبر میں جو کچھ رسومات ہوتی ہیں۔ وہ بھی عین ان رسومات کے مطابق ہیں۔ جو کہ بت پرستان یورپ میں اس موقعہ پر رائج تھیں۔ تو اور بھی حیرت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ نہ صرف اتفاق سے دو تاریخیں منطبق ہو گئیں۔ بلکہ کچھ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ دونوں عیدوں پر جو رسومات کیجاتی تھیں وہ بھی بالکل مطابق ہو گئیں لیکن بہر حال یہ اتفاق مسیحیوں کے

نے بہت جلد کامیابی حاصل ہوئی کیونکہ اس سے پیگنز بہت جلد مسیحیت کی طرف راغب ہو گئے ایک اور امر غور کرنے والے کو حیرت میں ڈالتا ہے۔ یہ ہے کہ بفرض محال مسیح کی پیدائش تو پچیس دسمبر کو ہوئی۔ لیکن عید متواتر دو جنوری تک کیوں منائی جاتی ہے۔ کیا اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ عرصہ اس لئے لمبا کر دیا گیا ہے۔ کہ یول ٹائڈ یا نوروز یعنی یکم جنوری کی عید بھی ساتھ ہی شامل ہو جائے۔ کیونکہ اس عید کو پیگنز بہت اہمیت دیتے تھے۔

ایک اور عجیب اتفاق ہوا ہے۔ کہ گو برمن نسل کے پیگنز پچیس دسمبر سے لیکر چھ جنوری تک عید مناتے اور خصوصیت سے پچیس دسمبر یکم جنوری اور چھ جنوری کو رسومات ادا کرتے تھے۔ رومی جو کہ مسیحیت کا پہلا بڑا شکار ہیں۔ خاص طور سے پچیس دسمبر کو عید کرتے تھے۔ اور انکے ہاں اس دن کا نام "غیر مغلوب سورج کی پیدائش کا دن" تھا۔ سو نہ صرف یہی اتفاق ہوا ہے کہ مسیحیوں کی ایک عید پچیس دسمبر کو ہوتی ہے۔ بلکہ یہ اتفاق بھی ہوا ہے۔ کہ وہ دن رومیوں میں تو سورج دیوتا یا متھرا کی پیدائش کا دن تھا۔ اور مسیحیوں میں مسیح کی پیدائش کا دن بھی وہی ثابت ہوا۔ پروفیسر ٹیلر نے اپنی کتاب پرمٹو کلچر میں اس مضمون کو بسط کے ساتھ لکھا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ کس طرح پچیس دسمبر کو متھرا دیوتا کی پوجا کیجاتی تھی۔ اور سورج کے خط سرطان پر آنے پر کسطرح خوشی کا اظہار ہوتا تھا۔ اور وہ اسے سورج کی پیدائش کا دن قرار دیتے تھے۔ اور پروفیسر مذکور نے لکھا ہے کہ یہ رومیوں کی عید اپنے پورے رسومات کے ساتھ گو بغیر کسی تاریخ کی شہادت کے مغربی گرجانے اپنے اندر جاری کر لی۔ اور چوتھی صدی مسیحی سے اسکا عام اظہار ہو گیا۔ اور رفتہ رفتہ مشرقی گرجوں نے بھی اس دن کو مسیح کی روز ولادت کی عید کے لئے قبول کر لیا۔ انسائکلوپیڈیا برٹینکا کی جلد تیرہ میں ناقل مضمون نگار

لکھتے ہیں کہ مسیح کے روز ولادت اور ماہ ولادت کی نسبت یقیناً کہا جا سکتا ہے کہ وہ دریافت نہیں ہو سکتے۔ اور ابتدائی مسیحیوں کو بھی قطعاً معلوم نہ تھے۔ اور سال کے مہینوں میں سے مشکل سے ہی کوئی مہینہ ہوگا جس کی نسبت تا بحال کے متقدمین نے دعویٰ نہ کیا ہو کہ غالباً یہ مہینہ مسیح کی پیدائش کا ہے۔ پچیس دسمبر کی تاریخ جو مقرر کی جاتی ہے۔ اُسکا پتہ چوتھی صدی کے وسط سے آگے نہیں چلتا لیکن سینٹ جیروم وغیرہ لوگوں نے اسے ہی اختیار کر لیا۔"

مسٹر سی۔ ایف کیری اپنے ایک لیکچر میں کتاب ریلیجنز آف دی ورلڈ میں شائع ہوا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مسیح کے روز ولادت کے منانے کو مناسب موقع کیا ہے۔ یہ ہم نہیں بتا سکتے۔ وہ روایت جس سے وہ تاریخ ثابت ہوتی ہے۔ جس تاریخ آجکل یہ عید مناتے ہیں۔ وہ صرف ایک روایت ہی ہے انجیل سے اس معاملہ پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ لیکن ہمارے بت پرست آباؤ اجداد کے عقائد کے یہ بات بالکل مناسب تھی کہ اس روایت کے مطابق عمل کر لیا جاتا۔" پھر یہی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ علاوہ ازیں وہ طریقہ جس میں کہ یہ عید منائی جاتی ہے۔ وہ بلاشک مسیحیت کی نسبت بت پرستوں سے آیا ہے۔ کیونکر ہمارے پاس کافی ثبوت موجود ہے۔ کہ کس طرح یول کی عید سیکنڈینوین علاقوں میں اسوقت منائی جاتی تھی۔ کہ جب وہ ابھی اوڈین (ایک بت کا نام ہے) کے پرستار تھے۔ اور ان ثبوتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ عید جتنی ممکن ہو سکتی ہے کرسمس کی عید سے مشابہ تھی۔" پھر یہی صاحب فرماتے ہیں کہ مسیحیت کا بت پرستی کے زمانے اس رسم کا ایسے صاف طور سے مستعار لے لینا . . . . . . تو ان بت پرستانہ عقائد و رسومات کا ایک بہت چھوٹا سا حصہ ہے جو کہ دیہاتی زمانہ میں مسیحیت کے پائے جاتے تھے۔" بیشک فاضل لیکچرار نے اپنے پردے

الزام لگاکر اپنے رہبانی آباؤ اجداد پر ڈالا ہے۔ لیکن داناؤں کو تو اب تک
مسیحیت میں وہ رسومات وعقائد نظر آتے ہیں۔

انسائکلوپیڈیا برٹینکا کی پانچویں جلد میں ایک فاضل مضمون نگار لکھتا
ہے کہ "مگر پانچویں صدی میں یا تو کسی روایت سے متاثر ہو کر یا اس وقت کے
بت پرستوں کی عید کو اپنے اندر داخل کرنے کے لئے (جیسے کرسٹر نیلیا) رفتہ رفتہ
پچیس دسمبر پر ہی اتفاق ہو گیا۔ پھر یہی فاضل مصنف کرسمس کی بابت لکھتا
ہے۔ کہ پچیس دسمبر کو منائی جاتی ہے" مگر اسکو پیدائش کا دن ماننے میں ایک
مشکل ہے کہ شام میں دسمبر سخت بارش کا زمانہ ہے۔ جبکہ جنگل کے میدانوں میں
رات کے وقت نہ گڈریے رہ سکتے تھے۔ نہ گلہ"

ان تمام مذکورہ بالا ثبوتوں کے بعد مسیحی صاحبان اسبات کا انکار نہیں
کر سکتے کہ کرسمس ڈے یا بڑے دنوں کی عید نہ مادہ بت پرستی کی ایک یادگار ہے
اور مسیحیت کے ساتھ اسکا کچھ تعلق نہیں۔ اور صرف مسیحیت میں اسے شامل
کر لی گئی۔ کہ پیگنز کو اس مذہب سے دلچسپی ہو جائے۔ اور گو کہ اور جائز و ناجائز
ذرائع سے بھی مسیحیت کے پھیلانے کے لئے کوششیں کی گئی تھیں۔ لیکن وہ بھی
کچھ کم مؤثر نہیں تھی۔ کہ نام مسیح کا رکھا جاوے۔ اور مذہب پیگنز کا لے لیا جائے
اس بات کو دیکھکر ان لوگوں کا تعجب بالکل دور ہو جائیگا۔ جو حیران ہیں۔ کہ
مسیحیت یورپ میں کسطرح پھیل گئی۔ کیونکہ اصل بات یہ ہے۔ کہ مسیحیت پھیلی
نہیں۔ بلکہ یورپ کے اصلی مذاہب پر صرف نئے ناموں کا چولہ پہنا دیا گیا ہے
اور بجائے برتھا ایسٹر ڈا ورن کے ناموں کے رسومات میں مسیح کا نام رکھ دیا
گیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ مسیحیت اور یہودیت میں جو مذہب مسیحیت کا
سرچشمہ ہے۔ زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور اب مسیحیت وہ مذہب نہیں رہا

کرچکے ناصروکے واسطے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ بلکہ یہ وہ مذہب ہے جسے ہزاروں سال سے جرمن و روما کے پریسٹ پیش کیا کرتے تھے۔

تحقیق واقعات کربلا

منشی خادم حسین صاحب ان ذی علم مستعد احباب میں سے ہیں، جو شیعہ کتب کے مطالعہ کا خاص شوق رکھتے ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ اپنے اوقات فرصت کا بہت سا حصہ انھوں نے اس کام کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ آپکی وسعت معلومات کا دوست دشمن قائل ہے۔ اور جب وہ قلم اٹھاتے ہیں، تو مضمون کو نہایت تحقیق سے نیک نیتی کے ساتھ لکھتے ہیں مندرجہ ذیل مضمون جو انھوں نے لکھا ہے۔ معتبر شیعہ کتب کے حوالے سے لکھا ہے۔ اور ہمارے ناظرین کو صرف تاریخی پہلو سے اسکو دیکھنا چاہیئے۔ چنانچہ اروِنگ، واشنگٹن کی تاریخ سے بھی کچھ ایسا ہی ثابت ہوتا ہے۔ پس ہماری نظر میں یہ مضمون قابل قدر ہے۔ اور اس خیال سے اسکی اشاعت سنی شیعہ کے تعلقات کو اور بھی مستحکم کر دینے والی ہوگی۔ اور اگر اسکے خلاف کوئی صاحب اپنی تحقیق لکھتے ہیں تو ہم اسے بھی خوشی سے غور کرنے کو تیار ہیں کیونکہ ہمارا مقصد تو اس تاریخی واقعہ کے متعلق مورخانہ تنقید ہے۔ کوئی شخص یہ نہ سمجھے، کہ ہم یزید سے الزام اٹھانا چاہتے ہیں۔ بلکہ اس واقعہ پر انہوں نے تاریخی طور پر روشنی ڈالی ہے۔ اور یزید کے متعلق ہمارا مذہبی

عقیدہ جیسا کہ حضرت اقدس نے بھی لکھا ہے یہی ہے کہ وہ ایک گندہ انسان تھا
ورنہ اسکے عہد میں حضرت امام حسینؓ ایسا وجیہ و عظیم انسان شہید نہ کیا جاتا
کوفیوں کا ذمہ دار بھی بادشاہ ہونیکی حیثیت سے وہی تھا۔

ہر ایک واقعہ کے وقوع سے پیشتر اسکے کچھ نہ کچھ باعث اور اسباب ہوتے
ہیں۔ اور جب کہ کسی واقعہ کے ابتدائی اسباب کا کافی علم نہ ہو۔ بلا سوچے سمجھے اس
واقعہ کے مخالف یا موافق رائے قائم کرلینا عقلمندی اور انصاف کے خلاف ہوتا
ہے۔ واقعہ کربلا بھی ایک سچا اور تاریخی واقعہ ہے۔ اسکے افسوسناک وقوع سے
پیشتر اسکے بھی کئی اسباب پیدا ہوچکے تھے جن کو معلوم کرنا نہایت ضروری ہے
بزرگان ملت کی یہ رائے ہے کہ یہ ایک ملکی واقعہ ہے اور اسکو مذہب اسلام
سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ برخلاف اسکے شیعہ صاحبان کہتے ہیں کہ اسلام کی تکمیل
ہی شہادت امام مظلوم علیہ السلام سے ہوئی چنانچہ ان کا ایک شاعر کہتا ہے
ہے۔ دین است حسینؓ دین پناہ است حسینؓ شاہ است حسینؓ بادشاہ است حسینؓ
سر داد و نداد دست در دست یزیدؓ حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؓ

قبل اسکے کہ خاکسار اپنی رائے کا اظہار کرے بہتر ہوگا کہ اسباب واقعہ مذکورہ
کو شیعہ کی کتابوں سے تلاش کیا جائے حسن اتفاق سے مجھے ایک ایسی کتاب
مل گئی ہے جس کے مصنف کی بابت کہا گیا ہے۔ کہ وہ خود معرکہ کربلا کے وقت
زندہ تھا۔ اس کتاب کا نام مقتل ابو مخنف ہے۔ جو خود مصنف کے نام پر مشہور
ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے ملک کے شیعہ صاحبان نے مرزا دبیر اور میر انیس
کے مرثیوں کو آسمانی نوشتے سمجھ رکھا ہے۔ اور جو ضعیف اور موضوع روایات
ان بزرگوں نے نظم فرمائیں۔ انکو اسقدر وقعت دیدی ہے۔ کہ اب جو کوئی ان کے
برخلاف لکھے۔ خواہ ان کی اپنی کتابوں سے ہی استدلال کیا جائے۔ معتبر و مستند

نہیں مانتے عوام کا تو کیا ذکر، انکے علماء اور اہل قلم بھی اصل روایات کو ظاہر نہیں کرتے۔ خدا جانے اس اخفا اور اغماض وتجاہل عارفانہ کا باعث کیا ہے۔

اول ابو مخنف کے متعلق جاننا ضروری ہے۔ کہ کس پایہ کا وقائع نگار ہے مؤرخ تاریخ التواریخ فرماتے ہیں "ابو مخنف خود دراں ہنگامہ حاضر وناظر بود چہ ابو مخنف کنیت لوط بن یحییٰ است. ویحییٰ در شمار اصحاب امیر المومنین علیہ السلام است" دیکھو تاریخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم صفحہ ۳۰ مطبوعہ ایران

قبل اسکے کہ اسباب شہادت کو ابو مخنف کے متعلق سے عرض کیا جائے ہے۔ تھوڑا سا ذکر کوفہ اور اہل کوفہ کا ضروری ہے۔ کیونکہ شہادت امام مظلوم کے باعث کوفی ہی ہوئے تھے۔

معزز ناظرین کو معلوم ہو۔ کہ حضرت عمر رض کی خلافت میں کوفہ اور بصرہ مسلمانوں کے لشکر گاہ تھے۔ اور دونوں شہر حضرت عمر رض نے ہی آباد کئے تھے۔ پہلے تینوں خلفائے رسول صلعم مدینۃ الرسول میں ہی اپنی اپنی نوبت پر خلافت کرتے رہے۔ برخلاف اسکے جناب علی رض نے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو دار الخلافہ بنالیا خدا جانے دراصل اسکی کیا وجہ تھی۔ مگر جیسا کہ واقعات سے پتہ چلتا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کوفہ والوں کو اہل مصر کی طرح آنجناب کے ساتھ شہادت حضرت عثمان رض سے پہلے کا قدرتی انس تھا۔ اور اس سابقہ تعلق نے ہی تقاضا کیا ہوگا کہ جناب علی رض نے مدینہ کو چھوڑ دیا۔ اس وجہ سے اگر کوفہ کو شیعیان کی پہلی بستی کہا جائے۔ تو بیجا نہ ہوگا۔ حضرت علی کو کوفیوں کی وفاداری اور شجاعت پر بھی شروع میں پورا بھروسہ تھا۔ چنانچہ نہج البلاغۃ میں جناب علی رض کا ایک خط مندرج ہے جو بوقت جنگ جمل جو حضرت عائشہ کے ساتھ بصرہ میں ہوا۔ اور جناب علی رض کو اپنا چار لشکر تیار کرنیکی ضرورت درپیش آئی۔ تو ان کوفیوں کو دعوت فرماتے ہوئے ان کو

جبہۃ الانصار و سنام العرب کر کے خطاب فرمایا تھا جس کے معنی وہ گروہ کی پیشانی وعرب کی کوہان ہے۔ پیشانی کو جسم انسانی میں جو رتبہ اور شرف دیا گیا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ گویا کوفیوں کو اپنے انصار و مددگاروں کو ماتھا فرمایا ہے۔ اور سنام کے معنی اونٹ کی کوہان کے ہیں۔ جو تمام جسم شتر میں بلند تر مقام ہے۔ گویا کوفی تمام اقوام عرب میں یا ملک عرب میں اس طرح معلوم ہوں۔ اور رفیع المنزلت ہیں جیسے اونٹ کی کوہان ہوتی ہے۔ اصل عبارت خط مذکورہ کی یوں شروع ہوتی ہے

من کتاب لہٗ علیہ السلام الی اھل الکوفۃ عند مسیرہ من المدینۃ الی البصرۃ من عبد اللہ علیّ امیر المؤمنین الی اھل الکوفۃ جبھۃ الانصار و سنام العرب الخ دیکھو نہج البلاغۃ مطبوعہ بیروت کتاب مراسلات صفحہ ۴۰۴۔

لیکن افسوس ہے۔ کہ آنجناب کا یہ حسن ظن کوفیوں کے متعلق زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہا کیونکہ لشکر شام کے ساتھ معرکے ہوئے۔ تو یہ لوگ پرلے درجے کے بزدل اور بے حمیت ثابت ہوئے۔ ان کمبختوں نے حضرت علیؓ کا ناک میں دم کر دیا چنانچہ نہج البلاغۃ میں دوسرے موقعہ پر انہی کوفیوں کے حق میں آنجناب فرماتے ہیں۔ کہ واللہ! میں پسند کرتا ہوں۔ کہ معاویہؓ اپنے لشکروں کے عوض میں تمکو مجھ سے درہم و دینار کے تناسب سے بدلالے۔ یعنی وہ دس کا ایک آدمی مجھکو دے۔ اور دس آدمی تمہارے مجھ سے لے لے۔ اصل عربی عبارت یوں ہے۔ لوددت واللہ ان معاویۃ صارفنی بکم صرف الدینار بالدرھم فاخذ منی عشرۃ منکم واعطانی رجلا منھم یا اھل الکوفۃ۔ الخ دیکھو نہج البلاغۃ مطبوعہ بیروت صفحہ ۱۰۹۔

انہی شیعیان کوفہ نے جناب علیؓ کو مجبور کیا۔ کہ امیر معاویہ کے ساتھ ثالثوں کے ذریعے سے فیصلہ کریں۔ تو بہتر ہے۔ ہم سے تو لشکر شام سے جنگ

اور جدل کی زحمت برداشت نہیں کی جا سکتی۔ اگر ہماری بات نہ مانے گا تو ہم آپ کی بیعت کو توڑ دیں گے۔ جس پر جناب علیؓ نے ملتوا کرنا التوا کو منظور فرمایا۔ لیکن اسکے منظور فرماتے ہی بہت سے شیعہ ان کی بیعت سے خارج ہو گئے اور اسی واسطے خارجی کہلائے۔ ان کمبختوں نے ان ارکستوں کی طرح آپس میں یہ سمجھوتا کیا کہ جناب علیؓ اور امیر معاویہ دونوں کو قتل کر دو۔ تاکہ آئے دن کے ملکی تنازعوں کی وجہ سے جو کشت و خون کے دریا بہائے جاتے ہیں۔ ان سے عام مسلمانوں کو امان ملے۔ چنانچہ جناب علیؓ اسی خارجی گروہ کے ایک بیباک ممبر عبدالرحمٰن ابن ملجم نامی کے زہر آلودہ تلوار کی ضرب سے ایسے مجروح ہوئے۔ کہ جانبر نہ ہو سکے

آپ کی شہادت کے بعد جناب امام حسن علیہ السلام خلیفہ ہوئے۔ پھر بھی تنازعے ہنوز ختم نہیں ہوئے تھے۔ اور امام حسنؑ کو ایسا ہی کوفیوں کی مدد سے لشکر شام کا مقابلہ بدستور جاری رکھنا پڑا۔ لیکن آپ کو ایک دو موقعوں پر جلدی ہی ثابت ہو گیا کہ کوفیوں کے بھروسے پر اجرائے جنگ و جدل بے سود اور مزید برآں مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کا موجب ہے۔ اسواسطے آپ نے امیر معاویہ سے بجز صلح و صفائی کے چارہ نہ دیکھا۔ آپ نے امر خلافت امیر معاویہ کو سونپ دیا۔ اور اپنے اور اپنے متعلقین کے گذارہ کے موافق سالانہ تنخواہ منظور فرمائی۔ یہ معاملہ محض زبانی طے نہیں کیا گیا۔ بلکہ مستقل طور پر ایک صلحنامہ لکھا گیا جس میں کئی ایک ایسے شرائط قلمبند کئے گئے۔ جن کی پوری کیفیت بہت کلیں ہوا خواہوں کو بتلائی گئی۔ اور جنکا مفہوم کچھ ایسا واضح تھا جس سے خاندان نبوت کو دوبارہ حق خلافت کے لئے دعوی کرنے کی شکل گنجائش نکل سکتی تھی۔ لیکن جو کچھ مالک الملک کی مشیت میں تھا وہ عمل میں آ گیا۔

تاہم جب کوفیوں پر امام حسنؑ نے امیر معاویہ کے ساتھ صلح کرلینے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ تو وہ سخت برہم ہوئے۔ اور اس ارادہ کو امام کی بزدلی پر محمول کیا۔ پھر کیا تھا ان کمبختوں نے امام عالیمقام کی ایسی بے ادبی کی۔ کہ خدا کی پناہ۔ کسی نے کہا۔ السلام علیک یا عار المؤمنین کسی نے کہا۔ السلام علیک یا ذل المؤمنین۔ ایک شیطان نے آپ کے پائے مبارک کے تلے سے جائے نماز کھینچ لی۔ ایک نے ران مبارک پر خنجر کا وار کیا۔ یہ سب غصہ و غضب اسلئے تھا کہ امیر معاویہ سے کیوں صلح کرنیکا ارادہ کیا ہے۔ اور ہم شیعوں مومنوں کو کیوں ذلیل کیا۔ ان سب واقعات کی تصدیق کے لئے دیکھو کتاب جلاء العیون ملا باقر مجلسی حالات امام حسنؑ۔ اس تمہید کو ذہن نشین کرلینے سے آیندہ واقعات کربلا اور انکے اسباب پر حاوی ہونیکے لئے ناظرین کو آسانی ہوگی۔ اب میں مجوف طرات مقتل ابو مخنف سے جو عربی میں ہے۔ خلاصۃً ترجمہ کرتا جاؤنگا۔

ابن جندب الازدی اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ کہ کہا اس نے میں اور سلیمان بن صرد الخزاعی اور مسیب بن نجبۃ و سعید بن عبد اللہ الحنفی جناب حسنؑ بن علیؑ ابن ابی طالب کی خدمت میں حاضر تھے۔ اور سلام عرض کیا۔ انھوں نے وعلیکم السلام کہا۔ اور یہ اسوقت کا ذکر ہے۔ جب کہ انھوں نے معاویہ بن ابی سفیان سے صلح فرمائی تھی۔ اور آپ اسوقت کوفہ میں مقیم تھے۔ پس سلیمان نے ابتداء کلام امام سے کی۔ اور عرض کیا۔ اے فرزند دختر رسول خدا ہم حیران ہیں۔ کہ آپ نے معاویہ سے بیعت کرلی حالانکہ آپ کے ہمراہ اہل کوفہ سے چالیس ہزار جان نثار موجود تھے۔ جو سب تنخواہ خور ہیں۔ اور ویسے ہی انکی اولاد سوائے مددگار اہل بصرہ و حجاز کے اور آپ نے اپنی ذات کے لئے کوئی پختہ شرط عہد نامہ میں نہ لکھوائی۔ اور عطیہ میں بھی معقول حصہ نہیں لیا۔ اگر میں شامل

ہوجاتو ایک نوشتہ لکھواتا۔ اور مشرق و مغرب والوں کی شہادت اسپر کرواتا۔ کہ وہ خلافت کے بعد انکے آپ ہی مستحق تھے۔ لیکن آپ یونہی اس بات پر راضی ہو گئے اسنے آپکو مقروض کیا۔ اور خود بہت کچھ لے لیا۔ انکے جواب میں امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ایسا شخص نہیں ہوں۔ کہ ایک عہد کروں پھر اسکو توڑ دوں۔ اور میں کوئی اقرار نہیں کرتا۔ جس سے پھر پشیمان ہو کر رجوع کر لوں۔ اب جب خدا نے مجھکو توفیق دی۔ اور ہماری آرزوؤں کو پورا کیا۔ تو میں ایسا کام نہیں کرونگا لیکن تم ہمارے شیعہ ہو اور ہمارے مددگار اور ہمارے اہل مودت ہو (اصل عبارت وَ اَنتُم شِیعَتُنَا وَ اَنصَارُنَا وَ اَهلُ مَوَدَّتِنَا) اور علی بن القیاس اور وہ لوگ جو ہماری نصیحت کو سنے۔ اور ہماری خیر خواہی کرے۔ اور ثابت قدمی دکھلائے۔ اور اگر میں طالب دنیا و سلطنت ہوتا۔ تو معاویہ مجھ سے شدت قوت و شجاعت میں زیادہ نہ تھا۔ لیکن جو مصلحت مجھے نظر ہے۔ اسکو تم نہیں جان سکتے۔ اور قسم ہے خدا کی کہ اس صلح سے مجھے سوائے تمہاری حفاظت خون ریزی اور اصلاح حالت کے اور کوئی مقصود نہیں تھا۔ پس تم بھی راضی بقضاء اللہ ہو جاؤ۔ اور اسکو تسلیم کر لو۔ اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہو۔ اور قسم ہے۔ کہ تم ہمارے شیعہ اور محب ہو۔ اور میں نے اپنے والد بزرگوار امیر المومنین علیؑ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ جو کوئی کسی قوم سے محبت رکھتا ہے۔ قیامت کے دن وہ اسی قوم کے ساتھ محشور ہوگا۔ اور تم ہمارے ساتھ ہو۔ اور ہمارے زمرہ میں ہو۔ تم ہم سے جدا نہ ہوگے۔ ہم تم سے جدا نہ ہونگے۔

پھر سلیمان بن صرد نے کہا کہ امام حسنؑ سے فارغ ہو کر ہم انکے بھائی امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اور اپنے نوکروں کو حکم دے رہے تھے کہ کوفے سے مدینہ کی طرف کوچ کریں۔ امام حسین ہماری طرف تشریف لائے۔ اور

ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔ ہم کو سلام کیا۔ اور ہمنے بھی سلام کا جواب عرض کیا۔ امام حسینؑ نے ہمارے چہروں پر رنج و غم کے آثار ملاحظہ فرمائے۔ اور پہلے ابتداء کلام فرمائی۔ اور کہا کہ خدا کا شکر ہے جیسی کے کہ وہ لائق ہے۔ خدا کے کام اور خدا کی مشیت جس طرح مقرر تھی پوری ہوگئی۔ خدا کی قسم اگر تمام جن و انس اکٹھے ہوکر مشیت ایزدی کو روکنا چاہیں۔ تو وہ نہیں روک سکتے۔ خدا کی قسم ہے کہ مجھکو موت آجاتی جبکہ حسنؑ نے مجھکو مجبور فرمایا۔ اور مجھ سے حلف لے لی کہ میں تو انحراف نہ کروں۔ اور نہ سکوت سے حرکت کروں۔ پس میں نے بھی مان لیا۔ اور وہ ایسا معاملہ ہوا ہے۔ گویا کاٹنے والے نے چھری سے میری ناک کاٹ ڈالی ہے۔ یا اُوسے میرے جسم کے ٹکڑے اڑائے گئے ہیں۔ پس میں نے مجبور ہو کر اُن کی بات کو مان لیا۔ اصل عبارت لقد کنت طیب النفس بالموت حتی عزم علی الحسن و ناشدنی اللہ ان لا اثقذ امرا ولا احرك ساكنا فاطعتہ وكانما يجذع جاذع انفى بالسكاكين او يشرح لحمى بالمناشير فاطعتہ کرہاً۔ اور فرمایا ہے۔ خدا تعالےٰ نے عسیٰ ان تكرهوا شيئا الخ یعنی کہ قریب ہے کہ کسی چیز کو تم ناپسند کرو۔ وہی تمہارے لئے بہتر ہو۔ اور قریب ہے کہ کسی چیز کو تم پسند کرتے ہو۔ وہی تمہارے لئے شر کا باعث ہو اور خدا جانتا ہے۔ تم نہیں جانتے۔

اب تو صلح ہوگئی۔ اور بیعت بھی ہوگئی۔ تاکہ ہم منتظر رہیں جب تک یہ شخص (معاویہ) زندہ ہے۔ اور جب مرگیا تو ہم بھی دیکھینگے۔ اور تم بھی دیکھو کہ کیا کرنا چاہیئے۔ پس ہم نے کہا قسم ہے خدا کی اے ابا عبد اللہ ہمیں کوئی رنج نہیں۔ مگر محض آپ کی خاطر تاکہ آپ اپنے حق سے محروم نہ ہوں اور ہم تو آپ کے مددگار اور ہوا خواہ ہیں۔ پس جب آپ ہم کو دعوت کرینگے۔ ہم قبول کرینگے۔ اور جب آپ حکم کرینگے۔ ہم اطاعت کرینگے۔

پھر سلیمان کہتا ہے۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہم السلام دونوں نے کوفہ سے کوچ فرمایا۔ اور ہم بھی ساتھ تھے۔ تاکہ ان سے وداع کریں۔ اور مشایعت کریں۔ جب ہم دار الہند کے آگے نکل گئے۔ تو امام حسینؑ نے کوفہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔ اور آہ سرد بھری۔ اور یہ شعر ارشاد فرمائے۔

"میں نے خود سرور دل ہو کر اپنے عزیزوں کے گھروں کو نہیں چھوڑا۔ بلکہ خود وہ بچائی اور اے دست بردار ہو گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قضا مخلوق میں جاری ہے اور یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے" پھر کہا سلیمان نے کہ سب سے پہلے جو شخص امام حسنؑ کو جا کر ملا۔ اور انکو جنگ و قتال کی ترغیب دی۔ حجر بن عدی تھا۔ اور جس دن وہ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو امام حسینؑ نے فرمایا کہ اور لوگ تیری طرح نہیں۔ اور جس امر کو تم دوست رکھتے ہو، وہ نہیں رکھتے۔

پھر کہا سلیمان نے کہ حجر بن عدی امام حسینؑ سے رخصت ہو کر چلے آئے انکے بعد جب امام حسنؑ فوت ہو گئے۔ تو اہل کوفہ جمع ہوئے۔ اور امام حسینؑ کی خدمت میں انکے برادر مکرم کا تعزیت نامہ لکھا۔ اور یہ اجتماع سلیمان بن صرد کے گھر میں ہوا تھا۔ پس انھوں نے اس تعزیت نامہ کو یوں لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم طرف حسین بن علی بن ابیطالب کے منجانب انکے شیعہ اور انکے والد کے شیعوں کے اصل عبارت (الی الحسین بن علی بن ابی طالب من شیعتہ و شیعۃ ابیہ) بعد حمد و نعت انکہ ہمکو آپ کے بھائی حسن کے فوت ہو جانے کی خبر پہنچی۔ پس ان پر خدا کی رحمت ہو۔ اور آپ کو اس مصیبت کا اجر نیک عطا کرے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ پس آپ صبر فرمائیں۔ ان ذلک من عزم الامور۔ اور آپ خدا کے فضل سے انکے قائمقام ہیں اور ہم . آپ کی پیروی کریگے۔ اور آپ کی ہدایت پر کاربند ہو گے۔ اسکو خدا کامیاب

کریگا۔ اور ہم آپ کے شیعہ ہیں۔ آپ کی مصیبت میں شریک ہیں اور آپ کے حزن سے محزون ہیں۔ اور آپکی خوشنودی سے خوش ہیں۔ اور آپ کے امر خلافت کے منتظر ہیں۔ اصل عبارت ونحن شیعتک المصابۃ بمصیبتک المحزونۃ بحزنک المسرورۃ بسرورک المنتظرۃ لامرک۔ خدا آپ کا شرح صدر کرے۔ اور آپ کی حالت کو بلند کرے۔ اور آپ کے قدر کو رفع دے۔ اور آپکے حق خلافت کو آپکو دوبارہ دیدے (ورد علیک حقک) والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

پھر عام لوگوں میں یہ چرچا ہونے لگا کہ امیر معاویہ نے امام حسینؑ کے بارہ میں کچھ انصاف نہیں کیا۔ پس امام حسینؑ کے پاس آمد و رفت شروع کردی اور اس اقدام سے انقطاع نہیں کیا۔ پس اسکی خبر امیر معاویہ کو بھی پہنچی پس انھوں نے امام حسینؑ کو ایک خط حسب ذیل لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے۔ امابعد آنکہ مجھکو آپ کی طرف سے چند امور اور اسباب کی اطلاع آئی ہے جنکو میں باطل خیال کرتا ہوں۔ اور اگر وہ ثابت ہیں جیسا کہ میرا گمان ہے۔ تو معلوم ہوا کہ آپ زیادہ سعید ہیں۔ اور خدا کے عہد کو زیادہ ایفا کرنیوالے ہیں۔ پس آپ مجھکو مجبور نہ کریں کہ میں آپ سے قطع کروں کیونکہ آپ میرے عزیز ہیں (رقابتک منی) پس اگر آپ مجھ سے فریب کریں گے۔ تو میں بھی فریب دونگا۔ اگر آپ میری تکریم کریں۔ تو میں بھی آپ کی تکریم کرونگا۔ اور اس امت میں آپ تفرقہ کے موجب نہ ہوں۔ تحقیق آپ انکو ابتلا میں ڈالینگے۔ اور خود بھی مبتلا ہونگے۔ پس آپ اپنے آپ میں اور اپنے دین میں نظر رکھیں۔ و لا یستخفنک السفہاء الذین لا یعلمون و السلام علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ یعنے نادان لوگ آپکو خفیف نہ کرنے پائیں جو کہ حقیقت حال سے واقف نہیں۔ والسلام

پھر کہا سلیمان نے کہ امام حسینؓ نے اس خط کے جواب میں یوں خط روانہ فرمایا جس میں تحریر کیا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ابعد مجھکو تمہارا خط پہنچا اور جو کچھ تم نے اس میں لکھا ہے۔ اسکے مدعا کو سمجھ لیا اور معاذ اللہ جو میں اس عہد میں فرق لاؤں۔ جو تمہارے ساتھ میرے بھائی حسنؓ نے کیا ہے (اصل عبارت و معاذ اللہ ان انقض عهد عهده الیك اخی الحسینؓ) حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے تمکو یہ اطلاع پہنچائی ہے۔ وہ سخن چین جھوٹے اور چغلخور اور قوم میں تفرقہ ڈالنے والے ہیں۔ اور خدا کی قسم وہ جھوٹ بولتے ہیں (فانما اوصل الیك الوشاة الملقون و بنام المفرقون بین الجماعات فانهم و اللہ یکذبون۔) پس جب یہ خط امیر معاویہ کو پہنچا تو باز رہا اُن سے یعنی امام حسینؓ سے اور اُن کی صلہ رحمی میں خیانت نہ کی۔ اور اُنکے معاوضہ کو کبھی قطع نہ کیا اور سال بسال اُنکی خدمت میں ہزار ہزار دینار (اشرفی) روانہ کرتا تھا۔ سوائے ہر قسم کے تحائف اور ہدایا کے۔ (اصل عبارت فلما وصل الکتاب الی معویة امسك عنه و لم یخنه وصله و لم یقطع ملته و کان یبعث الیه فی کل سنة الف الف دینار سوی العروض و الهدایا من کل صنف ترجمہ ختم ہوا۔ دیکھو منتقل از تحفہ مطبوعہ بمبئی فصل اوّل

کوائف مندرجہ بالا سے جو ایک معتبر ترین کتب شیعہ سے اقتباس کئے گئے ہیں۔ ناظرین پر واضح ہو گیا ہو گا کہ امر خلافت میں امام حسنؓ کے صلح کر لینے پر شیعیان کوفہ کو کس قدر اعتراض تھا اور علاوہ اُنکے جناب امام حسینؓ کو کس قدر قلق تھا۔ اور ساتھ ہی یہ کہ باایں ہمہ امیر معاویہ کی حکمت سے آخرکار کسطرح امام حسینؓ اور اُنکے درمیان صفائی ہو گئی۔ اور اسکے عوض میں امیر معاویہ کسطرح امام حسینؓ کی دلجوئی و خوشنودی خاطر کو مدنظر رکھتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے

کہ یہ واقعات یونہی محض الزامی طور پر شیعوں کی توجہ کیلئے نہیں لکھے۔ بلکہ میرا یقین ہے کہ درحقیقت یہ سچے واقعات ہیں۔ جو کہ قرین قیاس بھی معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان سو بڑھکر یہ واقعات اور انکی جھوٹ ممکن نہیں۔ کہ کسی اسلامی تاریخ سے دریافت ہو سکے۔

آمدیم برسر مطلب۔ امیر معاویہ کے دل میں جو تعظیم و تکریم امام حسینؓ کی بابت مرکوز تھی۔ اسکی تائید اُن کی اس وصیت سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے آخری وقت میں امر خلافت کے متعلق یزید کو فرمائی۔ اور جس کو خاکسار راقم اس ہی مخالف کی کتاب سے ہدیہ ناظرین کرتا ہے۔ جو مخالف کہتا ہے۔ کہ جب امیر معاویہ سخت بیمار ہو گئے اور وفات کا وقت نزدیک آپہنچا۔ تو یزید موجود نہ تھا۔ وہ اسوقت حمص کا حاکم تھا انہوں نے قلم دوات منگائی۔ اور یہ خط اسکو لکھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بعد حمد و نعت آنکہ اے بیٹے میں تمہارے لئے وصیت لکھتا ہوں جب تک اسپر کاربند ہو گے خیر پاؤ گے میں تمکو وصیت کرتا ہوں۔ اہل شام کے بارے میں کہ وہ تجھ سے ہیں۔ اور تو انسے ہے۔ ان میں سے جو کوئی تیرے پاس آئے۔ اسکی خاطر کرنا۔ اور جو دور ہو۔ اس کے حال سے مطلع رہنا۔ جب کوئی دشمن تجھ پر حملہ آور ہو۔ تو انکو ہمراہ لینا۔ جب فتح نصیب ہو۔ تو پھر انکو اپنے مقاموں پر واپس بھیجدینا۔ اور جو کوئی اہل حجاز سے تیرے پاس آئے۔ تو اُسکے ساتھ نیکی کرنا۔ اے بیٹے اہل عراق (کوفی) کے معاملات میں متوجہ رہنا اگر وہ خواہش کریں۔ کہ ہر روز انکے حاکم کو معزول کرتے رہو۔ تو ایسا ہی کرنا۔ ایسا کرنا تیرے لئے آسان ہے۔ بہ نسبت اسکے کہ بادشاہ وقت پر امت بلوہ کرے اے بیٹے جان تو کہ میں نے تیرے لئے سب بلاد کو مطیع اور سب آدمیوں کو زیر کر دیا ہے اور اب میں تیرے لئے کسی سے خوف میں نہیں ہوں۔ مگر صرف چار اشخاص سے وہ نہ تیری بیعت کرینگے۔ اور نہ تجھ سے اس امر خلافت میں تنازعہ برپا کرینگے۔ پہلے

عبدالرحمن بن ابی بکر ہے۔ پس وہ دنیا دار ہے۔ اسکو دنیا داری میں مشغول رہنے دے۔ اور چھوڑ دے اسکو اور اسکے ارادوں کو۔ وہ تیرے موافق ہوگا۔ نہ مخالف۔ دوسرا عبداللہ بن عمر ہیں۔ وہ صاحب قرآن (قرآن خوان) اور صاحب محراب (عابد) ہیں۔ وہ دنیا سے کنارہ کش ہوگئے۔ اور آخرت کے دھیان میں راغب ہیں۔ اور گمان نہیں کہ وہ اس امر میں تمہارے ساتھ تنازعہ کریں۔ اور نہ اُن کا ارادہ ہوگا۔ تیسرے عبداللہ بن زبیر ہیں وہ تجھ سے لومڑی کی طرح فریب کرینگے۔ اور شیر کیطرح تجھ پر حملہ کرینگے پس اگر وہ تجھ سے آمادہ جنگ ہوں تو تو بھی جنگ کرنا۔ اگر صلح کریں۔ تو صلح رکھنا اگر وہ تجھ سے مشورہ کرنا چاہیں۔ تو انکے مشورہ کو قبول کرنا۔ اور چوتھے حسینؓ بن ابی طالب ہیں۔ پس یقین ہے۔ کہ لوگ انکو دعوت کرینگے۔ یہاں تک کہ تجھ پر خروج فرمائینگے پس اگر تو انپر فتح پائے۔ تو تو انکی قرابت کا لحاظ رکھنا جو انکو رسول اللہ صلعم سے ہے۔ جان تو اے بیٹے کہ انکے والد بزرگوار تیرے باپ سے اور انکی والدہ ماجدہ تیری ماں سے اور اُنکے جد امجد تیرے جد سے بہتر ہیں اور واسطے انسان کے ہے۔ جو کچھ اسکے دل میں ہے۔ اور یہ میری وصیت ہے تیرے لئے والسلام۔ امام حسینؓ کے بارے میں اصل عربی عبارت یوں ہے والرابع الحسین بن علی بن ابی طالب صلوٰۃ اللہ علیہما فان الناس یدعونہ حتی یخرج الیک فان ظفرت بہ فاحفظ قرابتہ من رسول اللہ و اعلم یا بنی ان اباہ خیر من ابیک و امہ خیر من امک وجدہ خیر من جدک ولہم ما یقلب وہذہ وصیتی الیک والسلام۔ بعدہ یہ خط بند کیا گیا۔ اور ضحاک بن قیس الفہری کو دیا گیا کہ یزید کو پہنچاوے الخ مقتل ابو مخنف صفحہ ۵ مطبوعہ بمبئی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب امیر معاویہ اور امام حسینؓ کے تعلقات اس

حد تک دوستانہ و برادرانہ تھے۔ تو واقعہ ہائلہ کربلا کی نوبت کیوں اور کب اور کس وقت آئی۔

اسکے جواب میں عرض کیا جاتا ہے کہ تا حین حیات امیر معاویہ تو مصالحت ملکی کی صورت حسب دلخواہ رہی لیکن انکے فوت ہو جانیکے ساتھ ہی وہ فتنۂ خوابیدہ جاگ اٹھا جسکو بروقت صلح امام حسنؑ دبایا گیا تھا۔ امام حسینؑ کی ذات ملکوتی صفات پر بھلا کسی حالت میں یہ گمان نہیں ہو سکتی کہ انھوں نے اپنے معزز و محترم بھائی کی کی ہوئی وصیت صبر کے خلاف خلافت و سلطنت کے دوبارہ خاندان نبوت میں لانیکی ہوس کو دل میں پالا ہو۔ لیکن برا ہو خانہ خراب کوفیوں کا جن کے پیٹ میں امیر معاویہ کی وفات کی خبر پاتے ہی حب جاہ و ریاست کے لئے چوہے کودنے لگے۔ اور امام حسینؑ کو یزید کے برخلاف خروج کرنیکی پہلی تحریک انکو ہی سوجھی۔ ادھر سے یزید نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی ان چاروں بزرگوں کو جن میں امام حسینؑ بھی داخل تھے عامل مدینہ کو لکھا۔ کہ بیعت لی جائے لیکن ان چاروں بزرگواروں نے عامل مدینہ کو بیعت سے جوابدیا پہلے دو بزرگ تو وہ جو انکار بیعت اول سے آخر تک مدینۃ الرسول میں اقامت گزیں رہے۔ نہ کسی نے انپر جبر کیا۔ اور نہ وہ کسی کے دباؤ سے خائف ہوئے۔ لیکن پچھلے دونوں صاحب عبداللہ بن زبیر اور حضرت امام حسینؑ نہ معلوم اس سوال بیعت سے اسقدر گھبرائے کہ موقعہ پاکر مدینہ سے راتوں رات مکہ معظمہ کی طرف نکل آئے۔

کوفیوں نے جو سمجھوتہ امیر معاویہ کی زندگی میں امام حسینؑ سے کر رکھا تھا اور وقتاً فوقتاً انکی یاد دہانی بھی امام سے کرتے رہتے تھے اس پر اب کاربند ہونیکے درپے ہوگئے۔ انکو یوں بھی دربدر ہوا خواہ خاندان رسالت مآب ہونے کے کسی حالت میں منظور نہ تھا۔ کہ امیر معاویہ کی وفات کے بعد بھی عہد صلح امام حسنؑ کے

بدستور باقی رہیں۔ اگرچہ یزید کی اطاعت سے اسقدر نفرت تھی جس قدر کہ ائمہ اہل بیت کرام کے زیر سایۂ دولت و ثروت کے مزے اڑانے کا خیال تھا امام حسینؑ ابھی مکہ میں رونق افروز تھے۔ کہ کوفیوں نے اسی سلیمان بن صرد کے گھر میں جمع ہو کر ایک جلسہ قائم کیا۔ اور یہ تحریک کی کہ اب فوراً امام حسینؑ کو طلب کرنا چاہیئے۔ کہ کوفہ میں تشریف لائیں۔ اور اپنے وجود سے دار الخلافت کو مشرف فرمائیں۔ وہ ہمارے امام اور ہم انکے شیعہ پھر یزید کا کیا اجارہ ہے کہ وہ خلیفۂ وقت ہو اور ہم اسکی اطاعت میں بدستور جکڑے رہیں۔ بس پھر کیا تھا۔ سب نے اتفاق رائے کیا۔ اس پر سلیمان بن صرد نے انسے خطاب کیا۔ کہ دیکھو جیسے تم امام حسینؑ اور انکے والد بزرگوار کے شیعہ ہو۔ لازم ہے۔ کہ اپنے اقرار پر اور عزم پر ثابت رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ امام کو بلا کر ہم ان سے بیوفائی کرو۔ تاریخ التواریخ میں اس خطاب میں یہ عربی الفاظ ہیں۔ انتم شیعتہ و شیعۃ ابیہ دیکھو صفحہ ۱۳۰ جلاء العیون مجلسی اردو مطبوعہ لاہور ص مطبوعہ ایران مقتل ابو مخنف میں لکھا ہے۔ کہ سلیمان نے کہا تھا۔ کہ نحن شیعتہ والانصار و یعنی ہم سب شیعۂ حسینؑ اور انکے مددگار ہیں۔ جواب میں ان سب حاضرین نے کہا کہ ہم انکے دشمنوں سے جنگ کرینگے۔ اور اپنی جانوں کو انکے آگے قربان کر دینگے۔ ایشاں گفتند با دشمن او جنگ خواہیم کرد و جانہا را در برابر او فدا خواہیم نمود ریاض الاحزان صفحہ ۴۰۔ پس سب شیعوں نے ملکر امام کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ اور قاصد بھیجے اور پھر اسکے بعد بیشمار خطوط اور قاصد روانہ کئے جن کی تعداد بارہ ہزار لکھی گئی ہے شیعیان کوفہ کے اس پر شوق اصرار نے امام کے دل پر بھی اثر کیا۔ آخر انہوں نے لکھدیا کہ ہم عنقریب آتے ہیں۔ اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم کو کوفہ میں روانہ فرمایا وہاں بقول تاریخ التواریخ اٹھارہ ہزار کوفیوں نے انکی بیعت امام حسینؑ کے واسطے کر لی چنانچہ لکھا ہے کہ بروایت ابو مخنف ہشتاد ہزار کس با مسلم بیعت کردند تا

امام حسینؑ نے شاید اس تعداد کو اپنی نصرت کے لئے کافی نہ خیال کیا تھا کیونکہ سب کتابوں میں لکھا ہے کہ اہل بصرہ کے رؤسا کو بھی لکھا گیا کہ کوفہ چلنے کے لئے لشکر جرار بہم پہنچائیں۔ چنانچہ ایک رئیس بصرہ یزید بن مسعود نہشلی نے وہاں تین قبائل بنو تمیم بنی حنظلہ و بنی اسد کو خاص طور پر بلا کر نصرت امام کی ترغیب دی۔ اور انھوں نے اسکو قبول کرلیا۔ امام کو جب اسکی اطلاع ملی۔ تو یزید بن مسعود کا شکریہ ادا کیا۔ اور وہ حالی مگر افسوس ہے۔ کہ بصرہ کے لشکر کربلا میں اسوقت پہنچے جبکہ امام مظلوم شہید ہو چکے تھے۔ مسلم کے وارد کوفہ ہونے اور کوفیوں کے آمادہ بغاوت ہونیکی خبر جب یزید کو پہنچی تو اسنے بھی سچے پچے عبید اللہ بن زیاد حاکم بصرہ کو کوفہ کا حاکم بناکر اصلاح وفساد پر مقرر کر دیا۔ اسنے کوفہ میں پہنچتے ہی ایسا بندوبست کیا۔ کہ سب کوفی بیعت امام سے منحرف ہوگئے حضرت مسلم کو شہید کرادیا۔ اسوقت امام حسینؑ مکہ سے عازم کوفہ ہو چکے تھے۔ اور کوفہ کے نزدیک آگئے تھے۔ ابن زیاد نے پیش دستی کرکے حر شہید کو مقرر کیا۔ کہ امام سے جہاں مڈبھیڑ ہو وہیں روک دو۔ اور کوفہ میں نہ پہنچنے دو۔

حضرت امام حسینؑ جب اول دفعہ مدینہ سے عازم مکہ ہوئے تھے۔ تو جب کہ سفر سے کوفہ کی طرف جانے لگے۔ جب بھی سب عزیز و احباب مثل محمد بن حنفیہ بن علی اور عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم آپ کو مدینہ چھوڑنے سے منع فرماتے رہے۔ خصوصاً کوفہ جانے سے تو بہت لوگوں نے منع کیا۔ اور کوفیوں کی اس بیوفائی کو بھی جتلاتے رہے جو وہ حضرت علیؑ اور حضرت امام حسنؑ سے کرچکے تھے لیکن امام نے کسی کی نہ سنی۔ اور کوفہ کو روانہ ہو ہی گئے۔ روانگی کے پہلے ایک خط حضرت مسلم کا بھی کوفہ سے آپ کو مل چکا تھا جس میں انھوں نے عرض حال کیا تھا۔ کہ اسّی ہزار کوفیوں نے آپکی بیعت میرے ہاتھ پر کی ہے۔ جس پر امامؑ کو تشفی ہو گئی تھی۔ کہ صورت معاملہ حسب دلخواہ ہے۔

اور ایک خط آپ نے خود بھی مکہ سے روانہ ہو کر منزل قادسیہ کے متصل ایک مقام بطن رمہ سے کوفیوں کو یوں مضمون تحریر فرمایا تھا۔ امابعد بیشک خط مسلم بن عقیل کا میرے پاس پہنچا۔ اس خط میں لکھا تھا کہ تم لوگوں نے میری نصرت اور دشمنوں سے میرا حق طلب کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ اپنا احسان مجھ پر تمام کرے۔ اور تمکو تمہاری حسن نیت و کردار پر بہترین جزائے ابرار عطا فرمائے بیشک میں آٹھویں ماہ ذی الحجہ روز سہ شنبہ کو مکہ سے باہر آیا۔ اور تمہاری جانب آ رہا ہوں جب میرا قاصد تمکو پہنچے کمر اطاعت مضبوط باندھو۔ اور اسباب کارزار آمادہ رکھو۔ جو میری نصرت کے لئے مہیا ہو۔ کہ میں اب بہت جلد تم تک پہنچتا ہوں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بالفاظہ دیکھو جلاء العیون مجلسی اردو مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۴۴۴

ادھر حضرت مسلم جب کوفیوں کے نرغہ میں آگئے۔ اور وقت شہادت نزدیک آ پہنچا تو اسوقت آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ اس وصیت کو امام حسین تک جلدی پہنچا دیا جائے کیونکہ وہ مکہ سے روانہ ہونیوالے ہیں ایسا نہ ہو کہ پہلے خط پر بھروسہ کر کے کوفہ آجائیں۔ اور میری طرح معرض ہلاکت میں نہ پڑ جائیں۔ اس وصیت کا ایک فقرہ یہ ہے۔ ارجع فداك ابی وامی باهل بیتك ولا یغررك اهل الكوفة فانهم اصحاب ابیك الذی کان یتمنی فراقهم بالموت او القتل ان اهل الكوفة قد کذبوك ولیس لمکذوب رای۔ تاریخ التواریخ جلد ۲ کتاب ۲ صفحہ ۱۴۹

جلاء العیون فاضل مجلسی کے الفاظ میں اس روایت کا ترجمہ اردو میں یوں ہے۔

"آپ کا پسر عم عرض کرتا ہے میرے ماں باپ آپ پر سے فدا ہوں۔ آپ مراجعت فرمائیے کہ میں یہاں اسیر ہو گیا ہوں۔ اور مستعد قتل ہوں۔ اہل کوفہ وہی لوگ ہیں جنکے نفاق سے آپ کے پدر بزرگوار پریشان ہوکے آرزوئے مرگ کرتے تھے۔"

(جلاء العیون صفحہ ۴۴۴)

غرض یہ ہے کہ امام حسینؑ کوفہ کو جاتے ہوئے جب منزل ثعلبیہ پر پہنچے تو اسوقت پہلی دفعہ آپکو اپنے پیارے چچازاد اور غریب الوطن بھائی مسلم کی شہادت کی خبر ہوئی اسوقت آپکو اس سفر کے حسرت ناک انجام کا یقین ہوگیا۔ آپ نے حضرت مسلم کے بھائیوں سے واپس ہوجانیکے لئے مشورہ کیا۔ لیکن انھوں نے عرض کی بخدا سوگند ہم واپس نہ جائینگے جب تک حضرت مسلم کا بدلہ ان اشقیاء سے نہ لیں۔ یا جو شربت انہوں نے پیا ہے۔ ہم بھی نوش کریں۔ جلاء العیون صفحہ اسی روایت کی تائید میں خاکسار ایک اور قدیم کتاب حالات کربلا سے استدلال کرتا ہے۔ جسکا ہم مقتل ابن نما ہے جس میں امام کے رجوع سفر کی خواہش صاف الفاظ میں مذکور ہے۔ شہادت حضرت مسلم کی خبر سنکر لکھا ہے۔ کہ امامؑ سخت روے اور اپنے عزیزوں کے مفقود ہونے کے رنج و افسوس کے مارے واپس ہوجانیکا ارادہ فرمایا۔ اور ایک بلند ٹیک چلے گئے لیکن پھر پہلی رائے پر قائم ہوگئے اور فرمایا کہ جس پر مجھے اعتماد ہے وہی قائم رہے اصل الفاظ یہ ہیں۔ ثم اراد الرجوع حزناً وجزعاً لفقد احبته و مضی الی بلدة ثم تاب الیه رأیه الاول وقال علیٰ ما کنت علیه معول۔ ابن نما صفحہ مطبوعہ بمبئی

اسی کوچ و مقام میں امام علیہ السلام نے ایک اور خط کوفیوں کو لکھا۔ اور عبد اللہ بن یقطر اپنے رضاعی بھائی اور ایک روایت کے روسے قیس ابن مسہر کے ہاتھ کوفہ روانہ فرما دیا تھا۔ یہ خط بروایت کتاب اللہوف سید ابن طاؤس اسی سلیمان بن صرد الخزاعی وغیرہ شیعوں کو لکھا جنکی نسبت۔ بروایت مقتل ابو مخنف پہلے ناظرین کو معلوم ہوچکا ہے کہ بوقت صلح امام حسنؑ سے دریافت کرتے آتے تھے کہ باوجود اس قدر لشکر و انصار کے آپ نے امیر معاویہ سے صلح کیوں فرمائی ہے وقاصد جب کوفہ میں داخل ہوا۔ تو کسی مخبر نے عبید اللہ بن زیاد کو مخبری کردی

وہاں تو پہلے ہی فتنہ کی آگ مشتعل ہو چکی تھی۔ عبد اللہ بن یقطر قاصد مذکور کو جو ا
کر ابن زیاد نے ہر چند پوچھا اور ڈرایا دھمکایا کہ بتلاؤ خط کن کن لوگوں کے نام ہے
مگر اسنے خط کو تو پہلے ہی ہلاک کر دیا تھا۔ نام بھی کسی کے نہ بتلائے۔ آخر قتل کر دینے
کا حکم ہوا۔ قتل سے پہلے اس قاصد نے خاص و عام کے سامنے کوفیوں کو بلند آواز
سے خبر کر دی کہ امام حسینؑ تمہاری طرف تشریف لا رہے ہیں۔ اور فلاں جگہ پر پہنچ
گئے ہیں۔ پس انکی دعوت کو قبول کرو۔ یہ سب کیفیت ابن زیاد کے گوش گذار کی گئی
جب عبد اللہ بن یقطر کی شہادت کا بھی امامؑ کو علم ہو گیا۔ تو کوفیوں کی طرف سے
اب آپکو بالکل ناامیدی ہو گئی اسوقت آپ نے اپنے ہمراہیوں کو جمع فرمایا۔ اور انکو
حضرت مسلم اور ہانی بن عروہ اور عبد اللہ بن یقطر کی شہادت سے مطلع کیا اور فرمایا
کہ بیشک ہمارے شیعوں نے ہمکو چھوڑ دیا۔ تمکو بھی اختیار دیا جاتا ہے جسکو تیغ و شمشیر
کی پروا نہ ہو وہ رہ جائے۔ اور جو برداشت نہ کر سکے وہ چلا جائے امام کا یہ جملہ کہ
ہمارے شیعوں نے ہمکو چھوڑ دیا۔ خاص قابل غور ہے۔ وہ تین حوالے اسکی تصدیق
کے لئے عرض کئے دیتا ہوں "ہمارے شیعوں نے ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھا لیا ہے"
جلاء العیون ص۴۶۹ وقد خذلنا شیعتنا مقتل ابو مخنف ص۴۳ و ناسخ التواریخ ص۱۹۳
و خلاصۃ المصائب روایت ہفتم ص۱۲۳ یہ حال معلوم کرتے ہی بہت سے ہمراہی جدا
ہو گئے جو بقول جلاء العیون مجلسی و ابو مخنف بطمع مال غنیمت کو ساتھ ہوئے تھے
اور اب صرف عیال و اطفال اور بنی ہاشم و مکہ سے ہی آپ کے ہمرکاب تھے۔ اور
تھوڑے سے وہ تھے۔ باقی رہ گئے۔

ادھر حر شہید جو امام کی تلاش میں کوفہ سے ایک ہزار فوج کے سرگروہ بن
تھا۔ امام کو دو منزلیں آگے جا کر ملگیا۔ دوچار ہوتے ہی امام نے حر سے پوچھا۔
ہماری نصرت کے لئے آئے یا مقابلہ کے لئے۔ حر نے کہا مقابلہ کے لئے۔ امامؑ نے فرمایا

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر کچھ دیر تک بات چیت ہوتی رہی۔ آخر امام رہ نے حمزہ اور ساتھ کے کوفیوں کو فرمایا کہ جو کچھ مجھکو لکھتے رہے مراسلات میں اور قاصدوں کی زبانی کہلا کر بھیجتے رہے۔ اگر آپ اسکے برخلاف ہوگئے۔ تو میں جہاں سے آیا ہوں واپس چلاجاتا ہوں۔ ابن نما کے الفاظ اس موقعہ پر یہ ہیں فانی ارجع الی الموضع الذی اتیت منہ صـ۲۳ ابو مخنف کے الفاظ وان کنتم کارھین لقدومی رجعت منکم الی ما شئت من الارض صـ۲۳ فاضل مجلسی کے الفاظ اور اگر اپنی گفتار سے پھرگئے ہو اور عہد و پیمان کو شکست کردیا ہے۔ اور میرے آنے سے بیزار ہو میں اپنے وطن واپس جاتا ہوں صـ۲۴۹ مورخ ناسخ التواریخ کے الفاظ واگر شمارا ے وا گرگون کنید وعہد بشکنید و کل بیعت از گردن فرو نہید قسم بجان من کہ از شما شگفت نباشد چہ با پدر من علیؑ و برادر من حسنؑ جز ایں نکردید فریفتہ کسے است کہ بعہد و پیمان شما مغرور شود الخ صـ۲۳

یہ دلیل اور رسائل کا حال سنکر جناب حر کہنے لگا مجھکو اسکی کچھ خبر نہیں۔ امام رہ نے اپنی خرجین منگائی۔ اور حر کو دکھائی۔ یہ خرجین کوفیوں کے خطوط سے بھری ہوئی تھی۔ آخر حر نے عرض کیا کہ مجھے تو ان خطوط سے غرض نہیں مجھے ابن زیاد نے حکم دیا ہے۔ کہ جہاں آپکو پاؤں جدا نہ ہوں تاوقتیکہ آپ کو ابن زیاد پاس نہ لیجاؤں حضرت نے فرمایا جب تک زندہ ہوں۔ یہ ذلت مجھے گوارا نہ ہوگی پس اصحاب کو حکم دیا کہ سوار ہوں جب ہودج ہائے حرم محترم اونٹوں پر چڑھ گئیں حضرت پائے مبارک رکاب میں رکھکے سوار ہوئے جب چاہا واپس جائیں۔ لشکر مخالف نے راستہ روک لیا۔ حضرت نے فرمایا تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے تو کیا چاہتا ہے حر نے کہا میں چاہتا ہوں آپکو ابن زیاد پاس لے چلوں حضرت نے فرمایا۔ میں تیری اطاعت نہ کرونگا۔ حر نے کہا میں بھی راستہ نہ دونگا جب درمیان میں طول سخن ہوا حر نے کہا مجھے

حکم نہیں ہے۔ کہ آپ سے جنگ کروں۔ اگر آپ کو کوفہ جانا منظور نہیں ہے۔ تو مدینہ والے راستے سے جائیے کہ میں کیفیت ابن زیاد کو لکھوں۔ شاید کوئی ایسی صورت نکل آئے۔ کہ میں آپ سے پیشوا ہے و محاربہ مبتلا نہ ہوں۔ حضرت نے بضرورت راہ قادسیہ سے جانب دست چپ توجہ کی۔ اور وہ لشکر ضلالت اثر بھی ہمراہ ہوا۔ حر نے قریب امام حسینؑ آکے کہا یا حضرت آپکو میں قسم دیتا ہوں۔ کہ اس گروہ سے مقابلہ نہ کیجئے گا ورنہ قتل ہو جائے گا۔" الخ جلاء العیون اردو ص۲۲۲ باب ۵ فصل ۱۴

جیسا کہ روایت مذکورہ سے ظاہر ہے۔ امام حسینؑ کو حر نے واپس تشریف لے جانے کی اجازت دیدی ہے مگر کوئی کمبخت مانع ہوئے۔ آخرمیں کہ امام معہ حر اور لشکر کوفی کے کربلا میں وارد ہوگئے۔ علامہ مجلسی لکھتے ہیں۔ کہ دوسری محرم کو پہنچے اور ایک اور روایت میں لکھا ہے۔ کہ آٹھویں محرم کو وارد ہوئے حر نے ابن زیاد کو سب حالات سے مطلع کیا۔ جس پر اُسنے ایک عریضہ امام کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور اس میں تحریر کیا۔ کہ میں نے سنا ہے۔ کہ آپ کربلا میں اترے ہیں۔ یزید بن معاویہ نے مجھے لکھا ہے۔ کہ آپکو مہلت نہ دوں یا آپ سے بیعت لوں۔ اور اگر انکار کیجئے۔ تو یزید پاس بھیجدوں" جلاء العیون اردو ص۲۵

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ عشرہ محرم تک یزید کی طرف سے کوئی حکم ابن زیاد کے نام یا اس سے ماقبل حاکم مدینہ کے نام قتل حسینؑ کے بارہ میں صادر نہیں ہوا تھا۔ جو لوگ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یزید نے سلطنت شام پر قابض ہوتے ہی حاکم مدینہ کو خط لکھا تھا کہ امام حسینؑ سے بیعت لے لو۔ اور اگر وہ انکار کریں تو انکا سر کاٹ کر میرے پاس بھیجدو۔ درست نہیں ہے۔ خود مجلسی کی روایت مذکورہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حکم بیعت کے وقت سے لیکر اس وقت تک کہ جیسوں موقعے شورش و فساد و بغاوت کو خود بیعت مسلم وغیرہ کے یزید کو دیئے گئے۔ امام علیہ السلام کربلا پہنچ

جانے تک اس قسم کا کوئی حکم یزید نے کسی کے نام جاری نہیں کیا تھا۔ ورنہ ابن زیاد اپنے خط میں یہ نہ لکھتا۔ کہ یزید کا حکم یہ ہے کہ یا تو آپ سے بیعت لوں یا بصورت انکار انکے پاس شام میں بھیجدوں۔

امام علیہ السلام نے ابن زیاد کا یہ خط پڑھکر پھینک دیا۔ اور قاصد کو کچھ جواب نہ دیا۔ ابن زیاد کو جب یہ حال معلوم ہوا۔ تو بہت غضبناک ہوا۔ اور پھر اس نے عمر بن سعد کو سرداری لشکر کی دی۔ وہ چار ہزار لشکر کوفیاں بیوفا کا ہمراہ لیکر روانہ کربلا ہوا۔ عمر بن سعد مذکور نے امام کی خدمت میں پیغام بھیجکر دریافت کیا۔ کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں۔ امام نے جواب میں کہلا بھیجا "تمہارے شہر کے لوگوں نے نامہ ہائے بیشمار مجھے لکھے اور بہت مبالغہ و اصرار کر کے بلایا۔ اگر اب میرا آنا منظور نہیں ہے۔ تو مجھے واپس جانے دو" تاریخ التواریخ صفحہ ۔ امام کا جب یہ جواب عمر بن سعد کو پہنچا۔ اس نے کہا امیدوار ہوں کہ خدا مجھے محاربہ و مقاتلہ امام حسینؑ سے نجات دے" پس اس نے ایک خط ابن زیاد کو لکھا۔ اور اس میں سب حقیقت حال درج کی" اور معلوم ہوتا ہے کہ اسنے امام کے واپس مدینہ کو تشریف لیجانیکی سفارش بھی کی تھی۔ اس موقعہ پر علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ وہ شقی راضی ہوا۔ کہ امام حسینؑ چلے جائیں مگر شمر ذی الجوشن حرامی نے ابن زیاد کو پشیمان کیا" پس عمر بن سعد کو خط لکھا۔ کہ حضرت سے کہو۔ مع اصحاب بیعت کریں جب یہ خط اسکو پہنچا۔ اسے امام حسینؑ سے وہ مضمون نہ کہلا بھیجا اسلئے کہ جانتا تھا حضرت بیعت یزید پر راضی نہ ہونگے۔ دیکھو جلاء العیون صفحہ ۴۰۴

جب کہ امام کربلا میں خیمہ زن ہو گئے۔ تو مورخ تاریخ التواریخ لکھتا ہے۔ کہ ایک عراقی کرکو جا رہا تھا۔ دیکھا کہ خیمہ کے باہر امام کرسی پر بیٹھے ہیں۔ اور خطوط کا مطالعہ فرما رہے ہیں۔ جب اسنے وجہ اس بیکسی اور بیوطنی کی دریافت کی۔ تو امامؑ نے فرمایا کہ بنی امیہ نے مجھے قتل کی دھمکی دی۔ اور کوفہ والوں نے مجھے بلایا۔ دیکھو

یہ آنکے خطوط ہیں۔ حالانکہ میرے قاتل یہی ہیں لیکن جب انھوں نے اس مکر کا ارتکاب کیا۔ اور پردہ محرمات کو چاک کیا۔ خداوند کریم انپر ایک ایسے آدمی کو مقرر کریگا۔ کہ وہ سب کو قتل کردے۔ اور وہ قوم جبقیس سے بھی زیادہ ذلیل ہو جائینگے۔ اصل عبارت ناسخ یہ ہے۔ "بنی امیہ مرا بیم قتل دادند۔ و مردم کوفہ مرا دعوت نمودند و نامہ مکاتیب ایشان است و حال آنکہ کشندہ من ایشان اند لکن گاہے کہ مرتکب این معنی شدند و پردہ محرمات و محظورات را چاک کردند۔ خداوند برایشان مے گمارد کسے را کہ بجملگی ایشان را بقتل رساند۔ و ایشان را خوار تر از قوم بلقیس گرداند۔ ص۱۵۹

روایت مذکورہ سے ظاہر ہے۔ کہ خود حضرت سید الشہدا علیہ السلام اپنے قتل کا باعث کوفیوں کی دعوت کو قرار دیتے ہیں۔ اور خاکسار راقم کا بھی یہی اعتقاد ہے یزید کی طرف سے کوئی حکم قتل ابن زیاد کو نہیں دیا گیا جیسا کہ بروایت ناسخ التواریخ وغیرہ کتب شیعہ لکھا ہے۔ کہ جب ایک شخص زحر بن قیس نے دمشق میں اہلبیت کرام کے پہنچنے پر یزید کو فتح معرکہ کربلا کی جاکر خوشخبری سنائی۔ تو یزید دیر تک حیران و خاموش رہا پھر کہا اگر حسینؑ سے سوائے قتل کے بیعت لیتے تو میں زیادہ راضی ہوتا۔ اور اگر میں آپ انکے پاس ہوتا تو ان سے درگذر کرتا۔ اصل الفاظ یہ ہیں۔ یزید لختے سر فرو داشت و سخن نکرد و پس سر برآورد و گفت قد کنت راضی من طاعتکم بدون قتل حسینؑ اما لو کنت صاحبہ لعفوت عنہ اگر من حاضر بودم حسین را معفو میداشتم ص۳۶۱

چونکہ خاکسار کو واقعات کربلا لکھنے کے لئے وقت بہت کم دیا گیا ہے اسواسطے مجبوراً اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ بالغ نظر ناظرین کو اسی قدر اختصار سے معلوم ہو جاویگا کہ ایک عاجز ہیچمدان خادم حسینؑ نے اپنے مخدوم امام حسینؑ مظلوم کے کوائف شہادت کی تحقیق میں کہاں تک پتے سے معلومات بہم پہنچائے ہیں۔ رسالہ تحقیق واقعات میں اسی قسم کی تحقیق تنقید ہے۔ اگر یہ مفید خدمت ہے تو خدا مجھکو توفیق دے۔ کہ اس رسالہ

کی ہدایت سے جلدی فارغ البال ہوں اس رسالہ تحقیق سے میری ہرگز یہ غرض نہیں ہے کہ کسی فریق کی دل آزاری ہو بلکہ محض اظہار امر حق مقصود ہے۔ اور بس خداوند کریم ہم کو حق اور باطل میں تمیز کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

(خاکسار خادم سید فقادم بشیر (ی) احمدی)

قدوم میمنت لزوم

اس مہینے کا سب سے بڑا بہجت انگیز واقعہ حضور شہنشاہ ہند ملک معظم جارج پنجم بالقابہ کا مع اپنی شہنشاہ بیگم کے ہندوستان میں تاجپوشی کے لئے جلوہ افروز ہونا ہے۔ وہ ہم تمام احمدیوں کیلئے خصوصیت کیساتھ موجب شکر و امتنان بارگاہ تعالیٰ ہو کیونکر جبکہ اس عہد حکومت میں جو امن پایا ہے وہ دنیا [illegible] معاندانہ مخالفت کے باوجود جو امن و امان کی زندگی ہم بسر کرتے ہیں ہمارا فرض ہم کو [illegible] شہنشاہ ذی جاہ کا شکریہ ادا کریں۔ اور یہ شکریہ ہمارا خاص [illegible] کہ ہماری پاک کتاب میں ارشاد ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اللہ اور اسکے رسول اور اپنے صاحبان حکومت کی فرمانبرداری کرو۔ اور ہمارے رسول کریم صلعم کا بھی یہی حکم ہے۔ پھر ہمارے امام حضرت مرزا غلام احمد نے بھی یہی تعلیم دی کہ اپنے بادشاہ کے پورے مطیع رہو اور یہ اطاعت [illegible] ضروری ہے۔ کہ آپ نے اپنی ہر ایک تصنیف میں اسکا ذکر کیا ہو اور علیحدہ کئی اشتہار بھی شائع کئے چنانچہ ایک اشتہار کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

ہماری تمام نصیحتوں کا خلاصہ تین امر ہیں۔ اول یہ کہ خدا تعالیٰ کے حقوق کو یاد کر کے اسکی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہنا اسکی عظمت کو دل میں بٹھانا۔ اور اس سے سب سے زیادہ محبت رکھنا اور اس کو ذر کر نفسانی جذبات کو چھوڑنا۔ اور اسکو وحدہٗ لاشریک

[illegible]

اور یہ خوشی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جب ہم سنتے ہیں کہ آپ کے حکم سے تقسیم بنگالہ منسوخ ہو گئی اور حضرت

جاتا اور اُنکے لئے پاک زندگی رکھنا اور کسی انسان یا دوسری مخلوق کو اُسکا مرتبہ نہ دینا اور درحقیقت اُسکو تمام روحوں اور جسموں کا پیدا کرنیوالا اور مالک یقین کرنا دوم یہ کہ تمام بنی نوع سے ہمدردی سے پیش آنا۔ اور حتی المقدور ہر ایک سے بھلائی کرنا۔ اور کم از کم یہ کہ بھلائی کا ارادہ رکھنا سوم یہ کہ جس گورنمنٹ کے زیر سایہ خدا نے ہمکو کر دیا ہو یعنی گورنمنٹ برطانیہ جو ہماری آبرو اور جان مال کی محافظ ہو اُسکی سچی خیرخواہی کرنا اور ایسے مخالف امن امور کو دور ہٹانا جو اسکو تشویش میں ڈالیں یہ اصول ثلاثہ ہیں جنکی محافظت ہماری جماعت کو کرنی چاہئیے اور جن میں اعلیٰ سے اعلیٰ نمونے دکھلانے چاہئیں سو اے دوستو اس اصول کو محکم پکڑو۔ اور ہر ایک قوم کیساتھ نرمی سے پیش آؤ نرمی سے عقل بڑھتی ہے اور بردباری سے گہرے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ اور جو شخص یہ طریق اختیار نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ہم دنیا میں فروتنی کیساتھ زندگی بسر کرتے آئے ہیں اور بنی نوع کی ہمدردی اور اس گورنمنٹ کی خیرخواہی جس کے ہم ماتحت ہیں یعنی گورنمنٹ برطانیہ ہمارا اصول ہے ہم ہرگز کسی مفسدہ اور نقض امن کو پسند نہیں کرتے۔ اور اپنی گورنمنٹ انگریزی کی ہر ایک وقت میں مدد کرنیکے لئے تیار ہیں اور خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں جس نے ایسی گورنمنٹ کے زیر سایہ ہمیں رکھا ہے۔ فقط المرقوم ۔ ستمبر ۱۹۰۵ء انتہی بلفظہ الشریف

اشتہار واجب الاظہار۔ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان صفحہ ۲ لغایت ۴

اس کوٹیشن کے پڑھنے سے واضح ہو سکتا ہے کہ آپ نے اپنی تمام ہدایات کا خلاصہ جو دیا گیا ہے۔ اسمیں تیسرا حصہ گورنمنٹ کی اطاعت اور اسکی خیرخواہی اور اسکے ساتھ اخلاص کی تاکید ہے۔ پس ہم تمام احمدی اپنے شہنشاہ عالیجاہ کے حضور اپنی اطاعت و خلوص قلبی کی نذر پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ الٰہی ہمارے قیصر کو سلامت باکرامت رکھ۔ اور اس حکومت کے اقبال اور جاہ و جلال میں ترقی دے۔ جو ہمارے لئے اسقدر امن و امان راحت و آرام کا موجب ہے۔ اللّٰھم آمین ثم آمین

تشحیذ کی سالانہ رپورٹ

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اس خیر کے ساتھ تشحیذ کی چھٹی جلد بخیر و خوبی ختم ہوئی اس سال رسالہ کو بہتر و مفید بنانے کی بہت کوشش کی گئی۔ کاغذ عمدہ مہیا کیا گیا اور چھپائی وغیرہ کے اخراجات بھی آگے سے زیادہ برداشت کئے۔ اور ایک کاتب خوشخط کی خدمات بھی صرف رسالہ کی خاطر مخصوص رکھی گئیں۔ پھر وقت پر عمدہ مضامین کے ساتھ نکالنے کے لئے سٹاف کو بڑھایا گیا۔ اور سال کے آخر چار ماہ کے رسالے ٹھیک وقت پر ناظرین کو پہنچائے گئے۔ اور آئندہ انشاء اللہ اس سے بہترین حسن انتظام کے ساتھ رسالہ شائع کرنیکا ارادہ ہے۔

اس سال جناب صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کے قلم سے ہر قسم کے مضامین نکلے۔ ان میں سے فرعون موسیٰ۔ مسلمان وہی ہے جو خدا کے سب نبیوں کو مانے۔ ستیارتھ پرکاش پر ایک مختصر ریویو۔ گوشت خوری۔ ہم مرزا صاحب کو کیا سمجھتے ہیں۔ براہین خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ جو بہت پسند کئے گئے اور نہ صرف احمدیوں بلکہ غیر احمدیوں نے بھی انکی تعریف کی علاوہ اسکے مسیح محمدی و مسیح ناصری۔ جواب اہانات مرزا۔ انبیاء کی جماعت۔ تثلیث کا رد۔ آریہ سماج کا مذہب۔ مسیح موعود کے بعد ہمارا فرض۔ مال مانگتے ہیں جان نہیں۔ شگفتہ روشنت الحق اور شناخت مذہب۔ الاذکار۔ تعلق مکتوب سید ولی اللہ شاہ کی قلم سے۔ اور شاہجہانپوری کے اعتراضات کا جواب محررہ مولوی فضل الدین صاحب وکیل احمد سلم الوصول الی اسرار اسرار الرسول۔ مرقومہ سید صادق حسین صاحب [illegible]

تحقیق و واقعات کرتا مسلط و منشی خادم حسین صاحب یہ سب مضامین بھی اپنے اندر بہت سے معارف و حقائق کا خزینہ رکھتے ہیں۔ اور جب ہم ان سب کو بحیثیت مجموعی دیکھتے ہیں تو ہمارا قلب مطمئن ہے کہ خریداران تشحیذ نے عام سالانہ چندہ کے کوئی نقصان نہیں اٹھایا۔ بلکہ بہت کچھ فائدہ پایا ہے۔

اب جہاں ان حق شناس معزز ناظرین کا شکریہ ادا کرنا میرا فرض ہو جنھوں نے اپنے چندہ کو بقایا اور کرکے کارخانہ کو زیر باری سے محفوظ رکھا وہاں ان مہربانوں کو دوستانہ شکوہ بھی کر دیتا ہوں جو کسی خاص وجہ کو اب تک ہماری متواتر گذارشوں اور تقاضوں کی طرف توجہ نہیں کر سکے۔ اور اپنی بے اعتنائی سے نہ صرف کارخانہ کو زیر بار کر رہے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات وقت پر چندہ سالانہ ادا کر دینے والوں کی حق تلفی بھی کرا دیتے ہیں گو ہم نے حتی الوسع ایسا نہیں ہونے دیا خیال فرمایئے کہ ۱۹۱۱ء کے تین سالوں کا بقایا کتنا

۷۹۸
سات سو اٹھانوے روپے

دو سو چھپن خریداروں کے ذمہ ہے۔ ایک سو ترپن خریدار تو ایسے ہیں جنھوں نے زیادہ و کم سے کم کا چندہ جس کی مجموعی تعداد دو سو اٹھاون روپے کے قریب ہے) ادا نہیں فرمایا۔ اور باقی ایک سو دو وہ بزرگ ہیں جو تین سال سے [illegible] اپنے نام سے رسالہ بند کراتے ہیں۔ اور نہ مطالبات دینے میں آتے ہیں۔ علاوہ ازیں کے ذمہ پانسو چالیس روپے ہیں۔ اور اسی طرح پر قریباً آٹھ سو روپیہ ہے جو تشحیذ ایجنٹوں کے ذمہ میں قابل وصول ہے۔ باوجود ان مشکلات اور زیر باریوں کے رسالہ پھر بھی جاری ہے۔ اور بڑی آب و تاب سے شائع ہوتا ہے۔ اس کامیابی کا سہرا **سیدی محمود** کے سر پر ہے جو اپنے اوقات

خریدارانِ تشحیذ کو اطلاع

۱- یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کی آخری تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ دس دن تک رسالہ نہ پہنچے تو اطلاع دیں ورنہ بعد میں بقیمت ۵/ رسالہ ملیگا۔

۲- مستحبہ کو پرچہ جن صاحبان کے فائدے میں بوجہ ایسی وی پی موجود نہیں۔ وہ ۵/ کے ٹکٹ علیحدہ وی پی بھیجوا کر رسالہ منگوا سکتے ہیں

۳- رسالہ کی قیمت سالانہ عا/ ہے۔ اور خط و کتابت متعلق رسالہ بنام مینیجر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور پنجاب کے پتہ سے ہونی چاہیئے بعض احباب صاحبزادہ صاحب کے نام سے خط بھیجتے ہیں۔ اسطرح تعمیل میں بہت دیر ہو جاتی ہے۔ جو صاحب اپنا مکان بدلیں ضرور اطلاعی کارڈ دفتر میں بھیجدیں۔

ضروری گذارش :- تشحیذ کے لیئے ایک دقیق و خوشخط کاتب کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ مہینہ میں دس دن اسکے لیئے فارغ ہیں۔ جو صاحب کوئی اشتہار یا کتاب لکھوانا چاہیں۔ وہ ہماری معرفت نہایت مناسب اجرت پر لکھوا سکتے ہیں۔ **مینیجر تشحیذ الاذہان**

اطلاع :- ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۳ء کا رسالہ تمام خریداران تشحیذ الاذہان کے نام سنہ ۱۳ء کی پیشگی قیمت وصول کرنے کیلئے وی پی ہوگا۔ جو صاحب وی پی وصول کرنیکے لئے تیار نہ ہوں۔ وہ ۲۰ جنوری تک اطلاع دیں۔ مینیجر